ذکر الحسنات

سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر

حضرۃ مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تالیف

حقیر الانام ڈاکٹر لال دین اخگر ایم اے (اردو، اسلامیات، عربی)

پی ایچ ڈی اسلامیات (پنجاب)

مکتبہ خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ، لاہور

کتاب الحسنات

سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر

حضرۃ مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

مفسرانہ تبحر علمی، محدثانہ نکتہ آفرینی، فقیہانہ حسن تدبر، مجددانہ کارنامے

مجاہدانہ سرگرمیاں، مسلمانہ فضائل، حسن خصائل، اتباع سنت نبوی

عارفانہ کشف، خوارق [illegible]

MUNICIPAL LIBRARY
Acc No. ....
Liaquat ... R.pindi

تالیف

احقر الانام ڈاکٹر لال دین اخگر ایم اے (اردو [illegible])

پی ایچ ڈی اسلامیات (پنجاب)

مکتبہ خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ، لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتاب الحسنات

سوانح حیات سید العارفین شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ

مفسرانہ تبحرِ علمی، محدثانہ نکتہ آفرینی، فقیہانہ حسن تدبر، مجددانہ کارنامے
مجاہدانہ سرگرمیاں، معلمانہ فضائل و حسن خصائل، اتباعِ سنتِ نبوی
عارفانہ کشف و خوارق پر سیر حاصل تبصرہ

تالیف

احقر الانام ڈاکٹر لال دین اخگر ایم اے (اردو، اسلامیات، عربی)
پی ایچ ڈی اسلامیات (پنجاب)

مکتبہ خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ، لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوانح حیات ۔ مولانا احمد علی ب
۲۹۷۔۹۲۸۹
ا خ گ ۔ ح
Acc. No. ۔ ۰۰۰۱۲۵

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

اشاعت : ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ ، اگست ۱۹۸۵ء
نام کتاب : کتاب الحسنات
(سوانح حیات حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ)
مؤلف : ڈاکٹر لال دین اخگر پی ایچ ڈی، اسلامیات
تعداد : ۱۰۰۰۔ ایک ہزار
صفحات : ۵۷۶
مطبع : تعمیر پرنٹنگ پریس، فیروز پور روڈ، لاہور
ناشر : محسن جاوید، محلہ فاروق گنج، جنڈیالہ روڈ۔ شیخوپورہ
قیمت : ساٹھ روپے
کتابت : مقصود احمد۔ خاکپائے سید نفیس الحسینی
جلد بندی : نسیم کاشمیری پنجاب بائینڈنگ سنٹر۔ دربار مارکیٹ لاہور

ملنے کے پتے

۱۔ دفتر انجمن ہفت روزہ خدام الدین، شیرانوالہ گیٹ، لاہور
۲۔ سید احمد شہید اکیڈمی ۴-۱۴۲ کریم پارک، لاہور
۳۔ ڈاکٹر لال دین اخگر پی ایچ ڈی، محلہ فاروق گنج، جنڈیالہ روڈ، شیخوپورہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	ابتدائیہ	۱	۲۴	نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی	۴۸
۲	وجہ تالیف	۵	۲۵	دوسری شادی	۵۰
۳	تحدیث نعمت	۱۰	۲۶	علی گڑھ کا قیام	۵۱
۴	انتساب	۱۳	۲۷	تحدیث نعمت	۵۲
	تقریظات		۲۸	آگرہ کا تبلیغی دورہ	۵۴
۵	مولانا عبیداللہ انورؒ	۱۴	۲۹	دہلی میں بطور مدرس	۵۵
۶	سید انور حسین شاہ نفیس رقم	۱۹	۳۰	بیگم والیٔ بھوپال کا وظیفہ	۵۶
۷	ڈاکٹر رانا بہاء الحق صاحب	۲۲	۳۱	روحانی خلافت کا خلعت	۵۷
۸	قاضی نور الحق مدنی پشاور	۲۵	۳۲	سیاسی زندگی کی ایک جھلک	۵۹
۹	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	۲۶	۳۳	غالب نامہ کی تشریح	۶۱
۱۰	میاں محمد اجمل قادری صاحب	۲۸	۳۴	مولانا احمد علی کی گرفتاری	۶۳
۹	ہندوستان کی سیاسی و مذہبی حالت	۳۰	۳۵	نقول سندات	۶۴
۱۲	ولادت باسعادت	۳۲	۳۶	دہلی سے شملہ روانگی	۷۰
۱۳	ابتدائی حالات	۳۵	۳۷	شملہ سے لاہور	۷۱
۱۴	مولانا عبیدالحق کی پدرانہ شفقت	۳۶	۳۸	لاہور سے جالندھر	[illegible]
۱۵	حضرت لاہوریؒ حضرت سندھیؒ کی سپردگی میں	۳۸	۳۹	ناہن سے لاہور	۷۵
۱۶	مولانا لاہوریؒ حضرت دینپوری کی خدمت میں	۳۸	۴۰	روح لاہور استقبال کرتی ہے	۷۶
۱۷	امروٹ شریف میں حضرت سندھیؒ کا قیام	۴۰	۴۱	لاہور میں مستقل قیام	۷۸
۱۸	مدرسہ دارالارشاد کا اجراء	۴۱	۴۲	رہائش گاہ	۸۱
۱۹	مولاناؒ کے والد کا انتقال	۴۳	۴۳	پہلا حج	۸۲
۲۰	دستار بندی کا عظیم الشان جلسہ	۔	۴۴	استخارہ	۸۳
۲۱	معلمی کے فرائض	۴۴	۴۵	تحریک خلافت اور ہجرت کابل	۸۴
۲۲	حضرت سندھیؒ کی دامادی کا شرف	۴۵	۴۶	پشاور میں ورود	۸۵
۲۳	جمعیۃ الانصار کا قیام	۴۶	۴۷	حکومت افغانستان کا فیصلہ	۸۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۴۸	ایک اعتراض کا جواب	۸۸
۴۹	واپسی پر مولانا کا پشاور میں داخلہ	۹۱
۵۰	حکومت برطانیہ کی حکمت عملی پر نظر	۹۲
۵۱	انجمن خدام الدین کا قیام	۹۳
۵۲	حسن انتخاب پر نظر	۹۵
۵۳	قرآن حکیم کے دو درس	۹۶
۵۴	تفسیر قرآن مجید	"
۵۵	مدرسہ قاسم العلوم کا اجراء	۹۷
۵۶	تاریخی سعادت	۹۹
۵۷	دیگر شعبہ جات	۱۰۱
۵۸	شعبہ اشاعت	۱۰۳
۵۹	مولانا کا تیسرا حج	۱۰۶
۶۰	حضرت سندھیؒ سے ملاقات	"
	میدان عمل	
۶۱	مذہبی اور سیاسی تحریکات	۱۰۷
۶۲	نسب نامہ علم و حریت	۱۰۹
۶۳	دین و سیاست	۱۱۰
۶۴	جمعیۃ العلماء ہند کا قیام	۱۱۲
۶۵	خاکسار تحریک	۱۱۴
۶۶	ناموس مصطفیٰ کا تحفظ	۱۱۶
۶۷	انجمن حمایت اسلام کی سرپرستی	۱۱۸
۶۸	جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان کا قیام	۱۱۹
۶۹	دستور کی دفعات	۱۲۱
۷۰	جہاد کشمیر میں مولانا کی شرکت	۱۲۵
۷۱	صدر آزاد کشمیر کی مولانا کو دعوت	۱۲۶
۷۲	صدر محترم کی دینی خواہش اور مولانا کا گرانقدر شاہکار	۱۲۷

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۷۳	مرزائیت اور حضرت لاہوریؒ	۱۲۹
۷۴	جماعت اسلامی	۱۳۱
۷۵	پرویزیت	۱۳۲
۷۶	ہفت روزہ خدام الدین	۱۳۵
۷۷	مولانا کی رحلت اور چند پیشگوئیاں	۱۳۷
۷۸	سراپائے حضرت لاہوریؒ	۱۴۰
۷۹	یوم وفات حسرت آیات	۱۴۱
۸۰	مکتوب گرامی از حافظ حبیب اللہ صاحب مکی مدنی	۱۴۲
۸۱	محترم حافظ عبدالغنی صاحب کا خواب	۱۴۶
۸۲	اخبارات کے چند اقتباسات	۱۴۸
	ایک تعزیتی جلسے کی کاروائی	
۸۳	تربت اقدس سے فردوسی خوشبو	۱۵۲
۸۴	حضرت کے ایک خلیفہ کا مزار پر مراقبہ	۱۵۷
۸۵	مولانا عبیداللہ انورؒ کی دستار بندی	۱۵۹
۸۶	حضرت مولانا کا مبارک کنبہ	"
۸۷	تحفۂ حسن کی پیدائش	۱۶۰
۸۸	محترمہ عائشہ بی بی کی ولادت	"
۸۹	حافظ حبیب اللہ صاحب مدنی مرحوم	۱۶۱
۹۰	حاشیہ میں ایک ضروری مکتوب	۱۶۲
۹۱	قاری عبیداللہ انور مرحوم	۱۶۶
۹۲	حافظ حمید اللہ مرحوم	۱۶۷
۹۳	حضرت شیخ التفسیر کی اہلیہ محترمہ	۱۶۷
۹۴	تاریخہائے رحلت	۱۶۹
۹۵	مرثیہ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی	۱۷۰
۹۶	نظم از اخگر	۱۷۲
۹۷	ملفوظات طیبات	۱۷۴

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۹۸	حضرت کے معمولات	۱۷۵
	دوسرا حصہ	
۹۹	مولانا کی دینی و علمی خدمات	۱۷۹
۱۰۰	علم و فضل کی فضیلت	۱۸۰
۱۰۱	بحیثیت مفسر قرآن حکیم	۱۸۳
۱۰۲	مترجم و محشی قرآن مجید	۱۸۸
۱۰۳	تقاریظ از علماء کرام	۱۸۸
۱۰۴	حضرت مولانا کے ترجمہ و تفسیر کی خصوصیات	۱۹۵
۱۰۵	تفسیر سورۂ قریش	۲۰۰
۱۰۶	سورہ کوثر	۲۰۵
۱۰۷	سورہ فلق	۲۰۸
۱۰۸	مضمون سورۂ فلق	۲۱۰
۱۰۹	تفسیر سورۂ ناس	۲۱۲
۱۱۰	مضامین سورہ والعصر	۲۱۳
۱۱۱	درس عام	۲۱۵
۱۱۲	درس خصوصی یا دورہ تفسیر	۲۲۱
۱۱۳	فہرست علماء کرام	۲۲۶
۱۱۴	جدید تعلیم یافتہ حضرات	"
۱۱۵	حجۃ اللہ البالغہ کا درس	۲۳۰
۱۱۶	خواتین میں درس قرآن مجید	۲۳۳
۱۱۷	مولانا بحیثیت محدث	۲۳۴
۱۱۸	خلاصۃ المشکوٰۃ	۲۴۲
۱۱۹	مولانا لاہوری کا فقیہانہ مسلک	۲۴۹
۱۲۰	تقلید کا صحیح مطلب	۲۵۴
۱۲۱	تمہید وا حیائے دین	۲۶۱
۱۲۲	فہرست رسائل خدام الدین	۲۶۳
۱۲۳	رسالہ جات کی تقسیم	۲۶۵

نمبرشمار	مضامین	صفحہ
۱۲۴	ایمانیات ۱	۲۶۵
۱۲۵	رسالہ ضرورۃ القرآن	۲۶۷
۱۲۶	رسالہ مقصد قرآن	۲۷۱
۱۲۷	خلاصۃ اسلام	۲۸۰
۱۲۸	توحید مقبول	۲۸۱
۱۲۹	عبادات ۲	۲۸۲
۱۳۰	فلسفۂ نماز	۲۸۵
۱۳۱	فلسفۂ روزہ	۲۹۲
۱۳۲	فلسفۂ زکوٰۃ	۲۹۶
۱۳۳	فلسفۂ عید قربان	۲۹۹
۱۳۴	وظیفے	۳۰۳
۱۳۵	شرح اسماء الحسنیٰ	۳۰۴
۱۳۶	رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان	۳۰۷
۱۳۷	خدا کی نیک بندیاں	۳۱۰
۱۳۸	فصل حقوق و فرائض ۳	۳۱۶
۱۳۹	خدا کی مرضی	۳۱۷
۱۴۰	مسلمان عورت کے فرائض	۳۲۲
۱۴۱	رسالہ پیر و مرید کے فرائض	۳۲۸
۱۴۲	طریقت و حقیقت	۳۲۹
۱۴۳	تقسیم عمل	۳۳۰
۱۴۴	سچے پیر کی پہچان	۳۳۱
	فصل ۴	
۱۴۵	اصلاح رسوم	۳۳۳
۱۴۶	تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ	۳۳۴
۱۴۷	شہادۃ النحاریر علیٰ حرمت مزامیر	۳۳۷
۱۴۸	اسلام میں نکاح بیوگان	۳۴۰
۱۴۹	احکام شب برات	۳۴۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

مضمون	صفحہ
تحفۂ معراج النبیؐ	۳۴۷
تحفۂ میلاد النبیؐ	۳۵۰
حکم شریعت اور اختیارِ رواج کی سزا	۳۵۲
نزولِ کا شرعی فیصلہ	۳۵۵
پیغامِ بیداری کی فصل	۳۵۹
رسالہ پیغامِ رسولؐ	۳۶۱
اسلام ہند خطہ میں	۳۶۴
اسلام اور ہتھیار	۳۶۷
خلقِ محمدی	۳۷۰
نجاتِ والدین کا پروگرام	۳۷۴
موجودہ تعلیم کے نقائص	۳۷۹
سیاسی رہنماؤں کیلئے صحیح راہِ عمل	۳۸۲
استحکام پاکستان	۳۹۲
مولانا بحیثیت خطیب	۳۹۳
فنِ خطابت	۳۹۴
دینی کمالات	۴۰۱
مقامِ سنت	"
آدابِ لباس	۴۰۴
کھانے پینے میں اتباعِ سنت	۴۰۷
آدابِ ملاقات	۴۰۹
باقی امور میں اتباع	۴۱۴
حضرت مولانا اور شعائر اللہ	۴۱۵
کلام اللہ اور حضرت مولانا	۴۱۷
صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوری	۴۲۰
اسلام سے پہلے عبادت کا مفہوم	۴۲۲
اسلام میں عبادت کا مفہوم	۴۲۴
نبوت اور ولایت	۴۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷۷	ولایت	۴۳۰
۱۷۸	ذکر اللہ کے برکات و ثمرات	۴۳۲
۱۷۹	حضرت بحیثیت پیر طریقت اور شجرہ	۴۳۹
۱۸۰	بیعت کا طریقہ	"
۱۸۱	مجلس ذکر جہر	۴۴۱
۱۸۲	شجرۂ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ اور حضرت کے خلفاء کرام	۴۴۴
۱۸۳	کشف و کرامات	۴۴۷
۱۸۴	مولانا عبدالغفور کے دو خواب	۴۵۰
۱۸۵	تائید ایزد متعال	۴۴۹
۱۸۶	کشفِ قلوب	۴۵۳
۱۸۷	کشفِ حالات	۴۵۵
۱۸۸	قطب التکوین	"
۱۸۹	قبولیتِ دعا	۴۵۸
۱۹۰	کشفِ قبور	۴۶۰
۱۹۱	کشفِ قبور از احسان قریشی صاحب متعلق مزار اقدس حضرت علی ہجویری	۴۶۲
۱۹۲	مفتی حسن محمد مرحوم کے اشارات گرامی	"
۱۹۳	حقوق و فرائض (خصائل)	۴۶۵
۱۹۴	حقوق والدین	۴۶۶
۱۹۵	اولاد کا حق	۴۶۸
۱۹۶	حقوق زوجین	"
۱۹۷	قرابت داروں کے حقوق	۴۷۰
۱۹۸	حسن خلق اور اسلام	۴۷۱
۱۹۹	جرأت ایمانی	۴۷۳
۲۰۰	تواضع انکساری	۴۷۷
۲۰۱	عدل و انصاف	۴۸۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۰۲	جود و سخا	۴۹۳
۲۰۳	فقر و زہد	۴۹۴
۲۰۴	رحم و شفقت	۴۹۱
۲۰۵	استغناء	۴۹۵
۲۰۶	حضرت کا معاصر بلند پایہ شخصیتوں سے تعلق	۴۹۸
۲۰۷	قطب دوراں حضرت میاں شیر محمد مرحوم شرقپوری	۴۹۸
۲۰۸	حضرت علامہ محدث عصر مولانا محمد انور شاہ کاشمیریؒ	۴۹۹
۲۰۹	حضرت مولانا مدنی علیہ الرحمۃ	"
۲۱۰	حضرت عبدالقادر رائے پوری	۵۰۰
۲۱۱	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ	"

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۱۲	حضرت مولانا داؤد غزنویؒ	۵۰۱
۲۱۳	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ	"
۲۱۴	حضرت لاہوری کے فیوض و برکات کی جھلکیاں	۵۰۲
۲۱۵	خط کی نقل	۵۰۶
۲۱۶	نقشِ دنیا	۵۰۷
۲۱۷	حضرت لاہوریؒ چند مشاہیر و علماء کی نظر میں	۵۰۹
	متفرقات	
۲۱۸	حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ	۵۲۱
۲۱۹	حضرت شیخ التفسیر کے روحانی درجات	۵۲۴
۲۲۰	حضرت لاہوریؒ اور حلم و بردباری	۵۲۶
۲۲۱	حسن خاتمہ، دعا گنجور	۵۳۱
۲۲۲	کتابیات	۵۳۲
۲۲۳	ضمیمہ (آیات، احادیث اور انگریزی عبارات کا ترجمہ)	۵۳۵

20/25

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی "ممتاز رکن موتمر عالم اسلامی"

میری زندگی میں وہ بڑا مبارک دن اور بڑی سعید گھڑی تھی جب مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز حاصل ہوا، میری زندگی کے دو بڑے موڑ ہیں۔ جہاں سے زندگی نے نیا راستہ (جہاں تک خیال ہے بہتر اور مبارک راستہ) اختیار کیا۔ پہلا موڑ جب مولانا احمد علی صاحبؒ سے تعلق پیدا ہوا، دوسرا موڑ اس وقت پیش آیا جب خدا نے مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچایا۔ مولانا کی صحبت میں کم از کم غذا للبی کا ذوق، خدا کے نام کی حلاوت اور مردانِ خدا کی محبت، اپنی کمی اور اصلاح و تکمیل کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے ہندوستان میں دو مایۂ ناز شاگرد تھے اور ان کے طرزِ تعلیم اور مسلکِ تفسیر کے حامل و امین اور اس میں ان کے صحیح جانشین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور خواجہ عبدالحی صاحب فاروقیؒ۔ مولانا سندھیؒ ایک خاص طرزِ تفسیر کے اس دور میں بانی تھے۔ ان کو سارا قرآن مجید جو ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا مرکز تھا۔ جہاد و حریت کی دعوت و تبلیغ نظر آنے لگا۔

مولانا لاہوری کے درس کے بھی تین اہم بڑے مرکزی مضمون تھے، عقیدۂ توحید کی وضاحت۔ دوسرا مرکزی مضمون اہل اللہ کے مؤثر اور دلآویز واقعات، بالخصوص اپنے سلسلہ کے مشائخ کا دل نشین بکثرت تذکرہ تیسرا مرکزی مضمون جذبۂ جہاد اور انگریز دشمنی تھا۔

مجھ کو حقیقتاً مولانا ہی کے درس سے اس نئی دنیا سے آشنائی پیدا ہوئی کہ علم و مطالعہ فکر و نظر اور ادب و شعر کے علاوہ بھی کچھ مقاصد و حقائق اور کچھ لذتیں اور ذائقے ہیں اور انسان کی کوئی ایسی قسم بھی ہے جس کیلئے دین صرف خبر نہیں بلکہ نظر یا روایت نہیں بلکہ حالت کا معاملہ ہے۔

سرِّ دیں ما را خبر او را نظر   او درونِ خانہ ما بیرونِ در

حضرت مولانا علی میاں مدظلہ پیش نظر کتاب کے لیے اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں "میں کتاب کی مقبولیت کے لیے دعا کرتا ہوں اور اس کے مطالعہ کا مشتاق رہوں گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

یہ مقالہ دراصل ان قلبی کیفیات اور واردات کا مظہر ہے، جن کا احساس مجھ کو شمس العارفین حضرت شیخ التفسیرؒ کی ملکوتی مجالس میں ہوتا تھا۔ قرآن فہمی کا والہانہ جذبہ، احادیثِ مقدسہ کے صحیح ادراک کے ملکات، دینِ مصطفوی کے بحرِ عمیق کی گہرائیوں کے موتیوں تک رسائی حاصل کرنے کی دیوانگی، للہیت کے انوار اور خوشنودیٔ پروردگار کی قدسی جھلکیں، صالحین کی پیروی کی اہمیت، ہر نظر اور ہر خیال کو صدق و اخلاص کے مقیاس و میزان میں پرکھنا، ہر لحظہ تائیدِ ایزدی کا انتظار۔ ہر عملِ حیات میں سنتِ نبویؐ اور خلفائے راشدین مہدیینؓ کے تعامل پر نظریں مرکوز رکھنا۔ الغرض یہ سارا بیش افتادہ سرمایہ، یہ دینی انمول متاع، یہ حاصلِ زندگی اور یہ آخرت کی زادِ راہ میرے مربی و محسن کی مشفقانہ صحبتوں کا نتیجہ ہے اور آج جبکہ مولائی و آقائی کی رحلت کا چوبیسواں سال گذر رہا ہے اور میں اس پونجی کو حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور طالبین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ تو خدائے قدوس کی قسم! میرے دل کی کیفیت اس نوجوان یتیم کی سی ہے۔ جس کی شادی آج ایک معزز گھرانے میں ہونے والی ہے۔ گھر کو ہر طرح سنوارا گیا ہے۔ ہر چیز نہایت قرینہ سے سجائی گئی ہے۔ اقربا و احباب کی آمد پر خانہ نشست، خانہ نشست کہہ کر خوشی امید کی بہاریں ہیں، تمام چہرے مسرت آگیں ہیں، تو دلہا کو اپنے شفیق باپ کی یاد آتی ہے، وہ مجادِ دستارِ عروسی پہنے ہوئے بھی محوِ گریہ ہو جاتا ہے، وہ اپنی آنکھوں کو اشکبار ہونے سے نہیں روک سکتا۔ کیونکہ اس کی ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں قرابت داروں کے ہجوم میں اپنے بچھڑے ہوئے باپ کو ڈھونڈتی ہیں۔ اس کے دل میں ایک بے پناہ جذبات کا ہیجان ہے۔ وہ دل کے اس امنڈے ہوئے سیلاب کو روکنے کی سعیٔ لاحاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتا ہے۔ لیکن اس کی سرشک آلود آنکھیں، اس کے اندرونی غم واندوہ کی غمازی کرتی ہیں جب اس کے اعزہ واقرباء کی نظریں اس کی اس حالت پر پڑتی ہیں، تو گھر کا سارا نشاط انگیز ماحول آنِ واحد میں افسردگی سے بدل جاتا ہے حقیقت ہے کہ

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

میں جب ان سطور کو حوالۂ قلم کر رہا ہوں، تو سیدی ومرشدی کی دائمی فرقت کے مجروح احساسات میری قوتوں کو شل کر رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے، خون کے آنسو بہاؤں۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا مسودہ میرے روحانی آقا نے اپنی مبارک زبان سے میرے دوست بابو منظور سعید صاحب کو لکھوایا تھا اور آپ کے تیسرے حج تک کے حالات اس میں درج تھے۔ میں نے مسودہ مولہ بالا کو اپنی کاپی میں نقل کر لیا اور اصل عبارات واپس کرتے ہوئے عرض کیا: حضور! یہ آپ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ لیکن جس جاذبیت کی بنا پر خلقِ خدا کشاں کشاں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتی ہے، اس کا تو اس میں ذکر نہیں ہے۔ پدرانہ تبسم سے فرمانے لگے "جو کچھ ہے، آپ کو مل گیا ہے۔ آپ بفضلِ خدا اس کو اپنے انداز میں ڈھالیں۔"

اس واقعہ کے چند ماہ بعد، میں نے حضرت کے تمام سوانحی خاکے، آپ کی علمی اور دینی خدمات مجاہدانہ اور مجددانہ سرگرمیاں، اور عارفانہ کشف وکرامات کے متوقع عنوانات اپنی استعداد کے مطابق ترتیب دے کر آپ کے حضور میں پیش کیئے۔ اس وقت آپ کے جانشین حضرت مولانا جمیداللہ انور مرحوم بھی موجود تھے۔ انتہائی مربیانہ التفات سے سماعت فرما کر آئندہ لکھنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی فرمایا "ہم عصر علماء سے ہمارا تعلق" کے عنوان کا بھی اضافہ کر لیں۔

میں نے ۱۹۴۸ء کو حضرت کے دستِ اطہر پر بیعت کی اور آج ۱۹۸۵ء تک تقریباً ۳۷ سال کے عرصے میں قرآن حکیم، احادیثِ مقدسہ اور دیگر مشاہیر کی تصانیف سے پورے تدبر وتفکر کے بعد جو کچھ حاصل کیا، اس میں میں نے اپنے آقائے روحانی کی حیاتِ طیبہ کے نقوش کی تلاش وتفحص کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور

باقی اسلافِ عظام کے سوانحِ حیات پر جتنا غور وخوض کیا۔ میری بصیرت پر حضرتؒ کی پاکیزہ سیرت کی تطبیق وتائید کے شواہد روشن ہو گئے۔ بس یہی کچھ ہے، جو میں آج اپنے معزز قارئین کی خدمت میں کتاب الحنات کے نام سے پیش کر رہا ہوں۔

واللہ! باللہ! میں نے "این پرندہ مریدان می پرانند" پر ہرگز عمل نہیں کیا بلکہ اپنی کم مائیگی کی بنا پر اپنی قلبی کیفیتوں اور حضرت عالی مقام کے روحانی درجاتِ رفیعہ کو احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہی رہا ہوں۔

واحسرتا! وامصیبتا! ان دنوں جب کتاب الحنات کی کتابت ہو رہی ہے اور گمان ہے گا ہے جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا قاری جمیداللہ انور صاحب سے اس کی تکمیل کی دعائیں کروائی جا رہی ہیں، تو اچانک صرف سات دن کی قلیل لیکن شدید علالت کے بعد ہمارے آقا ومولا امام الہدیٰ حضرت مولانا جمیداللہ انور ۲۸ ۲/۸۵ بوقت صبح داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر وادیٔ فردوس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا بسے ہیں۔

یہ ناگہانی جانکاہ حادثہ، یہ وحشت خیز المیہ، یہ زہرہ گداز سانحۂ ارتحال، پروردگارِ عالم کی قسم ہزاروں بلکہ لاکھوں ارواح وقلوب کو مجروح کر گیا ہے اور ادھر میرے دل کی امیدوں کی کشتِ زار بن کر رہ گئی ہے۔ ہائے افسوس! میرا دل زندہ مسرتوں سے بھرپور تھا۔ میں اس سعید گھڑی کا منتظر تھا جب میں خاندانِ سندھی کا یہ شاہنامہ کتاب الحنات حضرت امام الہدیٰ کے حضور پیش کر کے عرض کرتا: حضور!

گر قبول افتد زہے عز وشرف

مگر .... دستِ قضا نے میری امیدوں کے چمنستان کو بادِ خزاں بلکہ بادِ صرصر کے حوالے کر دیا۔ کاش! آج میرے مربی ومحسن (میرے ماموں سسر) مولانا قاری جمیداللہ انور بنفسِ نفیس جامع مسجد لائن سبحان خاں شیرانوالہ کے منبر پر رونق افروز ہوتے اور اپنے پدرِ بزرگوار کی مبارک زندگی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے اس علمی شاہکار کی رہنمائی اپنے ارشادات سے کرتے۔ ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

آج اس حیاتِ مبارکہ کی رہنمائی کی ادائیگی کا فریضہ آغوشِ ولایت کے پروردہ میرے عزیز بھائی حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ العالی کے ذمہ ہے۔

دعا ہے، خالقِ کون و مکاں حضرت شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ کے گلشن علم و فضل کے ان رہرو نوجوان (مولانا محمد اجمل قادری اور ڈاکٹر محمد اکمل ایم۔بی۔بی۔ایس)، خوش بخت، ملک سیرت نگہبانوں کو اپنے جد امجدؒ اور والدِ مشفقؒ کی طرح اپنے خونِ جگر سے اس سرمدی چمن کی آبیاری کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

آمین یا الٰہ العٰلمین

ناکارہ ۔ انگر

وجہ تالیف

۱۔ مسلک کی حفاظت کا مسئلہ زیرِ بحث آیا تو حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ "کسی فرد کی زندگی کے حالات اور خصوصاً اس کے مسلک کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کو ضبطِ تحریر میں لایا جائے، ورنہ اخلاف کی بے راہ روی سے اسلاف کرام کی روش کے داغدار ہونے کے امکانات ہوتے ہیں" یہی وجہ ہے کہ ہم نے حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے حنفی المسلک ہونے کے باب کو ثقہ شواہد اور براہینِ قاطع سے مدلل بنانے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ قرآن پاک اعظم شعائر اللہ میں سے ہے۔ ارشادِ نبویؐ سے ماہرِ قرآن حکیم کے فضائل امت پر واضح ہیں۔ چونکہ حضرت لاہوریؒ شہیدِ قرآن تھے۔ آپ نے ابتدائے زندگی سے یومِ وفات تک خدمتِ قرآن میں ایک مثالی زندگی کے نقوش چھوڑے ہیں۔ لہٰذا اس مبارک حیات کے لیل و نہار کا احاطۂ تحریر میں لانا ملتِ اسلامیہ پر ایک احسانِ عظیم ہے۔ لہٰذا اس مقالہ میں آپ کی منفرد سرگرمیوں پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور یہ حقیقۃ الحقائق ہے کہ آپ کا عہد دورِ قرآنی کہلانے کا مستحق ہے۔

۳۔ جہاں تک موجودہ دور کا تعلق ہے اس میں سینکڑوں فتن جنم لے رہے ہیں عوام اور انگریزی خواں طبقہ دینی اقدار سے بے بہرہ ہیں۔ قادیانیت کے ہم رنگ انکارِ حدیث کا فتنہ اسلاف کرام کے عقائد پر ایک بہت بڑا خطرناک حملہ ہے اس لیے آپ کی مقدس حیات کو ہر طرح اجاگر کر کے پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ آپ نے دیال سنگھ کالج کے ایک تاریخ ساز اجتماع میں فرمایا تھا:

"منکرِ حدیث، منکرِ قرآن ہے اور منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۔ حقائق باطلہ کے مقابلہ میں مناہج نبوت پر استقامت آپ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ لہٰذا اس مختصر سی کتاب میں آپ کے تجدیدی کارناموں کو نہایت تفصیل اور وضاحت سے آشکار کیا گیا ہے۔

۵۔ آپ کی مبارک حیات اسلام کے جلالی و جمالی انوار کا ایک حسین پیکر تھا۔ جامعیت کا یہ مرسلانہ خرقہ اور انبیاء کرام کی وراثت کا یہ اعزاز منفرد شخصیتوں کا ہی طغرائے امتیاز ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ امتِ مرحومہ میں نوابغ اور عبقریین کی آمد خدا کے ذوالمنن کے خصوصی فضل سے منوط ہوتی ہے۔ وہ حلقہ احباب میں "رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ" اور معاندین اسلام کے مقابلے میں "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ" کا مظہر ہوتے ہیں۔ اسی لحاظ سے ان کے محیر العقول واقعات کو محفوظ رکھنا آئندہ نسلوں کے لیے پیغام بیداری ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت لاہوریؒ کے سوانح کی حفاظت و صیانت کو ضروری سمجھا گیا۔

۶۔ "والصلح خیر" آپ کے عمل سے ہویدا تھا۔ ہند و پاک میں چار فرقے اپنی صداقت کا بہانگ دہل دعویٰ کرتے ہیں۔ چاروں کے عقائد و اعمال میں تضاد و تباعد کی خلیج روز بروز وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔ لیکن آپ کی ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے صلح جوئی کا ایسا جوہر رکھا تھا کہ جب آپ نے مترجم قرآن پاک لکھا تو چاروں (شیعہ، اہل حدیث، دیوبندی اور بریلوی) کے اکابر علماء کرام نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی۔

۷۔ آپ کے فیوض و برکات آفاق گیر تھے۔ روحانی مراتب کا اندازہ صاحب دل حضرات ہی لگا سکتے تھے۔ شرح صدر کی نعمت نے آپ کو شمار قلوب، کشف احوال کشفِ قبور کے خوارق سے نوازا تھا۔ اس مادیت کے دور میں آپ کا روحانی وجودِ مسعود اسلام کی حقانیت کا ایک روشن نشان تھا۔ وہ لوگ جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے منصبِ رسالت کے عملی منکر ہیں، ان کو اولیاء کرام کے کمالات کا واضح ثبوت پیش کرنا ضروری تھا تاکہ اولیاء امت کے مکشوفات اور خوارق عادت، اتباعِ سنت کے ثمرات نظر آئیں۔

۸۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ[1] کا ارشاد مصطفویؐ آپ پر ہر لحاظ سے منطبق تھا۔ آپ پر الطافِ ربانی کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ آپ کی خاص و عام میں محبوبیت اور مقبولیت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا صلہ تھا۔ لاکھوں علماء میں آپ کو وجاہتِ اجتبائی حاصل تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَیْرَ[2] (نیک بات سکھانے والے پر اللہ اور اس کے فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرِیْلُ۔ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ۔ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ۔ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ[3] (جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوست بناتا ہے تو جبرئیل کو فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس کو محبت کرو۔ فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اس سے جبریلؑ بھی محبت کرنے لگتا ہے اور پھر جبریلؑ آسمان میں ندا کرتا ہے کہ فلاں بندہ کو خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے، تم بھی اسے دوست رکھو تو سب آسمان والے اسے دوست رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت ہوتی ہے۔) ان شواہد سے یہ امر محقق ہوتا ہے کہ آپ کا لقب شیخ التفسیر خدائے وہاب کی عطا ہے۔

۹۔ الہامی جاذبیت کے نمایاں آثار آپ کے مبارک چہرے پر ہر وقت نمایاں ہوتے تھے۔ آپ کے نورانی بُشرے پر جب نظر پڑتی تھی، تو طالبانِ صادق پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کی زیارت ارشاد نبویؐ کے مصداق تھی اِنَّ خِیَارَ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ[4] (اللہ کے نیک

---

[1] منصب امامت مصنفہ شاہ محمد اسماعیل علیہ الرحمہ [2] منصب امامت مصنفہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ [3] منصب امامت۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندے وہ ہیں، کہ انہیں دیکھ کر اللہ تعالٰے یاد آتا ہے) آپ کے ہم نشین یقیناً دولتِ فیضان سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ فرمایا رسول انس و جاں صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے: "فی الذین یجلسون لذکر اللہ ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم" (جو لوگ اللہ تعالٰے کے ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں وہ لوگ ہیں کہ ان کے ہم صحبت بھی بے بہرہ نہیں رہتے۔

۱۰۔ آپ کی اہلیہ محترمہ مکرمہ اور باقی افرادِ خانہ پر شریعت طاہرہ کا رنگ غالب تھا۔ اماں جان مرحومہ مغفورہ ہر ہفتے میں قرآن پاک ختم کرتیں۔ علاوہ ازیں اور اد و اشغال کا انہماک ہر وقت کا روحانی مشغلہ تھا۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک نواسہ (حضرت مولانا حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و مدنی حضرت مولانا) حافظ حمید اللہ مرحوم، جناب عبدالوحید ایڈووکیٹ، حافظ قرآن تھے۔ آپ کے تینوں صاحبزادے فارغ التحصیل علماء خیر تھے۔ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب است!

۱۱۔ للہیت اور استغناء عن الخلق اور احتیاج الی اللہ آپ کا خصوصی جوہر تھا۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں مشیت الٰہی کا مظہر تھیں۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ آپ کا عمل تھا۔ امراء وزراء آپ کے مبارک پاؤں کے نیچے اپنی آنکھیں بچھاتے تھے لیکن آپ اپنی درویشانہ زندگی میں صحابہ کرامؓ کے مقلد تھے ؎

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

۱۲۔ حضرت لاہوریؒ کے ضمیر کی تعمیر عصرِ حاضر کے دو بے باک غازیان باصفا (حضرت مولانا محمود حسن مرحوم اسیر مالٹا اور امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ)، اور دو امام روحانیاں (حلاّجِ وقت حضرت سید تاج محمود امروٹی علیہ الرحمہ اور سراج الاولیاء حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ) کی پاکیزہ نگاہوں میں ہوئی تھی۔ ان کیمیا گروں نے برسوں کی محنت شاقہ سے آپ

کو کندن بنا دیا اور پروردگار عالم نے اپنے خصوصی الطاف و عنایات سے آپ کو عرش کی حدود سے جوہر کے دائرہ میں قدم رکھنے کا شرف و مجد عطا فرمایا۔ جس سے آپ کا قلب اطہر مرکز تجلیات الٰہی بن گیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں رنگی طور پر بشریت کی قوتیں الوہیت کے غلبہ سے ماؤف ہو جاتی ہیں۔

فقرِ مومن چیست؟ تسخیرِ جہات
بندہ از تاثیرِ او مولا صفات (اقبالؒ)

مذکورہ صفات کی حامل ہستیوں کے مسلک اور کارناموں کی تحریری حفاظت نہایت ضروری ہوتی ہے۔ فردِ کامل کی زندگی سے قوم کی قسمت کا رخ بدلتا ہے۔ سعید روحیں ان ایمان افروز مبارک حالات کا دینی ذوق سے مطالعہ کریں گی تو ان کو اسلام کی الہامی اور روحانی صداقت کا یقین حاصل ہوگا۔ لہٰذا محولہ بالا فضائل و بصائر کے پیش نظر ہم نے اپنی استعداد کے مطابق حضرت شیخ التفسیرؒ کی مہر نوع حیات طیبہ کو مسلمانانِ عالم کے سامنے ثقہ روایات سے رکھ دیا۔ اب قوم کا فرض ہے کہ وہ ان تذکرہ نمایہ سے دولتِ فیضان حاصل کرے۔

انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ لہٰذا مجھ کو اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا پورا احساس و اعتراف ہے۔ اللہ تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی دینی بصیرت میں اضافہ فرمائے۔ آمین ثم یا الٰہ العالمین۔

وجہ تسمیہ: حضرت مولانا محمد شعیب علیہ الرحمہ حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے جب موجودہ مقالہ کو دیکھا تو راقم الحروف کو فرمایا کہ آپ نے بفضلِ خدا بہت بڑا ذخیرہ حسنات اکٹھا کر لیا ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے ارشادِ گرامی کے پیشِ نظر سوانح حیات کا نام "کتاب الحسنات" رکھا ہے۔

خاکپائے علماء خیر
اخگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تحدیثِ نعمت

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو، تو تم ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کے پیش نظر ملائکہ عظام اور انبیاء کرام کو بھی خالقِ دوجہاں کی نعمتوں کے شمار کا یارا نہیں ہے۔ تحت الثریٰ سے فلک الافلاک تک تمام کرات کے ذرے ذرے میں بھی نعمائے الٰہی کے فردوس آباد ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو مکلّف بنا کر اور انبیاء و مرسلین کی قیادت میں حیاتِ عارضی کو سنوارنے کا موقع عطا فرما کر ان دونوں گروہوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ لقد منّ اللّٰہ علی المؤمنین الخ۔ کے ارشادِ خداوندی سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تا قیامت ارضی و سماوی سعادتوں کی جامع اور تمام فضائل انسانیت کا معدن ہے۔ مکتبِ نبوی کے تلامذہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین امتِ بیضا میں قرآنی شہادت کی رو سے سابقہ امم پر سبقت رکھتے ہیں کیونکہ خیر القرون قرنی کے اعلان نے صحابہ کرام کی جماعت کو ایک ایسا امتیازی تمغہ عطا فرمایا ہے، جس میں ماسوا انبیاء کرام انسی و جنی مخلوق میں کوئی بھی ان کا شریک و سہیم نہیں۔ بعد میں تابعین اور تبع تابعین کے ادوار آ گئے اور اب ظہورِ قیامت تک علماء امت کا دور دورہ ہے۔ یہ فسادات و فتن کا زمانہ ہے لہٰذا

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔	میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی طرح خدمتِ دین میں مصروف رہیں گے۔

کی نوید نبوی کا استحقاق رکھنے والے علماء امت لاکھوں برکتوں کے حامل ہیں۔

فَقِيْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ	ایک عالم دین شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ شاق ہوتا ہے۔ (ترمذی شریف)

محولہ بالا نظریہ کے پیش نظر جب میں اپنی زندگی پر غور کرتا ہوں تو میری نظر میرے صالح والدین خصوصاً والدہ مرحومہ پر پڑتی ہے اور ساتھ ساتھ ان اساتذہ کے احسانات بھی یاد آتے ہیں۔ جن کی صحبت میں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔ در حقیقت میری ساری اسلامی سرگرمیاں انہی بزرگوں کی پاکیزہ صحبتوں کی مرہونِ منت ہیں اور ان کی محبت نے ہی مجھ کو عصرِ حاضر کے ممتاز ترین شیخ التفسیر حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی غلامی میں سالکانہ ارادت کا شرف بخشا۔ حضرت لاہوری کی ملکوتی صحبت کی کیفیتوں کا بیان خدائے قدوس کی قسم مجھ بے بضاعت طالب علم سے ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے۔ ان کی آدم گری سے سالکین کو کس قدر فائدہ ہوا؟ اور کس کس کے حصے میں کیا کیا آیا؟ اور مجھ کو غیر شعوری طور پر اس روحانی ماحول نے کیا کچھ عطا کیا؟ واللہ! یہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ان عارفانہ صحبت میں دو تابدار موتی ملے، جن کی حفاظت کی توفیق خدائے برتر سے ہر گھڑی مانگتا رہتا ہوں۔

ا۔ ایک موتی قرآن فہمی کا ذوق۔

ب۔ دوسرا موتی اولیائے امت کے پاؤں کی خاک کو کبریتِ احمر سے زیادہ قیمتی یقین کرنا۔

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

دعا ہے، خدائے ذوالمنن میرے محسنوں کو فردوس بریں میں انبیاء کرام کی ہم نشینی کا شرف عطا فرمائے۔

الغرض! رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ جیسے ناچیز و بے کس

toobaa-elibrary.blogspot.com

طالب علم کو ذوقِ علم و حکمت دے کر ایک ایسی نادرۂ روزگار ہستی کی غلامی کے مواقع فراہم کیے جس کے مقامِ رفیع کی نشاندہی صادق الخبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں ملتی ہے۔

اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ الْبَرَرَۃِ — جو شخص قرآن مجید کے اسرار و حکم پر تکمیل آگاہی رکھتا ہے۔ قیامت کے دن ان بزرگ ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔

جو انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس سفیر بناکر (جبریل علیہ السلام) بھیجے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس کی حیاتِ طیبہ کی تکمیل مجھ سیاہ کار کے حق میں نعمتِ عظمیٰ ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مجھ کو شکر گزاری، نیاز مندی اور متواضعانہ فروتنی سے زندگی بسر کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے اور ایمان کی دولت قبر میں ساتھ لیجانے کو آسان فرمائے

معاونین کرام کا شکریہ۔ خدائے قدوس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کتاب الحسنات بعون و توفیق ایزدی مورخہ ۹ راگست ۱۹۸۵ء بروز جمعۃ المبارک بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

ناسپاسی ہوگی، اگر میں اس موقعہ پر اپنے محسنین عظام کا ذکر خیر نہ کروں۔ میرے والدین مرحومین، اساتذہ کرام اور میرے روحانی آقا حضرت لاہوریؒ کی مخلصانہ دعائیں ہر وقت میرے شاملِ حال رہیں۔ علاوہ ازیں میں اپنے مخلص مربی ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب صدر شعبہ عربی و اسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور کا تہ دل سے تادم واپسیں ممنون رہونگا جو ہر مرحلہ میں برسوں سے میری رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے ہیں۔ دعا ہے ایزد متعال ان کو مع اہل و عیال دارین کی فیروزمندیوں سے ہمکنار کرے۔ آمین۔ امام الاولیاء حضرت رائپوریؒ کے خلیفہ مجاز سید انور حسین نفیس رقم مدظلہ العالی کی مربیانہ شفقت کو تا زیست یاد رکھوں گا جنہوں نے اس امر خیر میں کتابت، اور طباعت کے سلسلے میں نہایت اخلاص و للہیت سے حسن معاونت کی ایک قابلِ ستائش مثال قائم کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس ذرہ نوازی کے صلے میں اسلافِ کرام کی حیاتِ مرضیہ سے نوازے۔

مسلماں کے لہو میں ہے، سلیقہ دل نوازی کا۔ مروّتِ حسنِ عالمگیر ہے، مردانِ غازی کا

"احقر اللہ دین اخگر"

انتساب

میں اپنے اس علمی و تحقیقی مجموعۂ احساسات کو اپنے محسن و مربی والدِ روحانی، قطب الاقطاب، امام المشائخ شیخ لاہوری الحاج مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی یادبانہ حیاتِ طیبہ کے لیل و نہار کے ان فیوض و سعادت سے منسوب کرتا ہوں جو مکمل چودہ برس تک میرے نخلِ وجدان کی تزکیہ کے آب صافی سے آبیاری فرماتے رہے۔

حضرتِ والا مقام کی عارفانہ صحبت میں قرآن فہمی کا جذبہ اور فدائیتِ سنتِ سنیہ کا جوہر ملتا تھا۔

میری روح حضرتؒ کی روحِ مبارک سے یہی التجا کیا کرتی تھی۔

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے، ماہِ تمام اے ساقی

دعا ہے خدا برتر و اعلیٰ ہمارے ہادیٔ روشن ضمیر کو مع اہل و عیال مقامِ رضا کی رفعتوں سے ہمکنار کرے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین

احقر الانام
اخگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ و تصدیق

(از رشحاتِ قلم امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہ)

محترم ڈاکٹر لال دین صاحب اخگر نے حضرت اباجان رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات لکھنے کی اجازت حضرتؒ کی زندگی میں ہی حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ اباجانؒ کے ارشاد کے مطابق ڈاکٹر صاحب کو وہ مسودہ دیا گیا، جس کو حضرت نے بابو منظور سعید صاحب کو بنفسِ نفیس لکھوایا تھا۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد استعداد سے حضرت کی سیرت کے مناسب اور متوقع عنوانات تحریر کر کے میری موجودگی میں حضرتؒ کے حضور میں پیش کئے تھے۔ جن کی سماعت فرمانے کے بعد آپ نے ان کو اپنے انداز میں سوانحِ حیات کی ترتیب و تالیف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن ابھی یہ کام ابتدائی حالت میں ہی تھا، جبکہ حضرت عالمِ بقا کو رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ڈاکٹر صاحب نے بتوفیقِ ایزدی اس کام کو جاری رکھا اور جو کچھ بھی اس ضمن میں تحریر فرمایا، مختلف وقتوں میں مجھ کو سناتے رہے۔ اگرچہ اباجان مرحوم کو ڈاکٹر صاحب موصوف کی مسلک شناسی اور اس کو سلامت روی سے پیش کرنے کے متعلق مکمل یقین تھا اور ان کے اس اعتماد کی بنا پر مجھ کو بھی ان کی تحریرات پر اس بات کا کلی اعتماد تھا، تاہم میں نے ڈاکٹر صاحب کی تمام عبارات من وعن سنی ہیں۔ المختصر! حضرت کی زیرِ نظر سیرت کا مسودہ اپنی صحت کے اعتبار سے شکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔ لہٰذا اس تصنیف کی تکمیل پر حضرتؒ کی تمام جماعت کی طرف سے جو لاکھوں نفوس پر مشتمل ہے میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب مستطاب کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔

اس مقالے کے دوسرے حصے میں فاضل مصنف نے حضرت کی علمی اور دینی خدمات کو نہایت احسن طریقے سے پیش کیا ہے، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت "شیخ التفسیر" کا تبحرِ علمی ہمعصر اربابِ علم و فضل کے نزدیک کس قدر بلند پایہ ہے اور آپ نے اس دورِ الحاد و زندقہ میں تحریری و تقریری طور پر کون سی اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے طریقِ تبلیغ اور اشاعتِ دین کی حکیمانہ روش سے لوگوں کے قلوب و اذہان میں کتاب و سنت کی بالادستی کا احساس پیدا ہو گیا ہے لہٰذا آپ کے حلقۂ رشد و ہدایت کو تہذیبِ مغرب کے مہلک اثرات سے نجات مل گئی ہے۔ ہم آپ کے اس عرصۂ حیات کو "قرآنی دور" کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

آپ کی علمی اور دینی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ کے "روحانی مقامات اور کشف و کرامات بھی سامنے آ گئے ہیں۔ فاضل مصنف نے اس باب کے شروع میں بڑی عرق ریزی سے عالمِ اسلام کے قابلِ افتخار حکماء، محدثین، فقہاء اور متصوفین کرام کی تصانیف کا عطر کشید کر کے رکھ دیا ہے اور کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ" اولیاء امت کے کشف و کرامات کمالاتِ نبوت کے ثمرات ہیں۔" گویا حکمائے اسلام کی بلند پایہ تصانیف سے گرانمایہ موتی لے کر اس کتاب کے اوراق میں ٹانک دیئے ہیں۔

اتباعِ سُنّت کے زیرِ عنوان موصوف نے حضرت کی مبارک زندگی کا ہر عمل سنتِ رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع دکھایا ہے اور امرِ واقع بھی یہی ہے کہ آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ بھی سنتِ نبوی سے ہٹا ہوا نظر نہیں آتا ہے۔ جس کے نتیجے کے طور پر اربابِ علم و کمال آپ کے ہر عملِ حیات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اور اس پر طرّہ یہ ہے کہ وہ معترف ہیں آپ کی زندگی کا ہر لمحہ حنفی مسلک کی برتری کا ضامن بھی تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام پر حضرت عالی مقام کا جذبۂ عبادت

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور دیارِ الٰہی کا ذوق و شوق سامنے نظر آئے گا۔ جس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اس دورِ مادیت میں حضرتِ اعلیٰ کا وجودِ مسعود روحانیت کا یقیناً علمبردار تھا اور آپ کے مریدین کن فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ قابل مصنف نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ کتاب میں جہاں سنت نبوی کے نظائر سامنے آتے ہیں۔ وہاں حضرتؒ کی زندگی کے تمام پہلو بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ کتاب کے آخر میں شمائل و فضائل نبویؐ کی روشنی میں حضرتؒ کی زندگی کو نہایت ثقہ واقعات اور قابلِ اعتماد روایات سے سنت نبوی کی ایک عملی تصویر ثابت کیا ہے اور فقط انہی فضائل کا ذکر کیا ہے جن کا منبع و معدن اخلاقِ نبویؐ کا فیضان ثابت ہوتا ہے جو کتاب و سنت کی رو سے ہر طرح صحیح ہے۔

فاضل مصنف نے نہایت محققانہ انداز میں ثابت کیا ہے کہ حضرت شیخ التفسیر کی مبارک زندگی کے فیوض و برکات ساتوں براعظموں کی وسعتوں تک محیط ہیں۔ آپ نے مقالے کے آخر میں دنیا کا نقشہ پیش کیا ہے، جس میں علامات اور شواہد سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ حضرتؒ کی دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی وسعت ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور آج بھی اولادِ آدم کی سعید روحیں ان سے کسب ضیاء کر رہی ہیں۔

مصنّف کا تعارف

اس موقع پر میں ڈاکٹر موصوف کا تھوڑا سا تعارف بھی کرا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کو طالب علمی کے زمانے (۱۹۴۰ء) سے حضرتؒ کی ذاتِ گرامی سے والہانہ محبت چلی آتی ہے۔ ان کو پندرہ سال تک حضرتؒ کے ساتھ جلوت و خلوت میں خادمانہ حاضری کے مواقع نصیب ہوئے ہیں۔ چنانچہ جب حضرتؒ نے ہفت روزہ

"خدام الدین" کا اجرا فرمایا اور حضرتؒ تمام طبع ہونے والے مضامین پڑھ کر اشاعت کی اجازت دیتے تھے۔ تو ان دنوں حضرتؒ ڈاکٹر صاحب کے مضامین کو اس قدر پسند فرمایا کرتے تھے کہ اپنی طرف سے عنوانات پیش کر کے ان سے مضامین لکھواتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے "محسنۂ کائنات" کے عنوان سے مسلسل چھبیس قسطیں بھیجیں، تو ابا جان مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ "میں تنہائی میں جب محسنہ کائنات کی کوئی قسط پڑھتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کئی دفعہ مجالس اور باقی احباب کے حلقوں میں ان کے مضامین کی تعریف و تحسین فرمایا کرتے تھے۔

میں تو اس کو ڈاکٹر موصوف کی سعادت کا بہت بڑا نشان سمجھتا ہوں کہ ان کی دینی بصیرت کا تذکرہ زمانے کے ایک ممتاز ترین مفسر قرآن کی زبان مبارک پر ہوتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب کے مضامین کا یہ سلسلہ نہ صرف ہفت روزہ خدام الدین کے صفحات پر ہی مقبول خاص و عام ہوا بلکہ کتابی شکل میں چھپ کر سینکڑوں گھرانوں کی اصلاح کا باعث بنا اور اس کتاب پر سب سے پہلی تقریظ حضرتِ اقدس نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائی، جو ہر اعتبار سے بے بدل ہے۔ تقریظ کے آخری الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

"مجھے یقین کامل ہے"

کہ پتھر دل انسان بھی "محسنۂ کائنات" پڑھے، تو اس کا دل موم ہو جائے گا۔ اور اس کے پڑھنے کی برکت سے ماں کا فرمانبردار ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں دوزخ کی طرف جا رہا تھا تو محسنۂ کائنات کے پڑھنے سے اپنی والدہ کی پاؤں کی خاک کو سرمۂ چشم بنائے گا اور بفضلہٖ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضاء الٰہی کا تمغہ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس مختصر سی تحریر میں اس قابلِ قدر تصنیف پر یہ تمام و کمال تبصرہ ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ صرف بعض اشارات سے چند حقائق کو بیان کیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا ہے۔ ورنہ اس کتاب کے کما حقہٗ تعارف کے لیے خود ایک دفتر درکار ہے۔ اور اس موقعہ پر زیادہ تفصیل کی ضرورت بھی نہیں ہے ؎

مشک آنست کہ خود ببوید

آخر میں دوبارہ فاضل مصنف کو ہدیہ تبریک و تحسین پیش کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے شب و روز ذہنی مساعیٔ جمیلہ اور محنت پژوہی سے عصرِ حاضر کے ایک ممتاز ترین مفسرِ قرآن اور مجددِ ملت کے سوانح حیات کو علمی شاہکار بنا کر پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اور ہمارے خاندان کے شجرِ رشد و ہدایت کو اپنے خونِ جگر سے سینچا ہے۔ دعا ہے کہ رب العزت اس زندۂ جاوید کارنامے اور تصنیفِ لطیف کو دارین میں مصنف کی سرخروئی اور قارئین کرام کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

احقر
عبید اللہ انور

نفیس الحسینی

تحسین

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ۔

قطبِ ربانی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، تقریباً نصف صدی تک یہ آفتابِ رُشد و ہدایت اُفقِ لاہور پر جلوہ فگن رہا، مطلعِ پنجاب اس مہرِ مُنیر کی نورانی کرنوں سے مطلعِ انوار بن گیا۔

حضرت لاہوریؒ کو اللہ تعالےٰ نے علم، عمل اور اخلاص کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ انہوں نے اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر دین و ملت اور ملک و وطن کی بہترین خدمات انجام دیں۔ حضرت مولاناؒ نے [illegible] میں قطب البلاد لاہور کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے مشرف کیا اور اپنے انفاسِ مبارک سے شہر کی فضا کو شاداب و معطّر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے شیرانوالہ دروازہ کی ایک چھوٹی سی مسجد کو آپ کے وعظ و تذکیر اور تعلیم و تدریس کا مرکز بنایا۔ آہستہ آہستہ آپ کے فیوض و برکات کے سلسلے حدودِ پنجاب کو عبور کر کے سندھ، بلوچستان اور صوبۂ سرحد کی سرزمینوں میں داخل ہوئے۔ حضرت مولاناؒ جب لاہور میں نظر بند کیے گئے تو اُن کی حیثیت بالکل ایک اجنبی کی سی تھی لیکن ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء میں جب اللہ کے اس مقبول و محبوب بندے نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو لاکھوں بندگانِ خدا کا ایک جمِ غفیر اس کے جلو میں تھا۔

حضرت مولانا بچپن ہی سے امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے زیرِ تربیت رہے۔ پھر انہی کی ہدایت و رہنمائی میں زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

امام العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری قدس سرہما کی صحبتِ بابرکت میسر آئی، جس نے "مسِ خام کو کندن" بنا دیا۔

حضرت سندھیؒ، آپ کو اپنے ساتھ دیوبند بھی لے گئے۔ ان دنوں "تحریک ریشمی رومال" پرورش پا رہی تھی۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی قدس سرہٗ کے قلبِ آتش نفس سے بھی آپ نے حرارت حاصل کی، سرفروشی و جاں سپاری کا درس لیا، اور استخلاصِ وطن و استقرارِ دولتِ اسلامیہ کے لئے سرگرمِ عمل ہوئے۔

حضرت مولاناؒ کی ذاتِ ستودہ صفات شریعت و طریقت کا مجمع البحرین تھی۔ ایک طرف آپ نے درسِ قرآن حکیم کا سلسلہ جاری کر کے خلقِ کثیر کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی تو دوسری طرف حلقہ ہائے ذکر و فکر قائم کر کے ہزاروں لاکھوں بندگانِ خدا کے قلوب و اذہان کو نورِ معرفت و یقین سے منور کر دیا۔

الغرض حضرت مولانا کی جامع محسنات شخصیت اللہ تعالیٰ کی ایک نعمتِ عظیم تھی، آپ کے دلآویز حالات پر چند ایک کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔

محبِ مخلص جناب ڈاکٹر لال دین اخگر صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ انہوں نے حضرت مولانا کی حیاتِ مبارکہ کو اپنے موقلم کا شاہکار بنایا۔ وہ کئی وجوہ سے اسکا استحقاق بھی رکھتے ہیں، انہیں حضرت مولانا کی بیٹی کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، اور حضرتؒ کو بہت قریب سے دیکھنے کا انہیں موقع ملا ہے۔ حضرتؒ کے حلقۂ درس اور مجلسِ ذکر و فکر کی کیفیتوں سے بھی وہ لذت آشنا ہیں۔

پیشِ نظر کتاب دراصل ڈاکٹر صاحب کا پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر پنجاب یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس مقالے میں تحقیق و تدوین کی خوب داد دی ہے۔ حضرت مولانا کے حالات و کمالات، آپ کی

حق گوئی و بیباکی، سادہ مزاجی و صاف باطنی، تزکیہ و احسان، اتباعِ شریعت و اشاعتِ سنتِ نبوی، جہاد فی سبیل اللہ، درسِ قرآنِ حکیم، مجالسِ ذکر و فکر، تعلق مع اللہ اور خدمتِ مخلوقِ خدا غرض آپ کی زندگی کے گوناگوں پہلوؤں پر فاضل مؤلف نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولِ عام بخشے، اور خلقِ خدا کے لئے ذریعۂ رشد و ہدایت بنائے۔ آمین!

14/4 کریم پارک	احقر نفیس الحسینی
لاہور	۳، ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقریظ

ڈاکٹر محمد بہاء الحق دانا۔ سابق صدر شعبہ عربی و اسلامیات۔ گورنمنٹ کالج لاہور

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

زیر نظر مقالہ "حضرت مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمہ کی زندگی اور آپ کی دینی اور علمی خدمات" ڈاکٹر نال دین انگر نے علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم صدر شعبہ اسلامیات و سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی سرپرستی میں مرتب کیا ہے۔

مقالہ نگار کو مولانا مرحوم کے نواسہ داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ لہٰذا مولاناؒ کی زندگی کے تمام واقعات بلا شک و ریب پایۂ ثقاہت کے حامل ہیں۔ مصنف موصوف نے مولاناؒ کے صاحبزادگان (مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی قاری مولانا عبید اللہ انورؒ اور مولانا حافظ حمید اللہ مرحوم) اور ان کے باقی اعزہ و اقربا خصوصاً ان کی بڑی صاحبزادی (جو کہ مقالہ نگار کی ساس ہیں) سے بالمشافہ آپ کی ہمہ نوع مبارک حیات کے تمام پہلوؤں پر واقفیت تام حاصل کر کے قلم اٹھایا ہے۔

علاوہ ازیں طالب علمی کے زمانے سے ڈاکٹر صاحب کو مولانا لاہوریؒ کی عارفانہ صحبت میں تقریباً چودہ سال علمی اور روحانی کسب فیضان کے سنہری مواقع میسر آتے رہے ہیں۔ حضرت مولانا لاہوریؒ اپنے وقت کے مسلمہ شیخ التفسیر تھے۔ آپ کی زندگی کے تمام لیل و نہار اشاعت دین کے لیے وقف تھے۔ جہاں تک آپ کی دینی خدمات کا تعلق ہے آپ نے اُم القریٰ لاہور میں بیٹھ کر نصف صدی تک دورۂ تفسیر کا انتظام کر کے کم و بیش پانچ ہزار علماء کرام کو سندات مرحمت فرمائی ہیں۔ جو دنیا کے تمام ممالک میں اپنی اپنی جگہ قرآن حکیم کی خدمت میں منہمک ہیں۔

درس عمومی نماز فجر کے بعد بالالتزام ہوتا جس سے لاکھوں افراد امت مستفیض ہوتے رہے۔ مستورات کے لیے علیحدہ باپردہ درس قرآن کا انتظام ہوتا، جو لجنہ

میں مدرسہ البنات میں تبدیل ہوگیا اور وہ اب تک جاری ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کا خصوصی درس بھی دیتے رہے۔ قرآن حکیم کا بامحاورہ ترجمہ، حاشیہ پر ربط آیات اور ہر رکوع کا خلاصہ اور تمام قرآن پاک کے تمام مضامین کی فہرست جو باقی قرآن حکیم کے نسخوں کے ساتھ شاید و باید۔ بہرصورت آپ نے جہاں طبقہ ذکور کو قرآن فہمی کی دعوت دی وہاں طبقہ نسواں کو بھی اس ابدی سعادت میں شامل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ گریجوایٹ حضرات کے لیے نماز مغرب کے بعد درس کا انتظام کیا جس کے نتیجے میں بڑے بڑے سکالر پیدا ہوئے۔

آخری عمر میں ایک موقر جریدہ "ہفت روزہ خدام الدین" کے نام پر جاری کیا۔ جس کو دینی افادیت کے لحاظ سے باقیات الصالحات کی ایک نادر مثال کہا جا سکتا ہے۔

مقالہ نگار نے مولاناؒ کی ہمہ گیر شخصیت پر مورخانہ سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ہم اس کتاب کے مطالعہ سے ایک ہی وقت میں مولانا علیہ الرحمہ کو مفسر قرآن، بلند پایہ محدث، ممتاز فقیہہ، تجدیدی کارناموں کا ایک متبحر عالم، الحاد و زندقہ کے خلاف ایک سرگرم مجاہد اور تزکیہ و تصفیہ کے میدان کا ایک عاشق رسولؐ اور روشن ضمیر پیر طریقت دیکھ سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی سابقہ تصانیف "انوار ولایت مقامات ولایت اور محولہ بالا مقالہ سے استفادہ کر کے "کتاب الحسنات" کو ترتیب دیا ہے اس میں تالیفی ضرورتوں کے پیش نظر اہم تراجیم اور مناسب اضافات کو شامل کیا ہے۔ گویا کتاب الحسنات پنجاب یونیورسٹی میں پیش کردہ مقالہ سے معنوی اور صوری حیثیت سے ایک بالکل مختلف شاہکار ہے۔

مصنف مذکور کو اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے سوانحی خاکے، ان کے علمی کمالات اور روحانی مقامات کے تعارف کی بصیرت مرحمت فرمائی ہے۔ یہ تصنیف محض عالمانہ اور ناقدانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا مقالہ ہونے کی حیثیت سے ایسے ہی اسلوبِ نگارش کا اقتضاء تھا اور پھر عصرِ حاضر کی ایک بلند پایہ شخصیت کا تشخص اسی اندازِ تحریر کا مقتضی تھا۔ تاہم صاحبِ ذوق حضرات اس کے مطالعہ سے ہر طرح محظوظ ہوں گے کیونکہ اس میں علماء خیر اور اولیاء امت سے عقیدت رکھنے والوں کے لیے نجاتِ دارین کا گرانمایہ سرمایہ ہے۔

المختصر! میں اس کتاب کی تصنیف پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے پیرانہ سالی میں محض للہیت کے پیشِ نظر علمی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ فرمایا ہے اور عہدِ حاضر کے قرآنی دور کی نشاندہی فرما کر نوجوان علماء کو کتاب و سنت کی خدمت کی دعوت دی ہے۔

محمد بہاء الحق رانا

تقریظ

از مولانا قاضی نور الحق صاحب ندوی۔ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف پشاور

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور آپ کی دینی اور علمی خدمات پر جو مقالہ ترتیب دیا گیا ہے اس کو حرف بحرف میں نے پڑھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ علمی مقالہ بڑی محنت، جانفشانی اور کاوش سے لکھا گیا ہے۔ مقالہ میں بعض عنوانات کے تحت نہایت نفیس اور علمی نکتہ نگاہ سے نہایت قیمتی معلومات جمع کیے گئے ہیں۔ مثلاً علم و فضل کی فضیلت، مولانا بحیثیت مفسرِ قرآن وغیرہ مباحث۔

مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام زندگی، ان کی علمی خدمات، دینی اور سیاسی تحریکوں میں جد و جہد، عبادت و تقویٰ کا حال اس مقالہ میں نہایت محققانہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اس مقالہ کی بابت اظہار رائے سے قبل میں نے مولانا صاحب کی زندگی اور ان کی علمی، مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ میری نظر سے گزرا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقالہ کا مقام ان سب میں اونچا ہے۔

مقالہ میں جو علمی و دینی مباحث زیرِ بحث آئے ہیں، ان کی وضاحت میں کافی دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے اور فاضل مقالہ نگار کی رائے و افکار میں وہ اعتدال و توازن دکھائی دیتا ہے جو ہر ایک سنجیدہ مقالہ نگار میں ہونا چاہیے۔ مقالہ کی عبارت سلیس اور اندازِ بیان بڑی حد تک شگفتہ ہے۔

میری رائے میں مقالہ کا مرتب و مصنف پی۔ ایچ۔ ڈی کا اصل حقدار ہے۔

(قاضی نور الحق ندوی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقدیم

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

ڈاکٹر لال دین اخگر صاحب کی تحقیقی کاوش "حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی اور آپ کی دینی و علمی خدمات" بلاشبہ ایک اہم علمی خدمت متصور ہوگی۔ میں نے اس کے بعض ابواب و فصول پر نظر ڈالی ہے اور یہ اندازہ ہوا ہے کہ مؤلف کی یہ کاوش علمی حلقوں میں ضرور قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

اقوام کی تاریخ میں ان کے افراد کی کوششوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے افراد کی کوششوں اور خدمات کو محفوظ کرنا، دراصل اقوام کی تاریخ کے لیے ایک مواد کو ریکارڈ کرنے کی حیثیت رکھتا ہے۔ عظیم افراد کی محنت، عملی کارنامے اور قربانیاں نہ صرف یہ کہ اقوام کے لیے قابل تقلید نمونے ہوتے ہیں، بلکہ قابل فخر سرمایہ بھی۔ اس لحاظ سے جناب ڈاکٹر اخگر نے ایک جید و مستند عالم دین کے سوانح حیات، دینی خدمات اور علمی کارناموں کو محفوظ کر کے ایک قومی خدمت انجام دی ہے۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ ایک نومسلم گھرانے کے چشم و چراغ اور ہمارے مجاہد آزادی مولانا عبیداللہ سندھی سے قریبی نسبت رکھتے تھے۔ قرآن فہمی انہیں مولانا سندھی سے ورثے میں ملی اور دین اسلام کی بے لوث خدمت کا جذبہ بھی انھیں ان سے ملا تھا۔ اس لحاظ سے قرآن فہمی اور خدمت دین کی جو تحریک مولانا سندھی کے مقدر میں تھی، اسے آگے بڑھانے والوں میں مولانا احمد علی لاہوری کو قیادت کا رتبہ حاصل ہے۔

ہمارے استاذ گرامی پروفیسر علاؤالدین صدیقیؒ سابق صدر و بانی شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی اور سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، مولانا احمد علی

لاہوریؒ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ وہ اپنے لیکچروں میں اکثر مولانا لاہوریؒ کا ذکر بڑے فخر سے کیا کرتے تھے۔ اپنی نگرانی میں یہ علمی و تحقیقی کام مکمل کرا کر انہوں نے اپنے استاد کا حق ادا کر دیا ہے اور ڈاکٹر لال دین اخگر اہل علم کی طرف سے قدر دانی اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں، کیونکہ انہوں نے بڑی محنت و اخلاص کے ساتھ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے اور ہماری علمی و دینی تاریخ کے ایک پہلو کو اجاگر اور ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔

۱۵ مئی ۱۹۸۵ء — ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

اقبالیات

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

میں نے پایا ہے اسے اشکِ سحر گاہی میں
جس دُرِ ناب سے خالی ہے، صدف کی آغوش

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہار تشکر

حضرت میاں محمد جمیل مدظلہ العالی نبیرہ حضرت لاہوری و جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور قدس سرہٗ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر و امتنان ہے کہ اس نے ہمارے خاندان کے مخلص قریبی عزیز اور بزرگ جناب لال دین اختر ایم اے۔ پی ایچ ڈی کو الطاف کریمانہ سے یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے ہمارے دادا جان سلطان العارفین حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات، علمی کمالات، دینی خدمات اور مجاہدانہ کارناموں پر ایسے اسلوب نگارش سے مقالہ لکھا ہے کہ ان کو پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کا مستحق سمجھا گیا۔

حضرت دادا جان مرحوم دور حاضرہ کے نوابغ میں سے ایک ممتاز علمی اور روحانی حیثیت کے حامل تھے۔ آپ برصغیر بلکہ بیرونی ممالک میں بھی شیخ التفسیر کے لقب سے مشہور تھے۔ کیونکہ پروردگار عالم نے تقریباً نصف صدی تک ان کو اپنے دین کی خدمت کا موقعہ مرحمت فرمایا۔ ان کے تبحر علمی، تجدید و احیائے دین کے سلسلے میں مجتہدانہ کاوشیں اور اشاعت اسلام کے میدان میں مساعی جمیلہ ہر لحاظ سے صد ہزار تحسین و آفرین کے قابل ہیں۔ ان کی شبانہ روز زندگی اسلاف کرام کے محیر العقول کارناموں کی یاد کو تازہ کرنے کیلئے کافی ہے۔

ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نفوس قدسیہ نے علم و عرفان کے اس بحر بیکراں سے اپنی پیاس بجھائی اور ان کی ملکوتی صحبت سے بے شمار فیوض و برکات حاصل کیے۔

جناب ڈاکٹر موصوف کو حضرت لاہوری کی عارفانہ صحبت میں چودہ سال تک سالکانہ رہنے کا موقع ملا اور یہی ان کی سعادت کا ایک قابل فخر اور تاریخ

ساز باب ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک کہنہ مشق مضمون نگار اور ہمارے ہفت روزہ "خدام الدین" کے دادا جان مرحوم کے وقت سے دیرینہ مخلص معاون ہیں۔ حضرت ابا جان مرحوم کی زبان مبارک پر ان کی علمی بصیرت کا اکثر تذکرہ ہوتا تھا۔ اس مقالہ کے علاوہ ان کی چند اور تصانیف بھی ہیں، جو علمی حلقوں میں ہر طرح مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ سب سے زیادہ قابل ستائش یہ امر ہے کہ فاضل مصنف نے اس تصنیف کا نام "کتاب الحسنات" رکھا ہے، جو معنوی لحاظ سے حضرت دادا جان مرحوم کی پاکیزہ زندگی کے تمام مصلحانہ پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے اور یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح اور مسلمہ ہے کہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی زندگی حسنات کا ایک حسین مجموعہ تھی۔ اسوۂ حسنہ کی متابعت، قرآن پاک کی اشاعت کا والہانہ جذبہ اور خلق خدا کی فلاح و بہبود کا ولولہ ان کی بلند شخصیت کا تشخص بن کر رہ گیا تھا۔

فاضل مصنف نے ثقہ اور واضح دلائل سے حضرت شیخ المشائخ کی زندگی کے مندرجہ ذیل پانچ ابواب کو پورے محققانہ انداز میں نہایت محنت و جانفشانی سے پیش کیا ہے۔ بحیثیت مفسر قرآن، بحیثیت محدث، بحیثیت خطیب، بحیثیت پیر طریقت، بحیثیت مجدد ملت۔

میں جناب ڈاکٹر صاحب کی اس سعی مشکور کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے ہمارے خاندان کی ایک زندۂ جاوید تاریخ لکھ کر ہمارے لیے ایک علمی اور روحانی دستاویز مہیا کر دی ہے جو اس حقیقت کا ایک بین ثبوت ہے، کہ اس خاندان کے افراد کو علم و عرفان اور آزادی و حریت کے انوار ولی اللّٰہی خانوادہ سے ورثہ میں ملے ہیں۔

المختصر! میں ڈاکٹر صاحب اور ان کے اہل و عیال کی خیر و برکت کی دعا کرتا ہوں اور حضرت دادا جان مرحوم کے تمام متوسلین اور روحانی متعلقین کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دعا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی اس دینی خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہندوستان کا مذہبی، سیاسی اور معاشرتی ماحول

سولھویں اور سترھویں صدی میں یورپین اقوام (پرتگیز، فرانسیسی، ڈچ اور انگریز) تجارت کی غرض سے ہندوستان میں آئیں۔ ان میں رقیبانہ کشمکش کا ہونا ایک فطری اور نفسیاتی امر تھا۔ پہلے یہ لوگ آپس میں نبرد آزما رہے اور ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے میں رات دن کوشاں رہے۔ آخر کار برٹش انڈیا کمپنی کو ان سب پر بالادستی حاصل ہوگئی۔ اس نے اب ہندوستانی حکمرانوں کے داخلی اور خارجی افتراق و انتشار سے فائدہ اٹھا کر آہستہ آہستہ ان کے داخلی امور میں مداخلت شروع کر دی اور بعد ازاں جب مغلیہ خاندان، ہندو اور مرہٹوں کی طاقت میں انحطاط کے آثار پیدا ہونے لگے تو انہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے ملکی اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

۱۸۵۷ء (جنگ آزادی) میں ہندوستانیوں نے باہمی اتحاد کر کے بدیسی ظالم حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی آخری کوشش کی۔ لیکن شومئی قسمت اور اپنی شامتِ اعمال سے ناکام رہے اور تقریباً پوری ایک صدی (۱۹۴۷ء) تک غلامی اور ذلت کے جہنم زار میں جا پڑے۔ ۱۸۸۵ء کو انڈین نیشنل کانگریس ایک آئینی انقلاب پیدا کرنے کے لیے معرضِ وجود میں آئی اور انہی ایام میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

فرنگی غلبہ و استیلاء کا آفتاب اس وقت نصف النہار پر تھا۔ وہ اپنی سطوت و جبروت کے نشے میں بدمست ہو کر کہتا تھا کہ میں سمندروں کا خدا ہوں۔ میری حدودِ مملکت میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے گا تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا۔

ہندوستانیوں کی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی کا اندازہ درج ذیل

عبارت سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

مسٹر میلکم لوئیس جج عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) مدراس اور ممبر کونسل نے اپنے ایک رسالے میں لنڈن سے لکھا۔

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا۔ ان کے قانونِ وراثت کو منسوخ کیا۔ بیاہ شادی کے قاعدوں کو بدلا۔ مذہبی رسم و رواج کی توہین کی۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ لوٹ گھسوٹ سے ملک تباہ کیا انہیں تکلیف اور ذلت میں مبتلا کر کے مالگذاری وصول کی۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کرنے کے لیے انہیں آوارہ بنانے والے بندوبست کیے۔"

علاوہ ازیں تقسیمِ بنگال، ٹرکی پر مظالم، جنگِ طرابلس اور بلقان میں انگریزوں کی سفاکیاں، عالمیانِ اسلام کے دینی وقار پر ضرب لگانے اور ان کے قلوب کو مجروح کرنے کے لیے کافی تھیں۔

اندریں حالات حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ روحہ اور آپ کے جانباز سپاہی امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی بن سلام علیہ الرحمۃ پر ان اندوہناک سانحات نے دن کا چین اور رات کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ وہ مسلم ممالک کی مدد کرنا اور ہندوستان کو فرنگی لعنت سے آزاد کرانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لہٰذا وہ نتائج و عواقب کی سنگینی سے بے نیاز ہو کر میدانِ جہاد میں کود پڑے۔ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولادت باسعادت

ضلع گوجرانوالہ کے قصبہ جلال نامی میں ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ جمعۃ الاولیٰ کے دن ایک خوش نصیب گھرانے میں ایک بچے کی ولادت باسعادت کا ظہور ہوا جس کے والدین ماجدین نے اس کا نام احمد علی رکھا۔ ریلوے اسٹیشن گکھڑ سے یہ قصبہ چار میل مشرق میں واقع ہے۔ خداوند عالم ہی جانتا ہے کہ اس غیر معروف قریہ میں پیدا ہونے والا بچہ اس کے فضل و کرم سے ایک دن علوم قرآنیہ اور معارف قدسیہ کا مصدر بنے گا۔ اس کے فیوض و سعادت کی سوتیں زمزم و کوثر کی آئینہ دار ہوں گی۔ اور مشرق سے

ف۔ بابو منظور سعید صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے مخلص خدام میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ شرف و مجد عطا فرمایا کہ وہ حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کے سوانح حیات خود حضرت موصوف کی زبانِ مبارک سے سن کر ضبطِ تحریر میں لائیں۔ وہ اپنے الفاظ میں یوں رقمطراز ہیں: "میں نے مولانا کی زندگی کے مبارک حالات قلمبند کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور خدا تعالیٰ سے اس امر مہتم کی تکمیل اور اس فریضہ مقدسہ کی حسنِ ادائیگی کی توفیق طلب کرنے کے لیے سربسجود ہو کر دعا مانگی۔ چنانچہ مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۶۲ء کو اس کارِ خیر کی ابتداء مولانا کے حجرے میں بیٹھ کر صبح کے آٹھ بجے کی گئی۔ مختلف نشستوں میں کام جاری رہا۔ ایک دن مولانا نے فرمایا کہ اس سے پیشتر بھی بعض احباب نے میرے سوانح حیات لکھنے کا ارادہ کیا ہے، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یاد رہے کہ مولانا کے سوانح حیات مسمّی بانوارِ ولایت مصنفہ ماسٹر لال دین اور مردِ مومن مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز کا ماخذ یہی مصدقہ تحریر ہے جو بابو منظور سعید صاحب نے مولانا موصوف کی زبانِ مبارک سے سماعت کی اور احاطۂ تحریر میں لائی گئی۔ (کاپی بابو منظور سعید خادم خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

طلوع ہونے والا یہ نیّرِ علم و عرفان مغرب کی وادیوں میں بھی ضیا پاشیاں کرے گا۔

مولاناؒ کے والدین

حضرت مولانا کے والدین حسنِ سیرت سے مزین اور بفضلِ ایزدی تعالیٰ شریعتِ طاہرہ کے پابند تھے۔ والد مکرم کا اسمِ گرامی شیخ حبیب اللہ صاحب تھا۔ آپ طریقت میں چشتیہ خاندان سے متوسل تھے۔ یہ حقیقۃ الحقائق ہے کہ نیک، دیں اور نیکو فطرت باپ جن بچوں کی پرورش اپنی عارفانہ نگاہوں میں کرتے ہیں، ان کی زندگی اپنے گرد و پیش میں ایک روحانی انقلاب بپا کر سکتی ہے۔ ان کے حسنِ عمل میں قوموں کے لیے درسِ حیات

لہ۔ محترم المقام پروفیسر علاء الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے کہ "میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران اس حقیقت کا مشاہدہ کر کے انتہائی مسرت محسوس کی کہ عالم ربانی حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے چند شاگردوں میں سے کسی نہ کسی مردِ حق نے قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا ہے۔"
(انوارِ ولایت مصنفہ ماسٹر لال دین مطبوعہ پنجاب پریس لاہور)

لہ۔ اللہ تعالیٰ نے پنجاب جیسے انگریز پرست صوبے کے دو ملحقہ اضلاع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے ایک ہی خاندان کے دو غیر مسلم سکھ گھرانوں کو دولتِ اسلام سے نواز کر اپنے دین کی خدمت ان کی اولاد سے لی۔ میری مراد امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ العزیز کے والد ماجد شیخ حبیب اللہ (ساکن قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ) اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھی (ساکن قصبہ چیانوالی) رحمۃ اللہ علیہم سے ہے۔ (عبدالحمید خاں فیروز سنز لاہور مؤلف مردِ مومن ص۳)
مولانا احمد دین صاحب ناظم میاں علی ضلع شیخوپورہ روایت کرتے ہیں کہ سید عطاء اللہ بخاری مرحوم کی خدمت اقدس میں پاکستان حاضر ہوا۔ حضرت لاہوری کا ذکرِ خیر آیا تو میں نے عرض کیا کہ مولانا باوجود عالم اور مرجع الخاص ہونے کے اپنے مشاغل میں نہایت سادگی سے منہمک رہتے ہیں۔ یہ سن کر شاہ جی مرحوم مدظلہ کے در پیش مخصوص انداز میں فرمانے لگے "واہ رے سکھ دیا پتر! بخاری جیسے کتنے سید تیرے سکھ ماں باپ پر سے وار دوں"۔ (مقتبس از ... مصنفہ سراج الدین)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوتا ہے، اور مادرِ گیتی بجا طور پر ان کی عظمتِ کردار پر فخر کرتی ہے۔

۵ آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقیں
ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

حضرت لاہوریؒ کے والدین کی للّٰہیت اور حق تعالےٰ کی رضا جوئی کا جذبہ آپ کی پیدائش ۶ سے پہلے اس امر کا متقاضی ہوا کہ انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے والدین کی طرح آپ کو دینِ اسلام کی خدمت کے لیے وقف (محرر) کرنے کی نذر مانی ہوئی تھی۔ ان کی دلی تمناؤں نے جب بچے کی صورت میں ظہور کیا تو انہوں نے اپنے نومولود کی دینی تربیت کے کام کو نہایت صدق و اخلاص سے سرانجام دیا۔ شبانہ روز تسبیح و تہلیل کا استغراق اور رزقِ حلال کی مساعی جمیلہ بچے کی پرورش کے ایام میں خصوصیت سے ایک دوسرے سے ہم کنار رہیں، تب کہیں جا کر سید العارفین حضرت لاہوریؒ کے والدین اپنے مربیانہ مقدس فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوئے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے شیخ حبیب اللہؒ کو تین اور بچوں کی ولادت سے نوازا۔ حافظ محمد علی مرحوم مولانا احمد علی سے چھوٹے تھے اور پاکستان میں قیام پذیر رہے۔ عزیز احمد مرحوم ہمیشہ کراچی میں رہے اور کچھ عرصہ ہوا کہ وہیں فوت ہوئے۔ سب سے چھوٹے زبدۃ الحکماء حکیم عبدالرشید ہیں اور لاہور میں رہتے ہیں اور کافی عرصہ تک طبیہ کالج لاہور میں پروفیسری کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔

۵۔ ضربِ کلیم ص۱۹۰ مطبوعہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ مطبوعہ کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ایبٹ روڈ لاہور
۶۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب ۷ اذ قالت امرأت عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم (سورہ آل عمران ۳ آیت ۳۵)
۸ ماہنامہ دین حنیف ۱۹۰۰ روایت ص۱۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

ابتدائی حالاتِ زندگی

مولانا احمد علیؒ کے والدین کے خصوص میں ایک الہامی جھلک اور ایک قدس الاصل ولولہ موجود تھا۔ وہ آپ کی پرورش میں مصروفِ عمل رہے۔ لیکن ان کو کیا خبر تھی کہ ہمارا یہ نونہال ایک دن مخدوم جہانیاں بنے گا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صالحین کی پیدائش جبلت عام انسانوں سے جداگانہ ہوتی ہے اور باکمال حضرات کی زندگی کا ہر لمحۂ حیات سعادت سے معمور ہوتا ہے۔ شیر خوارگی کے ملکوتی ایام ہوں یا جوانی کی مبارک ساعتیں ہوں یہ لوگ دنیا میں سعادتوں کے ساتھ آتے ہیں اور سعادتوں کے جلو میں ہی عالمِ جاودانی کی راہ لیتے ہیں۔ قرآن حکیم نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے مریم صدیقہ کی آغوشِ عاطفت میں پہلے دن ہی کہلوایا تھا۔ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۹

الختصر! جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے گھر پر ہی آپ کو قرآن حکیم پڑھانا شروع کر دیا۔ فی الواقع مائیں ہی انبیاء اور اولیاء کو جنم دیتی ہیں اور ان کی دینی تربیت کا ابتدائی دور بھی ماؤں کی ہی پاکیزہ فطرت کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی گود نہ ہوتی تو حضرت حسینؓ حسین نہ ہوتے۔ بابا فریدالدین کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے فرید کو دو سال دودھ پلایا لیکن باوضو ہو کر پلایا۔ اللہ تعالےٰ نے بچے کو بلوغت کے بعد ولیٔ زماں بنا دیا۔

علامہ اقبال مرحوم "خطاب بہ جاوید" نظم کے ابتدائی اشعار میں اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں:

۱۰ مادرت درسِ نخستیں باتو داد ۔ غنچۂ تو از نسیمش واکشاد
از نسیم او ترا ایں رنگ و بو ۔ اے متاعِ ما بہائے تو ازو
دولتِ جاوید ازو اندوختی ۔ از لبِ او لا الٰہ آموختی

۹۔ سورہ مریم آیات ۳۳ ۱۰ جاوید نامہ فارسی لاہور ص۲۳۳ علامہ اقبال علیہ الرحمہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کو اب سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ یہ مدرسہ کوٹ سعداللہ میں تھا جو کہ قصبہ جلال سے ایک میل دور ہے۔ تیسری جماعت تک آپ یہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ آپ کے والد محترم کا کاروبار چک بابو میں تھا لہٰذا وہ بھی قصبہ جلال کو چھوڑ کر چک بابو میں رہائش پذیر ہو گئے۔ پھر موضع کے قریب ہی ایک قصبہ گونڈی مجوروالی کے ایک سکول میں آپ کو داخل کرا دیا گیا۔ آپ نے اس مدرسے میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ کے والد ماجد نے آپ کو شہر گوجرانوالہ کی ایک جامع مسجد میں مولانا عبدالحق مرحوم کے پاس فارسی پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔

مولانا عبدالحق مرحوم کی پدرانہ شفقت

مولانا عبدالحق مرحوم[۱] مولانا احمد علیؒ کے والد محترم کے مخلص ترین احباب میں سے تھے۔ مولانا احمد علیؒ صغیر سنی کے باوجود خداداد فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے ایک حسین پیکر تھے۔ آپ کو اپنے استاد سے بڑی محبت اور عقیدت تھی اور ادھر مولانا عبدالحقؒ بھی آپ کو اپنے صاحبزادوں مولوی محمد اسماعیل اور مولوی محمد ابراہیم کی طرح عزیز خیال فرماتے تھے۔ مولانا لاہوری کا اپنا بیان ہے۔ "میرے شفیق استاد مجھ کو اپنے بچوں کی طرح اپنے گھر پر رکھا کرتے تھے۔" آپ اپنے والدین کو ملنے کے لیے آٹھ دن کے بعد اپنے گاؤں واپس جاتے تھے۔ یہ مولانا احمد علی مرحوم کے عہد طفولیت کا ایک معصوم باب ہے۔ آپ ایک عالم ربانی کی درسگاہ میں شاگردانہ حاضر ہوتے تھے۔ ان دنوں آپ کے دل و دماغ کی ذہنی قوتوں کو دینی تربیت کی جلا دی جا رہی تھی۔

۱۔ مرد مومن صفحہ ۔ مؤلف عبدالحمید خاں فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

۲۔ ماخوذ از کتابچہ ابو منظور سعید صاحب۔ "انوار ولایت" صفحہ مصنفہ ڈاکٹر صاحب

۳۔ کتابچہ ابو منظور سعید صاحب۔ مرد مومن صفحہ ابتدائی تعلیم۔ مؤلفہ عبدالحمید خان فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

دس سالہ مولانا احمد علیؒ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حضور میں

حضرت مولانا احمد علیؒ نے ابھی چند ماہ ہی مولانا عبدالحقؒ کی شاگردی میں گذارے تھے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہ (آپ کے قریبی رشتہ دار) کو ملنے کے لیے تشریف لائے۔ آپ کے والد مرحوم نے آپ کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ[۲] کے حضور میں پیش کرتے ہوئے فرمایا "ہم نے یہ بچہ دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے۔"

چنانچہ حضرت سندھیؒ نے نہایت پدرانہ شفقت سے آپ کو اپنی معیت میں رہنا قبول فرمایا۔ یا یوں سمجھئے کہ پروردگار عالم کی مشیت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت لاہوریؒ کی

۱۔ مرد مومن صفحہ ۔ مؤلف عبدالحمید خاں صاحب ۔ فیروز سنز لاہور

۲۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ مرحوم ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے والدین کا پیشہ زرگری اور بعض افراد کتب خانہ اور بعض ساہوکارا بھی کرتے تھے۔ آپ کی خود نوشت داستان حیات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بروز شب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم ۱۲۸۹ھ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد سکھ تھے۔ ۱۸۸۸ء میں آپ تیسری جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ نے اظہار اسلام کے لیے گھر چھوڑ دیا۔ کتاب "تحفۃ الہند" کے مطالعہ سے بالتدریج اسلام کی صداقت پر آپ کا یقین بڑھتا گیا۔ "تقویۃ الایمان" کے مطالعہ سے اسلامی توحید اور اس کے مقابلہ میں شرک اچھی طرح سمجھ میں آ گئی۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۰۳ھ میں آپ مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد آپ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی) جو اپنے وقت کے سید العارفین تھے کی صحبت میں پہنچ گئے۔ خود حضرت سندھیؒ کا ارشاد ہے کہ میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت حافظؒ سے بیعت کی اس کا تجربہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑا انسان مجھ میں بہت کم مرعوب ہوتا تھا۔ مولانا سندھیؒ کی مذہبی سیاسی زندگی کے اشارات مولانا احمد علیؒ مرحوم کے سوانح حیات میں مختلف مقامات پر نظر آئیں گے کیونکہ مولانا احمد علیؒ مرحوم کی زندگی کا ہر پہلو مولانا سندھیؒ کی تعلیم و تربیت کا مرہون منت ہے۔ (عبیداللہ سندھی حالات زندگی) مکتبہ رشیدیہ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

زمانے کے امام انقلاب کی صحبت میں رہ کر حضرت صاحب کے ساتھ ساتھ درس حریت بھی حاصل کریں۔ لہٰذا ایسا ہی ہوا کیونکہ حضرت لاہوریؒ کی سیرت حریت نوازی، بے باک صداقت اور للہیت کا ایک حسین مرقع تھی اور ہمیں اس اعتراف حقیقت میں فخر محسوس کرنا چاہیے کہ مولاناؒ کے کردار میں مجاہدانہ صفات حضرت سندھیؒ کی خطر پسند فطرت کا عکس لیے ہوئے تھے۔

صحبت از علم کتابی خوشتر است ۔ صحبت مردان حر آدم گر است
مرد حر دریائے ژرف و بیکراں ۔ آب گیر از بحر و نے از ناوداں [1]

مولانا سندھیؒ کی انگریز دشمنی نے مولانا لاہوریؒ کو ایام تربیت سے لے کر تادم واپسیں فرنگی تہذیب سے اس قدر نفور کر دیا تھا کہ جس کی مثال ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔ آپ مسند رشد و ہدایت پر بیٹھے ہوئے عین پیرانہ سالی میں جب برطانوی انسانیت سوز تمدن کے خلاف زبان کھولتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی خالد وقت یا فاروق دوراں تمام دنیا کی ابلیسی طاقتوں کو للکار رہا ہے۔ الغرض وہ حضرت امام انقلاب کے مکتب کا درس حریت مولانا لاہوریؒ کی زندگی کا ایک ہمہ گیر جذبہ بن چکا تھا۔

مولانا لاہوریؒ حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ [2] کی خدمت اقدس میں

این سعادت بزور بازو نیست ۔ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

[1] مثنوی (پس چہ باید کرد اے اقوام شرق) ص ۲۴ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔

[2] حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ سراپا مظہر جمال تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور محدث اعظم مولانا سید انور شاہؒ کاشمیری فرمایا کرتے تھے کہ حضرت دین پوریؒ کے چہرے پر صرف نظر ڈالنے سے کئی مقامات طے ہو جاتے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنیؒ مرحوم تو آپ پر جان فدا کرتے تھے۔ یہی وہ عالی مقام عارف کامل تھے جن کی خانقاہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی تقریباً چالیس سال تک تربیت فرمائی۔ ہم موزوں و مناسب مواقع پر حضرت دین پوریؒ کا ذکر خیر کرتے رہیں گے۔
("مرد مومن" ص ۱۵ عبدالمجید خان۔ فیروز سنز لاہور)

مولانا سندھیؒ ان دنوں امروٹ شریف ضلع سکھر میں قیام پذیر تھے۔ وہ حضرت لاہوریؒ کو لے کر سندھ روانہ ہو گئے۔ راستے میں بہاولپور سے گزرنا ضروری تھا۔ ریلوے اسٹیشن خان پور سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر دین پور شریف ایک چھوٹی سی بستی تھی اسی بستی میں حضرت سندھیؒ کے خضر طریقت حضرت اعلیٰ مولانا غلام محمد مرحوم رہائش پذیر تھے، جن کے متعلق ان کے ہمعصر علماء ربانی اور صوفیان پاک باطن بڑی عقیدت مندانہ آراء رکھتے تھے۔ مولانا سندھیؒ ان کی قدم بوسی کے لیے دین پور شریف حاضر ہوئے۔ دو دن وہاں ٹھہرے۔ حضرت لاہوریؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ مولانا سندھیؒ نے مجھ کو حضرت دین پوری نور اللہ مرقدہٗ کے حضور میں بیعت کے لیے پیش کیا۔ لیکن میں اس وقت بیعت کی حقیقت سے بالکل نابلد تھا۔ زبدۃ الصالحین حضرت دین پوریؒ نے مجھ کو نہایت پدرانہ عاطفت سے اپنے حلقۂ رشد میں شامل فرما لیا۔ مجھ کو ان کی آقائی اور اپنی غلامی پر اب تک ناز ہے۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۹۰۵ء کا ہے جب حضرت موصوف نے

[1] مولانا سندھیؒ پہلے حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا غلام محمد مرحوم کے حلقۂ ارشاد میں شامل ہو گئے۔ اب حضرت سندھیؒ کی روحانی تربیت حضرت دین پوریؒ کے حصہ میں آئی۔
("مرد مومن" ص ۱۲ مطبوعہ فیروز سنز لاہور مؤلفہ عبدالمجید خان)

[2] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم مولانا سندھیؒ کے ہمراہ دین پور تشریف لے گئے۔ آپ خان پور اسٹیشن سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے۔ دین پور شریف کے قریب شیخ المشائخ حضرت دین پوریؒ پیشوائی کے لیے آئے ہوئے تھے۔ حضرت تھانوی مرحوم ابھی کئی سو گز کے فاصلے پر تھے کہ آپ نے نور حقیقت کا مشاہدہ کیا۔ فوراً گھوڑے پر سے چھلانگ لگائی اور فرمایا ارے عبیداللہ! تو نے مجھے مار دیا۔ ارے عبیداللہ تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ یہ نہ بتایا کہ یہاں اس درجہ کا درویش رہتا ہے اور مجھے گھوڑے پر سوار کر دیا۔ اس طرح آپ کے ہمعصر اولیاء کرام جن میں شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نور اللہ مرقدہٗ بھی شامل تھے۔ وہ حضرت دین پوریؒ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ("مرد مومن" مطبوعہ لاہور ص ۱۶۔ مؤلف عبدالمجید خان فیروز سنز راوی مولانا عبداللہ درخواستی مرحوم۔ دوسرا حوالہ ہفتہ وار خدام الدین ۲ جون ۱۹۶۷ء از مولانا اجمل صاحب بعنوان "کچھ باتیں عشق و عرفان کی")

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجھ کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تلقین کی۔

تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

(امروٹ شریف میں حضرت سندھیؒ کا قیام)

امروٹ شریف ضلع سکھر صوبہ سندھ میں ان دنوں عالم اجل عارف اکمل، مجاہدِ بے بدل آیۃ من آیات حضرت مولانا ابوالحسن سید تاج محمود المعروف حضرت امروٹیؒ جلوہ افروز تھے۔ آپ ہر وقت جذبۂ جہاد سے سرشار رہتے تھے آپ امام الاولیا بھی تھے اور غازی جانباز بھی۔ آپ کا تعارف گویا کہ علامہ اقبالؒ کے ان اشعار میں موجود ہے۔

آنکہ بخشد بے یقیناں را یقیں ۔ آنکہ لرزد از سجودِ او زمیں
آنکہ زیرِ تیغ گوید لا الٰہ ۔ آنکہ از خونش بروید لا الٰہ
خاکی و از نوریاں پاکیزہ تر ۔ از مقامِ فقر و شاہی باخبر
بندۂ حق وارثِ پیغمبراں ۔ او نگنجد در جہانِ دیگراں

سہ ۔ حضرت مولانا سید تاج محمود قدس سرہٗ امروٹ ضلع سکھر کے باشندے تھے۔ اور سید العارفین حافظ محمد صدیقؒ بھرچونڈی کے دوسرے خلیفہ تھے مولانا عبیداللہ سندھی کو ان سے بڑی وابستگی تھی۔ انہوں نے ہی مولانا سندھیؒ کا نکاح ماسٹر محمد عظیم خاں یوسف زئی کی لڑکی سے کرایا تھا۔ موصوف نہایت جوشیلے، خدا رسیدہ اور متقی بزرگ تھے۔ لاکھوں مرید تھے۔ ان کی کرامات کا ان اطراف میں بڑا چرچا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے ان کا تعارف حضرت شیخ الہندؒ سے کرایا۔ متعدد دفعہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخؒ بھی ان کی ملاقات کیلئے امروٹ شریف جاتے رہے۔ ان کا مقام سندھ کے اس علاقہ میں حریت کے مشن کا مرکز تھا گرفتار ہوئے اور چند روز بعد رہا کر دیے گئے۔ ایامِ تحریکِ خلافت میں انتقال فرمایا۔ (بیس بڑے مسلمان، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ ص ۲۴۲ عبدالرشید ارشد)

سلہ ۔ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق ص ۲۰-۲۱-۱۴ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔

حضرت امروٹیؒ علیہ الرحمۃ کے شیخِ طریقت حضرت حافظ محمد صدیقؒ مرحوم و مغفور تھے۔ جو بھرچونڈی (کراچی لائن ریلوے اسٹیشن خیرپور ڈہرکی سے تقریباً ۱۰ میل) سے متعلق تھے۔ حضرت سندھیؒ نے بچپن میں ان کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی اور انہی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔

مولانا سندھیؒ دین پور شریف میں مختصر قیام کے بعد مولانا احمد علیؒ کو لے کر امروٹ شریف چلے گئے اور یہاں آکر انہیں عربی فارسی کی ابتدائی (صرف و نحو) کتابیں پڑھانا شروع کر دیں۔ سید تاج محمود مرحوم نے مولانا سندھیؒ کی علمی قابلیت، اتقا اور خدمتِ اسلام کے مخلصانہ جذبہ کو دیکھا تو آپ کو امروٹ میں ہی رہنے کی دعوت دی۔ آپ نے اس پیشکش کو بسر و چشم قبول کیا اور وہاں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

مولانا تاج محمود علیہ الرحمۃ کی مربیانہ توجہات نے مولانا سندھیؒ کو اپنی دامادی کا شرف عطا فرمایا اور آپ کی زندگی کے تمام مصارف کی کفالت بھی اپنے ذمہ لے لی اور ادھر حضرت امروٹیؒ کے لنگر کے منتظم اور حرم سرا کی خادمہ کو تاکیداً فرما دیا کہ ہمارے عزیز احمد علی کو جس چیز کی ضرورت ہو مطالبہ پر فوراً پیش کی جائے۔

شاہا نظرِ کرم کی جس ذرہ پر ذری ہو
وہ آسماں پہ جاکر خورشید خاوری ہو (ذوق)

مدرسہ دارالارشاد کا اجراء

حضرت مولانا سید امروٹیؒ بڑے متوکل اور فنا فی اللہ بزرگ تھے۔ اگر رزق کا کوئی سبب خود

سلہ ۔ امام الاولیاء پیشوائے مشائخ حافظ محمد صدیق مرحوم اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔ آپ کے محبوب ترین خلفاء حضرت دین پوری اور حضرت امروٹیؒ تھے۔ اپنے ان دونوں خلفاء کی موجودگی میں حافظ مرحوم نے فرمایا "عبیداللہ نے چونکہ خدا کے لیے والدین کو چھوڑا ہے، اب اس کے والدین کے قدم قبر کے نقش میں ادا کریں گا"۔ (مردِ مومن مؤلفہ عبدالحمید خاں - فیروز سنز)

سکہ ۔ مردِ مومن ص ۔ مطبوعہ لاہور - فیروز سنز - مؤلفہ عبدالحی خاں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی بن جاتا تو بہتر ورنہ دو دو وقت فاقہ کی نوبت آ جاتی۔ آپ کی خانقاہ صفّہ کا نمونہ تھی۔ روحانی فیض کے متلاشیوں کے لیے تو یہ ایک بہت بڑا دارالعلوم تھا مگر ظاہری علوم کی تدریس و تکمیل کے لیے جن اسباب کی ضرورت تھی وہ وہاں موجود نہ تھے کیونکہ ان کا مسلک استغناء اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ لوگوں سے چندہ مانگیں۔ حضرت سندھیؒ ایک انقلابی فطرت کے حامل تھے۔ ان کے قلب اطہر میں سیمابی انوار تھے، جوان کو نت نئے حسنِ عمل پر مستعد کرتے رہتے تھے۔ ان کے ذہن کی براقی اور عزیمت کی بلندی دیکھ کر بڑے سے بڑا شخص بھی محوِ حیرت ہو جاتا تھا۔ اب آپ ایک مدرسہ کے قیام کے لیے بے قرار تھے۔ لہٰذا آپ ضلع نواب شاہ واقع گوٹھ پیر جھنڈا تشریف لے گئے۔ وہاں کے سجادہ نشین پیر پگاڑو کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کا اسم گرامی پیر رشد اللہ تھا۔ حضرت سندھیؒ نے اپنی تجویز پیر صاحب کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے اس تجویز کو نہ صرف منظور کیا بلکہ ہر طرح کے تعاون کا یقین بھی دلایا۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء؁ گوٹھ پیر جھنڈا میں مولانا سندھیؒ نے مدرسہ دارالارشاد کی بنیاد رکھی اور کچھ عرصے کے بعد مولانا احمد علیؒ کو بھی امروٹ شریف سے وہاں ہی بلا لیا۔ مولانا احمد علیؒ نے اس مدرسے میں چھ سال کے اندر علوم متداولہ اور فنونِ مروجہ کی تکمیل کر لی۔[۱]

---

[۱] اس امر پر ساری امت متفق ہے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ میں سے ایک جماعت ایسی تھی جو ہمیشہ مسجد نبویؐ میں رہ کر عبادت کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلعم سے ان کے حق میں مخاطب ہو کر فرمایا: لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ۔ بہت آیات اور احادیث ان کی فضیلتوں میں ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں: وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحاب الصفۃ فرأی فقرھم وجھدھم وطیب قلوبھم فقال ابشروا یا اصحاب الصفۃ فمن بقی من امتی علی النعت الذی انتم علیہ راضیاً بما فیہ فانہ من رفقائی فی الجنۃ (صفہ ایک چبوترہ تھا جو کہ مسجد نبوی میں تھا اور اب بھی اس کا نشان موجود ہے۔ (کشف المحجوب ص۔۔ داتا گنج بخش ہجویریؒ)

[۲] چو نظر قرار گیرد بنگار خوبروئے — تپد آں زماں دل من پئے خوبتر نگارے۔ اقبالؒ پیام مشرق عنوان شاعر ص۱۲۹

مولانا لاہوریؒ کے والد محترم کا انتقال

حضرت مولاناؒ ابھی مدرسہ دارالارشاد میں زیر تعلیم ہی تھے، جب آپ کے والد محترم شیخ حبیب اللہؒ کا انتقال ہو گیا۔ جناب شیخ علیہ الرحمۃ جیسا کہ سابقہ حالات سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں چک بابو ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے۔ شیخ مرحوم نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت مولانا احمد علیؒ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد علی کو بھی گوٹھ پیر جھنڈا مدرسہ دارالارشاد میں پڑھنے کے لیے بھیج دیا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے اپنی چھوٹی لڑکی کی نسبت مولانا محمد علی سے کر دی۔ مولانا محمد علی کو مولانا سندھیؒ نے پہلے قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا کے والد محترم کے انتقال کے بعد آپ کے دو اور چھوٹے بھائی عزیز احمد اور رشید احمد اور آپ کی والدہ محترمہ چک بابو میں رہ گئے تھے۔ اب مولانا سندھیؒ نے ان سب کو سندھ میں اپنے پاس بلا لیا۔ اس وقت عزیز احمد کی عمر تقریباً چار سال اور رشید احمد کی عمر ڈھائی سال تھی۔

دستار بندی کا عظیم الشان جلسہ

مدرسہ دارالارشاد سے فارغ ہونے والی پہلی جماعت میں صرف پانچ علماء شامل تھے۔

---

[۱] وحاشیہ گذشتہ صفحہ) امروٹ واپس آکر میں نے مطبع قائم کیا اور دو سال تک چلایا۔ بعض عربی و سندھی نایاب کتب کو طبع کرایا اور ایک ماہوار رسالہ الاخوان چھپتا رہا۔ اس کے بعد مدرسہ بنانے کی کوشش جاری کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ہمارا کام مدرسہ کے بغیر نہیں چل سکتا تھا۔ اسی لیے میں دوسری جگہ کی تلاش میں تھا کہ حضرت مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرابع نے ۱۳۱۹ھ میری تجویز کے موافق مدرسہ بنا دیا اور اس کا نام بھی میری تجویز سے مقرر ہوا۔ اس میں شریک ہو گیا۔ سات سال تک علمی اور انتظامی کامل اختیار کے ساتھ کام کرتا رہا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا شیخ الہند اور حضرت شیخ حسین بن محسن یمانی امتحان کے لیے تشریف لائے۔ اس مدرسہ میں بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خواب میں دیکھا۔ (خود نوشت حالات زندگی مولانا سندھیؒ۔ تمیں بڑے مسلمان ص۔۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ مؤلف عبدالرشید ارشد)

[۲] انوار ولایت ص۔۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ناشر لال دین ودیباچہ: ابو منظور سید صاحب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوران میں ایک سمندر پوش، جلال و جمال کا جامع بلکہ بقول سید عطا اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ صحابہ کرامؓ کے قافلے میں سے ایک پیچھے رہ جانے والا اسوۂ نبویؐ کا علمبردار بھی موجود تھا جس کو مستقبل قریب میں شیخ التفسیر ہونے کے علاوہ قطبیت کے فرائض بھی انجام دینے تھے۔

دوسرے حضرت مولانا ضیاء الدین تھے، جو کہ اپنے والد محترم کے بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں مسند رشد پر جلوہ فرما ہوئے۔ ان کے علاوہ تین اور خوش نصیب علماء کرام تھے۔ (کیونکہ یہ پانچوں علماء کرام نے امام انقلاب حضرت سندھیؒ جیسے یکتائے روزگار مجاہد کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔

چونکہ حضرت پیر رشد اللہ اس وقت گوٹھ پیر جھنڈا میں گدی نشین تھے اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین اس فارغ ہونے والی جماعت میں شامل تھے۔ لہٰذا ایک عظیم الشان جلسے کا انتظام کیا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ اصحاب خیر و دین کی شمولیت اور باقی سعید گروہوں کے ورود و اجتماع سے دستار بندی کی تقریب کو ہر لحاظ سے بابرکت بنایا جاتا۔ لہٰذا جلسے کی صدارت کے لیے ریاست بھوپال سے حضرت شیخ المشائخ حسین ابن محسن انصاری یمنی مرحوم کو بلایا گیا۔ آپ نہایت عمر رسیدہ تھے۔ اس لیے آپ کو پالکی میں بٹھلا کر گوٹھ پیر جھنڈا میں لایا گیا۔ حضرت لاہوریؒ کی مبارک یادداشت کے مطابق یہ تقریب سعید ۱۳۲۷ھ کے آخر یا اس سن کے شروع میں وقوع پذیر ہوئی۔

معلمی کے فرائض

حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے واقعات پر اگر بتدریج نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قدرت کا دستِ کرم آپ کے فرق اقدس پر ہر موقعہ سایہ فگن رہا۔ اب مولاناؒ، حضرت سندھیؒ کے ارشاد کے مطابق مدرسہ دارالرشاد میں معلمی کے منصب جلیلہ پر فائز ہو گئے۔ آپ نے جس انہماک اور قلبی طمانیت سے طالب علمی کے ایام و شہور بسر کئے تھے۔ اسی استغراق و محنت پژوہی سے معلمی کے اوقات گذارنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ آپ کے قلب و نظر پر امام انقلابؒ کی

حریت نوازی کی چھاپ، حضرت مولانا غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ ایسے ملک سیرت متقدا کی صحبت کے انوار اور مجاہد اکبر مولانا سید امروٹیؒ کی صادقانہ حیات طیبہ کے اثرات و نقوش موجود تھے۔ ہم ان طالب علموں کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، جن کو عنایت الٰہی سے حضرت شیخ التفسیر جیسے فرض شناس، خدا پرست، محب رسولؐ اور تہذیب نوی کے مصلح معلم میسر آئیں اور اپنی صحبت میں رکھ کر متعلمین کو آداب زندگی سکھائیں۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق ۔ جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے[1]

موت کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے ۔ فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

دراصل اب مشائخ و اساتذہ کرام سے حاصل کردہ فیوض و برکات قدسیہ کو خلق خدا میں تقسیم کرنے کے دن شروع ہو گئے تھے۔ آپ وہاں تین سال تک درس نظامیہ کے مطابق پڑھاتے رہے۔

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی ۔ یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں[2]

عناصر اس کے ہیں، رُوح القدس کا ذوقِ جمال ۔ عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوز دروں

حضرت سندھیؒ کی دامادی کا شرف[3]

جب آپ مدرسہ میں معلمی کے فرائض سرانجام دے رہے تو حضرت سندھیؒ نے آپ کو شرفِ دامادی بخشا، گویا اپنی صاحبزادی مریم بی بی کا عقد آپ سے کر دیا۔ سال کے بعد پروردگارِ عالم نے آپ کو ایک بچہ عطا فرمایا، اس کا نام حسن رکھا گیا۔ اس بچے کے نام کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ مگر مشیت ایزدی کا یہی فیصلہ تھا کہ نو مولود حسن صرف سات دن آغوشِ مادر میں جئے اور پھر اپنی ناشگفتگی کے

---

[1] ۔ علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم ص۴۶، مطبوعہ لاہور۔

[2] ۔ علامہ اقبالؒ، ضرب کلیم ص۴۵، مطبوعہ لاہور۔

[3] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔ مرد مومن ص۴۳ آخر۔ عبدالمجید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

دامن میں زندگی کی تمام معصومانہ بہاروں کو لپیٹے ہوئے راہیِ ملکِ عدم ہوا اور اگلے دن ننھے حسن کی معصومہ صابرہ والدہ اپنے لختِ جگر کی تلاش میں وادیِ فردوس جا پہنچیں
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ننھے حسن اور اس کی والدہ کو حضرت لاہوریؒ کی والدہ ماجدہ کی قبر کی آغوش میں دفن کیا گیا۔

جمعیۃ الانصار کا قیام

مولانا سندھیؒ گوٹھ پیر جھنڈا سے دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے جمعیۃ الانصار کی بنیاد ڈالی۔ مقصد یہ تھا کہ دارالعلوم کے فارغ التحصیل علماء کی ہمہ گیر تنظیم کی جائے اور ان میں "مجاہدانہ ناموسِ وحدتِ فکری" پیدا کی جائے۔ وہ جہاں بھی ہوں مرکز کی آواز کے مطابق اپنی زندگی کا رخ بدلتے رہیں۔ علماء خیر کا یہ سوادِ اعظم کتاب و سنت کی اشاعت کے ساتھ ساتھ مغربی سامراج کی بیخ کنی میں ہمہ وقت کوشاں رہے۔ اس عالمگیر تحریک کی وسعت سرزمین ہند سے آگے کشمیر، افغانستان، ایران، ترکستان، بخارا، عرب اور قسطنطنیہ کی حدود تک پہنچی ہوئی تھی۔ ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

(بانگِ درا ص۲۷۰ نظم دنیائے اسلام علامہ اقبال [illegible])

یہی وہ عظیم بالشان اور عہد آفریں اسکیم تھی جس کی تکمیل کے لیے حضرت سندھیؒ ہر وقت بے قرار رہتے تھے۔ آپ نے مدرسہ دیوبند میں قدم رکھتے ہی اس تجویز کو

۱؎ امام انقلاب حضرت سندھیؒ اپنے وقت کے منصور حلاج تھے۔ جن کی زبان پر عین تختہ دار پر بھی انا الحق کی پکار تا دمِ حیات گونجتی رہی۔ ان کی فکر میں انقلاب تھا (باقی اگلے صفحہ پر)

بروئے کار لانے کی سعیِ جمیلہ شروع کر دی۔ مگر مدرسہ مذکور کے بعض ذمہ دار حضرات کو آپ کی تجویز کے بعض پہلوؤں سے اختلاف تھا۔ اس لیے آخر کار آپ کو دیوبند کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس موقع پر یہ حقیقت ناقابل فراموش ہے کہ انوارِ جامعیت کے مظہر اتم مولانا محمود حسنؒ حضرت سندھیؒ کے ہر طرح ہمنوا تھے۔ حضرت سندھیؒ کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں: "۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے مجھ کو دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا بھی تعلق قائم رہے گا۔ میں چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس جمعیۃ کی

(بقیہ سابقہ صفحہ) ان کی زندگی لاکھوں انقلاب کی آئینہ دار تھی۔ وہ انقلاب آفریں فطرت کی جولانیوں کے لیے چنداں سازگار ماحول کے محتاج نہ تھے۔ وہ ہر میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دیتے رہتے تھے۔

مرد کی تخلیق ہے تعمیرِ زمانہ کے لیے — گردنیں سرکش حوادث کی جھکانے کے لیے
مرد ہے سیلاب کے اندر اکڑنے کے لیے — بحر کی بپھری ہوئی موجوں سے لڑنے کے لیے
دوڑتا ہو شعلہ جو بجلی کا دامن تھامنے — مسکراتا ہو گرجتے بادلوں کے سامنے

(انوارِ ولایت [illegible] پنجاب پریس لاہور [illegible])

۱؎ بیس بڑے مسلمان ص۱۱۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ لاہور

۲؎ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی شاگردی میں صحاح ستہ اور دیگر کتب پڑھیں۔ ۱۲۹۰ھ میں دستار بندی کا شرف حاصل کیا پھر دارالعلوم میں بطور مدرس کام کرنے لگے۔ ۱۲۹۴ھ میں اکابر کی معیت میں حج کیا۔ شاہ عبدالغنی دہلویؒ سے اجازت حدیث اور سید الاولیاء حاجی امداد اللہ مرحوم سے بیعت ہوئے۔ ۱۳۰۵ھ سے لیکر ۱۳۳۹ھ تک صدر مدرس کے فرائض ادا کئے۔ آزادیٔ ہند تحریک میں پیشوائی کی اقدامات، مصائب، ریشمی خطوط کی سازش، گرفتاریاں، عام مقبولیت، شیخ الہند کا لقب
(بیس بڑے مسلمان ص۲۲۸۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ [illegible])

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی تاسیس رکھنے میں مولانا محمد صادق سندھی، مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور عزیزی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی[1]

چہ شور است ایں کہ در آب و گل افتاد
زیک دل عشق را صد مشکل افتاد
قرار یک نفس بر من حرام است
بر من رحمے۔ کہ کارم با دل افتاد

حضرت سندھیؒ کی زندگی ہزاروں انقلابات کی حامل تھی۔ ہجرت کرنا آپ کا مشغلہ بن چکا تھا۔ خود فرماتے ہیں "حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے میرا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ وہاں جا کر میں نے مسجد فتح پوری کے شمالی کمروں میں سے شمالی دروازے کے متصل بالائی منزل کا پہلا کمرہ کرایہ پر لیا اور نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی بنیاد رکھی۔" اب مولانا سندھیؒ نے پانچ عربی داں نوجوانوں (علماء کرام) اور پانچ گریجوایٹ ملا کر ایک مشترکہ جماعت بنائی اور اس جماعت کو دورِ حاضرہ کے تقاضوں

---

[1] حضرت مولانا ابو محمد احمد لاہوری مرحوم چکوال ضلع جہلم کے باشندے تھے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل اور حضرت گنگوہی مرحوم اور حضرت شیخ الہند کے شاگرد رشید تھے حضرت سندھیؒ کی جمعیۃ الانصار کے سرگرم رکن تھے اور حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے خسر تھے (خوابِ ولایت ص۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور)

[2] ۔ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی انگریز کی نظر میں کھٹک تھا۔ سیدیشن رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق اس مدرسے کے قیام کا مقصد ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی دیوانہ جنگی جوش پیدا کرنا تھا۔ اس رپورٹ کے مطابق حضرت محمود حسن علیہ الرحمۃ کا اصلی پروگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا ہندوستان پر زبردست حملہ اور ہندوستانی مسلمان اندرونی بغاوت سے اسے تقویت دیں۔" (مردِ مومن ص۲۱ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالحمید خاں)

[3] ۔ علامہ اقبال مرحوم۔ ارمغانِ حجاز ص۳۸۔ پاکستان ٹائمز پریس لاہور۔

کے مطابق تبلیغی مشن چلانے کی تربیت دی جانے لگی۔ اس وقت مولانا سندھیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو بھی مدرسہ دارالرشاد سے دہلی میں بلا لیا اور اس نادرۂ روزگار جماعت میں شامل کر لیا۔ درحقیقت حضرت لاہوریؒ کی زندگی کو مصائب و نوائب کی کٹھالی میں ڈال کر کندن بنایا جا رہا تھا اور یہ ساری تیاریاں لاہور کے ام القریٰ میں بیٹھ کر نصف صدی تک رشد و ہدایت کی مسند آرائی کے لیے ہو رہی تھی۔

غافل مرو کہ تا در بیت الحرام عشق
صد منزل است منزلِ اوّل قیامت است

حضرت مولانا سندھیؒ کے ارشاد کے مطابق "نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی سرپرستی میں حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند مرحوم کے ساتھ حکیم اجمل خاںؒ[1] اور نواب وقار الملک[2] ایک ہی طرح شریک تھے۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھ کر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا۔ اسی طرح دہلی پہنچ کر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے لہٰذا اس غرض کی تکمیل کے لیے دہلی تشریف لائے۔ ڈاکٹر انصاریؒ[3] سے میرا

---

[1] ۔ حکیم اجمل خاں مرحوم حکمت یونانی کے محی اور نامور علمبردار تھے۔ آزادی ہند کے مجاہدوں میں ان کا ممتاز مقام تھا۔

[2] ۔ نواب وقار الملک نے ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔ ان کی زندگی نے اسلامی عظمت کا سکہ ہمارے دلوں میں بٹھا دیا (موجِ کوثر ص۱۲۰۔ شیخ محمد اکرام۔ مولانا شوکت علیؒ کے خط کا اقتباس) نواب وقار الملک مرحوم نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک سرسید کے ہمنوا تھے۔ انہوں نے نواب سلیم اللہ (نواب آف ڈھاکہ) سے مسلم لیگ کے سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا۔ ان لوگوں کی کوششوں سے لارڈ منٹو کے عہد میں مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملا۔

[3] ۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم، آپکو حضرت شیخ الہند سے گہرا تعلق تھا۔ آپ حضرت شیخ الہند مرحوم کی تحریک آزادی کے حامی معاون اور سرپرست رہے۔ آپ تحریک خلافت اور کانگریس کے ممبر تھے۔ ۱۹۲۷ء میں کانگریس کے صدر بنائے گئے کئی دفعہ جیل گئے۔ ۱۹۳۶ء اپریل میں انتقال ہوا۔ دہلی میں مدفون ہوئے۔
(بیس بڑے مسلمان ص۲۹۵۔ عبدالرشید ارشد)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تی رونت کرایا۔ ڈاکٹر انصاریؒ نے مجھے مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ سے ملایا۔ اس طرح میں تقریباً دو سال مسلمانانِ ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقف رہا۔

حضرت لاہوریؒ کی دوسری شادی

پہلی اہلیہ محترمہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی مرحوم نواب شاہ تشریف لے

سلہ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم۔ ۱۱ نومبر ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ کم عمری ہی میں تعلیم سے فارغ ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں رسالہ لسان الصدق، ۱۹۱۲ء میں اخبار الہلال، ۱۹۱۵ء میں البلاغ۔ بنگال سے جلاوطن۔ تحریک عدم تعاون میں حصہ، گرفتاری۔ ۱۹۲۳ء میں نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس کے صدر، ۱۹۴۰ء میں کانگریس کے صدر، کئی سال قید و بند، ملک کی آزادی کے بعد حکومت ہند کے وزیر تعلیم، اپنے وقت کے عظیم الشان ادیب، بے بدل علامہ، عظیم مفسر، سحر بیان خطیب، امام الہند، علم و ادب (عربی، فارسی، اردو) کے شہنشاہ، مفکر اعظم (بیس بڑے مسلمان صفحہ، عبدالرشید ارشد، مکتبہ رشیدیہ لاہور)

سلہ حضرت مولانا محمد علی جوہر نور اللہ مرقدہ۔ حضرت مولانا شوکت علی مرحوم کے چھوٹے بھائی تھے آتش بیان خطیب اور تحریک خلافت کے جاں فروش سپاہی تھے۔ کامریڈ کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع تھے۔ ہندوستان کا ذکر نہیں، انگلستان کی صحافت میں عزت، ثروت، اقتدار و جاہت کے لئے ان کے لئے قدم قدم پر رستے کھلا تھا، لیکن اس کشتہ عشق نے ماسوا کی طرف نظر اٹھانا بھی گناہ سمجھا اور سارے رشتے چھوڑ کر ایک کا ہو رہا۔ (بقول مولانا عبدالماجد دریا بادی منقول از بیس بڑے مسلمان صفحہ عبدالرشید ارشد)

سلہ مصنف کی "مرد مومن" کی ایک تاریخی غلطی۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی زندگی پر پہلی کتاب نوائے وقت ملتان کی اس کے ایک ہفتہ بعد عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز نے مرد مومن کے نام سے حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے سوانح حیات لکھے بعنوان اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا کی پہلی اور دوسری شادی کا ذکر بے بعد یہ ہے کہ سب حالانکہ ان کی پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد مولانا سندھیؒ نے جمعیۃ الانصار کی تحریک میں دیوبند میں سعی کی۔ بعد ازاں نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کا کشف اور پھر مولانا احمد علی مرحوم کا نواب شاہ میں رہنا واقعات سے ثابت ہے مرد مومن کے مؤلف کا یہ تضاد کی تصدیق ابو منظور سعید صاحب کی جانب کرو دستی میں بھی کی گئی اور اسی لیے نواب شاہ میں بھی ابو منظور سعید صاحب کی تحریر کی ہی نقل ہے جو بہر لحاظ سے درجہ ثقاہت تک پہنچی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اپنی زبان سے لکھوائی ہے۔

گئے تھے اور مولانا سندھیؒ دارالعلوم دیوبند میں جمعیۃ الانصار کی تشکیل میں مصروفِ عمل تھے لیکن حضرت سندھیؒ کو اپنے شاگردِ ارجمند کے نکاحِ ثانی کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی۔ بالآخر تین سال کے عرصے کے بعد حضرت مولانا ابو محمد احمد عبید الرحمٰنؒ نے حضرت سندھیؒ کو تحریر فرمایا "آپ اگر پسند فرمائیں تو میں مولوی احمد علی صاحب سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتا ہوں" پیشکش حضرت سندھیؒ نے بہ ہزار بہجت و مسرت قبول فرمائی کیونکہ اس میں علمی اور روحانی مناسبت کا پہلو بہت نمایاں تھا۔ لہٰذا محرم الحرام ۱۳۳۰ھ کو دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت لاہوریؒ کا خطبۂ نکاح پڑھا اور یہ تاریخی سعادت ایزد متعال کا خصوصی عطیہ تھا۔

آپ کی تمام اولاد (اناث و ذکور) آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ (صفیہ بی بی) کے بطن مبارک سے ہے۔

علیگڑھ کا قیام

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی جماعت میں ایک مولوی انیس احمد بی۔ اے بھی تھے۔ وہ باقی اسباق کے علاوہ حضرت لاہوریؒ سے صرف و نحو بھی پڑھا کرتے تھے مولوی انیس احمد صاحب کے والد علی گڑھ کالج میں ایک ممتاز عہدہ پر فائز تھے۔ حضرت سندھیؒ سے مولوی انیس احمد صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مولانا احمد علیؒ صاحب کو ان کے ہمراہ علی گڑھ بھیج دیں۔ لہٰذا حضرت سندھی نے آپ کو مع اہل و عیال علی گڑھ بھیج دیا۔ آپ ایک ماہ علی گڑھ رہ کر دہلی واپس آ گئے۔ دہلی میں مولانا مدرسہ کی بجائے ایک علیحدہ مکان میں رہتے تھے۔

سلہ۔ "مرد مومن" صفحہ ۱۹۔ عبدالحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز۔

سلہ۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحدیثِ نعمت

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی جماعت میں حضرت لاہوریؒ بھی شامل تھے باقی گریجویٹ اور علماء کرام سے علاوہ آپ میں دو خصوصی امتیازات پائے جاتے تھے۔ ابتداء میں حضرت سندھیؒ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا تھا کہ وہ ان کو درسِ قرآن کے تفسیری نکات و رموز نقل کرنے کی اجازت دیں، لہٰذا حضرت لاہوریؒ درسِ قرآن کے موقعہ پر نہایت تیلہ خوشخطی اور سرعت سے روزانہ بیس تیس اور بعض اوقات چالیس چالیس صفحات احاطۂ تحریر میں لاتے جن کی تصحیح بعد میں حضرت سندھیؒ کے حضور میں بیٹھ کر کی جاتی تھی۔ اس وقت حضرت سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ میری تقریر کا اٹھانوے فیصد حصہ نقل کرنے میں کامیاب ہیں۔ یہ کاپیاں تعداد میں سولہ تھیں۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ جب ہندوستان سے ہجرت کر کے (جس کا ذکر آئندہ اوراق میں کیا جائے گا) افغانستان جانے لگے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ مذکورہ مسوّدات تفسیر کو اپنے ہمراہ لے جائیں۔ اب حضرت مولانا لاہوریؒ نے نہایت فرزندانہ حُسنِ طلب اور منکسرانہ تواضع سے عرض کیا۔ کہ حضور! "یہ تحریرات آپ کے دل و دماغ کا حاصل ہیں۔ آپ جب چاہیں گے، بفضلِ خدا تعالیٰ اس سے بہتر عبارات تیار کر لیں گے۔ مگر مجھ بے بضاعت کے پاس تو ان کے سوا کوئی بھی علمی اور تفسیری سرمایہ نہیں ہے۔" یہ سن کر حضرت سندھیؒ نے ازراہِ تلطف ان کاپیوں کو حضرت لاہوریؒ کے پاس ہی رہنے دیا۔

یہ قرآن حکیم کے تیرہ پاروں کے تفسیری و توضیحی نکات کا مجموعہ تھا۔ ان دنوں مولانا لاہوریؒ کا معمول تھا کہ آپ نمازِ عصر کے بعد حضرت باقی باللہ والے قبرستان میں تشریف لے جاتے، جبکہ باقی طلبہ شہر میں گھومنے چلے جاتے تھے۔ آپ کسی غیر آباد مسجد کے ممبر پر بیٹھ جاتے اور حضرت سندھیؒ سے حاصل کردہ اسباق کو اس طرح دہرایا

سلہ - "انوارِ ولایت" مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص۵۴، ۵۵

کرتے تھے۔ گویا حاضرین آپ کے ارشادات کی سماعت کر رہے ہیں۔ زمانہ تعلیم میں یہ سلسلہ متواتر جاری رہا۔

"اماماً للاتقیاء کو فطرت کے پُرذوق رُجحانات ایک نئی راہ پر لے جا رہے تھے۔ خداوندِ عالم کو منظور تھا کہ جس شخص کو لاہور جیسے تہذیبِ نو کے مرکز میں بیٹھ کر دینِ مصطفےٰ کی اشاعت کا کام کرنا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے لمحات کسی تنہا گوشے میں جا کر ذکر و فکر سے آراستہ کرے تاکہ جب وہ روحانیت کا علمبردار بن کر مسندِ ارشاد پر جلوہ گری کرے تو اس کی چتون میں بادیہ انوار کی تابانی ہو۔ اس کی زبان کے الفاظ دلوں میں راہ پائیں۔ اس کی صحبت کے فیوض و برکات کا دائرہ عرب و عجم تک وسیع ہو۔ الغرض! اس مبارک زندگی میں دماغی کاوش، محنت پژوہی، ذکر و فکر کی ہمیشگی، تقویٰ و ورع کی تمام صورتوں کی پاسداری اور ضبطِ نفس کے مجاہدانہ اصول و آئین کی حفاظت رات دن کا معمول بن چکا تھا۔ بارک اللہ۔ ایک روح تھی جو قرآن مجید کی الہامی اقدار سے مالا مال ہو رہی تھی۔ ایک دل تھا جو کلامِ الٰہی کے قدسی انوار سے کسبِ ضیا کر رہا تھا۔ ایک دماغ تھا جو محققانہ تدبر و تفکر کے ابواب میں محو تھا۔ یقیناً مصلحانہ زندگی کی تعمیر فطرت کے اصولوں کے مطابق ہو رہی تھی۔ "انا سنلقی علیک قولاً ثقیلا" (تحقیق ہم مستقبل قریب میں آپ پر اشاعتِ قرآن اور تزکیہ قلوب کا اہم فریضہ نازل کرنے والے ہیں۔) سورۃ مزمل رکوع ۵:۱" [1]

اب نظارۃ المعارف القرآنیہ کی جماعت کے امتحان کا وقت آیا۔ لہٰذا حضرت سندھی مرحوم نے اپنی مدد کے لیے قاضی ضیاءالدین ایم۔اے[2] کو بلایا۔ امتحان کا نتیجہ نکلا تو حضرت

سلہ "انوارِ ولایت" ص۵۴، ۵۵ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ واقعاتِ زندگی مولانا احمد علی مرحوم۔

کلہ - قاضی ضیاءالدین ایم اے نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کے طلبہ کو بعض انگریزی پڑھاتے تھے۔ لہٰذا ان کو معاونت کے لیے امتحان کے موقعہ پر بھی حضرت سندھیؒ نے طلب فرما لیا۔

("انوارِ ولایت" ص۵۵۔ پنجاب پریس لاہور۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ تمام سبقوں میں اوّل نمبر پر آ گئے۔

آگرہ کا تبلیغی دورہ

فیصلہ کیا گیا، کہ نظارۃ المعارف القرآنیہ کے طلبا باہر دیہاتوں میں تبلیغی مشن پر جایا کریں۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے علاوہ مولانا علی اسد اللہ مرحوم اور حکیم مولانا فضل الرحمان صاحب کو مولانا سندھیؒ ساتھ لے کر آگرہ تشریف لے گئے اور وہاں ان حضرات کے علاقوں کا تعیّن فرما کر خود دہلی واپس آ گئے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم نے اپنے متعینہ علاقہ کے ۲۵ دیہاتوں کا دورہ کیا۔ اس سفر میں آپ کو صرف ایک بستی میں ایک مسجد نظر آئی۔ دراصل ان دیہاتوں کے باشندے اسلامی حکومت کے وقت مسلمان تو ہو گئے، لیکن اسلام کے نظریات، عقائد اور نبوی اعمال سے بالکل نابلد رہے۔ ان کے نام محمد سنگھ اور

ے "مردِ مومن" کے مصنف کی چند غلطیاں:۱۔ موصوف عبدالحمید خاں فیروز سنفر نے آگرہ کے تبلیغی دورے کو علیگڑھ کے قیام پر مقدم کر دیا ہے۔ حالانکہ آثار و قرائن سے علیگڑھ کے قیام کی تقدیم ثابت ہے۔ بابو منظور سعید صاحب کی تحریر جو حضرت لاہوریؒ کی اپنی زبان مبارک کی صوتی ہوئی ہے اس میں بھی آگرہ کے تبلیغی دورہ کو مؤخر کیا گیا ہے۔ ۲۔ موصوف مذکور رہا، پنی ۲ صفحہ کے ۳۲ پر لکھتے ہیں "نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں حضرت کے زمانہ قیام میں مولانا سندھیؒ کو ان کے چند احباب نے مشورہ دیا کہ علما کی جماعت کو تبلیغی مکے پر بھی بھیجا جانے تا کہ وہ دیہاتیں پیدل سفر کریں۔ آریہ کی شدھی اور سنگٹھن تحریکات کی مدد کرنے اور دوسری صعوبتیں اٹھانے کی عادی ہو جائیں" آریہ کی شدھی تحریک اور سنگٹھن تحریکات کی مدد کرنے" میں غلطی ہے اور بالکل واضح ہے اگر طرز غلطی کو کاتب یا پریس کی طرف منسوب کریں تب بھی مؤلف کا فرض ہے کہ اس کا مناسب طریق سے ازالہ کریں۔
۳۔ سابقہ عنوان میں جہاں قاضی زادہ کا جواب نقل کرتے ہیں وہاں عبارت ہے "تو قاضی زادہ نے فیصلہ کن جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ حفظ پڑھنے کے سوا کچھ نہیں جانتا" بابو منظور سعید صاحب کی مصدقہ بیاض اور حضرت کے ع حالات نوشتہ دیتے میں یہ الفاظ ہیں: "آخر اس نے جواب دیا کہ سوائے حفظ کے میں کچھ نہیں جانتا۔" (تذکرہ و قیم الحروف)

محمد رام تھے۔ وہ اسلامی تہواروں سے ناآشنا، وہ ہندوانہ رسومات میں بڑی شد و مد سے شریک ہوتے تھے۔ جب مولاناؒ نے دریافت کیا کہ آپ کے نکاح اور جنازہ وغیرہ کون پڑھاتا ہے تو جواب ملا کہ "اچھنیو" ریلوے اسٹیشن سے ایک قاضی صاحب اس کام کے لیے بلائے جاتے ہیں۔

مولاناؒ ایک دن قاضی صاحب سے ملنے کی غرض سے ان کے گاؤں میں تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب ضعیف و ناتواں شخص تھے۔ انہوں نے اپنے صاحبزادے کو مولاناؒ کی ملاقات کے لیے بھیجا۔ آپ نے قاضی زادہ سے عربی، فارسی، اردو کی تعلیم کے متعلق پوچھا، لیکن اس نے بڑی صاف دلی سے ہر سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے کہا کہ "میں سوائے حفظ کے کچھ بھی نہیں جانتا۔"

مولانا نظارۃ المعارف القرآنیہ میں بطور صدر مدرّس

مدرسہ مذکورہ میں ابھی تیرہ پارے ہی ختم ہوئے تھے، جبکہ مدرسہ کو حالات کی ناسازگاری سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۴ء کا ہے۔ جبکہ تمام دنیا کے بسنے والے پہلی جنگِ عظیم کے شعلوں کی لپیٹ میں آ رہے تھے۔ اس جنگ میں ترکی بھی شامل تھے اور برطانیہ ترکی کے خلاف برسرِ پیکار تھا۔ مولانا سندھیؒ پر ان واقعات نے دن کا

لہ مولانا سندھیؒ کی زندگی پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو یقین آ جاتا ہے کہ یہ مردِ حق عصرِ حاضر کے تمام تقاضوں سے بے نیاز ہے۔ اس کا کردار توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کو طاغوتی خطرات خوفزدہ کرنے سے عاجز ہیں۔ حضرت سندھیؒ اس ساحل پر سانس لینا پسند کرتے ہیں جس میں جری سے جری جوانمرد کا زہرہ بھی گداز ہو جائے۔ ے

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں۔ وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد (علامہ اقبال علیہ الرحمۃ)

جب ہم ان کو گرجتے ہوئے طوفانوں کی طرف نہایت برق رفتاری سے بڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بے ساختہ یہ شعر یاد آتا ہے ے اے ذوقِ اذیت مجھے منجدھار میں لے چل ساحل پہ کچھ اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

چلنے اور رہائش کی نیند حرام کر دی تھی۔ آپ حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ کے مشورہ سے ہجرت کر کے کابل جاتے ہوئے، مدرسہ مذکور کے تمام انتظامات کی ذمہ داری حضرت لاہوریؒ کے کندھوں پر ڈال گئے۔ آپ نے تقریباً دو سال تک درس و تدریس کا کام نہایت دلجمعی سے نبھایا۔

بیگم صاحبہ والیٔ بھوپال کا وظیفہ

محترمہ بیگم صاحبہ[1] والیٔ بھوپال نے مولانا سندھیؒ کا دو سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ ان کی ہجرت کے بعد بیگم موصوفہ نے مولانا مفتی انوار الحق اور حضرت مولانا عبداللہ ٹونکی کو دہلی بھیجا تاکہ وہ حضرت سندھیؒ کے قائم مقام کی علمی حیثیت اور عملی قوت کا پورا پورا جائزہ لیں۔ یہ دونوں حضرات عین درس کے موقعہ پر تشریف لائے۔ درس سنتے رہے۔ لہٰذا ان کو حضرت لاہوریؒ کی علمی استعداد اور انتظامی قابلیت کا ہر طرح سے اعتراف کرنا پڑا۔ اور اب وہ دو سو روپے ماہانہ وظیفہ حضرت لاہوریؒ کے نام منتقل ہو گیا۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) مولانا سندھیؒ اب انگریزوں کے خلاف ترکوں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں مجاہد کبیر حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو حکم فرمایا: "آپ کابل میں ہجرت کر کے چلے جائیں۔" چنانچہ آپ بھیس بدل کر صوبہ سندھ سے ہوتے ہوئے کوئٹہ پہنچے۔ مولانا نے تمام سفر ریل کے ذریعے طے کیا۔ سی۔ آئی۔ ڈی سایہ کی طرح آپ کے تعاقب میں تھی۔ لیکن اہل اللہ کی عقل دنیاداروں سے تیز ہوتی ہے۔ القصہ مولانا بفضل خدا کوئٹہ سے کابل پہنچ ہی گئے ؎

عشق کامل ہو، تو ناکامی تہ ہو، اے دل تجھے
ڈھونڈ لے ساحل تجھے، آواز دے منزل تجھے

"آثار ولایت" ص۶۵، ۶۶ مطبوعہ پنجاب پریس حالاتِ زندگی مولانا احمد علی مرحوم)

[1] کاپی بابو منظور سعید صاحب۔

رُوحانی خلافت کا خلعت

ایک طرف مولانا احمد علی مرحوم کے سامنے امام انقلاب حضرت سندھیؒ اور شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے شبانہ روز سرفروشانہ کارنامے تھے، جن میں وہ برابر کے شریک تھے۔ تو دوسری طرف حضرت امروٹیؒ اور حضرت دین پوریؒ جیسے نادرۂ روزگار حضرات کی عارفانہ حیات کے انوار تھے جو کہ آپ کے قلب سلیم و منیب کو تزکیہ و تصفیہ کے فیوض سے مالا مال کرتے رہتے تھے کیونکہ آپ ہر قسم کے علمی اور سیاسی مشاغل کے باوجود روحانیت کے مذکورہ بالا مرد چشموں پر اپنی سالکانہ پیاس بجھانے کے لیے وقتاً فوقتاً حاضری دیتے رہتے تھے۔ آپ کئی دفعہ درس[2] وغیرہ میں فرمایا کرتے تھے "میں حضرت امروٹیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو میرے کاسۂ گدائی میں کچھ ڈال دیتے اور جب مجھ کو اپنے آقا دین پوریؒ کی ملکوتی صحبت میں جانے کا سنہری موقعہ میسر آتا تو وہ بھی" یہی سالکانہ احتیاج و اشتہار کا خیال کر کے اپنی مربیانہ دلو و دہش سے محروم نہیں رکھتے تھے۔ آپ مسند ارشاد پر بیٹھ کر نہایت عقیدت بھرے الفاظ میں جھوم جھوم کر اپنے روحانی شیوخ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ؎

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

القصہ! آپ کو اپنے ہر دو حضراتِ طریقت کی بارگاہ ولایت سے یکے بعد دیگرے خرقۂ خلافت عطا ہوا۔ حضرت دین پوری قدس سرہٗ کی خلافت اس اعتبار سے بہت اونچا مقام رکھتی ہے کہ حضرت دین پوریؒ نے حضرت لاہوریؒ کے سوا کسی کو بھی اپنا خلیفۂ مجاز نہیں بنایا۔

---

[1] صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سربکف
(علامہ اقبالؒ۔ بال جبریل ص — کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس ہیبٹ روڈ۔ لاہور)

[2] مولوی ملک عبدالحمید خاں فیروز پوری ناظم مدرسہ مولانا عبدالہادی صاحبزادہ حضرت دین پوریؒ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیاسی زندگی کی ایک جھلک

جمیعۃ الانصار دیوبند، نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی اور ریشمی خطوط کی تجویز دراصل[1] اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اتحادِ عالمِ اسلامی اور آزادیٔ ہند کے لیے تجویز فرمایا تھا۔

اگست ۱۹۱۶ء کو اس تجویز کا انکشاف ہوا جو گورنمنٹ کے کاغذات میں ریشمی خطوط[2] والی سازش کہلاتی ہے۔ اس کو رولٹ ایکٹ کے الفاظ میں اس جگہ درج کرنا ضروری ہے تاکہ ہندوستان کی آزادی کے حقیقی علمبرداروں کی سرفروشیوں اور جاں سپاریاں تاریخِ عالم کا مطالعہ کرنے والوں پر واضح ہو سکیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہ دشمن جو اپنی سطوت و طاقت کے نشے میں بدمست ہو کر کہتا تھا کہ میں سمندروں کا خدا ہوں، میری حدودِ مملکت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا مجھ پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے تو میں سنگینوں پر اٹھا لوں گا! اس مغرور اور جابر طاقت نے اس تحریک سے کیا اثر لیا۔ اُس

---

[1] - نقشِ حیات مومن ص۲۶۱ مطبوعہ لاہور۔ عبدالحمید خان - فیروز سنز لاہور۔

[2] - رولٹ کمیٹی کی رپورٹ کے پیرا ۱۶۱ میں درج ہے۔ اگست ۱۹۱۶ء میں ریشمی خطوط کے واقعات کا انکشاف ہوا اور حکومت کو اس سازش کا پتہ چلا۔ یہ ایک منصوبہ تھا جو اس خیال سے ہندوستان میں تجویز کیا گیا تھا کہ ایک طرف شمال مغربی سرحدات پر گڑبڑ پیدا کی جائے اور دوسری طرف ہندوستانی مسلمانوں کی شورش سے اسے تقویت دے کر برطانوی راج کو ختم کر دیا جائے۔

اس منصوبہ کو مضبوط کرنے اور عمل میں لانے کے لیے مولوی عبیداللہ نامی ایک شخص نے اپنے ساتھیوں عبداللہ، فتح محمد اور محمد علی کے ساتھ اگست ۱۹۱۵ء میں شمال مغربی سرحد کو پار کیا۔ عبیداللہ پہلے سکھ تھا، بعد میں مسلمان ہوا اور دیوبند ضلع سہارنپور کے مذہبی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے مولوی بنا۔ وہاں اس نے اپنے باغیانہ اور برطانیہ کے خلاف خیالات کا زہر چند مدرسین اور طلبہ میں پھیلا دیا۔ جن لوگوں پر اس نے اثر ڈالا ان میں سب سے بڑی شخصیت مولانا محمود حسن صاحب کی تھی

کی نظر میں اس تحریک کی کیا حیثیت تھی؟ اس کی بنیادیں کتنی مضبوط تھیں؟ اور اس تحریک نے ملک کی کیا خدمت سرانجام دی؟ اور اس کے کارکنوں نے کس طرح جان

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو مدتوں تک درسگاہ دیوبند کے صدر مدرس رہے۔ عبیداللہ چاہتا تھا کہ دیوبند کے مشہور و معروف فارغ التحصیل مولویوں کے ذریعے ہندوستان میں برطانیہ کے خلاف ایک عالمگیر اسلامی (پان اسلامک) تحریک چلائے۔ مگر مہتمم صاحب اور اہلِ شوریٰ نے اس کو اور اس کے چند عالیت نگاں کو نکال کر اس تجویز کو درمیان میں ہی ختم کر دیا۔ مولانا محمود حسن بہرحال دیوبند میں رہے اور عبیداللہ سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مولانا کے مکان پر خفیہ مجالس قائم ہوئیں اور کہا جاتا ہے کہ سرحد کے کچھ آدمی بھی ان میں شریک ہوا کرتے۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو مولانا محمود حسن نے بھی ایک شخص محمد میاں اور دوسرے دوستوں کے ساتھ عبیداللہ کی مثال کی پیروی کی اور شمال کی طرف جانے کے بجائے نہیں بلکہ عرب کے صوبہ حجاز میں مقیم ہونے کے لیے ہندوستان چھوڑ دیا۔

روانہ ہونے سے پہلے عبیداللہ نے دہلی میں ایک دوسرا مدرسہ قائم کیا اور ایسی کتابیں معرضِ اشاعت میں لایا جن میں ہندوستانی مسلمانوں کو جنگی اور مذہبی جوش کی ترغیب دی گئی اور ان کو جہاد کے فرضِ اولیٰ کے ادا کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا۔ اس شخص کا اور اس کے دوستوں کا جن میں مولانا محمود حسن صاحب بھی شامل ہیں عام مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حملہ ہندوستان پر ہو اور ہندی مسلمانوں کی بغاوت سے اس کو تقویت پہنچے۔ اب ہم ذیل میں ان کوششوں کا ذکر کریں گے جو ان لوگوں نے اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لیے کیں۔

عبیداللہ اور اس کے دوست پہلے ہندوستانی مجنونانِ مذہبی کے پاس گئے اور اس کے بعد کابل پہنچے۔ وہاں وہ ترکی و جرمنی کے ممبروں سے ملے اور ان سے تبادلۂ خیالات کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد ان کا دیوبندی دوست مولوی محمد میاں انصاری بھی آن سے آن ملا۔ یہ آدمی مولانا محمود حسن کے ساتھ عرب گیا تھا اور ۱۹۱۶ء میں وہ اعلانِ جہاد ساتھ لے کر آیا تھا جو حجاز کے ترکی فوجی حاکم غالب پاشا نے محمود حسن کو دیا تھا۔ اثنائے راہ میں محمد میاں اس تحریر (غالب نامہ) کی نقلیں ہندوستان اور سرحدی قوموں میں تقسیم کرتا ہوا آیا۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہتھیلی پر رکھ کر کام کیا۔ الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

(بقیہ) عبیداللہ اور اس کے سازشی ساتھیوں نے ایک تجویز تیار کی تھی کہ جب سلطنت کو مٹا دیا جائے تو ہندوستان میں ایک عارضی حکومت قائم کی جائے۔

ایک شخص مہندر پرتاپ اس کا پریذیڈنٹ ہونے والا تھا۔ یہ شخص ایک اچھے خاندان کا ہندو اور خود لائے رہی سیرت کا آدمی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اسے سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں سفر کرنے کا پروانہ راہداری دیا گیا۔ وہ سیدھا جنیوا گیا۔ وہاں ہر دیال سے ملا اور ہر دیال نے اس کا جرمن کونسل سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد وہ جرمن چلا گیا۔

ایک شخص عبیداللہ کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی نسبت لکھتا ہے "وہ شخص تجویزیں تیار کرنے میں بہت عجیب و غریب اور غیر معمولی آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی بڑی سلطنت کا حکمران ہے۔ وہ وہاں سے کسی خاص مشن کے لیے بھیج دیا گیا۔ کیونکہ اس نے جرمنوں پر اپنی اہمیت کا اثر مبالغہ آمیز طریقے سے ڈالا۔

خود عبیداللہ ہندوستان کا وزیر ہونے والا تھا اور کرشنا ورما کا دوست اور امریکن غدر پارٹی کا ممبر برکت اللہ جس نے برلن کے راستے کابل کا سفر کیا تھا۔ وزیر اعظم ہونے والا تھا۔ یہ شخص ریاست بھوپال کے ایک ملازم کا بیٹا تھا اور انگلستان، امریکہ اور جاپان ہو آیا تھا۔ یہ شخص ٹوکیو ہندوستانی کا پروفیسر مقرر ہوا تھا اور اس نے برطانیہ کے خلاف ایک اخبار (Islamic Fraternity) کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس اخبار کو بعد میں جاپانی حکام نے بند کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنے عہدے سے موقوف کر دیا گیا اور پھر وہ امریکہ جا کر اپنے غداری دوستوں سے مل گیا۔

وہ جرمن جو اپنے مقاصد کے لیے افغانستان میں آئے تھے۔ جب ناکام رہے تو ۱۹۱۶ء میں واپس چلے گئے مگر ہندوستانی وہیں رہے اور (Provisional Government) عارضی حکومت والوں نے روسی ترکستان کے حاکم اعلیٰ اور بادشاہ روس کو اس مضمون کے خط لکھے کہ روس کو چاہیئے کہ برطانیہ کے اتحاد کو خیرباد کہہ کر ہندوستان سے سلطنت برطانیہ کے مٹا دینے کی کوشش میں امداد دے۔ ان خطوط پر مہندر پرتاپ کے دستخط تھے۔ آخر وہ برطانیہ کے ہاتھ آگئے۔ شہنشاہ روس کے نام جو خط تھا۔

(جاری۔ اگلا صفحہ)

وہ سونے کے پترے پر لکھا گیا تھا جس کی عکسی تصویر ہم کو دکھائی گئی۔ حکومت عارضی نے ترکی گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی تجویز بھی کی اور اس مقصد کے حصول کیلئے عبیداللہ نے اپنے پرانے دوست محمود حسن کو خط لکھا۔ یہ خط اور ایک اور خط مورخہ ۹ رمضان مطابق ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کے ساتھ جو محمد میاں انصاری نے لکھا تھا۔ بدیں غرض کہ اس نے حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کے نام ایک نوٹ لکھ کر بھیج دیا۔ یہ شخص اس وقت مفقود الخبر تھا۔ شیخ عبدالرحیم نے اس نوٹ میں التجا کی تھی کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ہاتھ وہ خطوط مکہ میں محمود حسن کو پہنچا دے۔ وہ خط زرد ریشمی کپڑے پر بہت صاف اور خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔

محمد میاں کے خط میں یہ باتیں لکھی ہوئی تھیں

"جرمن اور ترک وفود کا آنا۔ جرمنوں کا واپس جانا۔ ترکوں کا بغیر کسی کام کے رہ جانا۔ غالب نامہ کی اشاعت، حکومت کی تجویز، خدائی فوج کی مجوزہ ساخت۔ اس فوج کے لیے یہ تجویز تھی کہ اس کیلئے ہندوستان سے رنگروٹ بھرتی کیے جائیں اور مسلمان حکمرانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے۔ محمود حسن ان تمام حالات کو حکومت ترکیہ عثمانیہ تک پہنچانے پر مقرر کیا گیا تھا۔ عبیداللہ کے خط میں خدائی فوج کا ایک نقشہ تھا۔ اس فوج کا ہیڈ کوارٹر مدینہ اور اس کا جنرل انچیف محمود حسن ہونے والا تھا۔ دوسرے ہیڈ کوارٹرز مقامی جرنیلوں کے ماتحت قسطنطنیہ، تہران اور کابل میں قائم ہونے والے تھے۔ کابل میں خود عبیداللہ جرنیل مقرر ہونے والا تھا۔ اس نقشہ میں تین سرپرستوں، ۱۲ فیلڈ مارشلوں اور بہت اعلیٰ فوجی افسروں کے نام تھے۔ لاہور کے بھاگے ہوئے طالب علموں میں سے ایک میجر جرنیل اور کرنل اور ایک لفٹیننٹ کرنل ہونے والے تھے۔ جو اشخاص ان اعلیٰ عہدوں کے لیے منتخب کیے گئے ان میں اکثر ایسے تھے جن سے ان کے تقرر کے متعلق مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ لیکن ریشمی خطوط سے جو اطلاعات ملیں ان میں بعض ملازم ضروری تھیں۔ وہ کہتے گئے دسمبر ۱۹۱۶ء میں مولانا محمود حسن اور ان کے چار رفقاء برطانیہ کے ہاتھ آ گئے:

وہ اس وقت جنگی قیدی ہیں اور برطانیہ کی سلطنت کے ایک حصے میں نظر بند ہیں۔

غالب نامہ کی آشریح

غالب پاشا جس نے غالب نامہ پر دستخط کیے تھے۔ وہ آجکل جنگی قیدی ہے اور وہ اس امر کا اقبال کرتا ہے کہ اس نے اس کاغذ پر دستخط کیے تھے، جو محمود حسن پارٹی نے اس کے روبرو پیش کیا تھا اس کے ضروری حصہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

(جاری ہے۔ اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

محولہ بالا اقتباسات کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کی حیات و ولایت آثار کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ حقیقت تاریخی شواہد سے واضح ہو جائے کہ آپ مجاہدین کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ میں مولانا سندھیؒ کی سرفروشانہ کوششوں کا تذکرہ پڑھ کر انسان ان کو مافوق الفطرت شخصیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک درویش صفت انسان میں عالمگیر انقلاب کے ولولے موجود ہوں۔ برطانیہ جیسے فرعون وقت، ظالم اور جابر حکومت کا تختہ الٹنے کے منصوبے رات دن تیار کیے جائیں۔ تمام اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم طاقتوں کو ہندوستان کی آزادی کے لیے مدد کرنے کی دعوت دی جائے۔ اگر یہ مساعی جمیلہ کلیم الٰہی تائیدات کی حامل نہیں ہیں تو اور

(بقیہ حاشیہ) «ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مسلمان ہر قسم کے اسلحہ سے آراستہ ہو کر خدا کی راہ میں جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خدائے قادر و قیوم کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین دشمنانِ اسلام پر غالب آگئے ہیں۔ اس لیے اے مسلمانو! اس ظالم عیسائی حکومت پر حملہ کرو جس کی قید میں تم پڑے ہو۔ بہت جلد عزم صمیم سے اپنی تمام کوششوں کو دشمن کو مار ڈالنے کے لیے وقف کر دو اور ان سے نفرت اور دشمنی ظاہر کر دو۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مولوی محمود حسن آفندی جو پہلے ہندوستان کے مدرسہ دیوبند میں تھے، ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم سے مشورہ لیا ہم نے اس میں ان کی تائید کی اور انہیں ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان پر اعتماد کرو اور آدمیوں اور روپوں اور ہر چیز سے جو وہ طلب کریں ان کی امداد کرو۔

رولٹ ایکٹ کمیٹی کے ارکان کو اگرچہ واقعات کا صحیح علم نہ ہو سکا لیکن گزشتہ تحریر سے حضرت شیخ الہند مرحوم کی غازیانہ عزیمت اور آپ کی تجویز کی عظمت کا کافی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت شیخ کی تجویز بلاشبہ کامیاب تھی۔ مگر افسوس عربوں کی بغاوت اور جرمنی کی اچانک شکست نے اس کو ناکام کر دیا۔

لے سوانح علمی ص ۲۳۰ تا ۲۰ رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ، منقول از بیس بڑے مسلمان ص ۳۱۶ مصنفہ عبدالرشید ارشد

کیا ہیں؟

شیخ التفسیر مولانا لاہوریؒ اسی سازش کے سلسلے میں گرفتار ہوئے۔

مولانا احمد علیؒ کی گرفتاری

سابقہ اوراق میں جن ریشمی خطوط کا ذکر آیا ہے وہ خطوط مولانا کو دہلی پہنچائے گئے۔ آپ نے حضرت سندھیؒ کی ہدایت کے مطابق مکتوب الیہم کو پہنچانے کا خفیہ انتظام فرمایا۔ اب ان خطوط کی تقسیم کے چھ ماہ بعد اس نوعیت کے اور خطوط حضرت سندھیؒ کی طرف سے تقسیم کی غرض سے آ گئے۔ سوءِ اتفاق سے وہ خطوط پکڑے گئے اور ساتھ ہی خطوط کا راز بھی افشاء ہو گیا اور کچھ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نئے فرستادہ خطوط میں مولانا سندھیؒ کے خاص متعلقین کا ذکر تھا۔ خطوط کے پکڑے جانے کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا نے ایک ہی دن اور ایک ہی وقت پر مولانا موصوف کے تمام احباب کو گرفتار کر لیا۔

ایک دن حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں درس قرآن مجید میں مصروف تھے۔ جبکہ آپ کو ایک سپرنٹنڈنٹ پولیس اور دو انگریز مجسٹریٹوں نے وارنٹ گرفتاری دکھا کر حراست میں لے لیا۔ لے

ایں سعادت بہرہ شہبازو شاہیں کردہ اند

اب انہوں نے درس گاہ کے کمرے کو مقفل کر دیا۔ آپ کا مکان کٹڑہ بیڑیاں میں تھا۔ یہ فتح پوری مسجد سے قاضی حوض جانے والی سڑک پر واقع تھا۔ مکان پر جا کر آپ کے اہل و عیال کو خانہ تلاشی سے پہلے کمرے کی چھت پر جانے کا حکم دیا گیا۔ مولاناؒ کی قلمی تحریرات (تفسیری نکات کا مجموعہ) اور باقی کتب کو ان لوگوں نے ٹرنک میں بھر لیا اس موقعہ پر سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک ملازم کے اشارے سے چھت کی کانس میں ٹین کی

لے۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب! مصدقہ حالات حضرت لاہوریؒ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک چکتی ہوئی نلکی پکڑی گئی۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اس میں مولاناؒ کی علمی سندات تھیں۔ ان کو بھی ٹرنک میں رکھ لیا گیا۔

اب گھر کی تلاشی کے بعد آپ کو دوبارہ مدرسہ نظارۃ المعارف میں لائے ۔۔۔ درسگاہ کی تلاشی لی گئی اور کتابوں کا ٹرنک بھر کر سیل مہر لگادی۔

بطور جملہ معترضہ ہم مذکورہ سندات کی نقل درج ذیل کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرت لاہوریؒ نے اپنے حضرات سے یہ سندات دوبارہ حاصل کر لی تھیں۔

نقولِ سندات

الحمد للہ الذی ارفع اعلام العلم واعلی آثارہ واعزہ فی کل قرن جئے شرق وغرب واضاء ماحوله دتوس انوارہ وجعل آدم وبنیہ خلیفۃ بہ فی بسیط الارض حاکما علی الطول والعرض دار الزمان ادعارہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی العربی الہاشمی الذی کشف عنہ استائم وابان اسرارہ وافصح عن کل حق وحقیقۃ بما یبھر افکار العالم ویعد والحوارہ۔

اما بعد فان علم الحدیث انفاس النبوۃ وانفاث الرسالہ وھو ذخر الدنیا والدین وھو حق اللہ خفیا ان لم یکن جلیا وھو اشرف ما توسل بہ العبد الی حضرۃ النبی الامین وھو اوثق ما یعتمد علی بسطۃ واسنادہ واشرف ما ینتہیہ الطالب ویتمنیہ فی الدنیا وفی الآخرہ الخ دہ۔ قصی الحافظ فیہ اعمارھم وبلبسو آثارھم ولقد قید اللہ لہ خدمۃ فی کل حین یضربون اکباد الابل ولو الی صین۔ فمنھم اخونا فی اللہ الولی المولی العلامۃ احمد علی ادام اللہ برکاتہ ھو المحدث المفسر ممن ھدی اللہ لہ

لہ - مرد مومن ص۲۹ - مطبوعہ لاہور - عبدالحمید خان - فیروز سنز۔

جماعات من الناس وخلقہ علی الاخلاص والبنیۃ قرا الحدیث والتفسیر والفقہ ان لاعلی العلامۃ الشہیر مولانا عبید اللہ ادام اللہ فیضہ ثم حضر درس مسند الوقت ومحدث ذالک الزمن شیخنا ومولانا محمود حسن الدیو بندی رحمہ اللہ فاجازہ الاولی وکتب لہ بھا غیر ان الزمان دارت وفقدت اشیاءہ وبقی زمانا مھاجرا مھجورا فاستمد منی ما اسدت لہ یاصل ولا من ذلک فی وعروہ سھل لکن اردت التبرک بہ لکبس دینہ فاجزت بکل ما یجوزلی اجازتہ من الکتب الستۃ وغیرھا ماھو فی الاثبات مذکور وفی الاجازات مسطور بالاسناد المذکور فی کتاب الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبد الغنی کما اجازنی بہ شیوخی اجل ھم الشیخ محمود حسن رحمہ اللہ شیخ الہند ورحلۃ الآفاق۔ واللہ تعالیٰ اسأل ان یوفقہ لما یحب ویرضی وان یجعل اخرتہ خیرا من الاولی۔ آمین۔

وَ اَنَا العبد الاحقر محمد انور الکشمیری عفا اللہ عنہ

۲۲ صفر ۱۳۳۶ھ ببلدۃ لاہور

اسی طرح حضرت مولانا سندھیؒ نے جو سند آپ کو عنایت فرمائی وہ نہ صرف علمی سند ہے۔ بلکہ حضرت سندھیؒ کے اس گہرے قلبی تعلق کی آئینہ دار ہے، جو مولانا سندھیؒ کو آپ سے تھا۔ ذیل کی سند مع اردو ترجمہ درج کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	تمام تعریفوں کا مستحق وہی اللہ تعالیٰ ہے جو
الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ	تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی
للمتقین وصلی اللہ علی سیدنا	رحمتیں اور سلام ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ
محمد وآلہ وصحبہ وسلم	وسلم پر نازل فرمائے۔ اما بعد سید کالج
اما بعد فیقول العبد عبید اللہ	مولوی احمد علی لاہوری جو میرے بھائی

لہ - مرد مومن ص۳۳-۳۶ - عبدالحمید خان - فیروز سنز لمیٹڈ - لاہور۔

foobaa-elibrary.blogspot.com

بن الاسلام ان الصالح السعید
المولوی احمد علی اللاهوری
هو ابن اخی حبیب الله بن الاسلام
کفلته منذ رفد ربه ابواه فکان
عندی منذ کان ابن ثمانیة
سنین بمنزلة اعز اولادی
فاخذ عنی علوم الآلیة والعالیة
وتربی بعد الی می وسمع حتی اجزته
له درایة القرآن العظیم والحدیث
وغیرهما من العلوم سنة ۱۳۲۲ھ
اذ کنت بدار الرشاد واستجزت
له عن شیخی شیخ حسین بن محسن
الانصاری فاشتغل بالتعلیم
والتدریس ثم مکث واخذ
القرآن العظیم عنی وحجة الله
البالغة وما یناسب ذلک اذ
کنت بدهلی واشتغل بتعلیم
الکتاب والسنة ونشرهما فی
شبان المسلمین وشیوخهم
فافاد بارک الله فیه واجاد فما
کانت له حاجة الی تجدید
الاجازة لکن استدعاها منی بعد
ما لقینی بمکة سنة ۱۳۳۲ھ

حبیب اللہ بن اسلام کے بیٹے ہیں۔
جو میری تربیت میں اس تمہید کی وجہ
سے رہے جو ان کے والدین نے
ڈالی تھی۔ یہ میرے پاس اس
وقت سے قیام پذیر رہے جب کہ
آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔
یہ میرے نزدیک میری عزیز ترین اولاد
جیسے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے علوم آلیہ
(صرف ونحو وغیرہ) ہیا، اور علوم عالیہ (حدیث
تفسیر وفقہ) حاصل کیے اور یہ میری
زیر تربیت رہے۔ درس کی تکمیل پر ان کو
میں نے قرآن عظیم اور حدیث وغیرہ علوم کی
روایت کی اجازت دی۔ ۱۳۲۲ھ میں جبکہ
میں دارالارشاد میں تھا اور ان کے لیے میں نے
شیخ حسین بن محسن بن انصاری سے بھی اجازت
لے لی۔ جس کے بعد مولانا تعلیم اور تدریس
میں مشغول ہو گئے۔ مگر پھر دوسری بار
ترجمہ قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ
اور اس کے مناسبات مجھ سے
حاصل کر لیے۔ جبکہ میں دہلی چلا
آیا۔ جس کے بعد مولانا احمد علی صاحب
پوری محنت کے ساتھ مسلم
نوجوانوں اور بوڑھوں میں اشاعت

ان اکتب له الاجازة واشافهه بها
فاقول انی اجزت للمولوی احمد علی
بن حبیب الله بن الاسلام ان
یروی عنی جمیع ما اجازنی
به مشائخی العظام علیهم من
الله تحیته والسلام من العلوم
الشرعیة والادبیة والعقلیة
عموماً والکتاب العزیز ودواوین
السنة المسند الموطا والصحیحین
وسنن ابی داؤد والترمذی
والنسائی وفتح الباری للحافظ
ومصنفات حکیم الامة الشیخ
الاجل ولی الله الدهلوی مثل
فتح الرحمن والفوز الکبیر والمصفی
وحجة الله البالغة وغیرها ومصنفات
اثباته مثل الشیخ الاجل عبد العزیز
الدهلوی والشیخ الشهید
محمد اسمعیل الدهلوی والشیخ
الاجل محمد قاسم النانوتوی
خصوصاً ان لا یتجاوز فی التاویل
عند الحاجة عن مسلک هولاء
الاحبار ولیعلم انی اروی الشیخ
الاجل الذی انتهت الیه ریاسة

قرآن مجید اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم میں سرگرم عمل رہے جس کو اللہ تعالیٰ
نے بڑی برکت اور اثر سے مشرف فرمایا مگر
کچھ عرصہ کے بعد کسی وجہ سے (اضافہ سندات)
مکہ مکرمہ کی ملاقات ۱۳۳۲ھ پر انہوں نے
مجھ سے دوبارہ اجازت طلب کی چنانچہ میں اب
بھی مولوی احمد علی صاحب بن حبیب اللہ بن
اسلام کو اجازت دیتا ہوں کہ موصوف کو میری
طرف سے اجازت ہے کہ تمام علوم شرعیہ
ادبیہ، عقلیہ، خصوصاً قرآن عزیز، موطا
صحیحین سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی
حافظ کی فتح الباری، حکیم الامۃ شیخ اعظم
ولی اللہ الدہلوی مثلاً فتح الرحمٰن، الفوز الکبیر
المصفیٰ، حجۃ اللہ البالغہ، وغیرہا اور آپ
کے تلامذہ اور پیروان باوقار شیخ اجل
عبدالعزیز دہلوی، شیخ محمد اسمعیل دہلوی
شیخ اعظم نانوتوی کی تصانیف کی اجازت
دیتا ہوں تاکہ آپ بوقت ضرورت ان
بزرگوں کے مسلک سے باہر قدم نہ رکھیں میری
اپنی اجازت شیخ اعظم ہند کے مرجع العلماء شیخ
محمود حسن دیوبندی سے ہے۔ حضرت موصوف کو
شیخ محمد قاسم نانوتوی سے، ان کو حضرت شیخ عبدالغنی
دہلوی سے ان کو شیخ محمد اسحاق دہلوی سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاملة لجميع ما اروية وجملة وكيلًا ان يجيز عنى من راه اهلًا لذلك ممن ادرك حياتی واوصيه ونفسی بتقوی الله والله بر فی كتاب الله والاعتصام بسنة سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وسلم وسنة الشيخين من خلفائه الراشدين والاجتناب عن الافراط والتفريط وارجو منه ان يشركنی ومشائخی الكرام فی صالح دعواته وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

المجيز

عبيدالله بن الاسلام غفرله مكة

كتبه فی آخر ايام تشريق . بمكة سنة ۱۳۳۲ھ

اپنا وکیل مقرر کرتا ہوں کہ وہ جس کو اہل سمجھیں اس کو اجازت دیں جن لوگوں نے میرا زمانہ پایا ہو میں اپنے آپ کو اور ان کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں اور کتاب اللہ میں تدبیر، سُنّت نبویؐ سے اعتصام، خلفائے راشدین کے طریق کو مشعلِ راہ بنائیں اور افراط و تفریط سے مجتنب رہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھے بھی اور میرے معزز اساتذہ کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماویں۔

عبیداللہ بن اسلام
آخر ایام تشریق
مکہ معظمہ ۱۳۳۲ھ

بعدازاں آپ کو دہلی کوتوالی میں لے گئے۔ وہاں آپ کی جامہ تلاشی ہوئی۔ لہٰذا اس بطلِ انوار کے یوسف پر وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِينَ۔ کی آسمانی حجّت قائم ہوئی اور حکومت برطانیہ پر فَكَذَبَتْ کا لفظ صادق آیا۔ حضرت مولاناؒ کا کوٹ اتار لیا گیا اور اس کو مختلف جگہوں سے ادھیڑ کر دیکھا گیا۔ تاکہ اس کی تہوں میں اگر سازشی خطوط ہوں، تو نکالے جاسکیں۔ یہ کوٹ راہوں ضلع جالندھر میں تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد آپ کو واپس دیا گیا۔ آپ کو پہلے کچھ دنوں شہر دہلی میں نظر بند رکھا گیا۔

لہ۔ سورۂ یوسف ۱۲ ۔ آیت ۲۷ ۔

الدين بالهند الشيخ محمود حسن الديوبندی عن الشيخ محمد قاسم النانوتوی عن الشيخ محمد اسحق الدهلوی ح وشيخنا شيخ الهند يروی عن الشيخ عبد الغنی بلا واسطة ايضًا وشيخنا يروی عن حافظ الحديث الشيخ احمد علی السهارنفوری عن الشيخ محمد اسحق وشيخنا يروی عن الشيخ عبدالرحمٰن البانی بتی عن الشيخ محمد اسحٰق ح واجازنی الشيخ حسين بن محسن الانصاری اليمانی عن الشيخ محمد بن ناصر الحازمی عن الشيخ محمد اسحٰق و اخذت عن جماعة من الشيوخ اسانيدهم تنتهی الی الشيخ محمد اسحاق الدهلوی عن الشيخ عبد العزيز الدهلوی عن ولی الله الدهلوی والتفصيل موكول الی الارشاد واليانع الجنی وغيرهما من الاثبات فانی اجزت المولوی احمد علی اجازة عامة

(تحویل) اور اسی طرح حضرت شیخ الہند کو بلاواسطہ شیخ عبد الغنی سے بھی اجازت حاصل ہے اور ہمارے شیخ حافظ الحدیث شیخ احمد علی، سہارنپوری سے بھی روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت شیخ محمد اسحاق سے روایت فرماتے ہیں (تحویل) اور اسی طرح شیخ عبدالرحمٰن پانی پتی سے بھی روایت کرتے ہیں جو کہ شیخ محمد اسحاق سے روایت فرماتے ہیں (تحویل) اسی طرح مجھے شیخ حسین بن محسن انصاری نے اجازت فرمائی جن کو شیخ محمد بن ناصر حازمی سے اور ان کو شیخ محمد اسحاق سے حاصل ہے علی ہذا القیاس میں چند دوسرے اصحاب سے بھی روایت کرتا ہوں، جن کی سند شیخ محمد اسحٰق دہلوی تک پہنچتی ہے حضرت شیخ محمد اسحٰق، حضرت شیخ عبدالعزیز دہلوی سے روایت کرتے ہیں، جس کی تفصیل کتاب الارشاد اور یانع الجنی وغیرہما میں موجود ہے۔ پس میں مولوی احمد علی صاحب کو ایسی عام اجازت دیتا ہوں جو میری تمام روایات کو شامل ہے اور میں ان کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعد میں باہر ایک اور جیل میں بھیجا گیا۔

بہت دن چاہیں یوسفؑ کو تا پہنچے زلیخا تک
نکل کر چاہِ کنعاں سے ابھی رہنا ہے زنداں میں (ذوق)

دہلی سے شملہ کو روانگی

چند دن کے بعد دوبارہ آپ کو دہلی لایا گیا اور پھر وہاں سے شملہ لے گئے شملہ پہنچ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر ایک افسر کے سامنے پیش کیا۔ اس کے حکم سے آپ کو شملہ حوالات میں بھیجا گیا۔

صیانت و تائیدِ ایزدی کا ظہور

شملہ حوالات کا نگرانِ اعلیٰ (انسپکٹر آف پولیس) نہایت شریف النفس اور فطرتاً نیک خو انسان تھا۔ اس نے حضرت لاہوریؒ کی بزرگانہ وضع قطع سے متاثر ہو کر اپنے ماتحت عملہ کو حکم دیا اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ[1] (اس کو عزت و آبرو سے رکھیے) لہٰذا آپ کو ہر طرح کی خصوصی مراعات حاصل تھیں۔ آپ ہتھکڑی کے بغیر وضو کرنے کے لیے جا سکتے تھے۔ انسپکٹر موصوف آپ کو اپنے پاس سے کھانے کی اچھی اچھی چیزیں پیش کرتا تھا۔ قیدیوں کے کمبلوں کی بجائے انسپکٹر صاحب نے آپ کو اپنے گھر سے کمبل بھجوا دیے اور پھر نہایت عقیدت مندی سے آپ کو ایک دن اپنے گھر لے گیا۔ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور آپ کی پُرتکلف ضیافت کی۔ یہ انسپکٹر تفتیشی افسر نہیں تھا کہ حضرت مولانا کے دل کو بہلا کر کچھ راز کی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہو بلکہ یہ کارروائی خداوند عالم کی رحمتِ واسعہ کا ظہور تھا اور اس میں وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ[2] کی شان پائی جاتی تھی۔

---

[1] سورہ یوسف ۱۲ - آیت ۲۱ [2] سورہ طٰہٰ ۲۰ - آیت ۳۹

شملہ سے لاہور[1]

کچھ دنوں تک شملہ جیل میں رکھ کر آپ کو ہتھکڑی لگا کر لاہور لے آئے۔ آپ کو ریلوے اسٹیشن سے امرت دھارا روڈ تک پیدل میاں عبدالعزیز پولیس آفیسر کے مکان پر لائے۔ اب حکم دیا گیا کہ آپ کو ٹونک کی حوالات میں رکھا جائے۔

لاہور سے جالندھر

لاہور سے اب ہتھکڑی لگا کر آپ کو جالندھر لے گئے۔ وہاں ریلوے اسٹیشن کی جیل میں آپ کو بند کر دیا گیا۔ پچیس دن کے بعد آپ کو جالندھر شہر کی جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ نمازِ عصر کے وقت جب آپ اپنی کوٹھڑی سے باہر آتے۔ تو آپ کی نظر آپ کے والدِ روحانی حضرت مولانا غلام محمد دین پوری نوراللہ مرقدہٗ پر پڑی۔ اُس وقت آپ پر منکشف ہوا کہ حضرت دین پوریؒ بھی اس مقدمے میں گرفتار ہیں۔ فرزند روحانی نے اپنے مربیِ محسن کو دور سے بہ ہزار حسرت دیکھا۔ کیونکہ اس ماحول میں قدم بوسی کی توقع کب ہو سکتی تھی؟ ؎

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر (ذوق)

حضرت دین پوریؒ کے بعد آپ نے مولانا عبدالحق لاہوری رفاہِ عام اسٹیم پریس کے مالک کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وہ بھی اس سلسلے میں ماخوذ ہیں۔

راہوں ضلع جالندھر میں اسیری کے ایّام

اب آپ کو پہلے کی طرح ہتھکڑی لگا کر راہوں ضلع جالندھر کی جیل میں لے گئے۔

---

[1] بیاض بابو منظور سعید، یہ واقعات مولانا مرحوم نے بابو منظور سعید کو خود نقل کروائے اور اس بیاض کی نقل مردِ مومن اور نوادرِ ولایت کے صفحات پر ثبت ہے (راقم الحروف) بجگرم

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہاں تقریباً چوبیس گھنٹے کے بعد ڈپٹی کمشنر آیا۔ آپ کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے حکم سنایا کہ گورنمنٹ آپ کو راہوں کے قصبے میں نظر بند کرتی ہے۔ آپ اس کے حدود سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہ کہہ کر آپ کو حوالات سے باہر نکال دیا۔ راہوں کے پولیس اسٹیشن کے پاس شاہی زمانے کی ایک مسجد تھی، آپ سارا دن وہاں رہتے۔

خلوت کی خاموشی نے آپ کے دل و دماغ میں ایک روحانی جلا پیدا کر دیا۔ آپ کا دل عبادت الٰہی کے جذبہ سے ہمیشہ سرشار و بیدار رہتا تھا۔

[1] جلوت او روشن از نورِ صفات ۔ خلوت او مستنیر از نورِ ذات ص۱۲۱
عشق در خلوت کلیم اللّٰہی است ۔ چوں بجلوت مے خرامد شاہی است
خلوت و جلوت کمالِ سوز و ساز ۔ ہر دو حالات و مقاماتِ نیاز ص۱۲۵

آپ تمام دن پورے سالکانہ انہماک سے اس مسجد میں اشغال و اوراد مسنونہ میں مشغول رہتے۔ آپ کو قرآن حکیم میں تدبر و تفکر اور فرائض کے علاوہ نفلی عبادات میں استغراق کا ایک سنہری موقعہ مل گیا۔ ایک دنیا پرست انسان کے لیے ایسا ماحول ہزار گونہ یاس انگیز ہوتا ہے۔ مگر ایک عارف باللہ کے لیے یہ تنہائیاں راہ معرفت میں غار حرا کی عزلت نشینی کے فیوض و برکات کی جلوہ گاہ بن جاتی ہیں۔ [2]

طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے (اقبالؒ)

رات[3] کے وقت آپ تھانے میں چلے جاتے۔ آپ کو پندرہ روپے ماہوار راشن ملتا۔ سب انسپکٹر پولیس سکھ تھا۔ مولاناؒ کے کھانے کا انتظام مسلمان سپاہیوں کے ساتھ تھا۔ مگر جب آپ نے دیکھا کہ سپاہی دیہاتی چوکیداروں سے آٹے اور بالائی قسم کا ایندھن مفت منگواتے ہیں، تو آپ نے ان کے ساتھ کھانے کا

---

[1] - جاوید نامہ ص۱۲۱، ۱۴۲ علامہ اقبال مرحوم ۔ لاہور

[2] - بیاض ابو منظور سعید صاحب، مرحوم و مغفور ص۱۲ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالمجید خاں

سلسلہ منقطع کر دیا۔ آپ نے پولیس انسپکٹر کو اطلاع دے دی۔ لیکن اس نے کوئی متبادل انتظام نہ کیا۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبالؒ)

جب آپ کے کھانے کا کوئی انتظام نہ رہا تو آپ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے فاقہ کشی کے لیے تیار ہو گئے۔ اب کارسازِ عالم کے ذمہ انتظام تھا۔ وَمَن[1] یَتَّقِ اللّٰہَ یَجعَل لَّہٗ مَخرَجاً وَّیَرزُقہُ مِن حَیثُ لَا یَحتَسِبُ وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسبُہٗ ۔ اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمرِہٖ ۔ قَد جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیءٍ قَدرًا۔

اس نے اپنی رحمت عظیم سے ایک اجنبی ضعیفہ کے دل میں احساس پیدا کر دیا وہ ہر روز نماز عصر کے بعد مکئی کے بھنے ہوئے دانے اور کچھ گڑ مسجد سے باہر کھڑی ہو کر دے جاتی۔ آپ ان دانوں پر ہی شام و سحر گذارہ کرتے۔

[2] خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

راہوں میں آپ نے نومبر اور دسمبر کے دن گذارے۔ اس وقت آپ کے بدن پر ململ کا ایک کرتہ اور اوپر ایک عربی عبا تھی۔ سردی شدت کی تھی۔ ایک شخص نے متعدد دفعہ سوال کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں آپ کے لیے بستر لے آؤں مگر آپ نے ہر بار انکار فرمایا۔ کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے "اگر میں اس کے سوال پر "ہاں" کہہ دیتا، تو یہ بھی ایک طرح کا سوال ہوتا اور اس سے تعلق باللہ میں فتور واقع ہوتا"

---

[1] - سورہ طلاق ۶۵ آیت ۲ پارہ ۲۸

[2] - علامہ اقبالؒ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[1] توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

آخر کار ارحم الراحمین کو اپنے غیور و صبور بندے پر رحم آیا اور اس نے اپنے ایک مخلص بندے کے دل میں مولانا کی ضرورت کا احساس پیدا فرمایا۔ آدھی رات کے وقت ایک معمّر اور متقی بزرگ جن کو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک نیا لحاف اور توشک لے کر حاضر ہوا اور کہا "حضرت! یہ بستر صرف آپ کے لیے بنوایا گیا ہے، ازراہِ کرم قبول فرمائیے" یہ کہہ کر وہ بزرگ چلتے بنے۔ مولانا نے یہ بستر عطیۂ الٰہی سمجھ کر قبول فرما لیا۔ ذالک فضل اللہ علینا۔ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب"

اسی طرح ایک[2] دن کوئی بزرگ مسجد میں تشریف لائے۔ انھوں نے اپنا نام سلطان الاذکار بتایا اور حضرت مولانا کو ایک وظیفہ تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ "اسے سات دن تک مسلسل بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے پڑھئے۔ انشاء اللہ آپ رہا ہو جائیں گے۔ چنانچہ ساتویں دن آپ نے وظیفہ ختم کیا۔ تو رات آپ کو رہائی کی خبر مل گئی اور دوسرے دن آپ کو راہوں سے لاہور لایا گیا۔

یہ سب کچھ اللہ تعالٰے کے احسانِ عظیم کا کرشمہ ہے۔ ورنہ یہ مقدمہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑا سنگین تھا۔ حکومت برطانیہ کے خلاف ایک کھلی سازش تھی۔ جس کا انجام تختۂ دار یا کالے پانی کی سزا ہو سکتی تھی۔ مگر خداوند قدوس کو اپنے[3] جاں نثاروں کی حفاظت و بقا منظور تھی، جس میں کوئی آڑے نہیں آ سکتا۔

[4] مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا۔ وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہُ مِنْ بَعْدِہٖ وَھُوَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمُ۔

---

[1] مولانا محمد علی جوہرؒ "بیس بڑے مسلمان" ص [illegible]۔ عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ۔ لاہور
[2] بیاض بابو منظور سعید۔ "مرد مومن" ص [illegible]۔ عبدالمجید خاں۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ لاہور
[3] مرد مومن ص [illegible]۔ عبدالمجید خاں۔ مطبوعہ فیروز سنز لاہور [4] سورۃ ۳۵ آیت ۲

مشیت ایزدی نے ہر عہد کے خلیلوں اور کلیموں کو اپنی رحمت کے سایہ میں پناہ دی ہے۔ لہٰذا تمام حضرات جو اس مقدمے میں گرفتار تھے، رہا کر دیئے گئے۔

[1] نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مولانا ظفر علی مرحوم)

راہوں سے لاہور

لاہور میں آپ کو ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا اور آپ کو حکم سنایا گیا کہ آپ سندھ اور دہلی میں واپس نہیں جا سکتے۔ آپ کو اب لاہور میں رہنا ہوگا۔ مزید برآں آپ کو دو ضامن پیش کرنے کی ہدایت کی گئی۔ جو کہ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہوں۔ لہٰذا آپ حافظ ضیاء الدین[2] صاحب ایم۔اے فاضل دیوبند کے پاس پہنچے۔ وہ بڑے شوق سے ضمانت کے لئے آمادہ ہو گئے اور قاضی صاحب نے دوسرے[3] ضامن کا خود ہی انتظام کر لیا۔

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ خود فرمایا کرتے تھے ؎

"عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد"

مولانا کو پابند کیا گیا۔ وہ لاہور میں رہیں۔ لیکن کون کہہ سکتا تھا کہ دریائے راوی کی پاکیزہ گہرائیوں سے لے کر شاہی مسجد کے بلند میناروں تک کی تمام فضاؤں نے بہ ہزار مسرت و عقیدت نہیں کہا ہوگا! ؎

آمد آں یارے کہ ما مے خواستیم!

---

[1] سورہ ۶۱ آیت ۸۔ [2] قاضی ضیاء الدین صاحب حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کے چچا زاد بھائی تھے اور ان دنوں گورنمنٹ ہائی سکول گوجرانوالہ میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرتے تھے۔ مدرسہ نظارۃ المعارف میں بھی انگریزی پڑھاتے رہے۔ انوار ولایت ص [illegible]۔ عبدالمجید فیروز سنز۔
[3] دوسرے ضامن ملک لال خاں صاحب مینیجر انجمن اسلامیہ گوجرانوالہ۔ "مرد مومن" ص [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

رُوحِ لاہور استقبال کرتی ہے

میری باتوں کو سن کر اک ندا اٹھی فضاؤں سے
صدائے حبذا و مرحبا گونجی ہواؤں سے
صدا آئی کہ جان و دل سے استقبال کرتی ہوں
میں ان کی راہ میں اپنے چمن پامال کرتی ہوں
میرے دامن میں لاکھوں گرچہ نابنجار بستے ہیں
بہت قزاق بستے ہیں، بہت میخوار بستے ہیں
فحاشی کے مراکز ہیں، سنیماؤں کی بستی ہے
مری قسمت! کہ برسوں سے یہاں لعنت برستی ہے
شیاطین کا تسلط ہے، یہاں کی درسگاہوں پر
متاعِ دیں بھی قرباں ہے فرنگی پیشواؤں پر
کتاب اللہ پر طعنہ زنی کی یاں اجازت ہے
تماشا کھیل ان کے دین میں عین عبادت ہے
مگر فضلِ خداوندی سے اب صورت بدلتی ہے
شبِ تاریک جاتی ہے مری قسمت چمکتی ہے
بحمد اللہ مری بستی میں فخرِ اولیاء آئے
مثیلِ بایزیدؒ آئے امام الاتقیا آئے
مجھے تمثیل کے نغمات کا سننا مبارک ہو
کتاب اللہ کی آیات کا سننا مبارک ہو

ہزاروں اس جگہ حسنِ عبادت آ کے سیکھیں گے
ہزاروں اس جگہ درسِ صداقت آ کے سیکھیں گے
یہ مرکز زیرِ گردوں عظمتِ قرآن کا ضامن
بفضلِ حق تعالےٰ دولتِ ایماں کا ضامن
مکرر شکر ہے وہ حامیٔ دینِ مبیں آئے
میرے ظلمت کدے میں مرشدِ روشن جبیں آئے
یہ مہمانِ معظم صاحبِ اسرار ہے گویا
مرا دل جوشِ استقبال سے سرشار ہے گویا
مری آواز سن لو دل کے کانوں سے جہاں والو
مرا پیغام پہنچا دو ممالک والو، زماں والو

درِ فیضِ محمدؐ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدائے دو جہاں سے لو لگائے جس کا جی چاہے

میرِ کارواں

نگہ بلند۔ سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے، رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

(اقبالؒ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سبحان اللہ! ہم تو پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ لاہور کی سرزمین میں یقیناً کسی مقربِ الٰہی، مستجاب الدعوات ولیِ زماں نے بارگاہِ احدیت میں نہایت الحاح وزاری سے یہ دعا مانگی ہوگی۔ جس کو شرفِ قبولیت عطا کیا گیا۔ ؎

نصیب خطّہ ہو۔ یارب وہ بندۂ درویش
کہ جس کے فقر میں انداز ہوں کلیمانہ — علامہ اقبال مرحوم

لاہور میں مستقل قیام اور دینی مشاغل

حضرت مولانا احمد علی شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں ورودِ مسعود کے متعلق انوارِ ولایت کے مصنف (سوانحِ حیات مولانا احمد علی مرحوم) یوں رقمطراز ہیں۔

"حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ برطانوی حکومت کے نزدیک باغی تھے، مجرم تھے۔ مگر آپ کا ہر قدم صراطِ مستقیم پر پڑتا تھا۔ لہٰذا مشیتِ ایزدی کا اقتضاء تھا کہ لاہور جیسے تہذیبِ حاضرہ کے مرکز میں آپ کو دینِ اسلام کی خدمت کا موقعہ دیا جائے۔ اور جب صوبہ پنجاب کا اُمّ القریٰ (لاہور) سرچشمۂ ہدایت بن جائے تو اس زمزمِ قرآنی سے سرزمین پاک و ہند بیرونی ممالک، حجاز حتیٰ کہ عرب و عجم بھی تشنگی بجھائیں۔ متلاشیانِ خیر کے گروہ در گروہ آئیں اور علوم و معارفِ قدسیہ سے اپنے دل و دماغ کو منور کریں۔ سالکانِ طریقت حاضر ہوں۔ تو لائن سبحان خاں شیرانوالہ کی جامع مسجد کے حجروں اور چٹائیوں پر بیٹھ کر اپنے شام و سحر عباداتِ خداوندی میں گذاریں۔ بلکہ مغربی تہذیب کے دلدادگان چند دنوں میں اسلامی تمدن کے گرویدہ بن جائیں اور فرشتگانِ قضا و قدر تلوبہٗ اصلاح کے دروازہ پر دستک دے کر پکاریں۔"[1]

---

[1] ۔ انوارِ ولایت مطبوعہ پنجاب پریس لاہور ص۱۰۱۔ سوانحِ حیات حضرت لاہوری

در فیضِ محمدؐ وا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدا کے دو جہاں سے لوگ آئے جس کا جی چاہے

مولانا نے لاہور میں تشریف لاتے ہی اپنے اہلِ وعیال کو لاہور بلا لیا۔ کیونکہ وہ اس سے پیشتر نواب شاہ ضلع سندھ میں رہتے تھے۔ حضرت سندھی سے کئے ہوئے وعدوں کے مطابق آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں (مولوی عبدالعزیز دکاندار سریانوالہ بازار لاہور اور میاں عبدالرحمن صاحب امام مسجد بازار سریانوالہ لاہور) کو قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔

سب سے پہلے آپ نے مستری اللہ دتہ کے کٹہرہ کے متصل ایک چھوٹی سی مسجد میں درسِ قرآن مجید کے سلسلے کا آغاز فرمایا۔ جب مسجد میں سامعین کی کثرت نظر آئی اور وہاں ان کے بیٹھنے کی گنجائش نہ رہی تو آپ ملحقہ دکانوں کی چھت پر درس دینے لگے۔ ماس کے بعد مولانا عبدالحق صاحب کی بیٹھک میں درس کا کام ہوتا رہا۔

بعد ازاں ربُّ العزۃ نے اپنے فضلِ عمیم سے دروازہ شیرانوالہ مسجد لائن سبحان خاں میں حضرت مولانا کے درسِ قرآن کا انتظام کرا دیا۔ ابتداً میں آپ کو کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آہستہ آہستہ قرآن مجید کی قدسی تاثیر اور لاابالی آواز کی برکت سے دین کی خدمت کا کام آسان ہو گیا۔ اب یہ ویران جگہ مسلمانانِ ہند و پاک

---

[1] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔ مرد مومن مطبوعہ فیروز سنز لاہور ص۴۵،۴۲ عبدالحمید خاں۔

[2] ۔ راقم الحروف نے حضرت مولاناؒ کی زبانِ مبارک سے سنا "ایک دن میں درسِ قرآن سے فارغ ہوا تو چند مخالفین محلہ سے آگئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ وہابی ہیں۔ ہم آپکو درس کی اجازت نہیں دیں گے۔ ان کو نہایت ملحسن طریقہ سے سمجھایا گیا۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر میں نے کہا کہ میں قرآن کریم کو سینے سے لگا لیتا ہوں۔ تم دھکے دے کر مجھ کو مسجد سے باہر نکال دو۔ لیکن دیکھنا دروازے تک پہنچنے سے پہلے کیا ہوتا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ، کسی کو جرأت نہ ہوئی اور اس کے بعد آج تک کوئی مخالف نہیں آیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلکہ بیرونِ ہند تمام خوش اختر افراد کے لیے نصف صدی تک ملجا و ماویٰ بنی رہی بالفاظ دیگر حضرت مولاناؒ کی زندگی میں یہ مسجد محبت، عقیدت، اخوت، مساوات، صداقت اور درویشی و شاہی کے آداب سیکھنے کا ایک بے بدل مرکز بن گئی۔ مولانا نور اللہ مرقدہٗ تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔ "میں نے لاہور میں رہ کر بڑا شکار کیا ہے۔" آپ کی مسجد میں اہل سنت والجماعت (دیو بندی، بریلوی) اہل حدیث، شیعہ اور مغربی تہذیب کے متوالے آتے رہے اور روحانی اور علمی بہاروں سے متمتع ہو کر جاتے رہے۔[1]

ہجوم کیوں ہے۔ زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق (اقبال مرحوم)

مسجد میں درسِ عمومی، درسِ خصوصی کے دوران اور جمعہ کے دن خلقِ خدا کی گرویدگی کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ بارک اللہ۔ مسجد لائن سبحان خاں عہد نبوی کے ظہورات کا عکس لیے ہوئے معلوم ہوتی تھی۔ مولاناؒ کو فطرت کی عطاؤں نے صاحبِ یقین بنا رکھا تھا اور اس یقین کی برکت سے سعید روحیں کشاں کشاں آپ کے دروازے پر چلی آتی تھیں۔

یقین پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری (اقبال۔ بالِ جبریل)

جہاں تک ذریعہ معاش کا تعلق ہے۔ آپ نے ابتداء میں طبع ہونے والی کتابوں کی تصحیح کا کام شروع کیا۔ چونکہ آپ کے خسر حضرت مولانا ابو محمد احمد لاہور میں اکثر ناشرانِ کتب سے اس سلسلے میں بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے، لہٰذا آپ نے بھی اسی کام کو ذریعہ معیشت بنایا۔ بعد ازاں قرآنِ حکیم کی اشاعت اور باقی دینی مشاغل کی مصروفیت کی بنا پر تصحیح کا کام چھوڑ دیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فتوحاتِ غیبیہ سے رزق پہنچانا شروع کر دیا۔

---

[1] مردِ مومن صفحہ ۳۴، مطبوعہ لاہور۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

خیر! مولاناؒ روزانہ مختلف جگہ درسِ قرآن مجید دیتے تھے۔[1] مگر اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِی فَطَرَنِی۔[2] پر بڑی پختگی سے عمل پیرا رہے۔ ہم نے اپنے کانوں سے بارہا یہ مصرع آپ کو پڑھتے ہوئے سنا۔[3]

خدا خود میر ساماں است اربابِ توکل را

رہائش گاہ

حضرت مولاناؒ کا اپنا بیان[1] ملاحظہ فرمائیے!

"مولوی امام الدین صاحب پرائمری سکول کے مدرس تھے۔ اکبری منڈی کے قریب ان کے تین مکان تھے۔ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ ایک مکان آپؒ کو دے دوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور وہ چلے گئے۔ کچھ عرصے بعد پھر آئے اور کہنے لگے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ مکان آپ کو دے دوں۔ میں نے بہت اچھا کہا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ کچھ مدت کے بعد پھر آئے کہ آج تو مجھ کو ڈانٹا گیا ہے کہ تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے، جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے ہو؟ اب چلئے اور مکان چل کر پسند کر لیجئے۔ چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا۔ مولوی صاحب نے اس کی رجسٹری میرے نام کروا دی اور میں نے اس مکان میں رہائش اختیار کر لی۔ میں عام طور پر وقت دیکھ کر نماز کے لیے آیا کرتا تھا۔ جب گھر سے نکلتا تو راستے میں

---

[1] بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

[2] سورہ ۱۱۔ آیت ۵۱۔

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش۔ جس نے نہ دیکھی سلطاں کی درگاہ (اقبال مرحوم)

[3] بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کبھی کوئی مل جاتا اور کبھی کوئی۔ اس طرح میری کبھی ایک اور کبھی دو رکعتیں چھوٹ جاتیں۔ میں نے مولوی صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے اشاعت دین کے لیے مکان دیا ہے۔ مگر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے۔ آپ یا تو مجھے مکان بیچ کر لائن سبحان خاں میں دوسرا مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان واپس لے لیں۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے مکان فروخت کرنے کی اجازت دے دی، لہٰذا میں نے وہ مکان فروخت کر کے اپنے موجودہ مکان کا ایک حصہ بنالیا۔"

حرمین الشریفین کی طرف ہجرت کا ارادہ اور پہلا حج

۱۹۱۷ء[1] تک جب آپ لاہور میں مستقل قیام پذیر ہو گئے تو اسی سال کے اخیر کے شروع میں آپ نے حجاز مقدس کو ہجرت کر کے چلے جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ دن حج کی تیاری کے تھے۔ پاسپورٹ میں آپ نے اپنے تمام اہل و عیال کا نام بھی درج کر دیا۔ آپ کے مخلص دوست خواجہ محمد رشید صاحب بھی آپ کے ہمسفر بننے والے تھے۔ آپ نے خواجہ صاحب کو تاکید فرمادی کہ وہ ان کے ہجرت کے ارادے کو کسی پر افشا نہ کریں۔

تائید غیبی

بدھ کے دن[2] آپ نے حج کی درخواست دی۔ آپ کے بیان کے مطابق اس دن آپ کے گھر میں صرف دس روپے تھے۔ لیکن ایک ہفتے کے اندر اندر پروردگار عالم نے آپ کے پاس انیس صد روپیہ پہنچا دیا۔ بعض آدمی آتے۔ دروازہ پر دستک دیتے دو سو اور کوئی چار سو روپیہ دے کر چلے جاتے۔

---

[1] انوار ولایت ص۱۱۱ مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور۔ مصنفہ ماسٹر لال دین۔

[2] مرد مومن۔ ص۱۲۔ عبدالمجید خاں، بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

استخارہ

مولاناؒ نے سنت نبویؐ کی متابعت میں ہجرت سے پہلے استخارہ کیا۔ گویا اللہ تعالیٰ سے التجا کی

"اے اللہ! اگر میرا ہجرت کر کے ملک حجاز میں جانا دین و دنیا کے لحاظ سے میرے حق میں مفید ہے تو مجھ عبد ضعیف کی مدد فرما اور اگر یہ مفید نہیں ہے۔ تو اپنے ارشاد سے مجھے منع فرما دے۔"

ادھر آپ کو پاسپورٹ ملا۔ اُدھر آپ نے تیاری شروع کر دی بمناسب اور ضروری سامان بوری میں بھر لیا۔ غیر ضروری سامان کچھ فروخت کر دیا اور کچھ غرباء میں تقسیم کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مخفی فیصلے کو کون سمجھ سکتا ہے؟ اسی دن آپ کی اہلیہ محترمہ بیمار پڑ گئیں۔ ان کی بیماری کی شدت کی وجہ سے تمام خویش و اقارب جمع ہو گئے۔ حضرت مولاناؒ کے خسر مولانا ابو محمد احمدؒ بھی تشریف لائے۔ اپنی صاحبزادی کی حالت دیکھ کر فرمانے لگے کہ ان کا اس حالت میں سفر حج پر جانا ٹھیک نہیں۔ لہٰذا مولانا احمد علیؒ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں چھوڑ کر خود حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا جس کی تکمیل کارساز عالم نے اپنے فضل و کرم سے ایک عجیب اور احسن طریقہ سے فرمادی۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ فاضل دیوبند ۱۹۴۷ء کے شروع میں ہجرت کر کے حجاز پاک میں جا بسے اور تقریباً چھبیس سال تک وہیں رہے اور ایک دفعہ بھی واپس لاہور نہ آئے۔ حتیٰ کہ اپنی آخری تمنا کے مطابق وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ کسی مناسب موقع پر شامل مقالہ کیے جائیں گے۔

حضرت شاکرانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے "کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چودہ مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمایا۔"

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحریکِ خلافت اور ہجرت کابل

مولانا جب حج بیت اللہ سے کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریکِ خلافت کا پورے زور سے آغاز ہو چکا ہے۔ تمام شہروں میں خلافت کمیٹیاں بن چکی ہیں خلافت اسلامیہ (ترکیہ عثمانیہ) کے حق میں انگریزوں کے خلاف ہندی مسلمانوں میں ایک بے پناہ جوش تھا۔

اس اثنا میں امیر امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ ادھر قسطنطنیہ پر فرانسیسی اور انگریزی افواج کا قبضہ ہو چکا تھا اور خلیفۃ المسلمین کو انگریزوں نے قید کر لیا تھا۔ ان واقعات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بہت غضبناک کر دیا تھا۔ اب امیر امان اللہ خاں نے مسلمانانِ ہند کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان میں آجائیں۔ لہٰذا مسلمان نہایت بیتابی کے عالم میں ہجرت کر کے قافلوں کی صورت میں کابل جانے لگے۔

مولانا احمد علیؒ نور اللہ مرقدہٗ نے دیکھا کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں سے مہاجرین جوق در جوق کابل کی طرف جانا شروع ہو گئے۔ تو آپ بھی ہجرت کے لیے تیار ہو گئے۔ مولانا ہندوستان سے ہجرت (ملک حجاز کی طرف) کرنے کا فیصلہ تو پہلے ہی کر چکے تھے۔ اب تمام مسلمانانِ ہند کو کابل کی طرف ہجرت کرنا آپ کی دیرینہ تمنا کے بر آنے کا باعث ہوا۔ علاوہ ازیں آپ کے دو بھائی (حافظ محمد علی صاحب اور مولوی عزیز احمد صاحب حضرت سندھی کی معیت میں) پیشتر ازیں کابل میں رہائش پذیر تھے۔ ہجرت کے لیے مولاناؒ کے اعزہ کی ملاقات کی کشش بھی ترغیب و تشویق کا سبب بنی۔ پنجاب سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں نے لاہور میں آپ کو امیرِ قافلہ منتخب کر لیا۔ پنجاب کے چند بڑے شہروں سے پانچ ہزار[1] روپیہ فراہم

---

[1] - مردِ مومن کے مصنف عبدالحمید خاں نے مولانا کے حالات میں ص۲۳ (بقیہ اگلا صفحہ)

کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مہاجرین کی طرف سے امیر امان اللہ خاں کے حضور میں یہ رقم بطورِ پیش کش جائے۔ لہٰذا یہ رقم بھی مولانا کو دی گئی۔ آپ نے پشاور جا کر اس رقم کا سونا خریدا اور عام اجلاس میں امیر امان اللہ خاں صاحب کے حضور میں پیش کر دیا۔

مہاجرینِ پنجاب کا پشاور میں ورود[1]

مہاجرین کے ریلوے اسٹیشن پشاور پہنچنے سے پہلے ہی اہالیانِ پشاور نے بلا اطلاع پا کر ان کے استقبال، رہائش اور خورد و نوش کا مکمل انتظام کیا ہوا تھا۔ حضرت مولاناؒ کی گاڑی جب اسٹیشن پر پہنچی تو حسبِ انتظام آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تانگوں میں بٹھلا کر مجوزہ قیام گاہ پر لے گئے اور ساتھ ہی رضاکاروں نے مہاجرین کا سامان بھی وہاں پہنچا دیا۔ رضاکارانہ خدمت کی یہ مثال ہر لحاظ سے قابلِ تحسین تھی۔ اس وقت بیچارے مہاجر اپنے مخلص انصار کو دل سے دعائیں دے رہے تھے۔

کابل میں داخلہ[2]

دو تین روز پشاور میں قیام کیا۔ اس کے بعد اہلِ پشاور نے مہاجرین کو بیل گاڑیوں میں سوار کر کے کابل کی طرف روانہ ہونے میں پوری پوری اعانت کی۔ اہلِ قافلہ سفر کی

(بقیہ پچھلا صفحہ) پر اس واقعہ کو پیش کرتے ہوئے پانچ ہزار کی بجائے دس ہزار کا ذکر کیا ہے اور دوسری غلطی یہ کی ہے کہ حضرت مولاناؒ نے اس رقم کا سونا پشاور میں جا کر خریدا تھا۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ مولانا نے فراہم شدہ رقم کا سونا لاہور ہی میں خرید کر لیا تھا جبکہ بابو منظور سعید صاحب کی بیاض جو حضرت مولاناؒ نے خود مرتب کروائی تھی۔ اس میں رقم کی تعداد پانچ ہزار اور سونے کی خرید پشاور میں ثابت ہے (راقم الحروف اخگر)

[1] - کاپی بابو منظور سعید صاحب۔ مردِ مومن ص۲۴ مطبوعہ فیروز سنز لاہور۔ عبدالحمید خاں۔

[2] - یہ واقعات آپ کے سوانح نگار بابو منظور سعید اور عبدالحمید خاں مصنف مردِ مومن نے بھی لکھے ہیں لیکن علاوہ ازیں میں نے اپنی ساس (حضرت مولانا احمد علیؒ کی بڑی صاحبزادی) سے ان واقعات کی تصدیق بھی کروائی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے والدین کے ہمراہ موجود تھیں (راقم الحروف اخگر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

صعوبتوں کو برداشت کرتے ہوئے "بساول" پہنچے۔ بعد ازاں "بھٹی کوٹ" کی منزل آئی۔ اسی طرح مختلف درمیانی منازل اور مقامات پر شب بسری کرتے ہوئے تیسرے دن جلال آباد اور وہاں سے چوتھے روز کابل میں جا کر دم لیا۔

جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مولانا سندھیؒ کی وجہ سے مولانا احمد علیؒ کے دو سگے بھائی (حافظ محمد علی اور مولوی عزیز احمد صاحب) پہلے ہی سے کابل میں موجود تھے۔ یہ مولانا سندھیؒ کے ساتھ امیر امان اللہ خاں صاحب کی کوٹھی "عین الامارہ" میں قیام پذیر تھے۔ مولاناؒ کے کابل تشریف لے جانے سے پہلے آپ کے بھائیوں کو آپ کی آمد کا علم ہو چکا تھا۔ لہٰذا انہوں نے آپ کی رہائش کے لیے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ مکان میں بڑی گنجائش تھی۔ آپ نے مکان کی بالائی منزل میں خود رہنا شروع کر دیا اور نچلی منزل میں شیخ میراں بخش اور میاں عبداللہ صاحب کو مع اپنے اہل وعیال رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ لوگ جو آپ سے پہلے کابل پہنچے تھے۔ انہوں نے آپ کو بتایا کہ افغانستان کے حکام مہاجرین کے معاملے میں بڑی بے اعتنائی سے کام لے رہے ہیں اور تمام لوگوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مہاجرین جو نان و نفقہ اپنے ہمراہ لائے تھے وہ ختم ہو چکا ہے اور اب ان کے پاس واپس جانے کا کرایہ بھی نہیں ہے۔ یہ لوگ اب مولانا لاہوریؒ سے واپس جانے کی اجازت مانگنے لگے۔ مگر آپ ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

حکومت افغانستان کا فیصلہ

حکومت افغانستان نے مہاجرین کو ملک کے مختلف صوبوں میں آباد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے پر فوری طور پر عمل در آمد ہوا اور کاشتکاری کے لیے قطعاتِ اراضی مہاجرین کے سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن یہ بیچارے ایسی محنتِ شاقہ کے کب عادی تھے اور ادھر سردی کی شدت نے ان کے عزائم کو بالکل شل کر دیا۔ کپڑوں کی نایابی کی وجہ سے لوگ ٹھٹھر ٹھٹھر کر مر گئے۔ مصیبت نے اس قدر خوفناک صورت اختیار کر لی کہ مُردے چھ چھ دن تک بے گور و کفن پڑے رہتے۔

ڈاک اور باقی رسل و رسائل کا انتظام بالکل غیر یقینی تھا جس سے مشکلات میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا اور آخر کار لوگ باہمی قافلے کی صورت میں واپسی پر مجبور ہو گئے۔ ان دنوں حکومتِ افغانستان اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان معاہدہ ہو گیا۔ جس کی شرطِ اول یہ تھی کہ مہاجرین کو واپس ہندوستان بھیجا جائے۔ مہاجرین نے اس مژدہ جانفزا پر بہزار مسرت سے اپنے وطن مالوف واپس جانا منظور کر لیا۔

مولانا احمد علیؒ اگرچہ اس موقعہ پر کابل میں ہی رہ سکتے تھے لیکن مولانا سندھیؒ نے افغانستان کی حکومت کے رویّہ کا جائزہ لے کر مولاناؒ کو واپس چلے جانے کا مشورہ دیا۔

ؒ۔ حکومتِ افغانستان نے اگرچہ مہاجرین کے درمیان اراضی کی تقسیم برائے کاشت کا فیصلہ حسن نیّت سے کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ خود کفیل ہو کر زندگی بسر کریں اور حکومتِ افغانیہ پر بوجھ نہ بنیں۔ لیکن ماحول کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے مہاجرین کو یہ فیصلہ راس نہ آیا۔ وہ لوگ جو کاشتکاری کے پیشے سے نا آشنا تھے وہ بیچارے چلا اٹھے اور وہ مہاجرین جو کھیتی باڑی کے عادی تھے ان کو بھی افغانستان کی برفانی آب و ہوا نے محنت کرنے سے عاجز کر دیا علاوہ ازیں حکام بھی مہاجرین کے کام کو چنداں دیانت اور ہمدردی سے نبھانے کیلئے تیار نہ تھے (انوارِ ولایت ص۲۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلکہ صاف لفظوں میں فرما دیا کہ حکومت افغانیہ چاہتی ہے کہ افغانستان میں کوئی مہاجر بھی نہ رہے۔ کیونکہ یہ عمل بھی حکومتوں کے باہمی فیصلے کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا۔ لہٰذا مولاناؒ یہ اشارہ پاتے ہی ہندوستان واپس آنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب مولانا سندھیؒ نے حافظ محمد علی صاحب کو یاغستان بھیج دیا اور مولوی عزیز احمد کو ساتھ لے کر خود روس چلے گئے۔

ایک اعتراض کا جواب

اس موقعہ پر ایک معترض کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مولانا احمد علی صاحب با ایں ہمہ عقل و بصیرت ہجرت کابل پر کیوں آمادہ ہو گئے۔ ان کی دور رس نگاہوں نے اس آزمائش وابتلاء کے نتائج کو پیش از وقت کیوں نہ بھانپا۔ ہم اس جگہ نہایت اختصار سے ایسے اعتراضات کا نہایت مسکت جواب دیتے ہیں۔

حضرت مولاناؒ کا ہجرت کرنا اور آپ کے ہمراہ پنجاب کے کچھ لوگوں کا جانا کسی لحاظ[1]

---

[1] بعض اوقات قومی انقلاب کا منظر جاتک ہماری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور یہ منظر ہم کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ انقلاب کا ظہور گو ہماری آنکھوں کے سامنے اچانک ہوا ہے مگر اس کی تیاری مدت دراز سے عمل میں آرہی ہے اور مختلف عوامل اپنا فعل واثر کر رہے تھے جو ہم کو دکھائی نہیں دیتے تھے لیکن عوامل بعیدہ کی کارگزاری جب ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت عوامل قریبہ کی تاثیر کا وقت آتا ہے اور یہ عوامل اس کام کو جو عوامل بعیدہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں انجام تک پہنچاتے ہیں اور اس استعداد کو جو عوامل بعیدہ ذہن جماعت میں پیدا کر گئے ہیں انکو فعلیت کا جامہ پہناتے ہیں یعنی وہ معتقدات و خیالات جو مدت سے ذہن جماعت میں مؤثرات بعیدہ کے زیر اثر استحکام ورسوخ حاصل کر رہے تھے اب مؤثرات قریبہ کے زیر اثر ذہنی جامہ اتار کر میدان عمل میں اپنے تئیں بے نقاب کر دیتے ہیں اور انقلاب عالم سوز کی چنگاریاں جو صدیوں سے دبی چلی آرہی تھیں اب ان میں ان مؤثرات قریبہ کی بدولت یکدم اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور آخر کار جماعت اپنی بے چینیوں سے مسلح ہو کر میدان کارزار میں یکبارگی کود پڑتی ہے شورشیں برپا ہوتی ہیں، قیامت کے فتنے نمودار ہوتے ہیں لوگ آدمیوں کا ایک جم غفیر اپنے قائد کے گرد جمع ہو کر حکومتوں کو پلٹ دیتا ہے۔" (نفحۃ الاحتجاج ص۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی)

سے بھی مولاناؒ کے فکر و تدبر کا نتیجہ نہ تھا۔ مولاناؒ تو حج بیت اللہ شریف سے جب کراچی واپس آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ تحریک خلافت اور ہجرت کابل کا آغاز ہو چکا ہے حکومت افغانستان اور برٹش انڈیا کے درمیان تنازعات پیدا ہو چکے ہیں اور ادھر قسطنطنیہ پر انگریزوں اور فرانسیسیوں نے قبضہ کر لیا ہے اور مسلمانانِ ہند حکومت برطانیہ کے خلاف مذہبی لحاظ سے مشتعل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہجرت کے عوامل بعیدہ اور مؤثرات قریبہ کا عملی طور پر ظہور ہو چکا تھا۔

۲۔ ہندوستان کی تمام پبلک اور خصوصاً مسلمانانِ ہند کی زندگی میں مخدوش حالات پیدا ہو چکے تھے۔ حکومتوں کے انقلابی عزائم کے سامنے رعایا بے بس ہوتی ہے۔ لہٰذا جب حکومت برطانیہ اور حکومت افغانیہ میں آویزش پیدا ہو گئی اور باقی بین المملکتی سیاسی فضا میں بھی تکدر پیدا ہو گیا تو ہندوستان سے ہجرت کر کے مسلمانانِ ہند کا ایک مسلمان ملک (افغانستان) میں جانا کچھ خلاف مصلحت نہ تھا بلکہ اپنی حفاظت و بقا کی تلاش میں نکلنے اور اپنے دین کے تحفظ کے مترادف تھا۔ یہی وہ مواقع ہیں۔ جب اسلام مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنے اور خدائے قدیر کی وسیع سرزمین کی پہنائیوں میں برکات حاصل کرنے اور پناہ لینے کی اجازت بلکہ حکم صادر فرماتا ہے۔[1]

---

[1] یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ تا اللّٰہُ یَرْزُقُهَا وَاِیَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ سورہ عنکبوت آیت ۵۶ تا ۶۰۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا جنانچہ بستی تو اسی گھر حبشہ چلے گئے۔ اس کو فرمایا کہ کوئی ملک کی زندگی ہے، جہاں بن پڑے وہاں کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے آؤ گے اس میں مہاجرین کی تسلی کر دی تاکہ وطن چھوڑنا، اور حضرتؐ سے جدا ہونا دل پر بھاری نہ گزرے گویا جتلایا کہ وطن، خویش واقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرض کر و اس وقت گھر سے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے۔ مگر وہ بے اختیار ہو گا۔ بندگی اسی کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں مزاحم اور خلل انداز ہوتی ہیں (باقی اگلے صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳- مولانا سندھیؒ جو سیاسیات عالم کے نباض تھے، ان کی رائے بھی یہی تھی کہ ان حالات میں مسلمانان ہندوستان کو ہجرت کرنا اولیٰ ہے۔

۴- مولاناؒ کے دو بھائیوں اور مولانا سندھیؒ کا ہجرت کی تحریک سے پیشتر افغانستان کے دارالامارۃ میں نہایت عزت واحترام سے رہائش پذیر ہونا غیر شعوری طور پر ایک دعوت تھی جس پر لبیک کہنا، ایک طبعی تقاضا کی ہم نوائی تھی۔

۵- مولانا کا اپنے علاقے کے باشندوں کے ہمراہ ہجرت کرنا، سفر سے پہلے انتخاب امیر پر عمل کرنا اسلامی شعائر کا احساس اور اس کا عملی نمود تھا۔

۶- ابتداء ہجرت سے لے کر واپسی کے لمحات تک اپنے فرائض کی ادائیگی، رفقاء سفر کی دیکھ بھال اور امداد کا مسئلہ یقیناً آپ کے حق میں دنیوی اور اخروی حسنات وثمرات کا موجب تھا۔

۷- دارالحرب سے دارالاسلام کی ہجرت کا جذبہ برسوں سے مولانا کو بے قرار کر رہا تھا۔ یہی وہ حالات تھے، جن میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہو سکتی تھی۔ لہٰذا آپ نے نبویؐ سنت کی روشنی میں مناسب اقدام فرمایا، جو ہر لحاظ سے قابل ستائش تھا۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی وہ خدا جو جانوروں کو روزی دیتا ہے کیا وہ اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائیگا (موضح القرآن مترجم قرآن مجید حاشیہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص۵۲۲ مطبوعہ انجمن اشاعت قرآن صدر کراچی)

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود ۔ از وطن آقائے ما ہجرت نمود
تا ز بخششہائے آں سلطانِ دیں ۔ مسجد ما شد ہمہ روئے زمیں
ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است ۔ ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است
معنیٔ او از تنک آبی رم است ۔ ترکِ شبنم بہرِ تسخیرِ یم است
ہر کہ از قیدِ جہات آزاد شد ۔ چوں فلک در شش جہت آباد شد
بوئے گل از ترکِ گل جولاں گر است ۔ در فراخائے چمن خود گستر است

"اسرار ورموز" پاکستان ٹائمز پریس لاہور ص۱۳۱ علامہ اقبال مرحوم "در معنی ایں کہ چوں ملت محمدیہ تاسیس بر توحید و رسالت است۔ پس نہایت مکانی ندارد"

۸- کابل سے واپسی کا پروگرام متعلقہ حکومتوں کے معاہدے کے مطابق عمل میں لایا گیا۔ جس میں رعایا کے کسی آدمی کو مداخلت کی کب اجازت تھی۔ ہجرت کی دعوت بھی حکومت افغانیہ کی طرف سے دی گئی اور واپسی کا حکم بھی انہی کی طرف سے صادر ہوا جس پر عمل کرنا امر لابدی تھا۔

۹- قیاس چاہتا ہے کہ مشیتِ ایزدی کے سربستہ مقتضیات کو یہی منظور تھا، کہ وہ شخصیت جس کو مسند ارشاد پر بیٹھ کر برسوں مصطفویؐ حیات کی ترجمانی کرنا تھا ہجرت کے ثمرات سے بھی مالا مال ہو جائے اور جامعیت کا تاجدار بن کر خلق خدا کی رہنمائی کے فرائض ادا کرے۔ لہٰذا ہم آپ کی ہجرت اور واپسی کو آپ کی زندگی کا ایک سبق آموز اور حیرت افزا واقعہ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

واپسی پر مولاناؒ کا پشاور میں داخلہ

پشاور سے دو تین میل کے فاصلے پر گورنمنٹ برطانیہ نے ایک فوجی افسر مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ افسر ہر واپس آنے والے کی سرسری دیکھ بھال کر کے پشاور پہنچنے کی اجازت دیتا تھا۔ جب مولاناؒ ہندوستان کی حدود میں داخل ہوئے تو حکم ملا کہ مرد نیچے اتر آئیں اور عورتیں تانگوں پر بیٹھی رہیں۔ تمام کے نام باری باری پوچھے گئے۔ جب مولاناؒ کی باری آئی تو آپ سے مزید یہ بھی سوال ہوا کیا آپ مولانا سندھیؒ کے رشتہ دار ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا اور آپ کو پشاور بھیج دیا۔ آپ وہاں باقی مہاجرین کے ہمراہ ایک سرائے میں ٹھہرے۔ اگلے دن صبح ایک انگریز کے سامنے حضرت مولاناؒ کو پیش کیا گیا۔ اس نے بغور آپ کو دیکھا اور پوچھا: "آپ مولانا سندھیؒ کے عزیز ہیں؟" آپ نے جواب میں فرمایا: "ہاں میں مولانا سندھیؒ کا عزیز ہوں۔" اب آپ سرائے میں دو تین دن رہے اور پھر باقی مہاجرین کے ساتھ آپ کو بھی لاہور کا ٹکٹ دیا گیا۔ آپ تقریباً ۱۹۲۰ء کی ابتداء میں لاہور مع اہل وعیال تشریف لے آئے۔ آتے ہی درس قرآن مجید شروع کر دیا اور انجمن خدام الدین کی بنیاد ڈالی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حکومتِ برطانیہ کی حکمتِ عملی پر ایک نظر

پیشتر اس کے کہ ہم انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ کا تعارف کرائیں۔ ہم کو حکومتِ برطانیہ کی شاطرانہ حکمتِ عملی پر روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مہاجرین، افغانستان میں جاکر آباد ہونے کا عزم کر چکے تھے۔ ان کو اپنے عمل میں سُنّتِ نبویؐ کا پرتو نظر آتا تھا۔ وہ دارالحرب سے نکل کر افغانستان کی اسلامی سلطنت میں پناہ و تحفظ کی تلاش میں گئے تھے۔ ان بیچاروں نے اپنے وطنِ عزیز کو ترک کیا۔ اپنی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کو خدا کے نام پر چھوڑا۔ لیکن افغانستان پہنچ کر ان کو معلوم ہوا کہ اس حکومت کے حکام ان کے معاملے میں بے اعتنائی سے کام لے رہے تھے۔ لہٰذا ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ وہ مختلف طرح کی بیماریوں کا شکار ہو گئے۔ وہ برفانی علاقے کی شدت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ کسبِ معاش کے لیے ان کو کھیتی باڑی کا کام سپرد کیا گیا جس سے وہ مایوسی کی حد تک دل برداشتہ ہو گئے۔ ہندوستان میں برطانیہ کی حکومت تھی۔ ان کی رعایا کا اپنے وطن کو چھوڑنا۔ حکومت کے ظلم و جور اور اسلام دشمنی کا بہت بڑا ثبوت تھا۔ ان باتوں سے عالمی سیاست میں ان کی ناک کٹتی تھی۔ ادھر حکومتِ افغانیہ مہاجرین کو واپس بھیج کر شرائطِ صلح میں اپنی من مانی کاروائی پر عمل کرانا چاہتی تھی۔ جب حکومتِ افغانیہ اور حکومتِ ہند کی صلح ہو گئی۔ تو مہاجرین کی واپسی ضروری شرط قرار پائی۔ اب حکومتِ انگلشیہ کو موقعہ ہاتھ آیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ظاہری حُسنِ سلوک سے مرعوب اور زیرِ احسان کریں۔

انہوں نے مہاجرین کو واپسی پر پشاور کی سرائوں میں مفت جگہ دی۔ ان کے لیے خورد و نوش کا خاطر خواہ انتظام کیا۔ ان کی واپسی کے سارے اخراجات اپنے ذمہ لیے۔ ان میں ریلوے ٹکٹ مفت تقسیم کئے اور باقی ہر قسم کی سہولت کو ملحوظِ خاطر رکھا۔ حکومت کی یہ پالیسی مسلمانانِ ہند کے دلوں سے جذبۂ حرّیت کو کچلنے اور غلامی میں احساسِ عافیت پیدا کرنے میں بڑی حد تک

کامیاب[1] رہی۔ ناساعد حالات اور انقلاباتِ دہر نے ان کو سراسیمہ کر دیا اور حکومت کی اس ساحرانہ تھپکی نے ان کو برسوں تک شبستانِ غلامی میں سلائے رکھا۔ علامہ اقبال مرحوم جن کو اللہ نے اقوامِ عالم کا نباض پیدا کیا ہے وہ مسولینی[2] کی زبان سے اس شاطرانہ سیاست کو بے نقاب کرتے ہیں۔

میرے[3] سودائے ملوکیت کو ٹھکراتے ہو تم
تم نے کیا توڑے نہیں، کمزور قوموں کے زجاج
تم نے لوٹے بے نوا صحرانشینوں کے خیام
تم نے لوٹی کشتِ دہقاں تم نے لوٹے تخت و تاج
پردۂ تہذیب میں غارت گری۔ آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

دونوں حکومتوں نے اپنے مفاد کے پیشِ نظر اپنے متنازعہ مسائل حل کر لئے اور ہمارے ہندی مسلمان ان کی شطرنج کے مظلوم مہرے بنے رہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اگر تحریکِ ہجرت کامیاب ہو جاتی تو اس کے نتائج انگریزوں کے حق میں بڑے مہلک ثابت ہوتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امیر امان اللہ خاں کی یہ ایک سیاسی چال تھی۔ انہوں نے ہجرت کا حربہ شاید اس لیے استعمال کیا تھا کہ انگریز اس کے نتائج سے خوفزدہ ہو کر ان کی شرائط مان لیں۔

---

[1] شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری
(ضربِ کلیم ص۱۴۳۔ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس۔ لاہور۔ علامہ اقبال مرحوم)

[2] مردِ مومن ص۵۵۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ عبدالحمید خاں۔ لاہور۔

[3] ضربِ کلیم ص۱۴۱۔ مسولینی اپنے مشرقی اور مغربی حریفوں سے۔ علامہ اقبال مرحوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

انجمن خدام الدین کا قیام

ایک صبح درسِ عمومی کے بعد حکیم فیروز الدین مرحوم نے حاضرین مجلس سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ حضرت مولاناؒ ہمیشہ ارشاد فرماتے رہتے ہیں کہ اشاعتِ دین کا کام باقاعدہ کسی ضابطہ کے ماتحت ہونا چاہیے۔ لہٰذا آپ تمام حضرات اتفاقِ رائے سے ایک انجمن کو تشکیل دیں، تاکہ اس کے اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر قواعد و ضوابط تجویز کر کے منظم طریق سے کام شروع کیا جائے۔ تمام سامعین نے اس مبارک رائے کی تائید فرمائی۔ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زبان سے اس انجمن کا نام خدام الدین رکھا گیا۔ اس پر بھی سب احباب نے صاد کیا۔ اس کے تقریباً چھ دن بعد مولاناؒ نے ان تمام حضرات کو بلایا جنہوں نے انجمن کا کام کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ علاوہ ازیں چند اکابر کو اس اجلاس میں مدعو کیا گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا ابو محمد احمد چکوالی مرحوم[1]، مولانا نجم الدین مرحوم[2]، جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے استادِ مکرم تھے اور مولانا فضل حق[3] علیہ الرحمہ جو کہ مولانا نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ ان سب حضرات نے اس اجلاس کو اپنی شمولیت میمنت لزوم سے سعادت بخشی۔ اس موقعہ پر مولانا لاہوریؒ نے فرمایا کہ انجمن کے عہدہ داران کا انتخاب نہایت ضروری ہے اور پھر آپ نے امیر اور صدر کے اختیارات کما حقہ لااستیاز کی وضاحت فرمائی۔ سب نے آپ کی صائب رائے کی تائید کی۔ امیر انجمن کا مسئلہ چھڑا، تو سب کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑی۔ آپ نے انکار فرمایا لیکن حاضرین باصرار اس تجویز کو پیش کرتے رہے اور اکابر نے مجبوراً آپ کو اس امارت کے لیے

۱۔ حضرت مولانا ابو محمد احمد چکوالی جو مولانا احمد علی مرحوم کے خسر تھے ان کا تعارف سابقہ اوراق میں کرایا گیا۔

۲۔ حضرت مولانا نجم الدین صاحب کا تعارف یہی کافی ہے کہ آپ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کے استادِ مکرم تھے اور اورنٹیل کالج کے پروفیسر تھے۔ دینی ذوق آپ کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔

۳۔ مولانا فضل حق صاحب مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتے اور فارغ التحصیل عالم دین تھے۔

آمادہ کیا۔ لہٰذا آپ نے امتثالِ امر کے لحاظ سے اس عہدہ کو قبول فرمایا۔ حضرت مولانا فضل حق ناظم، خواجہ محمد رشید صاحب (دوائیں) آسٹریلیا والے خزانچی مقرر ہوئے۔ انجمن کا نصب العین اشاعتِ قرآن حکیم اور احیائے سُنّتِ نبوی قرار پایا۔ اور اجلاس بہ ہزار یمن و سعادت برخاست ہوا۔

حُسنِ انتخاب پر ایک نظر

خالق انفس و آفاق کی مشیت اگر انسانی گروہوں پر راضی ہو۔ تو اُن کو حُسنِ انتخاب کی توفیق عطا فرماتی ہے۔ حُسنِ انتخاب اقوام کی تمام فکری اور عملی کاوشوں کو بار آور کرنے کا ضامن ہے۔ قوموں کے ارتقاء و بقا کی تاریخ میں یہی عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ لاہور کی بستی میں چند مخلص نفوس کے اجتماع میں ایک ایسی جامع الصفات شخصیت کا ایک دینی انجمن کی امارت کے سلسلے میں انتخاب ہوا جس کی زندگی کے تمام تر لمحات دینِ مصطفویؐ کی خدمت کیلئے وقف تھے جس کو ایک آنکھ نے نہیں، بلکہ نصف صدی کے طویل عرصے میں لاکھوں آنکھوں نے سفر میں، حضر میں، بیماری میں، تندرستی میں، مسجد میں، جیل میں، جوانی میں اور عالم کہولت کی نقاہتوں میں غرضیکہ ہر وقت خدمتِ اسلام میں منہمک دیکھا۔ وہ داعیٔ اجل کو لبیک کہنے والے دن بھی اصلاحِ قوم کا تحریری پروگرام (خطبۂ جمعہ) اپنے ضعیف ہاتھوں میں لے کر گھر سے مسجد میں تشریف لایا اور اسی دن نمازِ عصر کے بعد جنتِ فردوس کی راہ لی۔ اطاب اللہ ثراہٗ وجعل الجنۃ مثواہٗ۔[1]

> خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
> تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند[2]

۱۔ انوارِ ولایت ص۱۲۹-۳۰۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔ سوانح حیات مولانا احمد علیؒ

۲۔ ضربِ کلیم۔ ص۱۴۰۔ علامہ اقبالؒ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اللہ! اللہ ؎

این چنیں دل خودنگر، اللہ مست ۔ جز بہ درویشی نمے آید بدست [1]

قرآنِ حکیم کے دو درس [2]

حضرت مولاناؒ نے درسِ عمومی تو نمازِ فجر کے بعد شروع کر ہی رکھا تھا اور یہ ۱۹۱۰ء سے شروع تھا۔ یہ درس تاحیات آپ ہی دیتے رہے۔ مستورات کے لیے پردے کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا۔ درس کا پہلا دور آٹھ سال میں مکمل ہوا۔ دوسرا ۱۵ سال میں اور تیسرا دور ۱۹۴۹ء سے حضرت کی وفات تک جاری رہا۔

دوسرا درس آپ نے نمازِ مغرب کے بعد شروع کر دیا اس میں کالج کے طلبہ، دفاتر کے ملازمین اور باقی گریجوایٹ نوجوان شامل ہوتے تھے۔ آپ نے پچیس سال تک اس درس کو بخیر و خوبی نبھایا۔ بعد ازاں دوسرے درس کا کام آپ کے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم ملکِ حجاز کی ہجرت تک بطریقِ احسن انجام دیتے رہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء من عبادہ۔

تفسیرِ قرآن

۱۹۲۵ء [3] میں حضرتؒ کے بعض معتقدین نے عرض کیا کہ درسِ قرآن کریم کو تحریر کی شکل میں لا کر طبع کرایا جائے تو یہ ابدی فائدہ کا حامل ہوگا۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ لاہور میں کثرتِ اشتغال اس کام میں مانع ہوگی۔ اس لیے حضرت لاہور سے کسی پرسکون جگہ پر تشریف لے جائیں۔ جس کے لیے کیمبلپور کی بستی واہ کا انتخاب ہوا۔ لہٰذا آپ ہر سال

---

[1] ۔ مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" ص۲۵۔ علامہ اقبالؒ

[2] ۔ "مردِ مومن" ص۱۱۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور

[3] ۔ " " " ص۱۳ " " "

ایک ماہ کے لیے حضرت واہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ترجمۃ القرآن کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح ۱۹۲۷ء میں یہ مترجم اور محشیٰ قرآنِ حکیم شائع ہو گیا۔

مدرسہ قاسم العلوم کا اجراء [1]

انجمن خدام الدین کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۹۲۴ء میں مولاناؒ نے تجویز پیش کی کہ ایک عربی مدرسے کا اجراء کیا جائے۔ حاضرین نے متفقہ طور پر آپ کی تائید کی۔ مدرسے کا نام بھی آپ کے ارشاد پر قاسم العلوم رکھا گیا۔ پہلے طلبہ اور علماء کرام کی رہائش کے لیے ایک مکان کرایہ پر لیا جاتا تھا۔ اب اندرون شیرانوالہ دروازہ ایک قطعۂ اراضی خرید کر مدرسہ کی تعمیر کی گئی جو کہ ۱۵ کمروں پر مشتمل ہے۔ ہال ان کے علاوہ ہے۔ مدرسہ قاسم العلوم میں دورۂ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کی رہائش کا انتظام کیا جاتا ہے۔ آپ کے اعلان کے مطابق صرف فارغ التحصیل علماء اس درس میں شامل ہو سکتے ہیں۔ انجمن ان کے تمام مصارف کی کفالت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ قرآن پاک تین ماہ میں ختم کیا جاتا ہے۔ ہر سال رمضان المبارک میں داخلہ ہوتا ہے۔

لہٰذا دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، دارالعلوم ڈابھیل، مدرسہ شاہی مرادآباد اور مدرسہ عربیہ دہلی کے سند یافتہ علماء کرام شریکِ درس ہوتے رہے۔ قیامِ پاکستان سے پہلے علماء کی تعداد دو سو اور اڑھائی سو کے درمیان ہوتی۔ بعد ازاں جن طلبہ کو پاسپورٹ مل جاتا وہ شریک ہوتے۔ مشرقی پاکستان، خیر المدارس ملتان، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علماء بھی شامل ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ ملایا، انڈونیشیا، ایران، افغانستان، روسی ترکستان اور دیگر اسلامی ممالک کے علماء بھی شرکت کرتے رہے۔

سندات جو فارغ التحصیل علماء کو دورۂ تفسیر کے اختتام پر دی جاتی ہیں،

---

[1] ۔ کاپی بابو منظور سعید صاحب، انوارِ ولایت ص۳۳، مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان پر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ[1]، حضرت انور شاہ کاشمیری مرحوم[2] اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ[3] کے دستخط ثبت ہوتے ہیں۔

---

[1] حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۸۷۹ء دو شنبہ اور سہ شنبہ کی درمیانی شب بوقت ۱۱ بجے بمقام بانگر مئو ضلع اناؤ میں ہوئی۔ آپ نسباً حسینی سید تھے۔ آپ کے والد ماجد صاحب کشف و کرامت عالم ربانی تھے اور والدہ محترمہ پابند شریعت، صابرہ، ذاکرہ شاغلہ گویا کہ رابعۂ وقت تھیں۔ آپ بلا کے ذہین تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں والد محترم کی معیت میں دیار رسول اللہ میں چلے گئے۔ وہاں رہ کر تمام علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت فرمایا۔ سترہ سال مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مالٹا کی اسارت میں رہے۔ قید مالٹا میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ۳۲ سال تک دارالعلوم میں درس حدیث دیا۔ آپ جنگ آزادی کے مجاہد کبیر تھے! یہ پیکر حریت مرقع علم و عرفان ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء منہاج نبوت پر چلتا چلتا عالم بقا کی منزل (جنت فردوس) پر نہایت کامیابی سے جا پہنچا۔ (بیس بڑے مسلمان ” مکتبہ رشیدیہ ۔ عبدالرشید ارشد)

[2] حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیری قدس سرہ ۔ ۲۷ شوال المکرم بروز شنبہ بوقت صبح بمقام ودھوان علاقہ لولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والدہ سے قرآن پاک اور فارسی کی چند کتب چھ سال کی عمر میں ختم کرلیں۔ ایک صاحب فراست نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ”یہ بچہ اپنے وقت کا رازی اور اپنے زمانے کا غزالی بنے گا۔“ آپ نے خود فرمایا کہ میں بارہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے لگا تھا۔ آپ کے اساتذہ شیخ الہندؒ مولانا خلیل احمدؒ اور مولانا محمد اسحاق رحمہم اللہ اجمعین ہیں۔ حضرت شاہ وصیؒ مرحوم اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا ”حقانیت اسلام کی دلیل میں ایک دلیل حضرت مولانا انور شاہ صاحب کا امت مسلمہ میں وجود ہے“۔ تمام عالم اسلام کے علماء، فضلاء، حکماء، محدثین، مفسرین، فقہاء اور محققین آپکی مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں۔ (بیس بڑے مسلمان ۔ ص ۲۱۳)

[3] ۔ رئیس المفسرین حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم ۔ شیخ الاسلام علامہ عثمانی عشرہ محرم ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ الہند کے شاگرد ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز کی دعوت پر گئے۔ وہاں عربی میں تقریریں کیں۔ تفسیری نکات میں آپ کا مثیل شاید ہو باید۔ آپ کا مرتب کردہ حاشیہ قرآن حکیم قرون اولیٰ سے لیکر اب تک تمام تفاسیر کا جامع مجموعہ ہے۔ (بیس بڑے مسلمان ص ۴۲۳ ۔ عبدالرشید ارشد)

تاریخی سعادت

اس موقعہ پر ایک تاریخی سعادت کا ذکر بھی ضروری ہے۔ مدرسہ قاسم العلوم کی عمارت کی تعمیر و تکمیل کے بعد حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ رئیس المفسرین کو مدرسہ کے افتتاح کے لیے دعوت دی۔ مولانا الممدوح تشریف لائے۔ مدرسہ کی تمام منزلوں میں قرآن مجید کے نسخے رکھے گئے۔ تمام حضرات نے مل کر قرآن پاک کی تلاوت کی۔ حضرت عثمانیؒ بھی بڑی دیر تک تلاوت فرماتے رہے۔ اس طرح سے اس اسلامی جامعہ کا آغاز ہوا۔

نقل سند[1]

جو علماء کرام کو قرآن مجید میں کامیاب ہونے پر دی جاتی ہے اور یہ اعلیٰ حضرت سید انور شاہ رحمۃ اللہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھی

یا علیم
یا خبیر

سند تفسیر القرآن العزیز من مدرسۃ قاسم العلوم المتعلقۃ بجمعیۃ خدام الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان وعلمہ البیان ۔ ثم جعلہ خلیفتہ فی الارض حاکماً علی الطول والعرض ۔ والذی وضع المیزان وانزل الفرقان ۔ لیحییٰ من حیّ عن بینۃ ویھلک من ھلک عن بینۃ ۔ والمفرق بین الاولیاء والرحمۃ واولیاء الخذلان ۔ الذین عدلوا عن سنۃ اللہ وتنکبوا عن الفرض ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ و خیرۃ خلیقتہ عبدہٖ ورسولہ الھادی لطریقتہ ۔ نبی الانبیاء

---

[1] ۔ از دفتر انجمن خدام الدین ۔ شیرانوالہ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

خطیبھم وخاتمھم وَ عاقبھم وَحاشرھُم ۔ الّذی بیدہ
لواء الحمد ومقامہ المحمود وکان اوّل النبیّین وَ بعثً فی
اٰخرھم متممت لمکارم الاخلاق ومحاسن الافعال ۔ وَ مختتمًا
لمناصب الجمال والکمال ۔ وَعلیٰ اٰلہٖ وَاصحابہٖ کلّما ذکرہٗ الذّاکرون
صلوٰۃ دائمۃ الی الیوم الموعود ۔ امّا بعد ۔ فانّ من اٰیات اللّٰہ
البیّنات فی بسیط الارض کتابہ المنیر ۔ ووحیہ البشیر النّذیر
وَھو قراٰنہ المجید ۔ وفی قانہ الحمید ۔ الّذی لا تنقضی عجائبہ
وَلَا تنفد رغائبہ ۔ اَلَا وَھُو واسطۃ بینہٗ و بین مخلوقہ ۔ وَرَابطۃ
الیٰ حضرتہ وحظیرۃ قدسہ ۔ وھو النفاسہ الرّحمانیہ من
غیبہ وانسہ وکان خیر النّاس بنصّ خیر النّاس من علّمہ
وَتعلّمہ وخدمہٗ ۔ وکان من منن اللّٰہ ان وَفق اخانا فی دین
اللّٰہ المولوی . . . . لاخذ ترجمتہ وتفسیرہ ۔ فی
جمعیّتہ خدّام الدّین الّتی نشأۃ فی بلدۃ لاھور لخدمتہ و
ظھرت برکاتہ وبجمّات ثمراتہ ۔ وقع العزم الاٰن علیٰ اعطا
السند والاسناد لمن وفق بتحصیل تفسیر القرآن من خیار
العباد ۔ و وجدناہٗ اھلًا لذالک وخلیقًا لہ ۔ نشرًا للمعارف
وَ بسطٌ للعوارف ۔ وَنوصیہ بتقوی اللّٰہ فی السّر والعلانیۃ
وان ینصح لہ وللدّین ولعامّۃ المسلمین ولائمۃ وَالملّۃ السّنیّۃ
وان یدعُو لنا فی اوقاتہ الصالحۃ ۔ واللّٰہ الموفق وبہٖ نستعین ۔

امضاأتُ العلماء	مدرسہ قاسم العلوم	اصضاأتُ العلماء
محمد انور شاہ عفا اللّٰہ عنہ	متعلقہ	ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ
شیخ الحدیث جامع اسلامیہ ڈابھیل	انجمن خدام الدین	شیخ الحدیث جامعہ الاسلامیہ دارالعلوم دیوبند
شبیر احمد عثمانی عفا اللّٰہ عنہ	دروازہ شیرانوالہ لاہور	احقر الانام احمد علی عفی عنہ
شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل		امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدرسہ[ٔ] قاسم العلوم کے دیگر شعبہ جات

درس عمومی اور درس خصوصی کا ذکر تو سابقہ صفحات میں آچکا ہے ۔ اب ہم باقی شعبہ جات کے مدرسہ کا مختصر ذکر کرتے ہیں ۔

حفظ و ناظرہ

بچوں کے لیے حفظ و ناظرہ قرآن مجید پڑھانے کا انتظام بطریق احسن موجود ہے ۔ ۱۳۵۴ھ سے یہ سلسلہ نہایت اہتمام سے جاری ہے ۔ حفاظ اور قرا کا تقرر کیا جاتا ہے ۔ بچے مدرسہ اور مسجد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ اور آج تک سینکڑوں اس شعبہ میں کامیاب ہو چکے ہیں ۔

فنی تعلیم و تربیت

ابتدا میں فنی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا تھا ۔ مگر چند وجوہات کی بنا پر اس کو بند کرنا پڑا ۔

مدرسۃ البنات

۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں انجمن نے طالبات کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا ۔ یہ ۱۲ کمروں پر مشتمل ہے ۔ مدرسہ میں دینی تعلیم کا ہشت سالہ نصاب رائج ہے ۔ جس میں اسلامی عقائد و ارکان کلام اللہ مع ترجمہ و درس حدیث ، سیرۃ النبی اور سیرۃ خلفائے راشدین شامل ہیں ۔ مزید برآں تعلیم خانہ داری اور کشیدہ کاری بھی نصاب میں شامل ہیں ۔

مدرسۃ البنات کے دو شعبہ جات ہیں ۔

ا ۔ ایک شعبہ ان طالبات کے لیے ہے جو کسی اور مدرسہ میں تعلیم نہیں پاتیں ۔

ب ۔ دوسرا شعبہ جز وقتی طالبات کے لیے ہے ، جو سرکاری مدارس میں زیر تعلیم ہیں اور دوپہر کے بعد مغرب تک اس مدرسہ میں دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں طالبات سے فیس نہیں لی جاتی ۔

مدرسۃ البنات میں قریباً پانچ سو طالبات زیر تعلیم ہیں اور تیرہ استانیاں کام

---

[1] ۔ از دفتر انجمن خدام الدین ۔ شیرانوالہ ۔ لاہور ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر رہی ہیں۔ جن میں چند ایک حضرت مولاناؒ کی شاگرد ہیں۔ یہ استانیاں دس روپے ماہانہ سے بیس روپے ماہانہ پر رضاکارانہ کام کرتی ہیں۔ صرف خیاطی کی انچارج معلمہ کا مشاہرہ چالیس روپے ہے۔ مدرسۃ البنات پر کل تخمیناً ۔۔ روپیہ خرچ آیا تھا اور اس سلسلے میں کبھی کوئی چندہ نہیں مانگا گیا۔ مدرسہ کا خرچ انجمن کی غیر منقولہ جائداد کے کرایہ سے پورا ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ۔

میزانیہ اور جائداد[۱] مدرسہ کا نہ کوئی سفیر ہے اور نہ اس کے لیے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے۔ حضرتؒ کے حلقۂ ارادت کے مخیر حضرات از خود اعانت کرتے ہیں۔ حضرتؒ خود انجمن سے تنخواہ یا سفر خرچ وغیرہ وصول نہیں کرتے تھے۔ مدرسہ پر کل پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا تھا۔

ریاست بہاول پور کے ایک متمول آدمی میجر اللہ دتہ صاحب نے اپنی نو تعمیر کوٹھی زینا منزل، انجمن خدام الدین کے نام وقف کر دی تھی، جس کی قیمت ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ ہے۔ اس کی صرف نچلی منزل کا کرایہ دو سو روپے ماہوار ہے۔ اس سے مدرسۃ البنات کا خرچ پورا ہو جاتا ہے۔ کل غیر منقولہ جائداد دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ سے زائد ہے۔

کتب خانہ[۲] مدرسہ قاسم العلوم کے ایک وسیع و عریض کمرے کو کتب خانہ کی حیثیت دے رکھی ہے۔ یہ کتب خانہ تمام متداولہ علوم و فنون درسیہ کی کتابوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ حضرتؒ کی تبحر علمی کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ نہایت حفاظتی انتظامات سے شیشہ دار الماریوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چونکہ کتب متنوع شعبہ ہائے علم سے متعلق ہیں، لہٰذا الماریاں بھی اسی لحاظ سے تقسیم کی گئی ہیں اور ہر شعبہ کا جلی قلم سے نام لکھا گیا ہے۔ ہم کتب کی تعداد شعبہ وار

---

[۱] "مرد مومن" ص۴۵ ۔ مؤلفہ عبدالحمید خان ۔ فیروز سنز ۔ لاہور۔

[۲] ۔ از مدرسہ قاسم العلوم (لائبریری ۔ دفتر لائبریری)

درج کرتے ہیں۔ کتابیں چرمی جلدوں میں محفوظ ہیں۔ راقم الحروف نے خود کتب خانہ میں حاضر ہو کر درج ذیل فہرست تیار کی ہے۔

نمبر شمار	شعبہ	تعداد کتب	نمبر شمار	شعبہ	تعداد کتب
۱	تصوف	۱۶۳	۸	فن تاریخ	۸۵
۲	حدیث	۳۰۵	۹	اصولِ حدیث	۷
۳	تفاسیر فن تفسیر	۳۷۱	۱۰	فنِ طب و ریاضی	۲۰
۴	کتب فرق باطلہ و تردید اشیاء	۲۹۸	۱۱	فنِ اصولِ فقہ	۲۹
۵	فن ادب و لغت	۵۳	۱۲	منطق، معقول، فلسفہ	۵۰
۶	سوانح حیات	۵۴	۱۳	دیگر کتب	
۷	فقہ	۱۱۹			

شعبۂ اشاعت

حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ اپنے مترجم اور محشّی قرآن کے پہلے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں: "انجمن خدام الدین بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے ۱۳۴۰ھ میں یہ قائم ہوئی۔ اس کا مقصد اشاعت کتاب و سنّت ہے"۔ رسائل کے متعلق حسب ذیل عبارت ہے: "رسالوں اور کتابوں کے ذریعے تبلیغ کرنے کا شعبہ الگ ہے۔ ایسے رسالہ جات بفضلہ تعالیٰ ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۶۹ھ تک ۳۲ کی تعداد میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن کی مجموعی تعداد اس وقت آٹھ لاکھ دس ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ یہ رسالہ جات مفت تقسیم ہوتے ہیں۔ پاکستان اور بیرون پاکستان ان کی افادیت کی وسعت ہے۔ علاوہ ازیں پانچ چھوٹی سورتوں کی تفسیر ۲۵۰۰۰ (پچیس ہزار) کی تعداد تک شائع ہو چکی ہے۔ مجموعی دروس کے اہم مضامین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو بھی یکجا کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جن میں ہر سورۃ کا عنوان، ہر رکوع کا خلاصہ، اس کا ماخذ، آیات کا ربط، واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط وغیرہ وغیرہ۔

رسائل کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱- تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ۔
۲- اسلام میں نکاح بیوگان۔
۳- ضرورۃ القرآن۔
۴- خلق محمدیؐ۔
۵- خلاصۂ اسلام۔
۶- توحید مقبول۔
۷- پیغام رسولؐ۔
۸- فلسفۂ عید قرباں۔
۹- اسلام ہند خطرہ میں۔
۱۰- فلسفۂ روزہ۔
۱۱- اسلام کا فوجی نظام۔
۱۲- خدا کی نیک بندیاں
۱۳- پیرو مرید کے فرائض۔
۱۴- فلسفۂ زکوٰۃ۔
۱۵- علماء اسلام اور علامہ مشرقی۔
۱۶- خدا کی مرضی۔
۱۷- شہادۃ القادریہ علی حرمۃ المزامیر۔
۱۸- احکام شب برات۔
۱۹- اصل حنفیت۔
۲۰- وظیفے
۲۱- مال میراث میں حکم شریعت۔
۲۲- فوٹو کا شرعی فیصلہ۔
۲۳- تحفۂ میلاد النبیؐ۔
۲۴- معراج النبی۔
۲۵- شرح اسماء اللہ الحسنیٰ
۲۶- فلسفۂ نماز۔
۲۷- بہشتی اور دوزخی کی پہچان
۲۸- مسلمان عورت کے فرائض۔
۲۹- گلدستۂ صد احادیث
۳۰- اسلام اور ہتھیار
۳۱- مقصد قرآن
۳۲- نجات دارین کا پروگرام
۳۳- مرزائیت سے نفرت کے اسباب۔
۳۴- استحکام پاکستان۔

ان رسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہو چکی ہیں۔

۱- خلاصہ مشکوٰۃ شریف از مولانا احمد علیؒ۔

۲- خطبات جمعہ (۸ جلدیں)۔
۳- مجالس ذکر کے مواعظ (۸ جلدیں)
۴- مجموعہ تفاسیر (سورہ معوذتین، کوثر، قریش، عصر، علق)
۵- ترجمہ قرآن مجید مصدقہ دیوبندی۔ بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات)
۶- قرآن مجید مع حاشیہ۔

انگریزی رسائل حسب ذیل شائع ہو چکے ہیں۔

1. Islam and Ahmadism.
2. Wisdom of the Quran.
3. Wisdom of the Quran.(II)
4. Quranic conceptions of National Solidarity & International Peace.
5. Quran and Science.
6. Preaching of Islam.
7. Reforms of Muslim Society.
8. Spirit of Islamic Culture.
9. The Quranic origin of the Islamic Polity.
10. The Secrete of inviolable of the five prayers.
11. Islam's solution of the Basis Economic Problems.

مذکورہ بالا ہر نوع کی اشاعت کے متعلق ہم انشاءاللہ کسی مناسب موقعہ پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے تاکہ ان کے افادات عام نظروں کے سامنے آسکیں۔

عربی پڑھنے والے طلبہ

دورہ تفسیر میں شامل ہونے والے علماء کرام کے علاوہ مدرسہ قاسم العلوم میں عربی پڑھنے والے طلبہ کو بھی داخل کیا جاتا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں مولاناؒ جب دوسرے حج پر

لہ۔ ریکارڈ از دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشریف لے گئے تو صوفی محمد یوسف ایم۔ اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کو اپنا قائمقام بنا گئے۔ مولانا کی عدم موجودگی میں طلبہ نے چند بے ضابطگیاں کیں اور صوفی صاحب کی انتہائی کوشش کے باوجود طلبہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ حضرت مولانا جب بخیر و خوبی حج سے واپس آئے تو آپ نے جو فیصلہ کیا۔ یہ لوگ اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے لہٰذا طلبہ کی اس بے راہروی سے اراکین انجمن سخت دل برداشتہ ہوئے اور آخر کار اس شعبہ کو بند کرنا پڑا۔

"انجمن کے اراکین نے ایک نئی تجویز پر عمل کرنے کا حسب ذیل فیصلہ کیا؛

"مقامی حضرات کے پرائمری پاس بچوں کو داخل کیا جائے اور ان کو چھ سال کے اندر قرآن حکیم کا مکمل ترجمہ، مشکوٰۃ شریف۔ کنز الدقائق اور منطق میں قطبی وغیرہ تک تعلیم دی جائے۔ اس دینی تعلیم کے علاوہ لکڑی، لوہار کتابت اور تجارت کے فنون سیکھنے کا بھی انتظام کیا جائے۔"

اب اس تجویز پر عمل شروع ہوگیا۔ دو تین سال کے بعد جب بچے دو تین روپے یومیہ کمانے کے قابل ہو جاتے تو والدین بچوں کو مدرسے سے ہٹا کر کاروبار پر لگا لیتے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے اپنی روش پر قائم رہتے۔ والدین کے اس دنیاوی رویہ کو دیکھ کر انجمن کے ارباب حل و عقد کو نہایت مجبوری کے عالم میں یہ شعبہ بھی بند کرنا پڑا۔

مولاناؒ کا تیسرا حج

۱۹۲۸ء کو مولانا بفضل رب کریم تیسرے حج کو تیار ہو گئے۔ آپ کے رفیق سفر مستری رحیم بخش مرحوم تھے مستری مرحوم آپ کے یار غار تھے۔ لہٰذا یہ مبارک سفر بھی بڑی طمانیت خاطر سے گزرا۔

حضرت سندھیؒ سے ملاقات

حضرت سندھیؒ اپنی ہجرت اور جلاوطنی کے دوران یورپ کے مختلف ممالک

(روس، ترکی وغیرہ) کی سیاحت کے بعد مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔[1] اس موقعہ پر ہندوستان کی چند مقتدر شخصیتیں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں حاضر تھیں۔ ان میں خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اور مولانا ظفر علی مرحوم بھی شامل تھے۔ یہ حضرات ضروری عبادات کے بعد آپس میں بیٹھ کر تبادلۂ خیالات فرماتے اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ بھی ان کے حریت نواز مباحث اور پاکیزہ خیالات سے مستفیض ہوتے۔ چونکہ آپ ایام حج سے پہلے ہی مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہو چکے تھے۔ لہٰذا آپ کو حج کے بعد مکہ معظمہ رہنے کا صرف چند دن ہی موقع ملا۔ اس قلیل مدت میں حضرت اپنے دیرینہ مربی و محسن کی صحبت سے پوری طرح سیری حاصل نہ کر سکے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

میدانِ عمل

یعنی

مذہبی اور سیاسی تحریکات

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

آج ہمارے سامنے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ کی اس مثالی زندگی کا بے نظیر مرقع ہے۔ جس کی وسعتوں میں عالمانہ تجربہ، فقیہانہ تفکر، مفسرانہ تدبر، خطیبانہ حسن تکلم

---

[1] پیشتر ازیں بابو منظور سعید صاحب کی بیاض کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی پیدائش سے لے کر آپ کے تیسرے حج تک کے تمام واقعات زندگی حضرتؒ نے خود اپنی فرصت میں بابو منظور سعید صاحب کو نقل کروائے۔ لہٰذا سابقہ حالات کی ثقاہت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے اس کے بعد تا وفات تمام واقعات کے مختلف ماخذ ہیں بہر صورت ہر واقعہ کو متن میں شامل کرتے ہوئے پوری حزم و احتیاط سے کام لیا جائیگا (راقم الحروف)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قلندرانہ فقر غیور، مرسلانہ متانت، عارفانہ رنگ عبدیت اور مجاہدانہ ولولے موجود ہیں ایسی جامع صفات ہستیاں صدیوں کے بعد منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی ہیں یقیناً آپ کی حیاتِ مبارکہ کا خمیر جلال و جمال، علم و عرفان اور خسروی و درویشی کا ایک حسین امتزاج رکھتا ہے ۔ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا ایں جا است

ہم مولاناؒ کی ملکی، ملی اور مذہبی خدمات کے سلسلے میں گفتگو کرنے سے پہلے ایک شجرہ حریت پیش کرتے ہیں تاکہ اس پر سرسری نظر ڈالنے والا حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے زندہ و تابندہ نقوش کو ظاہر و باہر دیکھ سکے اور پھر آپ کی حیاتِ ولایت آثار کا الحاق تاریخی شواہد سے اس جماعت سے ثابت ہو سکے، جس کے ہر فرد کی روح جذبۂ حریت، بیباک صداقت، سرفروشی و جانسپاری، اولوالعزمی، للہیت اور فدائیت سے بے تاب رہتی تھی۔ یا یوں کہئے امتِ مسلمہ کا وہ منتخبہ روزگار قدسی گروہ جس کے متعلق زبانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے احیائے دین کے سلسلے میں ارشاد فرمایا تھا "علماءُ اُمتی کالانبیاءِ بنی اسرائیل"

ہر ایک صداقت کا پتلا اور امامتِ دوراں کا سزاوار ہے

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

ہندوستان کی تاریک فضاؤں میں مجددیت کا آفتاب اپنے عہد میں نصف النہار پر چمکا اور عالمِ اسلام میں بسنے والوں کے قلوب و ارواح کو حسبِ توفیقِ ایزدی منور کر گیا۔

نسب نامۂ علمِ حریت

مجددِ ملت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

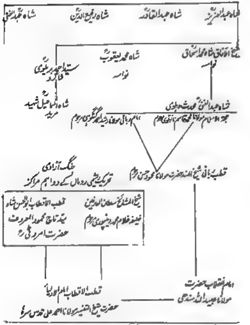

لے ۔ مرتبہ از مناظر حسین نظر ایڈیٹر ہفت روزہ خدام الدین ۔ لاہور

foobaa-elibrary.blogspot.com

دین وسیاست

وہ لوگ جو اپنی کوتاہ بینی، غلط فہمی اور سفاہت سے علماء حق کو میدانِ سیاست میں سست گام اور ناکام سمجھنے کے توہمات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ واقعات کی روشنی میں یقین کر لیں کہ تمام ادوارِ حیات میں علماء خیر نے مذہب وسیاست کو ایک ہی چشمے کے دو دھارے اور ایک ہی تنے کی دو شاخیں سمجھا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جامع شریعت لے کر دنیا میں جلوہ افروز ہوئے جس میں خاکروبی سے لے کر خلافتِ راشدہ تک کے تمام شعبے اسلام ہی اسلام ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے حجرے کا تصور اسلام کی تمام حقیقتوں کی عکاسی پیش کر رہا ہے۔ اس رشکِ عرش حجرے کے فرش پر جہاں عبودیت ونیازمندی کے اظہار کے لیے مصلیٰ بچھا رہتا تھا وہاں اس کی مبارک دیواروں پر ہر طرف شمشیر وسناں، تیر وتفنگ اور زرہیں لٹکی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مدینۃ الرسول وہ مقدس مرکز تھا۔ جہاں سے دنیا بھر کے فقہاء، محدثینؒ، مفسرین، متکلمین، مردانِ پاکباز، اتقیائے امت، مجاہدینِ اسلام اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر معاویہؓ جیسے سیاست دان پیغامِ ہدیٰ لے کر جاتے تھے اور تا قیامت کائناتِ ارضی کے باشندوں کی فلاح واصلاح کا نظام ہی حجرہ نشین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاپوش کے تسمے سے بندھا ہوا ہے۔ ؎

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ہم اس مقام پر غیر مسلم دانشوروں کے ایک دو اقوال پیش کرتے ہیں جن سے سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اوصاف منظر عام پر آتے ہیں

لہ۔ حضرت مولانا ظفر علی مرحوم ایڈیٹر اخبار "زمیندار"

"Second.y, there is Muhammad's wisdom as a statesman. The conceptual structure found in the Quran was merely framework. The framework had to support a building of Concrete policies and Concrete institutions in the course of this book much has been said about. Muhammad s farsighted political strategy and his social reforms His wisdom in these matters is shown by the rapid expansion of his small state to a worldempire and by the adaptation of his social institutions to many different environments and their continuance for thirteen centries.'

اسی کتاب کے اسی صفحہ کے آخری پیرا کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ مشک آنست کہ خود ببوید

The more one reflects on the history of Muhammad and of early Islam, the more one is amazed at the vastness of his achievements. Circumstances Presented him with an opportunity such as few men have had, but the man was fully matched with the hour. Had it not been for his gifts as seer, stateman, and administrator and behind these, his trust in God and firm belief that God has sent him, a notable chapter in the history of mankind would have remained unwritten. It is my hope that this study of his life may contribute to a fresh appraisal and appreciation of one of the greatest of the sons of Adem."

Muhammad is a moral exampler 334.

لہ

"Muhammad at media" P 335 by W. Montgomery Watt. Oxford at the clarendom press 1956.

toobaa-elibrary.blogspot.com

Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless. His house, his dress, his food they were charactrized by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his companions no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slave which he could himself. He was accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of sympathy for all. Unlimited was his benevolence and generosity, as also was his anxious carefor the welfare of the community."

اقبال نے "دین و سیاست" کے عنوان سے اپنی معرکۃ الآرا نظم میں فرمایا؛

۲؎ ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

آخری شعر میں اسلام کی جامعیت کو نہایت معنی خیز مگر مختصر الفاظ میں بیان فرمایا۔

۳؎ یہ اعجاز ہے ایک صحرا نشیں کا
بشیری ہے، آئینہ دارِ نذیری

اسلام نے قرآن پاک اور تلوار کو ایک دوسرے کا محافظ قرار دیا ہے۔

۴؎ ایں دو قوت حافظِ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی را محور اند

---

1. Muammad and Teachings of Quran.P.119. by john Davenport(Above mentioned lines have been written by Gustac Weil.)

۲؎ - بالِ جبریل ص۱۶۰ . علامہ اقبال مرحوم
۳؎ " " " " " " "
۴؎ جاوید نامہ فارسی " " " " ص۱۴۳ نظم قصرِ اشرف النساء۔

جمعیۃ علماء ہند کا قیام

۱۹۱۹ء وہ پہلا سال ہے جس میں پر امن جدوجہد کا آغاز ہوا۔ انقلاب و حریت کے مشورے جو خفیہ ہوا کرتے تھے اب ان کے اجلاس منعقد ہونے لگے۔ وطنی مطالبات کے لیے انڈین نیشنل کانگرس تھی، جس میں جملہ علماء ہند نے شرکت کی۔ خلافت اسلامیہ سے متعلق اس سال خلافت کمیٹی قائم کی گئی۔ تحفظ اور سیاسیات میں مذہبی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے جمعیۃ علماء ہند قائم کی گئی جس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء زیر صدارت مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلہ امرتسر میں ہوا۔

ہندوستان کی سیاست محض چاپلوسی، اظہار وفاداری تک محدود ہو چکی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں علماء حق کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیا گیا اور جس بے دردی کے ساتھ علماء ہند کو پھانسی اور جلاوطنی کی وحشیانہ سزائیں دی گئی تھیں اس کا قدرتاً یہی اقتضاء تھا کہ اکثر علماء مجبوراً گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ چونکہ مسلمانوں کی سیاست نے ۱۹۱۹ء میں پھر پلٹا کھایا۔ خوشامد و تملق کی پالیسی تبدیل ہوئی علماء ملت نے دوبارہ سیاسی میدان میں قدم رکھا اور جمعیۃ علماء ہند کا قیام کیا گیا۔

حضرت لاہوری مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے ابتداء تا تقسیم ملک ممبر رہے۔ اور سابق صوبہ پنجاب کی جمعیۃ علماء ہند کے ہمیشہ ہی صدر رہے۔ المختصر! آپ ہمیشہ وقت کے آئمہ حریت کی آغوش میں پرورش پاتے رہے۔

۱؎ - کتاب علماء حق" عبارت نقل از انوار ولایت ص۱۲۷، ۱۲۸ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم۔
۲؎ - کتاب "روشن مستقبل" ص۴۸۵ - عبارت نقل از انوار ولایت ص۱۲۹، ۱۳۰۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاکسار تحریک[1]

حق و صداقت کی تائید مسلمانوں کا فرض ہے۔ ان کی زندگی قوامین بالقسط[2] شہداء للہ کی عملی تصویر ہونا چاہیے۔ صداقت کی جھلکیں خواہ مخالف لوگوں کے کردار میں نظر آئیں۔ عدل و انصاف کا اقتضاء یہ ہے کہ ان کی تائید کی جائے اور تعصب بے جا اور فرقہ پرستی کے جذبات کو منصفانہ روشِ حیات میں حائل نہ ہونے دیں۔

مندرجہ ذیل واقعہ مولانا لاہوری کی حق نوازی اور قائم بالقسط رہنے کی ایک زندہ مثال ہے اور آپ کے کردار کی عظمت کا بہت بڑا شاہکار ہے۔

خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی دماغی قوتوں کے اعتبار سے ایک غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے۔ ان کی طالب علمی کا عہد بڑی ناموری اور جاذبیت رکھتا ہے۔ انہوں نے چند اصلاحی کتب (تذکرہ۔ اشارات وغیرہ) لکھیں۔ علماء حق نے علامہ کے نظریات و توجیہات کو اسلامی روایات کی روشنی میں پرکھا۔ اخبارات، رسائل اور عام جلسوں میں علامہ موصوف کی قابلِ اعتراض عبارتوں پر تنقیدیں ہوئیں۔ حضرت مولانا نے بھی اس قیادت کی کوتاہیوں سے عوام کو آگاہ کیا اور ایک چھوٹا سا رسالہ اس سلسلے میں چھپوایا۔

---

[1] حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی، حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادے ہیں۔ فاضل دیوبند، جمعیۃ العلماء اسلام پنجاب کے صدر اور مرحوم کے جانشین ہیں۔ آپ اس واقعہ کے راوی ہیں۔

[2] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ پارہ ۵ سورہ ۴ آیت ۱۳۵

[3] وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ پارہ ۶ سورہ مائدہ ۵ آیت ۲

خاکسار تحریک نے پنجاب کے تمام شہروں میں زور پکڑا تو گورنمنٹ نے اس کی سرکوبی کے لیے قدم اٹھایا۔ ان کے جلسوں اور جلوسوں پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ خاکساروں نے حکومت کی خلاف ورزی میں جب لاہور میں جلوس نکالا تو حکومت نے ان کو روکا۔ (نو گزے) کی قبر کے پاس خاکسار رضاکاروں اور پولیس کے درمیان تصادم ہوا۔ لاہور سٹی کا انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس اس حادثے میں زخمی ہوا۔ خاکساروں پر گولی چلائی گئی اور کئی ایک خاکسار شہید ہو گئے۔

حکومت کے رویہ میں تشدد پیدا ہوا۔ عام گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ خاکساروں نے گرفتاری سے بچنے کے لیے شہر کی مساجد میں پناہ لی۔ حضرت لاہوریؒ کی مسجد لائن سبحان خاں میں بھی خاکسار جا گھسے۔

وزیر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خاں نے شہر کے علماء کو بلایا۔ یہ وفد حضرت مولاناؒ کی قیادت میں وزیر اعظم کو ملا۔ سر سکندر حیات خاں نے مولاناؒ کو حاکمانہ انداز میں کہا کہ آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں پناہ دے رکھی ہے۔ حضرت نے نہایت بے باکی سے فرمایا "خاکسار آپ کی سرکار کے باغی ہوں گے میری سرکار مدینہ کے باغی تو نہیں ہیں۔" آپ ناراضگی کی صورت میں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وزیر اعظم کی چائے کی دعوت میں شرکت نہ فرمائی۔ آخر کار واپسی پر وزیر اعظم کی طرف سے سواری کے لیے کار پیش کی گئی تو آپ نے اسلامی غیرت سے فرمایا "آپ کی کار میں پاؤں رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے۔" حکومت نے اگلے دن آپ کو نظر بند کر کے یو۔ پی، سی۔ پی کی طرف بھیج دیا۔ لیکن علی الصبح لاہور سے شائع ہونے والے تمام اخبارات میں مولاناؒ کا فتویٰ جلی حروف میں چھپا گیا:

"مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعے کے استعمال کر سکتے ہیں۔"

---

[1] خاکسار تحریک کے راوی حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور ہیں۔ انہوں نے تمام حالات اپنے والد محترم کی زبانی سنے اور اکثر واقعات میں خود شریک رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

علامہ مشرقی کی عبارات سے اختلاف کے باوجود مولاناؒ کی یہ غیر متعصبانہ روش اسلام دوستی اور صداقت نوازی کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ بھی یقیناً قابلِ ذکر ہے کہ مولانا غلام غوث ہزاروی نے ان دنوں سرحد میں ایک جلسے کا انتظام کروایا۔ علامہ مشرقی کی مخالفانہ روش کی تردید کا مسئلہ درپیش تھا۔ علماء کی مجلس مشاورت نے فیصلہ کیا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ کے بغیر اس جرأت مندانہ کام کو سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ لہٰذا آپ نے اسٹیج پر آکر دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں "تذکرہ" پکڑ کر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ ان دونوں میں سے کس کی پیروی کریں گے" حاضرین نے بیک زبان پکار کر کہا کہ ہم قرآن پاک کی پیروی کریں گے۔ اب آپ نے تذکرہ کی چند عبارات پڑھ کر ان کی تردید کی۔ حاضرین پر اس بیان افروز تقریر کا یہ اثر ہوا کہ اکثر لوگ خاکسار تحریک سے نکل گئے۔ حضرت مولاناؒ کے صاحبزادہ حضرت قاری عبیداللہ انور صاحب کا بیان ہے کہ "علامہ مشرقی کئی دفعہ مجھے اچھرہ کی مسجد میں ملے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا میں آپ کے والد محترمؒ کا مخالف نہیں ہوں۔

ناموسِ مصطفیٰؐ کا تحفظ

ہم حضرت حسانؓ[1] بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ کی ایک رباعی اس واقعہ کی تمہیدی سطور پیش کرتے ہیں۔ یہ اشعار عہدِ رسالت کے محبوب ترین شاعر کی روح کی گہرائیوں سے نکلے۔ انہوں نے آفتابِ نبوت کو فدائیت کی نگاہوں سے ساری زندگی دیکھا تو یہ اشعار لکھے۔ اب قیامت تک یہ رباعی نویدِ ایمان بن کر مسلمانانِ عالم کے سینے میں چمکتی رہے گی۔

۱؎ قصائد حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ حضرت حسان بن ثابتؓ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے حضور اکرمؐ ان کے اشعار سن کر خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِی
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

اب ہماری صدی کے حکیم الامتؒ کا الہامی کلام سُنیے!

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے[1]
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شقی الازل ناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالے اور توحید کے وہ شمشیرانِ برہنہ اُس کے پرخچے اڑانے کے لیے فضائے عالم میں نہ لہرائیں اور کوئی زبان آپ کی شانِ رسالت کے خلاف کھلے، تو اُس کو حلق سے کاٹ کر باہر نہ پھینکا جائے۔

۱۹۳۱ء[2] کے شروع میں میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے انگریز پرنسپل نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخانہ اظہارِ خیال کیا۔ مسلمان طلبہ نے اس نازیبا حرکت پر فوری طور پر سخت احتجاج کیا۔ مگر ان کے احتجاج کا خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ انہوں نے ہڑتال کر دی۔ لیکن ہندو، سکھ اور عیسائی باشندگانِ ہندوستان نے پرنسپل کی حمایت کی۔

اس واقعہ کی خبر جب حضرت لاہوریؒ نے سنی، تو آپ فوراً میدان میں نکل پڑے اور طلبہ کی اعلانیہ پشت پناہی کی۔ علامہ اقبال بھی اس مبارک تحریک میں پوری

۱؎ بالِ جبریل ص۱۲۔ علامہ اقبالؒ
۲؎ "مردِ مومن" ص۹۵۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شدومد سے شامل ہوگئے۔

آپ کی قائدانہ صلاحیتوں اور بے پناہ قوتِ عمل نے اس واقعہ کو جسے حکومت درخورِ اعتنا نہیں سمجھتی تھی، ایک تحریک کی صورت میں تبدیل کر دیا۔ آپ نے جون جولائی اور اگست میں متعدد بار تقاریر فرمائیں جس سے مسلمانانِ پنجاب میں جوش و خروش پھیل گیا۔ حکومت نے مولاناؒ کو گرفتار کر لیا لیکن عوام کا بے پناہ سیل تھم نہ سکا۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا اور ۲۹ ستمبر ۱۹۲۱ء میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ طلباء کو باعزت واپس بلا لیا گیا اور حضرت مولاناؒ اور دیگر اسیرانِ قیدِ فرنگ سے رہا کر دیئے گئے۔

انجمنِ حمایتِ اسلام کی سرپرستی

مغربی تہذیب و تمدن نے ہندوستان کے باشندوں پر اثر ڈالا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سرسید نے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کا ذریعہ فقط کالجوں کی تعلیم کو قرار دیا۔ اور انہوں نے علیگڑھ یونیورسٹی کی تاسیس و اجراء کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ وہ اپنی تقاریر و تحریرات میں مسلمانوں کو ہندوؤں کے دوش بدوش کھڑا ہونے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔ لہٰذا بڑی حد تک عصرِ جدید کا یہ تقاضا مسلمانوں کی اکثریت کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ انجمن حمایتِ اسلام کا مقصد بھی مسلم نوجوانوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنا تھا۔ حضرت مولانا مرحوم بھی حکومت کے تمام اداروں میں ہندوؤں کی بالادستی کو شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ آپ فرنگی تہذیب کے کلیتہً مخالف تھے۔ لیکن حالات کے پیشِ نظر فرمایا کرتے تھے: ہم چاہتے ہیں۔ جہاں ہندو، سکھ، عیسائی۔ ڈاکٹر، وکیل اور مجسٹریٹ موجود ہیں۔ وہاں

سلہ - انوارِ ولایت ص۱۵۷ - مصنفہ مطہر فانی ریح - پنجاب پریس - لاہور۔
سلہ - انوارِ ولایت - پنجاب پریس لاہور - سوانح حیات مولانا مرحوم

ہمارے مسلمان نوجوان بھی تمام اداروں میں کلیدی اسامیوں پر صاحبِ اختیار ہوں۔ آپ عرصے سے انجمن حمایتِ اسلام کے رکن تھے۔ مگر ۱۹۲۲ء کو بحیثیت عالمِ دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوگئے اور ۱۹۵۰ء کو مذکورہ انجمن کے وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ آپ اپنے مفوضہ فرائض کو احسن طریق سے سرانجام دیتے تھے۔ دینی مشاغل کی کثرت کی بنا پر آپ نے چند دفعہ استعفا بھی پیش کیا لیکن آپ کے رفقاءِ کار آپ کے وجودِ مسعود اور حکیمانہ مشوروں سے محروم ہونا نہیں چاہتے تھے۔ الحمدللہ! مسلمان بڑی حد تک بیدار ہوگئے۔ علامہ اقبالؒ بھی انجمن کے اجلاس میں اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ آپ نے عصرِ نو کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے فرمایا تھا۔

نہ تھا اگر تو شریکِ محفل قصور تیرا تھا یا کہ میرا [سلہ]
میرا طریقہ نہیں، کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ

مولاناؒ کی وفات پر سیکرٹری انجمن حمایتِ اسلام یوں اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔
مولاناؒ مرحوم و مغفور ضعیف العمری اور ناتوانی کے باوجود انجمن کے اجلاسوں میں شرکت فرما کر اپنے قیمتی مشوروں سے انجمن کو مستفید فرماتے تھے۔ بالخصوص ان مشاورتوں میں جو ردِّ عیسائیت کے سلسلے میں منعقد ہوئیں۔ مرحوم نہایت ہی انہماک کے ساتھ دیگر علماءِ کرام کے ساتھ صلاح مشوروں میں حصہ لیتے۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتے اور اپنے مواعظِ حسنہ سے سامعین کو فیضیاب کرتے تھے۔

جمعیۃ علماءِ اسلام (پاکستان) کا قیام

تقسیمِ ملک کے بعد جمعیۃ علماءِ ہند نے فیصلہ کیا کہ جمعیۃ کے جو ارکان پاکستان

سلہ - علامہ اقبالؒ - بالِ جبریل، نظم بعنوان "زمانہ" ص۱۴۵ -
سلہ - "مردِ مومن" ص۹۹ - مطبوعہ فیروز سنز - لاہور از عبدالحمید خاں

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی الگ جماعت بنائیں۔ ان کا اب جمیعۃ علماء ہند سے کوئی تعلق نہیں۔ اس وقت حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت عالیہ میں ایک مکتوب بھیجا کہ جن حضرات کے دامن سے وابستہ ہوکر ہمیں قیامت کے دن نجات کا بھروسہ تھا۔ انہوں نے ہی ہمیں الگ کر دیا۔ یہ عریضہ "مکتوبات شیخ الاسلام" میں چھپ چکا ہے اور حضرت مدنی مرحوم کا مندرجہ ذیل اس کا جواب بھی شائع ہو چکا ہے۔ آپ نے یہ مکتوب گرامی شیشے کے فریم میں نہایت حفاظت سے اپنے حجرے کی سامنے والی الماری میں رکھا ہوا تھا اور ایک دفعہ از راہِ شفقت مجھ احقر الانام کو دکھایا تھا۔ اس وقت حضرت مولاناؒ فرطِ عقیدت سے جھوم رہے تھے اور مکتوب کے لفظ "متاثر" کی تشریح فرما رہے تھے۔

لے۔ سیدنا المحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ مندرجہ مضامین سے سخت متاثر ہوا۔ محترما! کیا آپ سے علاقہ کسی انجمن کے وجود و عدم اور اس کی ممبری پر موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں۔ کلا واللہ ہم اور آپ حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ العزیز کے دربار کے دریوزہ گر اور اس بنا پر خواجہ تاش ہیں۔ یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر مادی اسباب حائل بھی ہو جائیں تو یہ کیا ہے۔ ہماری ارواح ایک ہی دربار کی حاضر باش ہیں۔ گھر کے لوگوں، صاحبزادوں اور دیگر احباب پرسانِ حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

از دارالعلوم دیوبند۔ ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

مولانا احمد علی مرحوم فرماتے تھے جب میں نے عریضہ لکھا تو اس وقت مجھ پر رقت طاری تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دل کی کیفیت نے حسبِ الفاظ کا جامہ پہنا تو حضرت مدنیؒ اپنی بصیرت سے میری قلبی کیفیت سے مطلع ہو گئے۔ (انوار ولایت ص۱۳۷، مطبوعہ پنجاب پریس لاہور، ناشر لال دین)

پاکستانی علماء حق کی تنظیم کے لیے ۸-۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو سندھ، سرحد، بلوچستان، کراچی، پنجاب، بہاولپور وغیرہ اطرافِ ملک سے ۲۰۰ جلیل القدر علماء کی مجلسِ مشاورت منعقد ہوئی جس میں اتفاق رائے سے حضرت مولانا لاہوریؒ مرکزی جمیعۃ العلماء اسلام مغربی پاکستان کے صدر منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ حضرت کی رہنمائی میں صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں مغربی پاکستان میں تقریباً تین سو شاخیں جمیعت کی قائم ہو گئیں اور علماء اسلام نے جون ۱۹۵۷ء سے اپنا ترجمانِ اسلام رسالہ شائع کرنا شروع کیا جو آج تک جاری ہے۔

جمیعۃ علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی میں جو منشور مرتب کیا تھا، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

پاکستان میں عادلانہ اسلامی نظام کا قیام (الف) پاکستان میں اسلامی عادلانہ نظام کو قائم کرنا، جس سے باشندگانِ ملک ایک طرف انسانیت کش سرمایہ داری اور دوسری طرف الحاد آفریں اشتراکیت کے مضر اثرات سے محفوظ رہ کر فطری معاشرتی نظام کی برکتوں سے مستفید ہو سکیں۔

(ب) صوبائی اور قومی اسمبلیوں کو خالص اسلامی اسمبلیاں بنانے کی جدوجہد کرنا۔

دستورِ پاکستان موجودہ منظور شدہ ملکی دستور کو صحیح معنوں میں اسلامی دستور بنانا اور اس سے مخالفِ اسلام اصول و دفعات کو خارج کر کے قوانین اسلام کے مطابق کرانا۔ مثلاً اس دستور میں غیر مسلم و مرتد کو تمام کلیدی اسامیوں حتیٰ کہ وزارتِ عظمیٰ تک کے لئے فائز ہونے کا حق دیا گیا ہے۔ محکمہ عدلیہ میں سب جج سے لے کر چیف جج تک کے اہم اور ذمہ دار عہدوں پر ہر غیر مسلم اور مرتد کو فائز ہونے کا حق تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر پاکستانی کو کافر و مرتد بننے اور بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔

لے۔ "مردِ مومن" ص۱۰۵-۱۱۱۔ عبدالمجید خاں۔ فیروز سنز لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صدرِ جمہوریہ صدرِ جمہوریہ کے مرزائی نہ ہونے کی تصریح نہیں کی گئی۔ اسی طرح تمام غلط اور غیر اسلامی دفعات کو بدل کر دستور کو قرآن وسنت کے مطابق بنانا۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی ۱۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مکمل طور پر آزاد رکھنا۔

ب۔ مسلم ممالک کے ساتھ اسلامی دوستانہ تعلقات کو مستحکم بنانا۔

ج۔ غیر مسلم ممالک کے ساتھ سیاسی واقتصادی اور دیگر تعلقات کو اس حد تک قائم کرنا جس سے پاکستان کی آزاد خارجہ پالیسی قطعاً متاثر نہ ہو۔

د۔ دنیا کے دو متحارب بلاکوں کی جنگ سے پاکستان کو علیحدہ رکھنا۔ اور ملکی دفاع، استحکام اور سالمیت کے لیے زیادہ سے زیادہ ملک کو تیار کرنا۔

امورِ داخلہ ۱۔ عدالت! ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کرنا۔

ب۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ رکھنا۔

ج۔ انصاف بلا معاوضہ کو عمل میں لانا اور کورٹ فیس کو ختم کرنا۔

د۔ کم سے کم وقت میں مقدمات کا فیصلہ کرنا۔

ذ۔ انصاف کی راہ کی تمام رکاوٹوں (مثلاً رشوت ستانی، سفارش وغیرہ) کو دور کرنا۔

ما۔ تحفظ ختم نبوت اور حفاظتِ سنّت، نیز فتنہ مرزائیہ کیلئے قانون بنانا۔

نا۔ تحفظ ناموسِ صحابہؓ کے لیے قانون وضع کرنا اور شیعہ سنی مسئلہ حل کرنے کے لیے مؤثر اقدامات۔

ص۔ بزرگانِ دین اور مسلمہ مذہبی جماعتوں اور فرقوں کے اکابر کی توہین کے انسداد کی کوشش کرنا۔

تعلیم اور زبان ۱۔ ایسا نصابِ تعلیم مرتب کرنا جو کہ ہماری دینی اور دنیوی ضروریات کا کفیل ہو اور قوم میں غلامانہ ذہنیت کی بجائے خودداری کا جوہر پیدا کرے۔

ب۔ تعلیم مفت اور عام کرنا۔

ج۔ طلباء کی صلاحیتوں کے مطابق بالتخصیص ان کے لیے ترقی کے مواقع مہیا کرنا۔

د۔ طلباء کی اخلاقی تربیت اور ان میں صحیح اسلامی روح پیدا کرنے کا خاص اہتمام کرنا۔

ہ۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم ہر علاقہ کے عوام کی پسندیدہ زبانوں میں اور باقی تعلیم ملک کی مشترکہ زبان (اردو) میں دینا۔

و۔ دورِ غلامی کی یادگار انگریزی زبان کی سرکاری حیثیت کو عدالتوں اور اسمبلیوں وغیرہ سے ختم کرنا اور اس کی جگہ پاکستان کی قومی زبان کو نافذ کرنا۔

ذ۔ علوم مشرقی کی ترویج۔

صحت ۱۔ ملک کے مختلف حصوں میں وسیع پیمانہ پر شفاخانے قائم کرنا اور ان میں دواؤں کی فراہمی کا انتظام کرنا۔

ب۔ دیسی یونانی طریقِ علاج کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ج۔ علاج ودواسازی میں ملک کو اپنی ضروریات میں خود کفیل بنانا۔

قیامِ امن قیامِ امن، حفظِ جان ومال اور حفاظت ننگ وناموس کے لیے ایسی تدابیر عمل میں لانا جس سے ملک کا ہر باشندہ باطمینان زندگی بسر کر سکے اور آئے دن کے حوادث وواقعات کا خاتمہ ہو سکے۔

معاشیات ۱۔ ایسی تدابیر کو عمل میں لانا جن سے ہر پاکستانی ضروریاتِ حیات کو کم از کم قیمت پر خرید سکے اور ہر شخص کے لیے اکتسابِ رزق کے مواقع فراہم کرنا۔

ب۔ ملک میں جہاں کہیں کسان اور مزارع پر خلافِ انسانیت مظالم ہو رہے ہوں۔ ان کا مکمل سدباب کرنا اور مالک ومزارع، مزدور اور کارخانہ دار کے نزاعات کو شرعی روشنی میں ختم کرنا۔ نیز برطانوی عہد کی جاگیرداری کا خاتمہ کرنا۔

ج۔ تمام بے جا سرکاری مصارف کو ختم کرنا اور آمدنی کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملک کے غرباء پر صرف کرنا۔

toobaa-elibrery.blogspot.com

ہ- ملک کے وسائل معاش (زراعت، صنعت و حرفت، تجارت) کو ترقی دینا۔
و- پس ماندہ علاقوں کی آبادی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرنا۔
ز- شرعی احکام کے مطابق ان لوگوں کی ضروریاتِ زندگی کو سرکاری خزانہ سے مفت مہیا کرنا، جو اکتسابِ رزق پر قادر نہ ہوں۔
ح- محنت پیشہ طبقہ کے حقوق کا تحفظ کرنا۔
ط- ملازموں کی تنخواہوں میں ایسا صحیح تناسب قائم کرنا، جس سے تیسرے درجہ کے ملازمین کی تنخواہ ان کی ضروریاتِ زندگی کی کفیل ہو سکے۔

معاشرت | ا- ملک میں بے حیائی، عریانی، فحاشی، رقص و سرود اور فحش لٹریچر، شراب نوشی اور زناکاری وغیرہ مخربِ اخلاق امور کو خلافِ قانون قرار دینا اور ملک کے نوجوانوں میں مردانہ صفات، بہادرانہ جذبات اور اعلیٰ اسلامی اخلاق پیدا کرنے کے لیے تمام تدابیر کو عمل میں لانا۔
ب- مسکرات کے تمام اقسام کے استعمال کو جرم قرار دینا۔
ج- قماربازی اور سود کی تمام صورتوں کو جرم قرار دینا۔
د- پاکستان کی مسلم رعایا کو مسلح کرنا۔ کشمیر اور نہری پانی کے مسائل حل کرنے کے لیے قوم کی مختلف سیاسی اور غیر سیاسی پارٹیوں کے مشورے سے پروگرام طے کرنا۔

مواصلات | سلسلہ مواصلات مثلاً ریلوے، بسوں، ڈاک، ٹیلیفون، تار میں تمام موجودہ مشکلات اور تکالیف کو حل کرنا۔ دیہاتی اور قصباتی باشندگانِ ملک کے لیے نقل و حرکت کی ہر طرح سہولت بہم پہنچانا۔

ملک میں یک جہتی و علاقائی حقوق | صوبائی اور نسلی تعصب کو ختم کرنا۔ علاقائی حقوق کا تحفظ اور مہاجرین کی بحالی اور متروکہ جائیداد کے معاوضہ کا اہتمام اور ان کی جملہ تکالیف کا ازالہ۔

شہری آزادی | پاکستان میں ہر شہری کو تقریر و تحریر اور اجتماعات و دیگر حقوقِ شہریت کی شرعی حدود کے اندر ضمانت دینا۔

اقلیت | پاکستان میں شرعی روشنی کے ماتحت غیر مسلم اقلیت کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت اور ان کی مذہبی رسوم کی آزادی اور معابد کا تحفظ۔ تاوقتیکہ ان کی سرگرمیوں سے مملکت اور مسلم حقوق کو خطرہ لاحق نہ ہو۔

انسدادِ ارتداد | فتنۂ ارتداد کا مکمل انسداد۔

یہ چودہ نکاتی انتخابی منشور باتفاقِ آراء تمام ارکان مجلس عاملہ مرکزی جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان منظور ہوا۔
نوٹ:۔ بنظرِ اختصار منشور کی تفصیل سے گریز کیا گیا ہے۔

جہادِ کشمیر میں مولانا کی شرکت

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد بعض وجوہات کی بنا پر کشمیر میں جنگ چھڑ گئی۔ تمام مکاتیبِ فکر کے رہنماؤں نے اس جنگ کو جہاد کا نام دیا اور حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ نے نہایت مجاہدانہ مستعدی سے اس میں حصہ لیا۔

حضرت اس جہاد میں حصہ لینے کی خاطر ہزاروں روپے کی وہ رقم جو شیرانوالہ مرکز میں جمع ہوتی خود لے کر کشمیر روانہ ہوتے اور اس وقت کی ذمہ دار شخصیت کے سپرد کر دیتے اور اس کی واپسی پر باقاعدہ اعلان کر دیتے۔ شب و روز اہمیتِ جہاد کا ذکر ہوتا۔

آپ بار بار فرماتے "میرے دل کی تمنا یہی ہے کہ ڈوگروں کے مقابلے میں فرنٹ پر پہنچ کر صفِ اول میں شریک ہو جاؤں۔ سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے۔"

کئی دفعہ روپے، کپڑے اور باقی ضروریات کی فراہمی ہوئی اور حضرت خود

۱۰- مردِ مومن ص۱۱۱- عبدالمجید خان- فیروز سنز- لاہور۔
۱۱- انوارِ ولایت ص۱۵۳- مطبوعہ پنجاب پریس لاہور- راوی مولانا عبیداللہ انور صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

راولپنڈی تشریف لے گئے۔ دس ہزار روپے کی رقم خطیر صدر سردار محمد ابراہیم صاحب کے سپرد کی گئی۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ آپ کے جانشین حضرت قاری مولانا عبید اللہ انور صاحب بھی تھے۔

کشمیر میں جب جنگ زوروں پر تھی۔ مسلمان قبائل ہندو ڈوگروں سے برسرپیکار تھے اور قریب تھا کہ مسلمان مجاہدین سرینگر اور جموں پر قابض ہو جائیں۔ اس وقت پنڈت نہرو نے مونٹ بیٹن اور باقی مدبرین برطانیہ کی وساطت سے یو۔ این۔ او سے پاکستان پر زور ڈلوایا۔ پنڈت جی نے یقین دلایا کہ حالات کے پرسکون ہونے کے بعد کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے گا۔ لہٰذا ہمارے محبوب وزیر اعظم لیاقت علی شہید ان کی پرفریب سیاست کے جھانسے میں آگئے۔[1]

آزاد کشمیر میں میر واعظ محمد یوسف شاہ اور کرنل سید علی احمد شاہ کی کوششوں سے افتاء کا کام جاری ہوا تاکہ ہر تحصیل میں مفتی اور ضلع میں مفتی اور اوپر صوبائی مفتی ہو۔ اس طرح سے موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جا سکے۔ حضرتؒ کو علماء اور مفتیوں کی فلاح و بہبود کے لیے مظفر آباد دعوت دی گئی۔ حضرتؒ پہنچے تو وہاں آپ حکومت آزاد کشمیر کے مہمان تھے۔ لیکن اپنے دیرینہ عقیدت مند غازی خدا بخش صاحب کے ہیڈ کوارٹر پر بھی تشریف لائے جو وہاں اس وقت آنریری کیپٹن بطور آفیسر کام کر رہے تھے۔

آزاد کشمیر میں مفتیوں کے تقرر کے طریق کو حکومت کشمیر نے آپ کی صوابدید پر چھوڑا۔ آپ نے امیدواروں کا تحریری امتحان لیا اور ان کا انتخاب فرمایا۔ ان کو گزیٹڈ آفیسر کی حیثیت دی۔ اس میں آپ کے ساتھ کرنل علی احمد شاہ صاحب بھی شریک تھے۔

صدر آزاد کشمیر جناب علی احمد شاہ صاحب کی مولاناؒ کو دعوت

---

[1] مرد مومن ص۱۱۲۔ عبدالمجید خان۔ فیروز سنز۔ لاہور

محترم مولانا محمد صابر صاحب[2] جو حضرت شیخ التفسیرؒ کے ساتھ سفر و حضر میں حاضر رہتے تھے، فرماتے ہیں کہ "آزاد کشمیر کے صدر جناب علی احمد شاہ صاحب نے حضرت مولاناؒ کو کشمیر آنے کی دعوت دی۔ حضرت نے مجھ احقر الانام کو ساتھ لیا اور کشمیر پہنچ گئے۔ صدر موصوف نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آئے، اور حضرتؒ کی خدمت اقدس میں یوں عرض پرداز ہوئے کہ آپ قرآن پاک کا ایک ترجمہ کریں جو چند مشہور اسلامی جماعتوں (فرقوں) کے نزدیک مصدقہ ہو۔ تاکہ ان کے اختلافی مسائل کی شدت کو دور کیا جا سکے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کارنامے کی تکمیل کا وعدہ فرمایا اور قادر مطلق کی عطا کردہ توفیق سے پوری محنت، پڑدہی اور عزم سے اس ہمت شکن کام کو بطریق احسن پورا کر دکھایا۔ اب یہ مترجم قرآن مجید (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات کا مصدقہ) انجمن خدام الدین سے مل سکتا ہے۔

صدر محترم کی دینی خواہش اور مولاناؒ کا گراں قدر شاہکار

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں صدر آزاد کشمیر کی طرف سے حسب ذیل عہد آفرین اور تاریخ ساز استدعا کی گئی "میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ریاست میں علماء کرام کو مجسٹریٹوں کے اختیارات سونپ دوں" حضرتؒ نے صدر محترم کی تجویز کو بڑا سراہا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ہر فارغ التحصیل عالم دین میں یہ استعداد نہیں ہوتی کہ مقدمات کی جزئیات پر ناقدانہ غور و خوض کر سکے اور پھر فقہی نقطہ نگاہ سے صحیح فیصلہ پر پہنچ سکے۔ اگر تمام علماء کو جج کے فرائض تفویض کئے جائیں تو یہ موجودہ ٹرینڈ ججوں کے مقابلے میں ممکن ہے، ناکام ثابت ہوں کیونکہ مدارس عربیہ میں درس و تدریس کے علاوہ ان بیچاروں کو کلیات سے

---

[2] حضرت مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوریؒ کی خدمت میں برسوں رہے۔ حضرت ان کی خدمت مخلصانہ پر دل و جان سے خوش تھے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے بلکہ اپنا چوتھا بیٹا شمار کرتے۔ ان کی تعلیم، شادی اور باقی مصارف حضرت کے ذمہ ہوتے تھے۔

toobaa-elibrcry.blogspot.com

مسائل مہمہ کے استخراج اور استنباط کی مشق نہیں کرائی جاتی۔ لیکن اگر آپ چند مخصوص علماء کرام کو میرے پاس بھیجنے کا انتظام فرمائیں تو میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے منشاء کی تکمیل کے لیے پوری پوری کوشش کروں گا۔ لہٰذا صدر موصوف نے علماء کی ایک منتخب جماعت حضرتؒ کے پاس لاہور بھیج دی۔ آپ نے ان کی تربیت میں بڑے انہماک اور یکسوئی سے سعی فرمائی اور ان علماء کرام کو مطلوبہ علمی معیار تک پہنچایا اور فارغ ہونے پر سندات بھی دیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مرزائیت اور حضرت لاہوریؒ

انگریز[۱] محکوم ہندوستانیوں کو ظاہراً مراعات دے رہے تھے لیکن حقیقت میں ان کے رگ و پے سے جذبۂ حمیت اور احساس حریت نکال رہے تھے۔ ہندوؤں کو تعلیم اور اعلیٰ ملازمتوں کی تھپکیوں سے سلا کر مسلمانوں کی تاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے تھے۔ ان فریب کاریوں میں مسلمانان ہند کی جمعیت میں بگاڑ پیدا کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعے نئی نبوت کا دروازہ کھول دیا گیا۔ ختم نبوت کا عقیدہ اسلامیانِ عالم کی مرکزیت کا ضامن ہے اور چودہ سو برس سے تمام کلمہ گو افراد اس پر متفق ہیں۔ مرزا غلام احمد کی زبان سے اجرائے نبوت کا اعلان کرا کر ملت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔ مرزا غلام احمد نے جہاں اپنے نبی، مجدد، مسیح موعود، کرشن اور اوتار ہونے کا دعویٰ کیا، وہاں غیر احمدیوں کو سوروں اور کتوں کی اولاد بھی کہا۔"

مرزا صاحب نے غیر احمدیوں پر زبان تبرا کھولنے کے علاوہ حکومت انگلیشیہ[۲] کی وفاداری

۱ - الوار ولایت ص۱۶۲ ۔ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

۲ - پس میں دعوے کر سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں (جاری۔ اگلا صفحہ)

اُن کو اپنی جماعت کے حق میں آیۂ رحمت[۳] اور اپنے آپ کو ان کے حق میں پناہ کی بشارت دینا شروع کر دیں۔ خاندانی قدیم[۴] وفاداری کے حوالے دئے گئے اور اس مصنوعی نبوت نے غیر مسلم حکام سے نظر عنایت و حفاظت کی خوب دریوزہ گری کی جہاد[۵]

(بقیہ پچھلا صفحہ) اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے ایک تعویذ ہوں اور بطور پناہ (قلعہ) کے ہوں۔ جو آفتوں سے بچا سکتا ہوں اور خدا نے مجھ کو بشارت دی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ ان کو دکھ پہنچا دے اور تو ان میں ہو۔ پس اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں اور عنقریب یہ گورنمنٹ جان لے گی۔ اگر مردم شناسی کا اس میں مادہ ہے۔"

(نور الحق۔ حصہ اول۔ صفحات ۳۳، ۳۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۳ - میری اور میری جماعت کی پناہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے اس سلطنت (برطانیہ) کو بنایا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں۔" (تریاق القلوب ص۲۸۔ مرزا غلام احمد)

۴ - یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جاں نثار ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کا خیر خواہ خدمت گذار ہے۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت حزم و احتیاط سے اور تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کے ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت و مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ (تبلیغ رسالت ص۱۹ جلد ۷۔ مرزا صاحب)

۵ - اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال - دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال۔
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے - اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا کرتا ہے اب جہاد - منکر نبی کا ہے، جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ - ص۳۹ - مرزا صاحب)

کو حرام قرار دیا اور مخالفوں کو بدکار،[1] حرامی، شریر اور بدذات کے القاب دیئے۔
الغرض! مسلمانوں نے اس فرقہ باطلہ کے عقائد فاسدہ کی روک تھام کے لیے روزِ اوّل ہی سے جدوجہد شروع کر دی۔ منظم تحریکیں چلائیں۔ متعدد دفعہ ہزاروں رضاکار اور علماء کرام جیل خانوں میں گئے۔ لیکن کچھ اثر ہوتا ہے کہ اس ناسور سے اسلام کے پاکیزہ وجود کو نجات نہ ملی۔ مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت کے زعماء نے مرزائیت کی لعنت کے خلاف سب مسلمانوں کو بیدار کیا اور برسوں تک قرآن حکیم[2] اور احادیث نبویہ[3] کے ذریعے اس سرکاری نبوت کی ملمع سازی لوگوں پر واضح کرتے رہے۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم بانی علماء جمہور کے ساتھ اس سلسلے میں صفِ اوّل میں کام کرتے رہے بلکہ دینِ مصطفوی کی حفاظت کے لیے جس قدر تحریکات چلائی گئیں، ان کا سرچشمہ حضرت لاہوری کا مبارک حجرہ ہی ہوتا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختم نبوت کی پاکستان گیر تحریک کے وقت آپ گرفتار ہوئے۔ کسی صاحب دل نے لاہور کے ریلوے اسٹیشن پر آپ کو ہتھکڑی لگے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھا۔

"یہ پیرانہ سالی میں اپنے ہاتھوں میں عصا سنبھالے ہوئے مولانا احمد علی تو نہیں ہیں، بلکہ عصر حاضر کے امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔"

---

[1] ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ محسن (گورنمنٹ برطانیہ) حکومت کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ (مرزا غلام احمد۔ شہادۃ القرآن ص۸۴)

[2] ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ سورۃ ۳۳ آیت ۴۰

[3] ۔ احادیث نبوی۔ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلٰثِیْنَ۔ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (ترمذی شریف ابواب الفتن) نا آخر الانبیاء وامتکم آخر الامم (ابن ماجہ، باب لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون ص۲۹۷ مطبوعہ منشی نولکشور) لو کان نبی بعدی لکان عمر ابن الخطاب (ترمذی شریف۔ ابواب المناقب ص۲۰۹)

مرزا صاحب کی مخالفت میں آپ کا انداز خطابت نہایت مہذبانہ اور متین ہوتا تھا۔ مرزا صاحب کے متضاد اقوال، پمفلٹ شائع کروایا اور اس میں آپ نے مرزا صاحب کی کتب کے حوالے پیش کر کے اتمامِ حجت پر اکتفا فرمایا۔[1]

جماعت اسلامی اور حضرت مولاناؒ

جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کثیر التصانیف اہلِ قلم ہیں اور ان کا تمام لٹریچر اسلامی تعلیمات کی تعبیرات اور توضیحات کے متعلق ہے۔ ان کی بعض تحریرات کے سلسلے میں بعض علماء کو مجتہدانہ اختلاف ہے اسی طرح حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو بھی ان کے نظریات سے اختلاف تھا خصوصیت سے ان کی کتاب "تجدید و احیائے دین"[2] کی بعض عبارتوں اور "خطبات" میں "عالمگیر

---

[1] ۔ از "مرزا کے متضاد اقوال" مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل۔ غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں
اخبار بدر ص۱۴ جلد ۲ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ میں ہی ہوں (کتاب البریہ ص۷۹ مرزا غلام احمد)

"ان تمام کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔ مگر رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی۔ وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔" (دیکھئے کمالات اسلام۔ مرزا غلام احمد)

[2] ۔ "میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا (مجدد کامل۔ الامام مہدی) اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا۔"
(تجدید و احیائے دین ص۴۲ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

(جاری۔ اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجتماع" کے عنوان کے بعض حصوں پر مولانا لاہوریؒ کے اعتراضات تھے۔ آپ نے اس حقیقت کا اظہار تحریری طور پر کیا۔ آپ کا مقصد مودودی صاحب کی تنقیص نہ تھی۔ بلکہ آپ کے دل و دماغ میں اصلاحی پروگرام تھا۔

پرویزیت

نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ ابلیس رجیم لاغوینھم اجمعین[1] کے دعویٰ پر ڈٹا ہوا ہے اور انسانی گروہ میں وہ افراد بھی موجود ہیں، جو راسخون فی العلم سے ملقب ہیں اور وہ کج فہم بھی پائے جاتے ہیں جو مفسدہ[2] پردازی

(بقیہ حاشیہ) جزوی مجددین کی فہرست۔ عمر بن عبدالعزیزؒ، آئمہ اربعہ، امام غزالیؒ، ابن تیمیہؒ، شیخ احمد سرہندیؒ (تجدید و احیائے دین ص ۲۰ فہرست مضامین۔ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

"اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحب یا ان سے پہلے کے مجتہدین و مجددین" کے کارناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کیلئے کافی نہیں ہے۔" (تجدید و احیائے دین ص ۱۳۰)

"اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کیلئے ایسی قوت اجتہادیہ درکار ہے جو مجتہدین سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور مناہج کی پابند نہ ہو۔ اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے اور پرہیز کسی سے بھی نہ کرے۔" (تجدید و احیائے دین ص ۱۳۰)

"قرآن کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا پروفیسر کافی ہے جس نے قرآن پر نظر غائر مطالعہ کیا ہو۔" (تنقیحات ص ۲۹۲) بحوالہ ارشد القادری سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ۔ کتاب (جماعت اسلامی) ص ۳۷

[1] ۔ سورہ ص ۳۸، آیت ۸۲۔

[2] ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؔۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ

(جاری اگلے صفحہ)

کے ارادے سے احکام دین کا استنباط محکمات کی بجائے متشابہات سے کرتے ہیں۔ اسلام جیسے پاکیزہ اور خاتم الادیان مذہب میں بھی بہت سے فرقِ باطلہ نے جنم لیا ہے۔ کل حزب بما لدیھم فرحون۔ کی حقیقت کے پیشِ نظر ہر فرقہ اپنے آپ کو ناجی اور مقرب الٰہی سمجھتا ہے۔ ہمارے اس عہد میں انکارِ حدیث کے حامیوں کا ایک نیا فرقہ وجود میں آیا ہے جس کے بانی عبداللہ چکڑالوی تھے۔

حضرت لاہوریؒ کو ہم نے بارہا یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ مولوی عبداللہ[1] چکڑالوی میرے درسِ قرآن مجید میں آتا تھا۔ میں اس کو اپنے قریب جگہ دیتا تھا تاکہ وہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی لاعلمی کا عذر پیش نہ کر سکے۔ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کو احادیث نبویؐ کی روشنی میں قرآن حکیم کے مفاہیم و مطالب سمجھانے کی مکمل کوشش کی مگر وہ راہِ راست پر نہ آسکے۔ ان کے عقائد باطلہ کا دارومدار اس چیز پر ہے کہ قرآن پاک چونکہ دینِ اسلام کے تمام کلیات و جزئیات کو اجمالاً اور تفصیلاً بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔ لہٰذا دینی امور کی افہام و تفہیم کے لیے احادیث کی ضرورت نہیں۔

اس کے ایک چیلے نے جس کا نام غلام احمد پرویز ہے عہدِ نبویؐ سے عتابِ الٰہی کا نشانہ بنا ہوا ہے، مذکورہ فتنے کو اس قدر ہوا دے رکھی ہے کہ مسلمانانِ پاک و ہند کی جان کے لالے پڑ گئے ہیں۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے جو پرویز کا ہم نوا ہے۔ دو اسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے احادیث مقدسہ، سلسلہ روایت، اصولِ روایت اور ثقہ رواۃ پر نہایت بے باکی سے حملے کئے ہیں۔ امام بخاریؒ جیسے امامِ فن پر پھبتیاں کسنے سے بھی باز نہیں رہا۔ (العیاذ باللہ)

(بقیہ پچھلا صفحہ) وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ سورہ ۳ آیت ۷

[1] ۔ انوار ولایت ص ۲۴۵۔ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور مصنفہ۔ ناشر لال دین۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا لاہوریؒ باقی علماء حق کی طرح اس فتنے کے انسداد میں تازیست کوشاں رہے۔ آپ کی وفات سے ۲۵ دن پہلے ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء کو دیال سنگھ کالج لاہور میں ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں اکابرِ ملت کو تقاریر کے لیے مدعو کیا گیا۔ انہوں نے دلائل و براہین سے منکرینِ حدیث کی معاندانہ اور خلافِ اسلام روش کی مذمت کی۔ اس جلسے کی صدارت کے فرائض حضرت مولاناؒ سرانجام دے رہے تھے۔ آپ جلسے کے اختتام پر اپنی جگہ سے اٹھے اور فرمایا "یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں۔ لیکن کسی مقرر نے وہ بات نہیں کہی، جو میں کہتا ہوں کہ منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے۔ منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے"۔ یہ وہ پہلی ضرب تھی جو پرویزیت کے قلعۂ تزویر پر لگی۔ اس کے بعد تمام علمی اور دینی حلقوں نے اس فیصلے پر صاد کرتے ہوئے پرویزیت کی مخالفت کی۔

ملہ۔ کرسیٔ صدارت پر مولانا احمد علیؒ رونق افروز تھے۔ کریمی رنگ کا روئی کا لمبا کوٹ زیبِ تن تھا۔ سر پر سفید ململ کی ٹوپی، ململ لائن کی پٹی پگڑی کی طرح بندھی ہوئی تھی۔ لمبی سفید داڑھی سینے کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ ہاتھ میں عصا اور آنکھوں میں خاص قسم کی چمک تھی۔ اسٹیج کے دائیں بائیں علماء کرام تشریف فرما تھے۔ طلباء اور مختلف خیال اور مختلف عادتوں کے اس کثیر انبوہ میں سے اڑھائی تین گھنٹے کسی کو سگریٹ سلگانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کوئی مجلس میں سے اٹھ کر باہر نہیں گیا۔ سب پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ علماء کے ارشادات سنتے رہے۔ نمازِ عصر کے لیے جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ کالج کے لان میں دری بچھا کر نماز کا انتظام کیا گیا۔ اذان دی گئی۔ کالج کے دوسرے کمروں میں بھی نمازیوں کا بہت بڑا ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ طلباء، نوجوان جوق در جوق بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس قوم نے اپنے شعائر کو ترک کر دیا ہے۔" (۲۹۔جنوری ۱۹۶۲ء۔ روزنامہ کوہستان "احسان بی اے")

سلہ۔ محترم المقام پروفیسر علاؤالدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کا اپنا بیان ہے کیونکہ وہ اس جلسے کی کارروائی کے شاہدِ عینی ہیں۔

ہوا ہے۔ گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ (اقبالؒ مرحوم)

ہفت روزہ خدّام الدّین

حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہٗ نے شعبۂ نشر و اشاعت کے اجراء کے بعد لاکھوں دینی رسالہ جات شائع کرا کر ہند و پاک کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں مفت تقسیم کرا دئے تھے۔ صرف چند ایک قلیل قیمت پر فروخت ہوتے تھے۔ آپ کے پیشِ نظر ہمیشہ اشاعتِ دین کا پہلو رہتا تھا۔ نفع اندوزی کا خیال آپ کے دماغ میں کبھی بھی پیدا نہ ہوا۔

ہفت روزہ "خدام الدین" کے نام سے آپ کی سرپرستی میں ایک رسالہ جاری ہوا۔ تو آپ بے حد مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے "پروردگارِ عالم نے انجمن خدام الدین سے یہ رسالہ جاری کرا کر دین کا وہ مہتمم بالشان کام لیا ہے، جو پیشتر ازیں نہیں لیا تھا"۔ آپ کی یہ دیرینہ خواہش تھی جو خدائے ذوالمنن نے پوری فرمائی۔ لہٰذا آپ کے تمام اوقات اس رسالہ کی تیاری میں صرف ہوتے رہتے تھے۔

آمدہ مضامین کی تصحیح کا کام بڑا کٹھن تھا۔ لیکن آپ درسِ عمومی کے بعد نہایت دل جمعی سے بیٹھ جاتے۔ قلم برداشتہ حک و اصلاح فرماتے جاتے۔ پہلے صفحے پر احادیثِ نبویؐ کے عنوان سے چند ایک احادیثِ مقدسہ کا انتخاب اور ان کی تشریح بھی آپ کے ذمہ ہوتی تھی۔ خطبۂ جمعہ کی تحریری تیاری کی جاتی اور ہر جمعہ آپ کے ارشاداتِ حسنہ نہایت آب و تاب سے خطبۂ جمعہ کے عنوان سے زیبِ قرطاس ہوتے۔ ہر جمعرات کو نمازِ مغرب کے بعد مجلسِ ذکرِ جہر کا انعقاد ہوتا۔ عقیدت مندوں کا ایک ہجوم ہوتا۔ ذکر کے اختتام پر ایک مختصر سی تقریر فرماتے جس میں روحانی امراض کی تشخیص، علاج اور پرہیز بتایا جاتا۔ تزکیہ و تصفیہ کا یہ عارفانہ نظام طالبانِ حق کے لیے بڑی جاذبیت رکھتا تھا۔ مجلسِ ذکر کے فضائل و فوائد انشاءاللہ آئندہ کسی موقعہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیان کئے جائیں گے، یہ تقریر دلپذیر بھی خدام الدین کے صفحات کی زینت بنتی۔ علاوہ ازیں اصلاحی، معاشرتی، تاریخی، علمی، ملی، مجلسی اور سماجی اقدار پر مشتمل مضامین ہفت روزہ خدام الدین میں چھپتے تھے۔ بچوں کا صفحہ، مستورات کی اصلاح احوال کے موضوعات اور ہنگامی منظوم کلام کو بھی بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔

اگرچہ یہ مؤقر جریدہ اپنی صوری حیثیت سے پاکستان کے باقی رسائل و جرائد سے چنداں امتیازی شان کا حامل نہیں تھا۔ لیکن اپنی معنوی افادیت و عظمت کے لحاظ سے ملک بھر کا کوئی رسالہ بھی اس کا لگا نہیں کھا سکتا تھا۔

اس کو امر تکوینی سے تعبیر کیجئے یا دورِ حاضرہ کی شقاوت کیئے مسلمانوں میں اختلافی مسائل پر آئے دن سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ علماء سو جب تک اہل محلہ میں جوتی پیزار نہیں کروا لیتے، اپنی پارٹی کو ناکام سمجھتے ہیں۔ [1]

دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد

لیکن حضرتؒ کے رسالہ میں کسی اختلافی مسئلہ کی اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں تھی۔ شیعہ، سُنّی، اہل حدیث حضرات اور جدید طبقہ کے دل دادگان بڑے شوق سے اس اصلاحی مجلّہ کے خریدار بنتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی اشاعت چار سو سے پندرہ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں، قصبوں، دیہاتوں، سکولوں اور کالجوں کے علاوہ بیرون ملک مثلاً لندن، مغربی جرمنی، امریکہ، الجزائر، کویت، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ میں بھی اس آوازِ حق پرست پر لبیک کہنے والے موجود تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ شجرِ طیبہ اپنی وسعتوں اور رفعتوں میں مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ [2] کا مصداق بنا ہوا تھا۔ ہم تو یہ کہتے ہوئے بھی باک محسوس

---

[1] ۔ "مردِ مومن" صفحہ ۹۲، عبدالمجید خاں، فیروز سنز۔ لاہور
[2] ۔ سورہ ابراہیم ۱۴، آیت ۲۴۔

نہیں کرتے کہ خالق اکبر نے مولاناؒ کی حیاتِ مرشدنہ کے انوار کو چار دانگ عالم میں چمکنے کا ایک سنہری موقعہ ارزاں فرمایا ہوا تھا۔ یہ سلامت روی اور اس دورِ فتن میں دینِ حنیف کی یہ لازوال خدمت خداوندِ عالم کی غائبانہ تائید سے منوط تھی۔ ورنہ اس رسالے میں نہ فوٹو گرافی کا جاذبِ نظر طلسم تھا۔ نہ ملک کے بڑے بڑے ادباء و شعراء کا کلام ہوتا تھا۔ ہاں! اس کی قبولیتِ عامہ کی دلیل درج ذیل شعر ہو سکتا ہے۔ ؎

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے، بزمِ جانانہ

ہم انشاء اللہ مولاناؒ کی تبلیغی سرگرمیوں کے ضمن میں زیر بحث رسالہ کی اصلاحی اور روحانی افادیت کو واقعات کی روشنی میں پیش کریں گے۔

الحمد للہ۔ حضرت مولاناؒ کا یہ دیا ہوا شجرِ طیبہ اس وقت سے سرسبز و شاداب ہے اور اس کے پاکیزہ ثمرات سے اب بھی خوش نصیب انسان علمی اور روحانی برکات حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مولاناؒ کی رحلت اور چند پیشگوئیاں

حضرت مولاناؒ نماز تہجد کے لیے تقریباً تین بجے ہر شب کو بیدار ہوتے اور پھر دن بھر کے دینی مشاغل کے انہماک کے بعد نمازِ عشاء پڑھ کر قریباً دس بجے گھر تشریف لے جاتے۔ ساری زندگی درس و تدریس، تدبر فی القرآن عباداتِ مسنونہ، تبلیغ و اشاعت، تزکیہ و اصلاح اور خالقِ دو جہاں کی رضاجوئی اور خلقِ خدا کی خدمت میں گذری۔ آپ کے جسمِ نحیف میں پیرانہ سالی کے ایام میں تھکن کا بڑا اثر ہوتا تھا، جو کہ آہستہ آہستہ فالج کی صورت اختیار کر گیا جبین گرمیوں میں گاہے آپ کو گرم جراب کی ضرورت محسوس ہوتی۔ فالج کا اثر کبھی آدھے سر مبارک پر، کبھی کان اور رخسار پر اور کندھے اور پاؤں پر ہوتا لیکن ان تمام

toobaa-elibrary.blogspot.com

جسمانی عوارض کے باوجود دینی معمولات میں ہرگز کوئی فرق نہ آتا۔ چہرہ ولایت آثار پر کبھی زردی چھا جاتی۔ بعض اوقات درس عمومی کے لیے صبح تانگے پر مسجد میں تشریف لاتے۔ سہارا دینے کے لیے خدام ہمراہ ہوتے۔ آخری ایام میں عصا کا استعمال عام ہوگیا تھا۔ زندگی کی پچھتر بہاریں ختم ہو رہی تھیں۔ درسِ قرآن میں گاہے گاہے فرماتے "اے میرے اللہ! میں تجھ سے راضی ہوں۔ جب تیری مرضی ہو، مجھ کو اپنے پاس بلا لے۔ اللہ! مجھے کسی کا محتاج نہ کرنا۔" پھر فرمایا کرتے "میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ کو اولاد کا محتاج نہ کرنا، بلکہ میری اولاد میری محتاج رہے۔ یا اللہ! مجھ کو موت اس حالت میں آئے کہ میری کوئی نماز نہ چھوٹے۔"

۱۹۵۸ء[1] میں ہمارے گاؤں نتھو والا چک ۱۰۰ کی جامع مسجد کے خطیب مفتی ابوالشفا کندیاں شریف سے واپس آئے تو فرمایا۔ وہاں ایک مجذوب عالمِ جذب و حیرت میں کچھ باتیں کر رہا تھا، جو کہ ہر لحاظ سے صحیح تھیں۔ اسی استغراق کی حالت میں پکار اٹھا "لوگو! تمہارا خیال ہے کہ لاہور میں صرف ایک حضرت علی ہجویریؒ ہیں۔ آؤ۔ اگر زندہ علی ہجویری دیکھنا ہو، تو شیرانوالہ دروازہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب کو دیکھو لیکن ان کا وقت بہت تھوڑا ہے بہت تھوڑا ہے۔"

ایک دن نمازِ عشاء کے بعد ہم کچھ خدام آپ کی معیت میں آپ کے دروازے تک گئے۔ وہاں جا کر لوگوں سے مصافحہ کیا اور میرے بچے امین الدین کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر فرمایا: "بیٹا! ہم شہید ہوں گے، اگر تجھ کو یاد رہے گا کہ میں یہاں آیا کرتا تھا۔" اس وقت میں بچے کی سعادت پر مسرور ہو رہا تھا، مگر مجھ کوتاہ بین کو کیا خبر تھی کہ ہمارے مربی تقریباً چھ ماہ کے بعد فردوسِ بریں میں جا بسیں گے۔

۱۔ "انوارِ ولایت" ص ۲۰۴ مطبوعہ پنجاب پریس۔ لاہور۔ "مردِ مومن" ص ۲۱۵ پر اس واقعہ کو نتھو والا کی بجائے بھابیکے گاؤں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جو سراسر غلط ہے کیونکہ اس واقعہ کا خود میں راوی ہوں۔ (راقم الحروف لال دین اختر)

میری اہلیہ[1] کا بیان ہے کہ حضرت باباجی مرحوم اپنی وفات سے چند دن پہلے اپنے پوتوں کا نام لے کر فرمانے لگے کہ اجمل ہم کو یاد رکھے گا، مگر اکمل ہم کو بھول جائے گا۔ اس وقت صاحبزادوں کی عمر تقریباً چھ سال اور چار سال تھی۔ ؎

ہر کہ از ستر نبی گیرد نصیب[2]
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب

مولانا محمد صابر صاحب[3] کا بیان ہے کہ حضرت قطب الاقطاب حاجی دین محمد صاحب کے کارخانے میں خطبۂ جمعہ کی تحریر و ترتیب کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ حاجی صاحب کو وفات سے دو تین دن پہلے فرمایا "اب میں اس جمعہ کے بعد یہاں نہیں آیا کروں گا۔"

مولانا محمد صابر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے وفات والے جمعہ کی چھٹی مانگی کیونکہ میں اپنے سسرال کے گاؤں جانا چاہتا تھا۔ آپ صحیح سلامت تھے لیکن آپ نے اپنی عادتِ طریقہ مستمرہ کے خلاف مجھے جانے کی اجازت نہ دی۔ مولانا محمد صابر آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے کہ مجھ کو کیا خبر تھی کہ اس انکار میں بھی میرے آقا، میرے مربی کی شفقتیں پنہاں تھیں۔

کئی سالوں سے کھدر کا کفن سلوا رکھا تھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا "احمد علی کا کفن"۔ میانی شریف میں جا کر صاحبزادہ حمید اللہ مرحوم اور حاجی دین محمد صاحب کو اپنی قبر کی جگہ بتا دی تھی۔

۱۔ میری موجودہ اہلیہ کی زندگی کا شعوری وقت اکثر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں گذرا کیونکہ وہ آپ کی حقیقی نواسی ہیں۔
۲۔ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق ص ۱۲۔ علامہ اقبالؒ۔
۳۔ "انوارِ ولایت" ص ۲۰۵۔ حالاتِ وفات حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔ راوی حضرت مولانا محمد صابر صاحب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سراپائے حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ

قد مبارک متوسط، کشادہ پیشانی پر سیمیں انوار کی جھلکیں د من اثر السجود، فرق اقدس موزوں، نازک بھویں، خوبصورت آنکھوں میں عارفانہ چمک۔ مناسب بینی، مردانہ پر وجاہت رخسار، سپید گندمی رنگت، لب مبارک نہایت موزوں، دندان مبارک لبوں میں پوشیدہ آبدار موتیوں کے مشابہ، ریش مبارک دراز اور مقیشی، چہرۂ انور کی کیفیت نَضْرَۃَ نعیم کی آئینہ دار، گردن نہایت متوسط، شانے کشادہ، چھاتی مبارک پر بالوں کی لکیر، بازو اور کلائیاں پیرانہ سالی میں قدرے کمزور، ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں نہایت نرم و نازک، پاؤں مبارک قد و قامت کے عین مطابق، آواز میں حسن متانت۔ اکثر چہرۂ مبارک پر متفکرانہ و مدبرانہ سنجیدگی اور گاہے ملکوتی مشفقانہ تبسم، پورے چودہ برس میں نے آپ کو آواز دے کر کسی کو بلاتے نہیں دیکھا۔ نشست و برخاست پر وقار، بقول علامہ اقبالؒ

ع ہیبت مرد خدا از لا الٰہ

گرمیوں اور سردیوں میں کھدر کی ٹخنوں سے اوپر شلوار، کھدر کا کرتہ، کھدر کی ٹوپی اور اس پر کھدر کی چار پیچ والی دستار فضیلت، سردیوں میں نسواری رنگ اور کبھی سیاہ رنگ کا جبہ، منعلیں جرابیں، سرخ چمڑے کے پاپوش مبارک، آخری سالوں میں عصا مبارک رفتار میں منکسرانہ وقار، معصوم بچے ابا جی کہہ کر راستے میں سلام کرتے، آپ مسکرا کر جواب دیتے، بعض کے سروں پر دست شفقت پھیرتے، ہمیشہ سلام کرنے میں تقدم کرتے۔ ورد ولایت پر پہنچ کر تمام متوسلین کو مصافحہ کا موقع مرحمت فرماتے۔ ہر سائل کے لیے دعا کرنے کے لیے ہاتھ اٹھا لیتے، خلق خدا کی دلجوئی کا جذبہ جنون کی حد تک موجود تھا۔ اسوۂ حسنہ کی متابعت کا رنگ ہر عمل پر غالب تھا۔

یوم وفات حسرت آیات

حضرت مولانا حمید اللہ انور صاحب[1] فرماتے تھے کہ ۱۷ رمضان المبارک بروز جمعہ محترم ابا جان مرحوم گھر سے جمعہ کا تحریری خطبہ لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں نے حجرے میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے غسل کے لیے پانی گرم کر دوں مگر آپ نے فرمایا۔ میں آج تندرست ہوں، خود ہی گرم کر لوں گا۔ لہٰذا آپ نے غسل کا خود ہی انتظام فرمایا۔ گیارہ بجے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی۔ اب حافظ حمید اللہ صاحب[2] لباس تبدیل کرانے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ کی طبیعت ناساز تھی: پیٹ میں درد تھا، درد کی بڑی شدت تھی۔ لہٰذا حافظ حمید اللہ مرحوم نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ ڈاکٹر کیپٹن چودھری صاحب کو بلایا گیا۔ انہوں نے شام تک اپنی پوری کوشش سے علاج جاری رکھا۔ ڈاکٹر محمد یوسف صاحب بھی تشریف لائے۔ لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ مغرب تک کی تمام نمازیں اسی حالت میں پڑھیں۔

نماز عشاء کے وقت آپ پر سکرات طاری ہو گئے۔ جب ہوش آتا تو فرماتے "مولوی انور میں نے نماز نہیں پڑھی" مولانا فرماتے ہیں کہ میں تیمم کے لیے مٹی کا ڈھیلا پیش کرتا، تیمم فرماتے۔ نماز کی نیت باندھ لیتے، پھر غش طاری ہو جاتا اور چارپائی پر گر جاتے پھر ہوش آتا تو فرماتے۔ مولوی انور! میں نے نماز نہیں پڑھی! میں پھر تیمم کرواتا، تو نماز کی نیت باندھ لیتے کبھی آگے ہاتھ بڑھاتے۔ جیسے کسی سے مصافحہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی محویت کے عالم میں جان جانِ عزیز جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت مولانا مرحوم کے صاحبزادگان نے رات کے بارہ بجے آپ کو

---

[1] حضرت مولانا حمید اللہ انور مدظلہ العالی حضرت مولانا لاہوریؒ کے موجودہ جانشین ہیں۔
[2] حضرتؒ کے جانشین قاری حمید اللہ صاحب انور ہی ہیں۔

toobaa-elibrcry.blogspot.com

آخری غسل دیا۔ کفن پہنایا اور مکان (خضری محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ) کی نچلی منزل کے صحن میں حضرتؒ کے وجودِ اقدس کو زیارت کے لیے رکھ دیا۔

حضرت کی وصیت کے مطابق ۱۸ رمضان المبارک کی صبح کو قرآن پاک کا درسِ عمومی باقاعدہ جامع مسجد میں مولانا عبیداللہ صاحب نے دیا۔ حالانکہ گھر میں قطبِ دوراں والد کا جنازہ پڑا تھا۔

صبح تک حضرت کی وفاتِ حسرت آیات کی خبر تمام شہر اور بیرونِ لاہور بذریعہ اخبارات پہنچ گئی۔ زائرین حضرات ہوائی جہازوں، ریل گاڑیوں اور موٹروں کے ذریعے شیرانوالہ پہنچ گئے۔ لوگ باری باری اپنے محبوب روحانی باپ کی زیارت کرکے گذرتے جاتے تھے۔ آپ کے چہرۂ انور پر نضرۃ نعیم کی جھلکیں تھیں۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ابرار احمد صاحب نے آپ کے صاحبزادوں کی اجازت سے آپ کی چارپائی کو باہر گلی میں رکھوا دیا اور اوپر شامیانے کا انتظام کیا گیا۔

نمازِ ظہر کے بعد[۵] آپ کا جنازہ اٹھا۔ ہجوم کی کثرت کے باعث لمبے لمبے بانس منگوائے گئے اور آپ کی چارپائی سے باندھے گئے اور اسی طرح بانسوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ آپ کا چہرہ مبارک کھلا ہوا تھا، تاکہ کوئی نگاہ محرومِ زیارت نہ رہے جنازہ سرکلر روڈ سے براستہ دہلی گیٹ، اکبری منڈی، شاہ عالمی گیٹ اور انارکلی سے ہوتا ہوا یونیورسٹی گراؤنڈ کی طرف جا رہا تھا۔ ہم اس موقعہ پر شیخ ابرار احمد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی حسنِ کارکردگی کی داد دئیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ان کے حکم سے پولیس کی جیپ جنازے کے آگے آگے چلا دی گئی، تاکہ جنازہ کو آگے بڑھنے میں دقت نہ ہو۔ مکانوں کی چھتوں پر رو رو کر مرد و زن اپنے اُمّ القریٰ کے ہادی کے آخری دیدار کے لیے جمع ہو گئے۔ اور آپ کی چارپائی پر پھول برسا رہے تھے۔ یارانِ سوگوار دل کے سروں

---

[۵] راقم الحروف (ماسٹر لال دین، خگہ) جنازہ کی تقریب میں خود شریک تھا۔

سے سیل رواں بنے ہوئے تھے۔ اللہ۔ اللہ۔ انسانی نفوس کے اس تلاطم کی غمگساری میں متوکلین ارض و سما کی شرکت بھی معلوم ہوئی تھی۔ شیرانوالہ گیٹ سے لے کر میانی صاحب کے قبرستان تک فضاؤں میں لَا یَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا[۶] کا مقدس سماں نظر آتا تھا۔ چند دفعہ ہوا نے سرد آہیں بھریں اور اسی طرح بادل نے بھی عقیدت کے آنسو بہائے۔ گویا جنازے کے اہتمام میں قدرت کے مامور خدام ممد و معاون ثابت ہوتے۔ دکیونکہ بادل کا سایہ جنازہ کو تمازت سے بچا رہا تھا اور گاہے گاہے بوندا باندی ہوئی۔ لیکن آپ کا جنازہ بھیگنے سے محفوظ ہی رہا) یونیورسٹی گراؤنڈ کی پنہائیاں اس وقت تنگ نظر آنے لگیں۔ جب اسلامیانِ پاکستان نے اپنے روحانی باپ کے وجودِ مسعود کو وہاں لا کر رکھا۔ لاکھوں انسانوں کا جمِ غفیر تھا۔ صفیں سیدھی ہوئیں لاؤڈ سپیکر پر آواز (خطیبِ پاکستان حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی مرحوم) بلند ہوئی۔ کہ مغربی پاکستان کے تمام علماء کرام حاضر ہو چکے ہیں اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب نمازِ جنازہ کی امامت کرائیں۔ نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔ عشاقؓ نے اپنے محبوب مرشد روشن ضمیر کے جسدِ اطہر کو سرشام میانی صاحب کے قبرستان تک پہنچا دیا۔ افطاری کے وقت مولانا عبداللہ درخواستی صاحب مولانا عبیداللہ انور صاحب، حافظ حمیداللہ صاحب اور دیگر معتقدین نے مسلمانانِ ہند و پاک کی یہ مشترکہ دینی متاعِ گراں مایہ لحدِ خاک میں رکھ دی۔ گویا آفتابِ دنیا کے ساتھ مہرِ ولایت بھی جنت کی خلوتوں میں روپوش ہو گیا۔ یقیناً فرشتگانِ قضا و قدر نے باآوازِ بلند حضرت لاہوریؒ کی روحِ پاک کو یہ دعوتِ خداوندی دی ہوگی۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي فضا میں سسکیں تھیں، آہیں تھیں اور دلوں میں آقائے روحانی کی دائمی فرقت پر زہرہ گداز حزن و اندوہ کا ایک تلاطم موجزن تھا۔

---

[۶] سورہ فجر ۸۹ آیت ۲۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت والا کی وفات کے ضمن میں آپ کے فرزند اکبر مہاجر مدنی و مکی حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہ کا خواب درج مقالہ کیا جاتا ہے۔ حافظ مرحوم کا مکتوب گرامی ہفت روزہ خدام الدین میں چھپا اور انوارِ ولایت کے صفحات ۱۰۰ - ۱۰۲ پر بھی بعد میں شائع ہوا۔

مکتوب گرامی حضرت حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی نور اللہ مرقدہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

بمطابق ۲۶ فروری ۱۹۶۲ء یوم الاثنین　　　　از حبیب اللہ المدینۃ المنورہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد

بہ پیش گاہ علیا حضرۃ مخدومۃ المکرمہ والدہ ماجدہ صاحبہ مدظلہا

و برادرِ عزیز مولوی عبید اللہ انور سلمہٗ و برادرِ عزیز مولوی حمید اللہ سلمہٗ

سلامِ مسنون - دفتر خدام الدین لاہور سے فرستادہ برقیہ موصول ہوا۔ اپنی ناقص استعداد کے مطابق صرف آدھا پڑھ سکا ہوں۔ آدھا نہیں سمجھ سکا۔ بہت تلاش کیا کہ کوئی انگریزی خواں مل جائے تو پورا برقیہ سمجھ سکوں۔ لیکن تادمِ تحریر نہیں ملا۔ جو سمجھ سکا ہوں - اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کی حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات ہوگئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی۔ العین تدمع والقلب یحزن۔ ومَا نقول الّا ما یرضی بہٖ ربنا۔ صدق اللّٰہ العلی العظیم۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الّا فی کتاب من قبل۔

لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم ماشاء اللّٰہ کان

انما اشکو بثّی وحزنی الی اللّٰہ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اپنے مقبول بندوں میں بنالے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کی یہ علامت ذکر فرمائی ہے۔ ولما رأی المومنون[1] الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللّٰہ ورسولہ وصدق اللّٰہ ورسولہ وما زادھم الّا ایمانًا وتسلیمًا۔ اللہ تعالیٰ[2] کا وعدہ ہے کہ اعزہ و اقارب کی وفات کی مصیبت کا صدمہ تم کو دنیا میں ضرور پہنچے گا۔ جو اس پر صبر کرے گا اللہ تعالیٰ کی خصوصی اور عمومی رحمتیں ان پر نازل ہوں گی۔ اگر صبر کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ سے اجر پائے گا۔ اگر بندہ عاجز صبر نہ کرے تو تقدیرِ الٰہی کے آگے انسان کر بھی کیا سکتا ہے؟ اگر صبر کرے تو انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب بہت سی بڑی مصیبت پیش آئی لیکن شریعت کی طرف سے بشارتِ عظمیٰ ہے ان عظم الجزاء مع عظم البلاء۔ جتنی بڑی مصیبت ہوگی اجر بھی اتنا بڑا ملے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ آمین۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں لاہور مسجد لائن سبحان خاں میں گیا ہوں۔ نماز عصر کا وقت ہے۔ لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ دن خوب سفید ہے۔ سورج اپنی پوری تابانی پر ہے کہ یکایک سورج کو گرہن لگا اور سیکنڈوں میں تمام عالم سیاہ و تاریک ہوگیا۔ اندھیرا گھپ اندھیرا۔ سورج غروب ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ دن کا نور کم ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو یکایک عالم تاریک ہوگیا۔ مجھے خواب میں بھی سخت گھبراہٹ ہوئی۔ نہایت قلق و اضطراب میں اٹھا۔ خواب کی تعبیر اسی وقت میں نے یہ کی کہ اشارہ ہے۔ اعلیٰحضرت اباجان کے وصال کی طرف۔ اِنَّ اللّٰہ ما اخذ ولہٗ ما اعطیٰ وکلّ شیءٍ عندہٗ اجلٌ مسمّی۔

---

[1] - سورہ احزاب ۳۳ آیت ۲۲

[2] - ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ۔ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ۔ واولئک ھم المھتدون۔ پارہ ۲ - سورہ ۲ آیت ۱۵۵۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آخر میں پھر یہ عرض کرتا ہوں۔ اِنَّمَا اَشْکُو بَثِّی وَحُزْنِی اِلَی اللّٰہِ! رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِی وَمَا نُعْلِنُ - وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ۔ ہمشیرہ صاحبہ کو سلام مسنون کے بعد خط بھی سنا دینا۔ اس مصیبت میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ سب کو سلام مسنون۔ والسلام مع الاکرام

محترم حافظ عبدالغنی صاحب کا خواب

جمعہ کے دن نمازِ عشاء کے ساتھ تراویح پڑھی گئیں۔ بعدازاں میں تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہا۔ خلافِ معمول قدرے دیر سے سویا۔ سحری سے پیشتر بفضلِ ایزدِ متعال بیدار ہوا۔ تو مندرجہ ذیل خواب اپنی نمایاں اور روشن کیفیات کے ساتھ میرے قلب و روح کو فرحت و انبساط بخش رہا تھا۔

"میں نے مولانا والا جاہ کی وفات کی رات لاکھوں انسانوں کا ایک مجمع دیکھا میں نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ اس مجمع کے بیچ میں جو بزرگ صورت انسان کھڑے ہیں۔ ان کی تعریف کیا ہے؟ ابھی اس شخص نے جواب نہیں دیا تھا، تو وہ بزرگ خود میرے پاس آکر فرمانے لگے کہ آپ مجھ کو جانتے نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا "حضور! میں آپ کو نہیں جانتا ہوں"۔ تب انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ کا پیغمبر ابراہیمؑ ہوں"۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور پھر معانقہ بھی کیا۔ بعدازاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ آئیے۔ آپ کو ایک اور پیغمبر کی زیارت بھی کرواتے ہیں۔ آگے گئے تو ایک سفید ریش، سفید پوش فرشتہ شمائل بزرگ نظر آئے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ میں نے فرطِ عقیدت

سلہ - جناب حافظ عبدالغنی صاحب نوجوان آدمی ہیں۔ رزقِ حلال کے لیے بڑھئی کا کام کرتے ہیں۔ ان کی طبیعت میں خاموشی اور شرافت کا جوہر فطری طور پر موجود ہے۔ قصبہ شاہ کوٹ۔ ضلع شیخوپورہ میں عرصے سے رہائش پذیر ہیں۔ راقم الحروف نے ان کی زبانی سن کر یہ خواب نقل کیا۔

(لال دین اختر)

سے ان کے ساتھ بھی مصافحہ کیا اور پھر معانقہ کیا۔ اس کے بعد خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آج ہمارے ایک دوست کی مجلس ہے۔ لہٰذا ہم آج ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے ہیں"۔

خواب بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں نمازِ فجر کے بعد جب لائل پور گیا، تو اخبار میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کے متعلق پڑھا تو اس وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ میرے خواب کی تعبیر کیا ہے۔ احقر راقم الحروف نے یہ خواب سن کر حافظ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت مولانا کے مریدوں میں سے ہیں، تو حافظ صاحب نے فرمایا۔ نہیں! لیکن میرے دل میں یہ عقیدت ضرور ہے کہ وہ اتنے عظیم المرتبت بزرگ ہیں کہ اولیاء کرام ان کی صحبت میں پرورش پاتے تھے۔ سُنا ہے کہ امام بخاریؒ کی وفات پر کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ جلدی جلدی کسی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ کہ حضورؐ! آپ کدھر تشریف لے جا رہے ہیں، تو فرمایا کہ امامِ زماں فوت ہو گئے ہیں، اُن کے جنازے کے لیے جا رہا ہوں"۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

اخبارات کے چند اقتباسات

دو عظیم قومی اکابر کا سفرِ آخرت

احسان بی اے نے "دو عظیم قومی اکابر کا سفرِ آخرت" کے عنوان سے روزنامہ "کوہستان" ۳ مارچ ۱۹۶۲ء حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور حمید نظامی علیہ الرحمہ کے جنازوں کے متعلق فرمایا: "ہزاروں افراد نے اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ دو جلیل القدر ہستیاں سپردِ خاک کیں۔"

حضرت شیخ التفسیرؒ کے جنازے کی مکمل تفصیل کے بعد رقمطراز ہیں: "اب چارپائی ہمارے قریب آئی ... اور قریب ... آگے کھڑے ہوتے لوگوں کو بٹھا دیا گیا اور میں نے دیکھا۔ سرخ گلاب کے پھولوں کی چادر میں سے نکلا ہوا سر جس کے دودھ جیسے سفید لمبے بال کنگھی کر کے پیچھے کی طرف سنوار دیئے گئے تھے۔ مولانا احمد علیؒ کا جسدِ خاکی ارادت گزاروں کے کندھوں پر ہلکے ہلکورے لیتا ہوا میری نگاہوں سے قریب تر ہوتا گیا اور پھر مجھ کو پیشانی نظر آئی۔ کشادہ خوبصورت پیشانی جس پر ستر سال کے سجدوں کے نشان مرتسم تھے۔ میرے دل نے بڑی ہی بلند آواز میں پکارا۔ کون کہتا ہے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد آدمی سب کچھ یہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ سکندر بادشاہ جب دنیا سے چلا تو ؎

ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

لیکن فقیر احمد علی اپنی زندگی بھر کی تمام کمائی اپنے ساتھ لے کر جا رہے تھے۔ یہ دنیا ان سے اس کمائی کا ایک حبہ تک چھیننے میں ناکام رہی تھی۔

میانی صاحب کے قبرستان میں داخل ہو کر حضرتؒ کی قبر مبارک کے بالکل قریب جا کر احسان صاحب بیان کرتے ہیں: "مجھے ایک دفعہ پھر مولانا کے دیدار

نصیب ہوئے۔ اس دفعہ میں بہت قریب تھا۔ چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ پرانی میل والی اور کھدر کا معمولی روئی دار گدا نعش کے نیچے بچھا ہوا تھا۔ مولانا کی فقیرانہ زندگی کے سادہ ساتھی قبر تک ساتھ آئے تھے۔ جنازہ ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لایا گیا اور میں سوچتا رہ گیا یہ فقیر جو نہ افسر تھا، نہ کسی ملک کا والی جس کے گھر والے اسے کسی شان و شوکت کے ساتھ وداع نہ کر سکے تھے۔ لاکھوں دلوں میں اتنی محبت اور عقیدت کس طرح پیدا کر سکا تھا؟ کیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اتنی ہی معجزانہ ہے کہ اس پر ناز کرنے والا بغیر کسی ظاہری طنطنے کے لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کو چپکے ہی چپکے مسخر کر لیتا ہے؟"

مولانا نصر اللہ خاں عزیز

عنوان "میں مولانا احمد علی مرحوم کو کیوں بڑا آدمی سمجھتا ہوں"

میں نے مولانا احمد علی کو سب سے پہلے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی کے یہاں دیکھا۔ اس وقت وہ کوئی تیس اکتیس برس کے نوجوان آدمی تھے۔ مجھ سے کوئی گیارہ برس بڑے۔ ان کا حلیہ جہاں تک مجھے یاد ہے، یہ تھا سر پر سفید پگڑی بدن پر سفید کرتہ، شرعی پاجامہ اور دیسی جوتا۔ اب یہ یاد نہیں کہ کندھوں پر چادر بھی تھی یا نہیں اور بالکل یہی لباس ان کی زندگی بھر کا لباس رہا۔ گرمی یا سردی کے اعتبار سے صرف سوتی یا اونی کپڑے کا فرق واقع ہوتا۔ ورنہ وضع قطع میں کوئی تغیر واقع نہ ہوتا اور یہ وضعداری ہی ان کی سیرت کا سب سے بڑا جوہر تھا، ان کی عظمت کردار کا موجب۔ ان کے اکابر کی بھی یہی وضع تھی اور اسی وضع کو انہوں نے اپنی زندگی کا عنوان بنا لیا تھا اور یہ پابندیٔ وضع تھی۔ لباس اور ظاہری وضع قطع میں ہی نہیں، بلکہ عقائد، اعمال، مشاغل، طرزِ فکر، اسلوبِ تقریر، اندازِ تحریر اور دوستی و دشمنی کے تعلقات میں بھی میں ان لوگوں میں سے تھا، جن پر حضرت مولاناؒ بے حد مہربان تھے۔"

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

"ایک مجاہد، ایک عالم اور ایک مفسّر" کے عنوان سے مولانا منظور حسن صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ۱۹ اپریل ۱۹۶۲ء روزنامہ کوہستان میں ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔

ایک اور اخباری اقتباس

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات پر شہر کے کونے کونے میں رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اس سلسلے میں شعبۂ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے اساتذہ کرام اور طلبار کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت علامہ علاؤ الدین صدیقی صدر شعبہ منعقد ہوا جس میں مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے افسوس اور رنج و الم کا اظہار کیا گیا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ مولانا مرحوم کی وفات سے علم و روحانیت کی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس سانحہ سے پاکستان ایک عظیم روحانی شخصیت اور کتاب و سنّت کے ایک جاں فروش خادم سے محروم ہو گیا ہے۔ اجلاس میں مرحوم کے لیے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔"

حکیم شمس الحق خاں

پاکستان یونانی طبیہ کالج لاہور کے پرنسپل حکیم شمس الحق خاں نے مولانا مرحوم کی رحلت پر بیان دیتے ہوئے فرمایا: "آپ کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ آپ بلاشبہ ایک چشمۂ فیض تھے۔ آپ نے اپنی تمام زندگی دینِ متین کی خدمت و اشاعت میں صرف کی۔ مخالفین اسلام کے سامنے آپ آہنی دیوار تھے۔ مرحوم صحیح معنوں میں بطلِ حرّیت اور ایک باعمل مجاہد تھے۔"

مولانا داؤد غزنوی صدر جمعیت اہلِ حدیث مغربی پاکستان

مولانا احمد علیؒ کی وفات میرے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ مرحوم ملک

کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے ملّت اسلامیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولانا نے توحید و سنّت کی اشاعت اور بدعات کو مٹانے کے لیے جو تکالیف برداشت کی ہیں، آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے جب تک انگریز رہا، مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس کی راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میں نے انہیں ہر مرحلے پر مخلص و ہمدرد رفیق پایا۔ آج ملّت اسلامیہ ایک عالمِ باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ عابد و زاہد اور علوم قرآن کے معلم و مبلّغ سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔"

۲۵ فروری ۱۹۶۲ء روزنامہ "کوہستان" کے ایڈیٹوریل کے اختتام پر

ایک عالمِ باعمل کی موت

انجمن خدام الدین کے امیر شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کا انتقال ملّت اسلامیہ کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ مرحوم ایک جید عالم، انتھک مجاہد اور عظیم المرتبت مبلغ تھے۔ آپ کی زندگی فقر و درویشی، تبلیغ و اشاعتِ دین اور ملّت اسلامیہ کی خدمت کے مختلف دائروں میں گذری۔ یہ شرف انہی کو حاصل ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے ساڑھے چار ہزار مستند علماء نے آپ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی۔ تیرہ مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی اور سات مرتبہ جنگِ آزادی کے سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی ذات سے بلاشبہ اشاعت و تبلیغ دین کا ایک طویل دور عبارت ہے اور ان کی موت سے ملک کے دینی اور تبلیغی حلقوں میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے، جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔

روزنامہ "نوائے وقت" ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء نے حضرت کی علالت، جنازے کی سوگوار کیفیت اور باقی حالات نقل فرمائے ہیں۔

روزنامہ "زمیندار" ۶ اپریل ۱۹۶۲ء عنوان "علماء کرام اور شیخ المشائخ"

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا احمد علی مرحوم کی کتابِ زندگی پڑھیں، تو قوم کی بگڑی بن سکتی ہے۔"

رسالہ "اقدام" ۴ مارچ ۱۹۶۲ء اور روزنامہ "آفاق" ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء نے حضرت لاہوریؒ کے دینی کارنامے اور پاکیزہ زندگی پر تبصرہ اور آپ کو وہی زبان علامہ اور جنگِ آزادی کا مجاہد کہا۔

۱۵ اپریل ۱۹۶۲ء (شوکت سیٹھ رپورٹر) قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علیؒ کے نقشِ قدم پر چل کر علماء قوم کی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ وہ نیک نیت، فیاض، صابر متحمل، بردبار، راستباز، خلق سے محبت کرنے والے صلح جو اور رضائے الٰہی پر توکل رکھنے والے تھے۔ مخالفوں سے صلح جوئی اور دوستوں سے مہربانی کا سبق دیتے رہے۔ مسجد کو انہوں نے دینی، ثقافتی اور معاشرتی مرکز بنایا۔

ملک عبدالحمید وارثی صاحب۔ آپ ان مشائخ میں سے تھے جس کے متعلق رسولِ خدا نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے میری سنّت کو زندہ کیا۔ اس نے مجھے زندہ کیا۔ آپ بیک وقت عالم بھی تھے، فقیہہ بھی تھے، مفسر بھی تھے۔ محدث بھی تھے۔ امام بھی تھے، مجاہد بھی تھے، درویش بھی تھے، صوفی بھی تھے اور ایک سیاسی راہنما بھی۔ انہوں نے جس استقامت سے دین کی خدمت کی اس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے بعد خال خال ملتی ہے۔

"بیسویں صدی کی ایک مثالی شخصیت" کے موضوع پر شیخ عبدالغفار اکبر (روزنامہ "زمیندار" لاہور ۶ اپریل ۱۹۶۲ء) اور اسی اخبار کے دوسرے صفحے پر آغا شورش کاشمیری نے "مردِ درویش کا جنازہ" حضرتؒ کی خدمت میں خراجِ تحسین پیش کیا۔

ایک تعزیتی جلسے کی کاروائی

کے چند اشارات

لاہور کے تمام مکاتیبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کرام نے ۱۱ مارچ ۱۹۶۲ء بیرون موچی دروازہ باغ میں دس بجے صبح زیرِ صدارت حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ چونکہ راقم الحروف اس جلسے میں حاضر تھا۔ لہٰذا چند اکابر کا عقیدتمندانہ خراجِ تحسین جو انہوں نے حضرت لاہوریؒ کی مدح پر فتوح کو پیش کیا عرض کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب خطیب جامع مسجد راولپنڈی | ہم اس مقام پر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کارناموں کو اجاگر کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ہم اپنے بڑوں کے مناقب تو بیان کرتے ہیں مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود حینِ حیات میں بھی عبرت تھا اور ان کی رخصت بھی ہمارے لیے دعوتِ عمل ہے۔ یہ خدائے قدوس کی طرف سے نقیب بن کر آئے تھے۔ اللہ! اللہ! لاہور کے سارے قیام میں قرآن حکیم کا نسخہ پیشِ نظر رہا۔ سترہ روزے رکھے۔ علماء کرام کی جماعت کو درس دیتے رہے۔ اس جمعرات کو بھی درس دیا، جب دنیائے فانی کو الوداع کہا۔ ہماری عقیدت ان کی بارگاہ میں بالکل ناچیز ہے۔ حضرت کے فراق میں یقیناً درس قرآن کی جگہ بھی مدق ہے۔ اللہ والے کسی قبرستان میں دفن ہوتے ہیں تو مردے بھی خوش ہوتے ہیں۔ سیدنا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال میں ایک جگہ بیٹھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کیا۔ جب انتقال ہوا تو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "شاہ عبدالقادر مرحوم جس قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ اس کے اردگرد بارہ بارہ میل کے مُردوں سے اللہ تعالیٰ نے عذاب اٹھالیا ہے" لہٰذا ہمارے شیخ التفسیر کا وجودِ مسعود میانی صاحب میں انشاء اللہ تعالیٰ آرام کرنے والوں کے لیے رحمت کا باعث ہے۔ مولانا عبدالحنان نے دعا کے بعد فرمایا کہ اگر آج ہم میں شاہ جی مرحوم، حضرت مدنی مرحوم یا امام الاولیاء حضرت امروٹی مرحوم ہوتے تو وہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات بیان فرماتے۔"

حضرت قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے حضرت لاہوریؒ کے فیوض و برکات کلیمانہ حسنِ تکلم سے بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت کے فرزند جلیل حافظ حبیب اللہ مسجد نبویؐ کے بابِ صدیقؓ میں بیٹھ کر اسلامی ممالک کے علماء و فضلا کو درسِ قرآن مجید دیتے ہیں، مجھے تو ان کو وہاں دیکھ کر اس مصرعہ کا مفہوم سمجھ میں آیا ؎

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے!

۱۹۵۳ء میں نے حضرتؒ کو جیل کی کوٹھڑی میں دیکھا۔ ساری ساری رات عبادت میں کھڑے ہیں۔ پھر قاضی صاحب نے آہیں بھرتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت زمین پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی داڑھی مبارک کو مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضرتؒ کو قرآن کا عشق تھا۔ مگر تم کبھی کسی غلام کے پیچھے اور کبھی کسی غلام کے پیچھے (مرزا غلام احمد اور غلام احمد پرویز) پھر فرمایا اور خطیبانہ عظمت سے فرمایا کہ لوگ مرتے ہیں، تو لوگ روتے ہیں۔ عمرؓ تو مرے گا، تو تجھ کو اسلام روئے گا!"

ماسٹر تاج الدین انصاری حضرت اتمام حجت کے طور پر سامعین سے اپنے وعظ کا اقرار کرواتے تھے۔ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ لاہور پر کئی دفعہ عذاب الٰہی آیا مگر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ پھیلا دیے تو عذاب ٹل گیا۔

مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک صاحب تقویٰ صاحبِ علم و فضل کو ظاہری اور باطنی کمالات سے مزین کرکے ایک مثالی زندگی عطا فرمائی۔ ایک موقعہ پر حضرتؒ نے حکومت کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم علماء میں سے کسی پر ہاتھ اٹھاؤ۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے؟

حضرت عبدالقادر رائے پوری مرحوم نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آپ کو میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے پاس حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ موجود ہیں۔

حضرت مدنی مرحوم نے اپنے لواحقین کو کئی بار فرمایا۔ اگر تم کو میرے پاس آنے کا موقعہ نہ ہو تو شیرانوالہ کا رخ کرو۔

شیخ حسام الدین مرحوم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو چن چن کر بلا رہا ہے۔ ڈر لگتا ہے کہ اب ہم عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔ کیونکہ "تم بھی آجاؤ۔ تم بھی آجاؤ" کا پروگرام شروع ہو چکا ہے۔

مولانا عبدالستار نیازی صاحب انگریزوں کی قہرمانی طاقت کو نفوسِ قدسیہ چیلنج دیتے رہے۔ ان میں حضرتؒ فردِ محترم تھے۔ حضرتؒ نے ہر تحریک میں اپنی قوم کی قلندرانہ ترجمانی کی۔ وہ ایک فرد نہ تھے۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کے لیے پناہ تھی۔ ان کے اشاروں میں سہارا ہوتا تھا۔ آپ کا طریقہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ کی زندگی میں تسلسل تھا۔ وہ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر تھے، آخر دم تک اسی پر قائم رہے میری رہائی کے بعد میرے غریب خانہ پر اطلاع دے کر تشریف لائے۔ آپ کی نشست کا نیچے انتظام کیا ہوا تھا۔ جب واپس جانے لگے تو فرمایا۔ مولانا اوپر کے کمرے میں مجھ کو اپنی چارپائی تک بھی لے چلو۔ تاکہ مجھے قدم قدم کا ثواب ملے۔ میں ایک مجاہد کو ملنے کے لیے آیا ہوں۔ مولانا نیازی صاحب یہ کہہ کر حاضرین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کومخاطب ہوکر فرمانے لگے حضرات! آپ بھی اپنے آپ کو اس تلوار کی دھار پر لایئے اور دل سے کہئے۔ اِنَّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العٰلمین۔

علامہ انور صابری صاحب دیوبندی | مولانا کی وفات صدیوں کے دین و عمل کی تاریخ کی موت ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے شاہ ولی اللہ، مجاہدین میں سید احمد شہید اور تصوف میں امام ربانی مجدد الف ثانی تھے۔"

تربتِ اقدس سے فردوسی خوشبو

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور (قصبہ خارتنگ[1] علاقہ سمرقند) سے خوشبو کا آنا متواتر ہے۔ بارہ سو سال سے وہاں کی معطر فضائیں زائرین کے ایمان کو تازہ کر رہی ہیں۔

لاہور کے باشندوں نے بیک زبان ہوکر پکارنا شروع کر دیا کہ حضرت مولانا سید الابرار والاخیار کی تربت پاک سے فردوسی خوشبوئیں آنے لگی ہیں۔ نہایت معتمد افراد نے وہاں جاکر پتہ لگایا۔ حضرتؒ کی مرقد کی مٹی کا معائنہ اور تجزیہ کیا گیا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ اس شمیم جانفزا کو کس چیز کی طرف منسوب کیا جائے۔ لہٰذا یہ بات زبان زدِ خاص وعام ہوگئی کہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کی لحد پاک روضۃ من الریاض الجنۃ بن گئی ہے جس طرح آپ کی زندگی آیۃ من آیات اللہ تھی۔ خدائے قدوس کی عنایات ازلیہ وابدیہ سے کچھ بعید نہیں ہے۔ حضرت شیخ الحدیث امام زماں امام بخاریؒ کی رفیع المنصبی میں عالم ربانی حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ روحہ کو مشارکت معنوی کا سنہری موقع مرحمت فرماوے۔

---

[1] مرد مومن ص۱۱۲۔ مطبوعہ فیروز سنز۔ شیخ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور۔

ارشادِ ربانی اس سلسلے میں ملاحظہ ہو: فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِیْمٍ ۔ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ۔ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ ۔[1]

رسول انس وجان صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنیے: القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران[2] (مشکوٰۃ شریف)

دراصل حضرت مولانا بندۂ مولا صفات بزرگ تھے اور قبر سے فردوسی خوشبو کا ظاہر ہونا خدائے رحیم کی شانِ کریمی کا ظہور تھا۔ اللہ پاک مولاناؒ کی روح پاک کو وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى[3] کا مژدہ سنائے اور اس نعمت عظمیٰ میں آپ کو سہیم وشریک بنائے۔

حضرت مولاناؒ کے ایک خلیفہ مجاز کا مراقبہ

حضرت مولاناؒ کی وفات کے تیسرے دن بعد آپ کے ایک خلیفہ مجاز آپ کی قبر مبارک کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھے۔ سبحان اللہ۔ اللہ والوں کی صحبت میں طالبانِ حق کو کتنے مقامات رفیع عطا کئے جاتے ہیں۔ یہی وہ عطائے ربانی ہے جس کو فضل ایزد تعالیٰ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

قوتِ جبریل از مطبخ نبود
بود از درگاہِ خلاقِ ودود

صاحب مراقبہ کا ارشاد ہے "میں حضرت آقائی وسیدی کے ارشاد کردہ طریقہ کے مطابق آپ کی قبر اقدس کے پاس مراقبہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت والا مقامؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کے چہرہ انور پر مسرت[4]

---

[1] سورہ واقعہ ۵۶ آیہ ۸۸ — [2] حدیث شریف (مشکوٰۃ شریف)

[3] سورہ الضحیٰ ۹۳۔ پارہ ۳۰۔ آیت ۴۔

[4] فوائد ولایت ص۲۔ سوانح حیات حضرت مولانا احمد علیؒ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہجت کے انوار تھے۔ میں نے سلام کے بعد عرض کیا کہ آپ کی پروردگارِ عالم سے کیسے ملاقات ہوئی؟

حضرت مولانا مرحوم: مولانا: میں نے پروردگارِ عالم کو بہت شفیق و رحیم پایا۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر سوال کیا کہ تم ہمارے لیے اس قدر مجاہدہ و ریاضت کیوں کرتے تھے؟

مولانا مرحوم: اے اللہ! مجھ کو آپ سے خوف آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ: اگر ہم نے تم کو بخشنا نہ ہوتا۔ تو تم پر ظاہری و باطنی اس قدر زیادہ نوازیاں نہ ڈالتے۔

صاحبِ مراقبہ:۔ میرے آقا! اور کوئی قابلِ ذکر ارشاد؟

حضرت مولانا:۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مخصوص عنایت ہوئی۔ مجھ کو کہا گیا۔ کہ ہم نے تمہاری مہمانی کے طور پر میانی صاحب کے تمام گنہگار و صاحبِ ایمان، اہلِ قبور سے اپنا عذاب اٹھا لیا ہے۔

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

و گفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ از ایشاں بارہا نور دیدہ باشد و بسیار خواص و عوام از مقابر صلحاء و شہداء نور مرتفع بینند و ایں نور نفسِ زکیۂ ایشاں است کہ چوں کارِ نفس عالی مے بود۔ نورِ او در بدن سرایت می کند و طبعِ مزاجِ بدن مے گردد و باز اگر نفس از بدن مفارق ہم می شود۔ تاہم آں جسد منبعِ انوار و منفذِ آں می باشد چنانچہ در حالتِ حیات و بقاءِ نفس بود۔

—

۱؎ - مزمل ۷۳ - پارہ ۲۹ ، آیت ۲۰

۲؎ - "امداد السلوک" مؤلفہ مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ ص۱۹۸ ۔ از نقل مردِ مومن ص۲۲۲

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کی دستار بندی

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا عبدالہادی صاحب سجادہ نشین دین پور شریف و خلیفِ اکبر حضرت حجۃ اللہ فی الارض شیخ المشائخ حضرت خلیفہ غلام محمد مرحوم دین پوری، نے سلطان الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ کی وصیت اور سلسلہ قادریہ راشدیہ کی روایت کے مطابق شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند مولانا عبید اللہ انور صاحب کو ۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء بعد از نمازِ فجر باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرت اقدس علیہ الرحمۃ کے متوسلین کو جملہ معاملات اور معاملات سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ سلسلہ قادریہ راشدیہ میں دستار بندی کا طریق شیخ المشائخ غوثِ زماں حضرت مولانا محمد راشد نور اللہ مرقدہٗ کے وقت سے چلا آتا ہے۔

حضرت مولاناؒ کا مبارک کنبہ

حضرت لاہوریؒ جہاں خلقِ خدا کے لیے ہادی و معلم تھے۔ وہاں اپنی اولاد کے لیے مبارک باپ تھے۔ آپ نے دورِ حاضرہ کی مسموم فضا میں اپنے بچوں کی پرورش کتاب و سنت کے طریق پر کی اور ان کو مغرب الاخلاق روش پر قدم تک رکھنے کی اجازت نہ دی اور یہ چیز آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ اگر حضرت مولاناؒ کے والدین

۱؎ - مردِ مومن ص۲۲۳ ۔ شیخ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

۲؎ - 〃 〃 ص۲۲۵ 〃 〃 〃 〃 انوارِ ولایت ص۱۸۲ مطبوعہ پنجاب پریس لاہور

۳؎ - عصرِ ما را ز ما بیگانہ کرد ۔ از جمالِ مصطفیٰ بیگانہ کرد۔ مثنوی پس چہ باید کرد ص۲۹ ۔ علامہ اقبالؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماجدین نے آپ کی ولادت سے پہلے ہی آپ کو محرّر کر رکھا تھا تو آپ کی اہلیہ صفیہ بی بی کے والدین (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم جو مولانا کے خسر تھے۔ ان کا ذکر خیر سابقہ اوراق میں آچکا ہے) نے بھی حضرت زکریا علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی بیٹی کو مریم زمانی بنانے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ لہٰذا جب قدرت کے فیصلے کے مطابق حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے اپنی ازدواجی زندگی شروع کی تو پروردگارِ عالم کی فیاضیوں نے اس گھر کو اپنی رحمتوں کا نشیمن بنالیا۔

ننھے حسن کی پیدائش اور وفات

حضرت سندھیؒ نے مولانا احمد علی مرحوم کی بچپن سے تعلیم و تربیت کا ذمہ لے رکھا تھا جس کو توفیقِ ایزدی آپ نے بطریق احسن سرانجام دیا اور ساتھ ہی آپ کو دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا۔ شادی کے دوسرے سال آپ کے گھر اللہ تعالیٰ نے بچہ دیا اس کا نام حسن رکھا گیا۔ اور اس بچے کی وجہ سے حضرت لاہوریؒ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بچہ اپنی ولادت کے ساتویں دن راہیِ ملکِ بقا ہوا اور زمرۂ غلمان میں داخل ہوا اور اگلے دن اس کی منصورہ اور محبوبہ والدہ ماجدہ اپنے لختِ جگر کی تلاش میں وادیٔ فردوس میں جا پہنچیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ [1]

پھول تو کس کر بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے، جو بن کھلے مرجھا گئے

محترمہ عائشہ بی بی کی ولادت [2]

حضرت لاہوریؒ کی دوسری اہلیہ سے آپ کے گھر پروردگارِ عالم نے پہلے لڑکی

---

[1] انوارِ ولایت صـ ۲۱۷ مطبوعہ پنجاب پریس مصنفہ ماسٹر لال دین ایم اے بی ٹی۔

[2] . . . .

عنایت فرمائی۔ اس کا نام عائشہ بی بی رکھا گیا۔ اس خوش اختر نیک بچی نے اپنی مریم صفت والدہ محترمہ کا دودھ پیا اور اپنے جنیدِ دوراں باپ کی شفقت بھری نگاہوں میں رہ کر پرورش پائی۔ وہ اب تک زندہ ہیں چونکہ وہ مجھ احقر الانام کی نسبتی والدہ (ساس) ہیں۔ لہٰذا جب میں ان کی مادرانہ خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو مجھ کو اس بتولِ ولایت کی سیرت میں اس کے باپ رئیس الاولیاء حضرت لاہوریؒ کے فردوسی کردار کے نقوش نظر آتے ہیں۔ گویا کہ یہ حیاء و پاکدامنی کا مرقع اور نسوانیت کے شرف و مجد کی جیتی جاگتی تصویر ظاہری خدوخال اور معنوی اعتبارات سے اپنے ملک سیرت باپ سے بڑی حد تک مشابہ ہیں۔ حضرت مولاناؒ نے اپنی اس بیٹی کی رسمِ منا کحت کی ادائیگی میں بھی احیائے سنت نبوی کا ایک نمایاں ثبوت پیش کیا۔ مولانا نوراللہ جو اس وقت ایک درویش صفت طالب علم تھے۔ آپ نے ان سے حسب و نسب، ذریعۂ معاش اور رہائشی مکان تک کا سوال کئے بغیر اپنی بیٹی کا عقد ان سے رضامندی لے کر کر دیا۔ یہ سنّت نبویؐ کا زریں نقشہ ہے، جو آپ کے عمل میں نظر آتا ہے۔

حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی [1]

مخدومہ عائشہ بی بی کے بعد حضرتؒ کے گھر میں وہ بچہ پیدا ہوا۔ جس کو کسی حد تک عصرِ حاضر میں وَلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَۃً مِّنَّا کا مصداق مانا جائے، تو مبالغہ نہ ہوگا۔ یہ اس ماں کی گود میں پرورش پاتا رہا۔ جس ذاکرہ و شاغلہ کو رب العزۃ نے فرائض کی ادائیگی میں حسنِ عبودیت اور نوافل میں مقامِ احسان کی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا۔ سحر شب بیدار رہنے کے علاوہ روزانہ قرآنِ حکیم کی ایک منزل تلاوت فرماتیں اس گھر کا ماحول قرآنی نغمات اور تہلیل و تسبیح کی صداؤں سے معمور رہتا تھا کنبے کے سرپرست کا شیوہ رزقِ حلال اور صدقِ مقال تھا بچہ اپنی پاک دامن

---

[1] مردِ مومن صـ ۲۳۵۔ شیخ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عابدہ وزاہدہ والدہ کے سینے سے چمٹ کر معصومانہ غذا حاصل کرتا تھا۔ اب بڑا ہو کر اس کا اسلافِ کرام کا مثیل بننا یقینی تھا اور اس کا وجودِ مسعود دینِ حق کے لیے حجت و برہان بننے والا تھا۔ لہٰذا وہ اپنے وقت میں الہامی سعادتوں کا نقیبِ اسلامی اقدار کا محافظ بن کر زندگی بسر کرنے والا تھا۔ صابرانہ توکل و غنا کی جھلکیں اس کی جبینِ نیاز کو تابندہ و درخشندہ رکھنے کی ضمانت دیتی تھیں۔ ؎۱

جواں مردے کہ خود را فاش بیند ۔ جہانِ کہنہ را باز آفریند
ہزاراں انجمن اندر طوافش ۔ کہ او با خویشتن خلوت گزیند

صاحبزادہ حبیب اللہؒ کو سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کروایا گیا۔ پھر ابتدائی کتب ختم کرا کر دار العلوم دیوبند بھیجا۔ اس وقت اُس مرجع اخیار مدرسہ میں سیّد انور شاہ کاشمیریؒ جیسے یکتا ئے روزگار علامہ۔ حضرت مدنی جیسے مجاہدِ کبیر اور شارحِ حدیث مردِ حق آگاہ اور حضرت شبیر احمد عثمانی ایسے دانائے رموزِ قرآنیہ موجود تھے۔ حافظ حبیب اللہ نے مذکورہ بادیانِ دینِ متین کی صحبت میں دل کھول کر کسبِ ضیا کیا۔ آخر جامعیت کا خلعتِ فاخرہ زیب بر کئے لاہور واپس آ گئے۔ اپنے والد بزرگوار کی سنّت کے مطابق خدمتِ قرآن کا کام نہایت تندہی سے شروع کر دیا۔ ۱۹۴۷ء کو حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ تقریباً ۲۶ سال مدینہ منوّرہ اور مکہ معظمہ کی قدسی فضاؤں میں رہے۔ ؎۲ حضرت مولانا لاہوریؒ نے بھی بلایا اور حافظ حبیب اللہ مرحوم کی والدہ محسنہ و صدیقہ نے بھی واپسی کے لیے لکھا۔ لیکن ان سب کو قیامت کی ملاقات پر راضی کر لیا اور خدا تعالیٰ کی مشیئت کے مطابق مدینۃ الرسول کو نہ چھوڑا۔

؎۱۔ علامہ اقبال مرحوم۔ ارمغان حجاز ص۲۲۸ مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس۔ لاہور

؎۲۔ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد راقم الحروف نے حافظ حبیب اللہ نور اللہ مرقدہٗ کو ایک طویل عریضہ لکھا تھا جس میں پرزور استدعا کی گئی تھی کہ آپ پاکستان واپس آ جائیں تاکہ لاہور کا مرکز اپنی سابقہ دینی روایات کو زندہ و تابندہ رکھ

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) سکے۔ جس کے جواب میں آپ نے مجھ احقر الانام کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا۔ ناظرین کو پڑھ کر بہر وجوہ یقین ہو جائے گا کہ ان پاکباز ہستیوں کا قیام و سفر مشیت الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

محترم المقام جناب ماسٹر لال دین صاحب، افگر زید مجدکم

سلام مسنون۔ مزاج اقدس۔ حبیب اللہ از المدینۃ المنورہ

مکرمت نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ اس یادآوری و کرم فرمائی کا بسیار بسیار شکریہ!

محترم! جو تحریک آپ نے فرمائی ہے، اس سے قبل دو مرتبہ یہی تحریک حضرت مرحوم و مغفور قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے اپنی حیاتِ طیبہ میں فرمائی تھی۔ پہلی مرتبہ اپنی وفات سے غالباً دس برس پیشتر اور دوسری مرتبہ اپنی وفات سے ٹھیک دو برس پیشتر۔ جو جواب ان کی خدمت عالیہ میں میں نے تحریر کیا تھا وہی جواب آپ کی خدمتِ مبارک میں عرض کرتا ہوں۔ رحمتِ الٰہی سے یقیناً توقع ہے کہ جس طرح وہ میرے جواب سے مطمئن ہو گئے تھے۔ جناب والا بھی اسی طرح مطمئن ہو جائیں گے۔

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ ہر اہم کام کرنے سے پہلے استخارہ کر لینا چاہیے۔ استخارہ میں اللہ علیم و خبیر کی طرف سے جو بندہ کو رہنمائی ہو، اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ میں نے ہر دو مرتبہ استخارہ کیا۔ ہر مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے صریح طور پر سفرِ پاکستان کی ممانعت ظاہر ہوتی رہی۔ دوسری مرتبہ چونکہ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار بہت شدید تھا اور بار بار یہی فرماتے رہے کہ تمہارے تمام مصارفِ سفر کی کفالت میرے ذمہ ہے۔ اور بذریعہ ہوائی جہاز آ جاؤ۔ تو میں نے نہایت ہی ادب سے عرض کیا کہ مجھ کو تو (جاری۔ اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تین ماہ مکہ مکرمہ یا ایام حج میں رہتے۔ حرم پاک میں درس قرآن پاک دیتے سینکڑوں حجاج

دعا فیہ۔ پچھلا صفحہ، سفر پاکستان کی استخارہ میں نفی معلوم ہوتی ہے۔ حضور پر نور مجھ کو استخارہ فرما کر ارشاد فرمائیں۔ ان کا جواب بھی یہی تھا کہ میرا استخارہ بھی ٹھیک تمہارے استخارہ کے مطابق ہے۔ وہیں رہنے میں خیر ہے۔

آپ کا خط موصول ہونے کے بعد میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ تو جو بات دو مرتبہ پہلے منکشف ہوئی تھی۔ اب بھی وہی منکشف ہوئی ہے۔ اللہ عالم الغیب کے اسرار مکتوم کو کوئی اپنی عقل ناقص سے نہیں دریافت کر سکتا۔ اسرار الٰہی انسان کی فہم و ادراک کی حد سے ماوراء ہیں۔ ؎

کہ کس نہ کشود و نکشاید بحکمت ایں معمہ را

لاکن شریعت کا حکم ہے۔ استخارہ کرنا چاہیے بندہ کی سعادت تعمیل حکم میں ہے اور شقاوت کل عصیان و نافرمانی میں ہے۔

آپ کی فرستادہ کتاب "معمہ کائنات" وصول ہو گئی تھی۔ جزاکم اللہ خیر والاحسان۔ اپنی والدہ ماجدہ صاحبہ کو میرا سلام مسنون عرض کر دیں اور عزیزہ جمیلہ بی بی کو بھی سلام مسنون اور عزیزی امین الدین سلمہٗ و عزیزی عبداللہ یوسف سلمہٗ کو پیار۔ والسلام مع الاکرام

۱۱۔ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ ۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء۔ یوم الاحد۔

لہ۔ مندرجہ ذیل خط حافظ حبیب صاحب نے ۴۔ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۲ء کو مدینہ منورہ سے اپنے والد محترم مولانا احمد علی مرحوم کو لکھا۔ خط قدرے طویل ہے۔ ہم اس کے مخصوص حصص نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کی سیرت و کردار پر روشنی پڑتی ہے۔

"اس بندہ ناچیز و ضعیف کو عمر میں ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ پہلا رمضان المبارک مدینہ منورہ میں نصیب ہوا۔ دونوں ہی حرمین الشریفین کی برکات ایسی دل کش و روح افزا و جاذب قلب و روح ہیں، جن کو الفاظ ادا کرنے سے عاجز ہیں۔ عرفیؔ۔ لذتِ بادہ ندانی بخدا تا نچشی

پورا حرم الشریف النبوی نمازیوں سے کچا کھچ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جب امام صاحب اپنی نماز تراویح ختم کرتے ہیں تو لوگ اپنی اپنی جماعتیں کرانے لگتے ہیں۔ خدا معلوم قرآن کے

(جاری)

کرام آپ کے درس سے مستفیض ہوتے۔ ۱۹۵۲ء میں راقم الحروف نے آپ کو بیت الحرام میں درس دیتے سنا۔ آپ کا حجرہ بیت اللہ کی باہر کی چار دیواری کے اندر تھا۔ آپ کے ساتھ عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ باقی نو ماہ مسجد نبوی میں قرآن حکیم کا درس دیتے۔ گویا کہ اس عرصے میں آپ کو اسلامی ممالک کے اس عظیم الشان مقدس مرکز میں بیٹھ کر خدمت اسلام کا خوب موقعہ ملا۔ بالفاظ دیگر یہ حضرت لاہوری کے

حافظ آسمان سے فرشتے اترتے ہیں، یا عالم غیب کی کوئی مخلوق ہوتی ہے۔ ان عابدین سے رات بھر حرم الشریف معمور رہتا ہے۔ ہر جنس اور ہر عمر کے حافظ۔ ترکی، شامی، مصری، مدنی، بخاری افغانی، ہندی۔ ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ۔ عجیب رونق ہوتی ہے۔

الحمدللہ میرا نمازِ فجر والا درس رمضان المبارک میں بھی جاری ہے۔ بعد نمازِ مغرب رمضان کی وجہ سے موقوف ہے۔ انشاءاللہ بعد رمضان جاری ہو جائے گا۔ جب میں درس دیتا ہوں اور مشتاق سامعین کے منور چہرے چاروں طرف دیکھتا ہوں اور رحمت الٰہی جو حلقاتِ ذکر پر نازل ہوتی ہے۔ جس کے نزول کا ذکر احادیث صحیحہ میں بکثرت ہے۔ جب روحانی طور پر سب محظوظ ہوتے ہیں تو میرے دل سے آپ حضرات والدین ماجدین دامت برکاتکم کے لیے اتنی بے شمار بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں، جنہوں نے اس نیک راہ کی رہنمائی فرمائی۔

مسجد النبوی الشریف جہاں پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت امام الانبیاء سید المرسلین نے درس دیا ہے اور آپ کے بعد سے خیر القرون سے آج تک ہر عہد میں صلحاء امت میں علماء ربانیین کو یہ شرف حاصل ہوا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض آپ حضرات والدین ماجدین کی نیت صالحہ کی برکت سے مجھ عاجز و ضعیف کو لا کر بٹھا دیا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میرے سامنے کھلی ہوتی ہیں۔ لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے قبولیت وہ عطا فرمائی ہے جو اپنے وطن میں بھی نہیں تھی۔ الحمدللہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنّا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات الصالحات کا فیض عام تھا جس سے ساری اسلامی دنیا متمتع ہوتی رہی۔ اٹھائیس دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ اتنی ہی دفعہ میدانِ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ میں مناسک حج کی ادائیگی میں لاکھوں منتخب روزگار نفوس قدسیہ وحجاجِ کرام کے سکوتی اجتماع میں کھڑے ہو کر خدائے ذوالجلال کے حضور میں عجز و نیاز کے آنسو بہائے۔ کعبۃ اللہ اور حرم نبویؐ میں لاکھوں دفعہ تسبیح و تہلیل کے پرسوز نغمات بلند کئے۔ کتنے قرآن مجید ختم کئے۔ کتنے طواف کئے اور آخر کروڑوں سجدوں کے نشان جبین نیاز پر لے کر ۱۹۶۲ء احکم الحاکمین کے دربار میں جا پہنچے۔ ہم اس سعادت دارین پر حافظ مرحومؒ کے والدین ماجدین کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولاناؒ کے گھر صاحبزادہ حفیظ اللہ اور پھر عبید اللہ پیدا ہوئے۔ لیکن یہ دونوں پھول ابتدائے بہار میں ہی مرجھا گئے بعد بچیاں فاطمہ اور رقیہ بلوغت کے قریب پہنچ کر وفات پا گئیں۔ ایک بچی مریم بی بی سن بلوغت تک پہنچی۔ اس کا عقد مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی سے کیا۔ وہ بھی دو بچیاں اور ایک بچہ عبدالوحید کو یتیم چھوڑ کر ملک عدم کو چلتی بنیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ یہ وہ صدمات ہیں جو آپ کو مرور ایام میں پہنچے اور آپ نے نہایت صبر جمیل سے برداشت کیے۔

جانشین حضرت شیخ التفسیر قاری عبید اللہ انور مدظلہ العالی

آپ اپنے چھوٹے بھائی حافظ حمید اللہ صاحب سے بڑے ہیں۔ کتب متداولہ کی تحصیل کے لیے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا۔ ناظرہ قرآن مجید گھر پر اماں جان مرحومہ سے پڑھا اور کم سنی میں ہی دیوبند بھیجے گئے۔ سند فراغت حاصل کر کے لاہور اور پھر کراچی میں خدمتِ دین کرتے رہے۔ للّٰہیت اس خاندان کا فطری جوہر ہے۔ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہ ان کا آبائی ورثہ ہے۔ والد مرحوم کی تمام ذمہ داریاں اب آپ کے کندھوں پر ہیں۔ آپ کی سیرت تمام اخلاق حمیدہ کی

آئینہ دار ہے۔ شباب کے باوجود بزرگانہ شیریں مقالی، مرہبانہ مروت، ابشری پر ذہانت کے انوار، آنکھوں میں پاکیزگیٔ فطرت کی جھلکیں، حلم و حیا میں عثمان صفت، اقرباء و اعزہ میں ہر دلعزیز، اتقیاء میں ممدوح و موصوف اور اس پر طرہ یہ کہ لاکھوں مجبوروں (حضرت لاہوری کے متوسلین) کے دعائی مشفق حضرت شیخ التفسیر مرحوم کی جیتی جاگتی نشانی۔

اے گل بتو خورسندم، تو بوئے کسے داری!

آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمانوں کا مقتدا، ہادی بنائے تاکہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کی روایت تا ابد قائم رہے۔

حافظ حمید اللہ مرحوم

حضرت مولاناؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ فارغ التحصیل عالم دین ہونے کے علاوہ حافظ قرآن مجید بھی تھے صوم و صلوٰۃ کے بڑی سختی سے پابند تھے حضرتؒ ان پر بڑے شفیق تھے۔ متعدد دفعہ حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے خدمت دین میں سارا وقت صرف کرتے تھے۔ اپنے والد مکرم کی وفات کے چند سال بعد چند دن بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ مقام عبرت ہے کہ حافظ مرحوم کی فوتیدگی کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ کی اہلیہ زاہدہ بی بی بھی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ یہ بارونق اور آباد گھر دو بچیوں اور تین بچوں کے یتیم خانہ میں تبدیل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

فاعتبروا یا اولوا الالباب

حضرت شیخ التفسیرؒ کی اہلیہ محترمہ

ہم حسن خاتمہ کے طور پر رابعۂ وقت حضرت صفیہ بی بی اہلیہ محترمہ حضرت شیخ التفسیر کے مختصر حالاتِ زندگی قلمبند کرتے ہیں۔

آپ کے والد بزرگوار (حضرت مولانا ابو محمد احمد مرحوم) کا تعارف کہیں ابتداء مقالہ میں کرایا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بچپن

حضرت مخدومۃ المکرمہ اماں جان نے بچپن میں قرآن پاک ایک ایسے حافظ و قاری سے پڑھا جنہوں نے دار العلوم صولتیہ مکہ معظمہ (زادہ اللہ شرفا و تعظیما) سے فن تجوید و قرأت میں باقاعدہ سند حاصل کی تھی۔ یہ تاریخی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی۔

علمی ذوق

اماں جان مرحومہ و مغفورہ کو فارسی زبان میں خاص دسترس حاصل تھی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا اکثر کلام حفظ تھا۔ زیب النساء کا دیوان مخفی ہمیشہ زیر مطالعہ رہتا تھا۔ آپ نے فارسی زبان میں ایک کتاب بھی تالیف فرمائی جس کی طباعت نہ کرائی جا سکی۔ یہ کتاب علم الاخلاق سے متعلق تھی۔

حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کی کتاب کیمیائے سعادت سے قلبی شغف تھا۔ موسم سرما میں پوری ضخیم کتاب (بزبانِ فارسی) تین چار دفعہ ختم کی جاتی تھی — مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی پوری مسدس یاد تھی اور اکبر الہ آبادی کے اکثر اشعار ازبر تھے۔ آپ نے حضرت مولانا سید اشرف علی تھانوی مرحوم کی اکثر تصانیف اور خصوصاً "بہشتی زیور" بار ہا بچیوں کو پڑھایا۔ فقہی مسائل اکثر نوکِ زبان ہوتے تھے۔ ڈپٹی ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی تصانیف کا مطالعہ بھی لازمی سمجھا جاتا تھا۔

عقیدت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ اور حضرت مدنی مرحوم سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت تھانویؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہ کی پاکدامن ازواج کے ساتھ باہمی میل جول اور ایک دوسرے کے گھروں میں کبھی کبھار تشریف لانا بھی ثابت ہے۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صالحات امت کے زمرہ میں شامل فرمائے۔

عبادات

آپ نے ساری زندگی نماز تہجد کو بالالتزام پڑھا۔ آپ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ صاحب مکی کی روایت ہے کہ مرحومہ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ہمیشہ گیارہ دفعہ سورۂ مزمل اور گیارہ سو دفعہ "یا مغنی" اور بعد نماز فجر قرآن مجید کی ایک منزل (چھ یا سات پارے) کی تلاوت اور روزانہ بارہ ہزار

مرتبہ یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع کا ورد کیا کرتی تھیں۔

تمام نمازوں کے بعد تسبیحات، ذکر قلبی اور باقی بہت سے معمولات ہوتے تھے۔ مرحومہ مخدومہ سورۂ والضحیٰ کی بہت بلند پایہ عاملہ تھیں اور اس مبارک عمل کی اجازت آپ کو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے دی تھی۔ آپ کو نوافل کی کثرت کی وجہ سے قلبِ مطمئنہ حاصل تھا۔ آپ نے حضرت مولاناؒ کی معیت میں متعدد دفعہ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اقدس بھی کی اور ساتھ ہی، اپنے فرزند جلیل حافظ مرحوم کی ملاقات سے اپنے دل کو ٹھنڈا کراتی تھیں۔ حضرت کے ہمراہ آپ سندھ اور دیوبند بھی تشریف لے جاتیں۔

اپنے دو صاحبزادوں (حبیب اللہ، حمید اللہ) اور ایک نواسہ عبد الوحید صاحب کو قرآن پاک حفظ کرانے کی سعادت بھی آپ کی حیاتِ مبارکہ کا حصہ بنی بیٹیوں، نواسیوں اور بہو بیٹیوں کو دینی تعلیم اور عمل صالح کی تاکید کرتی رہتی تھیں۔ گھر کا کام، کھانا پکانا، وغیرہ اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آپ کی پاکیزہ اور شاندار زندگی باقی مستورات کے لیے قابل عمل اسوۂ کا کام دیتی تھی۔ عفت، رحم دلی، ذوقِ عبادت، فرمانبرداری، ایثار، شفقت، للہیت اور خشیتِ الٰہی آپ کی حیاتِ طاہرہ کے روشن ابواب تھے۔ ہم انشاء اللہ آپ کے باقی خصائل حسنہ اور صفاتِ ستودہ حقوقِ زوجین کے عنوان میں درج کریں گے۔

تاریخ ہائے رحلت

ملک کے چند نامور ادیبوں نے حضرتؒ کی تاریخ ہائے وفات لکھیں، ان میں سے چند ایک پیش کی جاتی ہیں۔

باغِ احباب کشت سے آخر۔ بلبل قدس اڑ گیا ہیہات

وفات مفسر قرآن احمد علی۔ امیر انجمن خدام الدین بمرد۔ غفر اللہ لہٗ

وصف کی صورت ہے۔ تاریخ وصال۔ رہبر راہِ خدا احمد علی

(مفتی جمیل احمد تھانوی)

(۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۱ھ)

نقد۔ مرد مومن ۱۳۸۱ھ۔ شیخ عبد المجید خاں۔ فیروز سنز، میشنڈ، لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرثیہ رحلت مولانا احمد علیؒ

حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ

كَانَ فِي لَاهُورَ شَيْخٌ مَاجِدٌ — فَاضِلٌ فِي الْعِلْمِ عَالٍ فِي الْعَمَلِ

لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ ۔ علوم دین میں فاضل ۔ اعمال میں بلند پایہ

أَلْمَعِيٌّ لَوْذَعِيٌّ بَارِعٌ — مُتَّقٍ تَقْوَاهُ فِي ذُرَى الْقُلَلِ

زیرک ، ذہین ، فائق ۔ متقی کہ ان کا تقویٰ بلندی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھا

مُسْتَبْصِرٌ هَادٍ عَزِيزٌ فَضْلُهُ — آخِذُ الْأَيْدِي لِأَصْحَابِ الزَّلَلِ

راہ شناس ۔ راہنما بڑے فضل والے ۔ لغزش والوں کے خاص دست گیر

مُفْضِلٌ أَحْمَدُ عَلِيٌّ الْمُرْتَضَى — قَدْ كَسَى الْأَحْبَابَ بِالتَّقْوَى حُلَلَ

بڑے فاضل مولانا احمد علی قدرت کے منتخب ۔ جنہوں نے تعلق والوں کو تقویٰ کے حلے پہنائے

شَابَ سِنًّا صُورَةً لٰكِنَّهُ — عِنْدَ إِبْطَالِ الْخَنَا كَمِثْلِ بَطَلٍ

عمر میں صورت میں تو بوڑھے تھے لیکن ۔ برائیوں کو باطل کرنے کے وقت بہادر پہلوان تھے

هَاتِكُ الْأَسْتَارِ عَنْ كَيْدِ الْعِدَى — قَامِعُ الْبِدْعَاتِ قَلَّاعُ الدَّجَلِ

مخالفین کی مکاریوں کے پردے چاک کرنے والے ۔ بدعتوں کا قلع قمع کرنے والے اور دجل و فریب کی جڑیں اکھاڑنے والے

كَانَ مِنْ خُدَّامِ دِينِ اللهِ إِذْ — مَالَ نَاسٌ نَحْوَ لَاتٍ وَهُبَلٍ

آپ ایسے وقت دین کے خادموں میں سے تھے ۔ لوگ لات و ہبل (شرک) کی طرف مائل تھے

مَنْ أَتَى فِي دَرْسِهِ نَالَ الْهُدَى — وَانْجَلَى الْوَسْوَاسُ وَانْسَدَّ الْخَلَلُ

جو آپکے درس میں شامل ہوتا ، ہدایت پالیتا ۔ شبہات دور ہوجاتے اور ہر خلل ختم ہوجاتا

عَمَّ شُبَّانًا وَشِيبًا فَيْضُهُ — كُلُّ إِشْكَالٍ لَهُمْ عَنْهُ انْفَصَلَ

آپ کا فیض بوڑھوں اور جوانوں کو عام تھا ۔ ان کا ہر اشکال درس سے ہٹ جاتا تھا

يَوْمُهُ عِلْمٌ وَذِكْرٌ دَائِمًا — لَيْلُهُ فِي الشُّغْلِ بِاللهِ اشْتَغَلَ

آپ کا دن تو علم اور مسلسل ذکر تھا ۔ اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی میں صرف تھی

قَلْبُهُ الْمَشْغُوفُ مِنْ نَارِ الْهَوَى — كَانَتِ الْأَلْفَاظُ مِنْهَا كَالشُّعَلِ

آپ کا دل عشق الٰہی کی آگ سے تنور تھا ۔ اسی وجہ سے آپ کے الفاظ شعلوں کی طرح اثر والے تھے

جَازِهِ يَا رَبِّ عَنَّا خَيْرَ مَا — جُوزِيَ الْأَبْرَارُ فِي أَعْلَى الْمَحَلِّ

پروردگار انکو ہماری طرف سے بہترین جزائیں دیجئے ۔ جو نیک لوگوں کو اعلیٰ مرتبوں میں دی جاتی ہیں

رَاحَ فِي رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ لَهُ — وَإِلَى رَبِّي تَعَالَى الْمُرْتَحَلُ

آپ تو اللہ کی رحمت اور چمن میں پہنچ گئے ۔ اور میرے پروردگار ہی کی طرف سب کا سفر ہے

قَالَتِ الْأَحْبَابُ فَيْضٌ فَائِتٌ — قُلْتُ بِالرَّوْحِ وَبِالرِّضْوَانِ حَلَّ

دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فوت ہو رہا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تو رحمت اور رضائے الٰہی میں نازل ہو گئے

آبَ جَاءَ بَادَ زُهْدٌ كَامِلٌ — آهِ شَيْخٌ زَاهِدٌ حَبْرٌ رَحَلَ

آنے والے واپس ہو گئے ، زہد کامل رخصت ہو گیا ۔ آہ ایک بزرگ زاہد فاضل سفر کر گیا

وہ مرغزار کہ بیمِ خزاں نہیں جس میں
غمیں نہ ہو کہ ترے آشیاں سے دور نہیں

(اقبالؒ)

مرد مومن ص ۲۴۰ ۔ ۲۴۳ شیخ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

toobaa-elibrery.blogspot.com

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں

لال دین اخگر ایم۔ اے، بی۔ ایچ۔ ٹی۔ ہائی سکول۔ بھلیکے

اے شہید درسِ قرآنِ مبین — ڈھونڈتی ہیں تجھ کو آنکھیں ہر کہیں
آج ہے تیرا مکاں خلدِ بریں — ہائے تجھ سا مہرباں ملتا نہیں

تیری صورت یاد آتی ہے ہمیں
تیری فرقت خوں رلاتی ہے ہمیں

سب کی آنکھیں تیرے غم میں اشکبار — سب کے دل تیری جدائی میں فگار
تو نہیں تو کس طرح آئے قرار — جس کو دیکھیں پھر رہا ہے سوگوار

آہ و زاری میں اثر کوئی نہیں
اس شبِ غم کی سحر کوئی نہیں

تیری مرقد مطلعِ انوار ہے — تیری تربت مرجعِ اخیار ہے
تیری منزل منزلِ احرار ہے — تیری خلوت مخزنِ اسرار ہے

وارثِ پیغمبراں تھی تیری ذات
اللہ اللہ بندۂ مولیٰ صفات

اے امامِ اتقیائے ایں زماں — اے امیرِ لشکرِ روحانیاں
قلبِ تو شرحِ مبیں رازداں — جانِ تو با قدسیاں است ہم زباں

ہم نشینِ انبیاء قدسی نہاد
منزلت در جنتِ فردوس باد

ذوقِ قرآں تیری الفت کا ثمر — علم و عرفاں تیری صحبت کا ثمر
اے خوشا تیری زیارت کا ثمر — مل گیا دنیا میں جنت کا ثمر

تیری صورت عارفوں میں لاجواب
تیری ہستی رہنمائے شیخ و شاب

اے کہ سب میں سعادت تجھ سے تھی — اے کہ سب حسنِ مروت تجھ سے تھی
تاکہ انسانوں میں الفت تجھ سے تھی — سب کے ایماں میں حرارت تجھ سے تھی

ہم یتیموں سے بھی ابتر حال ہیں
ہائے ہم پامال ہیں، پامال ہیں

حریت تھی تیری فطرت کا خمیر — مردِ حق، درویش رو، روشن ضمیر
پدرِ مشفق، نرم خو، مثلِ حریر — سرتاپا شفقت، محبت کا سفیر

بایزیدِ عصر حاضر بالیقین
قطبِ دوراں، ہادیٔ روشن جبیں

درسِ قرآں رحمتِ حق کا نشاں — چہرہ تاباں اور الہامی زباں
روحِ قرآں اور ترا حسنِ بیاں — سن رہے ہیں شوق سے کروبیاں

آج یزدانی نوا خاموش ہے
آج نورانی فضا مدہوش ہے

الوداع اے سینہ والا گہر — رو رہے ہیں گو تجھے دیوار و در
شفق ہیں اس پہ سارے معتبر — مدنی و شاہ جی تھے تیرے ہم سفر

اس لیے رضواں سے دعوت آگئی
اپنے حق میں اک قیامت آگئی

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولاناؒ کے ملفوظات

ہم مولاناؒ کے ملفوظات میں سے چند ایک کا انتخاب درج کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ والوں کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں، جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔

۲۔ اللہ والے کمیاب ضرور ہیں، لیکن نایاب نہیں۔

۳۔ لاہوریو! میں اتمام حجت کر رہا ہوں۔ میں اپنے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بری الذمہ کر رہا ہوں، تاکہ آپ لوگ قیامت کو یہ نہ کہیں کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا اور بتانے والا نہیں آیا۔

۴۔ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں۔ پٹواری سے لے کر گورنر تک آپ کا کوئی خیرخواہ نہیں ہے۔ اگر آپ کا کوئی خیرخواہ ہے، تو وہ اللہ والا ہے، جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے۔ دروازہ محمدیؐ کا غلام ہو۔ اس کے ایک ہاتھ میں قرآنِ حکیم ہو اور دوسرے ہاتھ میں مشعلِ خیر الانام ہو۔ وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے۔

۵۔ قرآن حکیم اور تمام احادیث نبویؐ کی تشریح دو جملوں میں کی جا سکتی ہے کہ خدا کو بعبادت، اور خلقِ خدا کو بخدمت راضی رکھو۔

۶۔ عالمِ دین ہو، حافظ قرآن ہو، حج بھی کر آیا ہو۔ زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے۔ اور مر جائے اور ضعیف والدین ہاتھ اٹھا کر بددعا کریں کہ یاالٰہی ہم تو اس پر راضی نہیں ہیں، تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ ایک دفعہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔

۷۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے۔ ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے، تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔

۸۔ میرا اپنا سلسلہ قادری ہے، مگر میں سلاسلِ اربعہ کے بزرگوں کا ادب کرتا ہوں۔

۹۔ لوگ کہتے ہیں۔ بیٹا سارے اور اندھا کوئی کوئی۔ میں کہتا ہوں۔ اندھے سارے، بینا کوئی کوئی۔

۱۰۔ نعم الامیر علی باب الفقراء ۔ وبئس الفقیر علی باب الامرا

۱۱۔ اگر کوئی ہوا میں اڑتا آئے اور لاکھوں مرید پیچھے لائے۔ مگر سنّتِ نبوی کا مخالف ہو تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا ناجائز۔ اس کی بیعت حرام اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بیعت توڑنا فرض عین۔

مولانا مرحوم کے معمولات

حصہ اول کے اختتام پر حضرت لاہوریؒ کے معمولات درج کرنا ضروری ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس ربانی شخصیت کی عملی زندگی سمجھنے میں آسانی ہو۔ یہ حالات آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی، آپ کی بڑی صاحبزادی عائشہ بی بی اور آپ کے نواسہ حافظ عبدالوحید صاحب اور آپ کی نواسی جمیلہ کوثر سے بالمشافہ بات چیت کر کے حاصل کیے گئے ہیں۔

ہم نے اپنی والدہ مرحومہ سے متعدد دفعہ سنا تھا کہ جب ہم ابھی کمسن بچے تھے تو حضرت اباجان مرحوم بازار سے سودا سلف خود خرید کر لایا کرتے تھے۔ والدہ مرحومہ کے بیمار ہونے کی صورت میں اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے، سالن تیار کرتے۔ بیمار کے خاص کھانے کی تیاری بھی خود ہی کرتے۔ ساری زندگی گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ کیونکہ تندرستی کی حالت میں والدہ محترمہ اپنے ہاتھوں سے گھر کا تمام کام کاج کر لیتی تھیں اور ہماری بہنیں ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ جب ہم قدرے بڑے ہو گئے تو سودا سلف کی خرید کی ذمہ داری ہم پر ڈالی گئی۔

[1] مولانا عبیداللہ انور صاحب وراوی، گھر جا کر گھر کے دھندے میں مشغول رہتے۔ پھٹے کپڑوں کو سیتے جو ٹوٹ جاتا تو اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے، دودھ دوہ لیتے۔ صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل، مسند عائشہؓ ماخوذ از سیرۃ النبی حصہ دوم ص ۲۱۳ مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہمارے بچپن کے زمانے میں حضرت اباجی مرحوم مکان کے نچلے حصے سے تیسری منزل تک پانی خود لے جایا کرتے تھے اور قیام سندھ کے ایام میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ دونو وقت باہر کنوئیں سے پانی اٹھا کر لاتے تھے۔ اور کنواں گھر سے ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ ہفتے میں دو تین دفعہ نمازِ عصر کے بعد جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور جب آپ امروٹ شریف اور پیر جھنڈا میں حضرت سندھی کے پاس رہتے تھے تو حضرت سندھی کے گھر کے لیے پانی بھرنا، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانا، حضرت سندھیؒ اور اپنے چھوٹے بھائیوں (محمد علی مرحوم، عزیز احمد مرحوم اور رشید احمد مرحوم) کے کپڑے دھونا آپ کا معمول تھا۔

حضرۃ عائشہ بی بیؒ کا بیان ہے کہ اباجان باہر کا دروازہ بند کر لیتے اور جمعہ کے دن اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ دھوبی کپڑے صاف کرتے ہیں لیکن پاک نہیں کرتے۔ اپنی حجامت بھی خود ہی بنایا کرتے تھے۔

معمولاتِ عبادت

تمام زندگی نمازِ تہجد (آٹھ رکعت) کی پابندی فرماتے رہے۔ علاوہ ازیں باقی نوافل کا اہتمام بھی کیا جاتا۔ نمازِ تہجد کے بعد حفظ کردہ سورتوں کی تلاوت قدرے بالجہر فرماتے۔ پھر اذان کے بعد گھر پر سنتیں پڑھتے اور مسجد میں تشریف لے جاتے۔ صفِ اوّل میں دائیں طرف جا کر بیٹھ جاتے آپ ہمیشہ اقامت سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے۔ نماز باجماعت کے بڑی سختی سے

۱۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب۔

۲۔ اماں جان مرحومہ زوجہ مولانا احمد علیؒ۔ "انوارِ ولایت" سوانح حیات مولانا احمد علیؒ ص۲۶

۳۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ۔ ۴۔ جمیلہ کوثر حضرت مرحوم کی نواسی۔

۵۔ منشی سلطان احمد راوی ہے کہ ایک دفعہ جناب مولا بخش سومرو وزیرِ اعظم سندھ حضرت کی ملاقات کیلئے حاضرِ خدمت ہوئے۔ نماز کا وقت تھا۔ آپ نے رستے میں چلتے چلتے ان سے بات چیت کی اور پھر سیدھے مسجد میں تشریف لے گئے۔ رانا شیر جنگ جیسے حضرات ملاقات آتے لیکن باجماعت نماز کی پابندی میں کبھی فرق نہ پڑتا۔

پابند تھے۔ نمازِ فجر کے بعد اپنے خاص حجرے میں تشریف لے جاتے۔ تفسیر خازن یا اور ضروری تفاسیر اور احادیث کی کتب پر سرسری نظر ڈالتے۔ آخری عمر میں درسِ قرآن وغیرہ کے آگے پیچھے چارپائی پر قدرے استراحت فرماتے۔ اپنی گھڑی خدام میں سے کسی کے حوالے کر دیتے تھے، تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دس یا پندرہ منٹ کے بعد آپ کو بیدار کر دے۔ اب دوبارہ وضو فرماتے اور سیدھے درس گاہ کی مسند پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک رکوع کی تلاوت فرماتے۔ اس کا سلیس ترجمہ کیا جاتا۔ پھر عہد نبویؐ میں ان آیات کا کیا مطلب سمجھا گیا۔ اس کو بیان فرماتے ہیں۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کے طور پر ان آیات کی تشریح و توضیح کی جاتی۔ درس کے اختتام پر سامعین کرام آپ سے مصافحہ کرتے اور حضرت نہایت متانت اور شفقت سے لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالتے۔ اب حجرے میں تشریف لے جاتے۔ اہلِ حاجت مرد و زن حضرات کا تانتا بندھ جاتا۔ آپ تمام لوگوں کو باری باری ملاقات کا موقعہ مرحمت فرماتے۔ ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں میں بھی ہمیشہ اکثر نمازیوں سے پہلے تشریف لے آتے۔ ان نمازوں کے بعد کچھ دیر کے لیے مسجد میں تشریف رکھتے اور پھر گھر یا حجرے میں تشریف لے جاتے۔ رستے میں سلام اور مصافحہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ چھوٹے بچے اباجی کہہ کر آپ کو سلام کرتے اور آپ نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ان کو جواب دیتے۔

نمازِ عشاء کے بعد گھر تشریف لاتے۔ چند خدام آپ کے ہمراہ درِ ولایت پر حاضر ہوتے۔ ان کو رخصت کرنے کے بعد دروازہ کے اندر قدم رکھتے۔ گھر کے بعض افراد آپ کے استقبال کے لیے دروازہ کے اندر موجود ہوتے۔ چھوٹے بچوں میں سے کوئی ہوتا، تو اس کو اپنا چھوٹا تھیلا پکڑوا دیتے۔ اگر حافظ حمید اللہ مرحوم یا قاری عبیداللہ انور صاحب کے گھروں میں کوئی بیمار ہوتا تو پہلے اس کی عیادت فرماتے۔ پھر بالائی منزل پر تشریف لے جاتے۔ کھانے میں اپنے دونوں صاحبزادگان اور دونوں پوتوں (اجمل، اکمل) کو شریک کرتے۔ اگر کوئی تحفہ موجود ہوتا، تو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ کھانے کے بعد ہاتھ صاف کرنے کا وقت آتا، تو سب کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ حضرت اقدس کی خدمت کا موقعہ ملے۔ جمعہ کے دن گھر کے تمام افراد (چھوٹے، بڑے) کو پیسے دیتے تھے۔ جمعہ کے دن روپوں کی ریزگاری بازار سے منگوائی جاتی اور ماں جان کے حوالے کی جاتی تاکہ کوئی سائل محروم نہ جاتے۔ اسی طرح سفر کے معمولات بھی ہوتے۔ آپ سفر میں اپنے رفقاءِ سفر کی سہولت کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور خود ضبطِ نفس سے کام لیتے تھے۔ علاوہ ازیں چند معمولات اور بھی وقتاً فوقتاً مناسب مقامات پر شامل مقالہ کئے جائیں گے۔

الحمدللہ! کہ مولانا کی سیرت کا پہلا حصہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔
وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللهِ۔

۱۔ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِيْ فَلَهٗ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ (مشکوٰۃ)	جو شخص میری امت کے فساد اور ترک سنت اور اختلافات کے زمانے میں میرے طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیگا اسکو سو شہید کے برابر ثواب ملیگا
۲۔ مَنْ صَمَتَ نَجَا (ترمذی)	جو خاموش رہا، نجات حاصل کر گیا۔
۳۔ نَوْمُ الْعَالِمِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ (مشکوٰۃ)	عالم کا سونا، جاہل کی عبادت سے بہتر ہے۔

إِنَّ اللهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَأَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا. وَالْحِيْتَانَ فِي الْبَحْرِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (متفق علیہ)

ترجمہ: بے شک خداتعالےٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں کے رہنے والے اور زمین میں رہنے والے انسان، تمام رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

دُوسرا حصّہ

مولانا کی دینی و علمی خدمات

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم وفضل کی فضیلت

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

[۱] قدسیانِ ارض وسما کی محفل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کی خلافتِ ارضی کا اعلان اس امر کی بیّن شہادت ہے کہ یہ خاک کا پتلا اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کا احسن[۲] شاہکار، ان دماغی اور روحانی قوتوں سے نوازا گیا ہے۔ جن کی برکت سے وہ تمام ادوارِ حیات میں اسرار و رموزِ فطرت کی نقاب کشائی کرتا رہے گا۔ قرآنِ عزیز شاہد ہے کہ قسامِ ازل نے خاکی، نوری اور ناری مخلوق میں علم کو وجہِ فضیلت قرار دیا اور سیدنا آدم علیہ السلام کو علم الاسماء[۳] سے سرفراز فرمایا اور خلافتِ الٰہیہ[۴] کا مزین تاج آپ کے سر پر رکھا۔

۱۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ بقرہ ۲ آیت ۳۰)

۲۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (پارہ ۳۰ آیت ۴ سورۃ التین ۹۵)

۳۔ (پارہ اول سورہ ۲ آیت ۳۱ تا ۳۳) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا الخ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔

۴۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (سورہ بقرہ آیت ۳۰) تفسیر یعنی من گرداننده ام در زمین خلیفہ را کہ خلافت من نماید در اشیاء زمین تصرف کند وچوں تصرف در اشیاء زمین بدوں تصرف در اسباب آں اشیاء کہ مربوط بآسمان است متصور نیست۔ پس ہر چند آں خلیفہ از عناصر زمین پیدا شود و در محل کون و فساد ساکن و مستقر گردد اما در وے روحے آسمانی نیز خواہم دمید کہ بسبب آں روح بر مکان آسمان و نجوم و کواکب نیز حکمرانی نماید۔ و آنہا را بکار بر خود معروف سازد ۔

گرائے مطلع ام لیک وقتِ مستی ہیں
کہ تازہ بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

(جاری)

ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیامِ قیامت علم کے فیوض و برکات سے کسی باشعور کو مجالِ انکار نہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا ورد تادمِ واپسیں جاری رہا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی زبان سے سنیے۔

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
ربِّ زدنی از زبانِ او چکید

علم ایک نور ہے جس کی روشنی میں دل و دماغ بڑی حد تک صحیح عمل کرتے ہیں۔ اگرچہ موجودہ تمام حیرت انگیز ایجادات و انکشافات علم انسانی کی رفعت پیمائیاں پر دال ہیں۔ لیکن مابعد الطبیعیات کے مسائل کی عقدہ کشائی علم ظاہر سے مشکل ہے۔ اس جگہ وہ علم جو پروردگارِ عالم نے انبیاء کرامؑ کو عطا فرمایا ہے دستگیری کر سکتا ہے لہٰذا ہم حضرت مولانا احمد علی شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کی علمی خدمات کی تمہیدی سطور میں اسی علم کی تائید میں قرآن و حدیث کے چند ایک شواہد پیش کر کے اپنے مُدّعا کی طرف رجوع کریں گے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے[۲] وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗٓ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۔

دوسری جگہ وَلَقَدْ[۳] اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ج۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب خداوندِ عالم نے مطلع فرمایا کہ مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جس کو اسرارِ شرعی کے علاوہ جزئیاتِ تکوینیہ (علم لدنی) کا علم بھی دیا گیا ہے تو آپ اس بزرگ کی تلاش

(حاشیہ پچھلا صفحہ) وطریق ودین خلافت آں خلیفہ را آں بود۔ کہ در وے او را نمونہ صفات خود عطا فرمودند۔ از علم وحکمت عبارت از دریافتِ کلیات وقواعد است۔ وارادہ واختیار کہ بسبب آں از کلیہ منبعث مے شود وقصد نظاماتِ کلیہ واظہار آں نظامات در عالم البقاء۔ آں نظامات تا قرون ودصورے نماید۔ (فتح العزیز فارسی ص۱۵۱ عمدۃ المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی مطبع مجتبائی واقع دہلی ۱۳۱۰ھ) [۱]۔ علامہ اقبال مرحوم۔ پیامِ مشرق ص ۔

[۲] سورہ یوسف ۱۲ آیت ۲۲۔ [۳] سورہ نمل ۲۷ آیت ۱۵ شروع۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں جب نکلے تو آپ نے اپنے ہمراہی کے سامنے اپنے عزم بالجزم کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰیٓ اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا[1] قرآن حکیم نے آصف بن برخیا (حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی) کی ولایت کو بایں الفاظ پیش فرمایا ہے۔ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ[2]

علم و فضل کے شرف و مجد کا مسئلہ زیر غور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات کی شہادت میں ملائکہ عظام کے ساتھ علماء خیر کو شامل فرماتے ہیں۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ[3] (اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور علماء حق شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں)

حکمتِ دین کا سرمایہ تمام جہاں کی نعمتوں سے بہتر ہے۔ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا[4] ہم علوم انبیاء کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان کے مفوضہ امور دین میں تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ تزکیہ نفوس کو سب سے زیادہ اہمیت ہے۔ تمام شرائع و ادیان نے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ[5] کی حقیقت کو اپنے مخاطبین پر واضح کیا ہے اور قرآن عزیز نے تقویٰ اور خشیت الٰہی کا حامل بھی علماء کرام کو ہی گردانا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا[6] (بندوں میں علماء کرام پر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے) دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ[7] (بلکہ وہ آیات بینات علماء کے سینوں میں محفوظ ہیں)

---

[1]

[2] نمل ۲۷ - آیت ۴۰

[3] سورہ ۳ آیت ۱۸ الخ

[4] سورہ بقرہ ۲ آیت ۲۶۹

[5] حجرات ۴۹ آیت ۱۳

[6] سورہ فاطر پارہ ۲۲ آیت ۲۸

[7] عنکبوت ۲۹ آیت ۴۹

بارک اللہ آیات بینات جو سراپا انوار الٰہی ہیں۔ ان کا نشیمن علماء امت کے سینوں کو بنایا ہے۔

ارشاد نبوی ملاحظہ ہو۔ "جس نے قرآن حاصل کر لیا۔ اس نے گویا علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ یقول الرب تبارک تعالیٰ من شغلہ القرآن عن ذکری و مسالتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین۔ وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ۔ (ماخوذ از احیاء العلوم صفحہ ۱۲ غزالی)

ہم اس تمہید کو سید ولد آدم کے فرمان پر ختم کرتے ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیاء

اب مذکورۃ الصدر حقائق کی روشنی میں حضرت مولانا لاہوریؒ کی علمی اور دینی خدمات کا جائزہ لیا جا سکے گا۔

علمی دنیا میں مولاناؒ کا تبحر و تفوق مسلم تھا۔ ہم اس موقعہ پر آپ کی تصنیفات پر اپنی استعداد کے مطابق تبصرہ کریں گے۔ اگرچہ علماء ہمعصر نے آپکی تصانیف پر تقریظات تحریر فرمائی ہیں اور ہم کو ان کی علمی ثقاہت کا پورا پورا اعتراف ہے تاہم ہمارا موقف تحقیقی و تنقیدی ہی رہے گا۔ تاکہ پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند والا قصہ نہ رہے۔ ہم اس ضمن میں آپ کی مفسرانہ حیثیت پر نظر ڈالتے ہیں۔ کیونکہ ہندو پاک اور بیرونِ ہند آپ کی یہی ممتاز حیثیت آپ کے علمی کمالات کے تعارف کا باعث ہوئی ہے۔

اب ایک مفسر قرآن کی حیثیت کے تعین کے لیے ارباب علم و فضل کی آراء پر بھی ابتداءً غور کرنا ضروری ہے تاکہ حضرت لاہوریؒ کی تفسیری تحقیقات پر ان کا انطباق ہو سکے۔

ارشاد نبوی سے علمِ دین کے حدود متعین ہو جاتے ہیں اور اس کے

---

[1] - ترمذی شریف باب قرآت النبی ۲ صـ ۱۵۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شعبے واضح ہو جاتے ہیں۔ فرمایا، انما العلم آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ[1]۔

تشریح کے لیے ملاحظہ ہو[2]۔ علم کے تین شعبے ہیں، جن پر وہ مشتمل ہے۔

ا۔ محکمات کی قسم سے کوئی آیتِ قرآنی۔

ب۔ سنّتِ قائمہ۔

ج۔ فریضہ عادلہ۔

اس کے بغیر سب لغو باتیں ہیں[3]۔

مذکورہ بالا حدیث میں علم کی اس مقدار کو ضبط کیا ہے۔ بالفاظِ دیگر اس کو متعین کیا ہے۔ جس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ آدمی کا فرض ہے کہ قرآن مجید کے لغت اور محاورہ کو جانتا ہو۔ کہ اس کی کونسی آیات محکمات ہیں اور کونسی متشابہ؟ وہ اس کے شرح غریب، اسبابِ نزول، توجیہ معضلات (قرآن کریم کی وہ جگہیں جن کا سمجھنا معمولی علم والے کے لیے دشوار ہو معضلات کہلاتی ہیں) اور ناسخ و منسوخ سے واقفیت تام رکھتا ہو جو متشابہ آیات ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ یا تو ان کی تاویل اور توجیہ میں توقف کیا جائے یا آیاتِ محکمات کی روشنی میں ان کے ساتھ تطبیق دے کر ان کے معنی کئے جائیں۔ سنّت سے مراد وہ احادیث قولی و فعلی ہیں جو آنحضرتؐ سے عبادات و ارتفاقات کے بارے میں ثابت ہیں جن کو شرائع اور سنن کہا جاتا ہے۔

سنّتِ قائمہ سے مراد یہ ہے کہ نہ تو وہ منسوخ ہو اور نہ ہی متروک العمل ہو۔ اس کی روایت میں شذوذ نہ ہو اور عامہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس پر عمل کیا ہو۔

---

[1] ابن ماجہ بروایت حضرت ابوھریرہؓ منقول از احیاء العلوم مصنفہ امام غزالیؒ ص۲۹ مطبوعہ مطبع نولکشور، لاہور۔
[2] حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص۲۳ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔
[3] ″ ″ ″ ″ ص۶۳-۶۵ ″ ″ ″ ″ ″ ″

سب سے اعلیٰ قسم وہ ہے جس پر فقہاء مدینہ و کوفہ کا اتفاق ہو۔

فریضہ عادلہ: اس کا اطلاق ان مقررہ حصوں پر ہوتا ہے، جو اللہ تعالےٰ نے میت کے وارثوں کے لیے مقرر فرمائے ہیں اور ان میں دیگر ابواب قضا بھی شامل ہیں کیونکہ دینِ حق کا نظام اسی فریضہ عادلہ کی بدولت قائم رہ سکتا ہے[1]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید کے متعلق کچھ کہا۔ وہ جہنم کی بھڑکتی آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لے[2]۔ تفسیر قرآن میں اس شخص کے لیے خوض کرنا قطعاً حرام ہے۔ جو اس زبان کا ماہر نہ ہو جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ اسی طرح اگر وہ تفسیرِ آیات کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام ماثورہ کا علم نہ رکھتا ہو اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے اقوال جن کا تعلق شرح غریب اسبابِ نزول اور ناسخ و منسوخ سے ہے، نہ جانتا ہو تو اس کو حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن پاک کے معانی اور مطالب کے متعلق لب کشائی کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم نے فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں بھی اس پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ جہاں تک شرائط تفسیر قرآن کا تعلق تمام مفسرینؒ نے چند

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص۹۲ حصہ دوم حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔
[2] و اصولِ تفسیر مصنفہ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ قدس سرہٗ روحہ ص۲۶-۲۸ ھ
ب۔ ترجمان القرآن از ابو الکلام احمد آزاد مرحوم (جلد اول، دیباچہ اصولِ ترجمہ و تفسیر ص۹)
ج۔ متی تکلم فی القرآن من جیدان یکون متبحرا فی اصول و فی علم اللغۃ والنحو کان فی غایۃ البعد عن اللہ ولھذا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فسر القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار (تفسیر کبیر جلد ۲ ص۲۲۲ امام فخر الدین رازی)
ترجمہ۔ وجب کوئی شخص بغیر پوری واقفیت حاصل کرنے۔ علم اصول علم لغت اور علم نحو وغیرہ کے تفسیر القرآن میں کلام کرتا ہے تو وہ خدا سے نہایت دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ جہنم میں اپنا مکان بنا دے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل ہے۔ ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ولی اللہی خاندان کے فلسفۂ قرآن کے دل و جان سے گرویدہ تھے۔ اور آپ نے ساری زندگی اسی مسلک کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دی۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم[۱] کے ہندوستان میں دو مایۂ ناز شاگرد تھے۔ اور ان کے طرزِ تعلیم اور مسلک تفسیر کے حامل و امین اور اس میں ان کے صحیح جانشین مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور خواجہ عبدالحی فاروقیؒ تھے۔

اس ورکشش[۲] کا اصل مقصد و موضوع تو قرآن مجید کے علم و فہم میں بصیرت پیدا کرنا تھا۔ اور مولانا احمد علیؒ اس سلسلے میں اپنے محبوب استاذ مولانا سندھیؒ کے متبع اور پیرو تھے۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مولانا سندھیؒ سے سند فراغت حاصل کر لی[۳]

۱۔ مولانا سندھیؒ غیر معمولی طور پر ذہین و ذکی تھے۔ نہایت درجہ حساس اور غیور طبیعت رکھتے تھے۔ شیخ الہندؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا۔ پرلے درجے کے انگریز دشمن۔ ان سب حضرات نے مولانا سندھیؒ کو ایک شعلۂ جوالہ بنا دیا تھا اور ان کے ذہن کو جہاد و حریت احیائے خلافت و حکومتِ الٰہی، حصولِ آزادی اور انگریز دشمنی کی طرف ایسا موڑ دیا کہ ان کو سارا قرآن مجید جو شروع سے ان کی دلچسپی اور مطالعہ کا مرکز تھا، اسی کی تفسیر اور اسی کی دعوت و تبلیغ نظر آنے لگا۔ ان کی ذہانت اور نکتہ آفرینی نے اس کی آیات و اشارات سے وہ کام لیا کہ ان کو اپنے ہر دعویٰ کی تائید قرآن مجید ہی میں نظر آنے لگی۔ اجتماعی و سیاسی زندگی کے اصول و کلیات، تفسیری لطائف، مجتہدانہ نکات کے اخذ کا طریقہ اعتبار و تاویل کا عجیب مظہر تھا۔

(پرانے چراغ ص ۱۳۵ مصنفہ مولانا ابوالحسن ندوی۔ مکتبہ فردوس۔ لکھنؤ)

۲۔ ״ ״ ״ ص ۱۳۶ [illegible]

۳۔ ״ ״ ״ ص ۱۵۱ [illegible]

مقرر کردہ حدود کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

بحیثیت مفسر قرآن حکیم

ہند و پاک کی سرزمین میں سید العارفین حضرت شاہ ولی اللہ[۱] محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور آپ کے ارشد اخلاف نے قرآن حکیم کے علوم و معارف کو نہایت صحیح اور مستند صورت میں پیش کیا۔ قرآن پاک کے فارسی اور اردو میں تراجم کئے اور موضح القرآن اور فتح العزیز جیسی تفاسیر لکھیں۔ دنیا بھر میں کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جس نے قرآن عزیز کو اردو زبان میں سمجھا ہو۔ اور پھر وہ حضرت شاہ رفیع الدین[۲] مرحوم، شاہ عبدالعزیز[۳] مرحوم، شاہ عبدالقادر[۴] قدس سرہٗ اور حضرت شاہ عبدالغنیؒ[۵]، شاہ اسماعیل[۶] شہید، شاہ محمد اسحاق مرحوم[۷] اور شاہ محمد یعقوبؒ[۸] کی قرآنی خدمات سے واقف نہ ہو۔ اس ولی اللہی خاندان کی مخلصانہ دینی خدمات کو بقائے دوام

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ابن شاہ عبدالرحیم دہلوی امام وقت تھے۔ کثیر التصانیف۔ فتح الرحمٰن ان کا ترجمہ اور فتح الخبیر ان کی فارسی میں تفسیر ہے۔ اپنے وقت کے مجدد دین۔ عارف اکمل۔ حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفا، فیوض الحرمین جیسی کتب تحریر فرمائیں۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ التفسیر ص ۳۲۔ قاضی عبدالصمد صارم لاہور)

۲۔ ولادت دہلی ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء وفات ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۸ء مشہور محدث، حدیث، اصول، علم کلام میں بڑی مہارت۔ ۲۰ سال کی عمر میں منطق کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اردو، فارسی اور عربی میں تصانیف کی تعداد بیس۔ رسالہ امر نگار، جنوری۔ فروری ۱۹۵۵ء [illegible] ۳۔ شاہ ولی اللہ مرحوم کے بیٹے تھے۔ امام وقت تھے۔ ان کی تفسیر کا نام فتح العزیز معتبر و مستند تفسیر ہے۔ ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی (تاریخ التفسیر ص ۳۲ مصنفہ صارم لاہور)

۴۔ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کے بیٹے۔ اردو ترجمہ بنام موضح القرآن نہایت مستند ہے۔ ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی (تاریخ التفسیر صارم ص ۳۳ تا ۳۶)۔ یہ تمام حضرات خاندان ولی اللہی کے مایۂ ناز سپوت، مفسر، محدث، عارف باللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ تھے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئے وعدہ کیا تھا کہ وہ تادم واپسیں خدمتِ قرآن حکیم میں منہمک رہیں گے لہٰذا آپ نے اس عہد کو بطریق احسن نبھایا۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند!

مترجم ومحشّیٰ قرآن مجید

پروردگارِ عالم نے مولانا کو قرآن فہمی کے ملکہ سے نوازا تھا۔ آپ کا مترجم اور محشّیٰ قرآن مجید ۱۹۳۷ء میں پہلی بار مطبوع ہو کر منظر عام پر آیا۔ ہندوستان کے تمام مکاتیب فکر نے اس کے ترجمہ کی صحت اور ربط آیات کے حسن وخوبی کی تصدیق کی۔ اس میں اگرچہ مولاناؒ کی تبحر علمی، سلامت روی اور محتاط دینی روش کی تعریف وتوصیف کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن ہم علماء ہمعصر کی صداقت کیشی کو بھی تسلیم کرتے ہیں، کہ انہوں نے اپنے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر مولانا لاہوریؒ کے ترجمہ کی مرکزیت کو تہ دل سے تسلیم کیا ہے۔ مولاناؒ کا یہ شاہکار علمی دنیا میں کس قدر موقر ومعتمد علیہ ہے۔ ہم اس سلسلے میں جید علماء ربانی کی چند تقاریظ پیش کرتے ہیں جو آپ کے محشّیٰ قرآن عزیز کے شروع میں مندرج ہیں۔

تقاریظ از علماءِ ربّانی

قرآن حکیم کے متعلق چند حقائق ونقائز پیش کرنے کے بعد حضرت علامہ مرحوم مولانا لاہوریؒ کے متعلق رقمطراز ہیں۔ اب چونکہ زمانے کا دور دورہ ہے اور تحریر وتقریر کا نیا طریقہ۔ مقاصد قرآن کریم کی خدمت مناسب وقت شروع ہوئی۔ جناب مستطاب مولانا احمد علی صاحب لاہوری دام ظلہٗ کی خدمت ظہور میں آئی جو عاجز نے متفرق۔ مقامات پر دیکھی۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ماضی ومستقبل میں اس

کی نظیر ناممکن ہے۔ مگر یہ کہنا بے جا نہیں کہ حق تعالٰے نے ایک بہت بڑی خدمت جناب ممدوح سے لی اور اب عوام وخواص دونو جیتے اس تفسیر سے اپنی تشفی کر سکیں گے۔ میرے نزدیک خدمتِ قرآن کریم کا یہ ایک نیا دور ہوگا اور ربط آیات ومقاصد رکوعات کا ایک نیا باب۔ حق تعالٰے جناب موصوف کے صحیفۂ اعمال میں اس ذخیرۂ حسنہ کو ودلیعت رکھے۔

تقریظ از حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ

ہرچندکہ متقدمین اصحاب معارف ولیقین نے اپنی قوت تک قرآن مجید کی خدمت میں صرف کر دی۔ مگر موفق متاخرین نے آکر دکھلا دیا کہ لاکھوں در گرانمایہ اس بحرِ ناپیداکنار کے قعر میں چھپے ہوئے اب تک موجود ہیں۔ جن پر کسی غواص کے ہاتھوں کا گزر تک نہیں ہوا۔ ہزار ہزار تبریک کے مستحق وہ نفوس ہیں۔ جو اپنی عمر گرانمایہ کو اس خدمت میں صرف کرنے میں دریغ نہیں فرماتے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب دزقنہ اللّٰہ ما یحبہ ویرضاہ واصعدہ علی قلل المراقات المرضیتہ ورقاہ کو عنایات ازلیہ کی نظر انتخاب نے ازل سے ہی چن کر اس عظیم الشان امر کے لیے مسبوق بالحسنیٰ قرار دے دیا تھا۔ جن کی جدوجہد اور جانفشانیاں بفضلہ تعالےٰ اس چمنستان میں بارآور ہو رہی ہیں۔ میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارہ ربطِ آیاتِ قرآنیہ وایضاحِ معانیٔ فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی ہے۔ بحمداللہ نہایت مفید، کارآمد، دلچسپ اور صحیح مضامین کا خلاصہ ہے اور مسلک اہلسنت والجماعت کے عین مطابق ہے۔

تقریظ از مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی

سے۔ تقریظ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری بر مترجم قرآن حضرت مولانا احمد علیؒ ص۵

ے۔ مترجم قرآن مجید مولانا حضرت لاہوریؒ ص۔ تقریظ از حضرت مدنی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت فاضل علامہ مولانا احمد علی صاحب نے جس صورت سے کتاب اللہ کی خدمت کی ہے۔ یہ انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے بہت مفید ہوگی اور ان کے قلوب میں قرآن مجید کی تلاوت اور مضامین قرآنیہ پر غور کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا قوی ترین وسیلہ ثابت ہوگی۔ میری نظر میں کوئی بات مسلک اہل سنت والجماعت کے خلاف نہیں آئی۔

تقریظ شمس المؤرخین حضرت سید سلیمان ندوی مرحوم

سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے اپنی تقریظ کے شروع میں قرآن کی تفاسیر کے تاریخی ادوار کا ذکر فرمایا ہے۔ چوتھی صدی میں سامانی سلاطین کے عہد میں تفسیر کی نشاندہی کی۔ قرونِ وسطیٰ میں ہندوستان کی سرزمین میں امام زاہدی کی فارسی تفسیر[۲] کا حوالہ دیا۔ نویں صدی میں ملا حسین واعظ کاشفی[۳] کی تفسیر حسینی کی ہردلعزیزی پیش کی۔ بعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ[۴] کی تفسیری سرگرمیوں اور مجددانہ کارناموں کو سراہا اور ساتھ ہی شاہ رفیع الدین[۵] اور شاہ عبدالقادر[۶] مرحوم

۱۔ مترجم قرآن مجید ص۔ (مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

۲۔ تفسیر زاہدی مصنفہ شیخ محمد زاہد بخاری ۵۴۲ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ہرات میں رہنے والے۔ ۹۰۰ھ میں اخلاق محسنی تصنیف کی بڑے ادیب تھے تفسیر میں متعدد کتب۔ جواہر التفسیر لتحفۃ الامیر ایک تفسیر کا نام رکھا تفسیر زہراوی دو جلدیں ہیں جس میں ۲۲ فنون درج کیے۔ ایک کا نام تفسیر حسینی رکھا۔ فارسی میں ہے اس کا اصلی نام مواہب علیہ ہے۔ ۹۰۶ھ میں وفات پائی (اکسیر فی اصول تفسیر ص۔ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں)

۴۔ سابقہ اوراق میں تعارف موجود ہے۔

۵۔ " " " " " "

۶۔ " " " " " "

کی قرآنی خدمات کا ذکر فرما کر ان کی تفاسیر کے خصائص و محاسن بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں: "قرآن پاک کے علوم میں سب سے زیادہ دقیق اور نازک علم آیات و سور کے باہم ربط و تعلق ہے۔ امام رازیؒ[۷] اور امام بقاعیؒ[۸] نے اس پر بہت کچھ محنت کی ہے اور دوسرے علماء نے بھی اس میں کافی غور و خوض کیا ہے۔ ہمارے زمانے میں مولانا حمید الدین فراہی صاحب نظام القرآن اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ خاص کر قابل ذکر ہیں۔ دو تو مدت تک اتحادِ مذاق کے باعث کراچی میں ملتے جلتے رہتے تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے درس نے متعدد باکمال پیدا کیے جن میں سب سے پہلی جگہ مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین کو حاصل ہے۔ موصوف نے اس درس میں جو کچھ پایا وقف عام کر دیا۔ حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ کے حواشی پر جس نے دقت کی نظر ڈالی ہے۔ اس کو معلوم ہے کہ انہوں نے بھی آیات کے ربط و تسلسل کا خاص لحاظ رکھا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان پر حواشی بہت مختصر ہیں۔ مولانا احمد علی صاحبؒ نے اس کمی کو پورا کیا ہے اور سارے قرآن پر التزام کے ساتھ ایسے حواشی لکھے ہیں۔ جن میں ربط و تسلسل کے رموز و اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور مختصر لفظوں میں آیات کے وہ حقیقت پرور مطالب سامنے آجاتے ہیں۔ جن

۷۔ امام رازیؒ کا نام محمد بن عمر رازی ہے۔ فخر الدین لقب ہے۔ ان کی تفسیر کا نام مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر ہے۔ سورۃ انبیاء کی تفسیر تک پہنچے تھے کہ اجل آگئی۔ بقیہ حصہ امام نجم الدین احمد بن محمد القمری متوفی ۷۲۷ھ نے مکمل کیا۔ اس کا تکملہ قاضی شہاب الدین بن خلیل الخوئی الدمشقی متوفی ۶۳۹ھ نے لکھا اور شیخ محمد بن محمد سنفی متوفی ۷۰۰ھ نے اس کی تلخیص کی۔ امام رازی علاقہ رے کے رہنے والے تھے ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے ۶۰۶ھ میں وفات پائی۔ آپ کی تفسیر منصوص علم و حکمت کا بحر بیکراں ہے (تاریخ التفسیر ص۔ مصنفہ عبدالصمد صارم لاہوری)

۸۔ امام بقاعیؒ پورا نام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور ہے۔ ۸۷۵ھ میں تحریر کی ۸۸۵ھ میں ختم کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر اس جامعیت کے ساتھ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ۸۸۵ھ میں وفات پائی۔ اس تفسیر کا ایک نسخہ مکہ مکرمہ اور ایک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے (اکسیر فی اصول تفسیر ص۔ نواب صدیق حسن خانؒ)، ۹۔ ماضی قریب کے مفسر قرآن مجید۔ آپ نے اقسام القرآن کے متعلق بھی لکھا ہے اور اس کی تکمیل آپ کے شاگرد رشید مولانا اصلاحی نے کیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے تفسیر کی بڑی بڑی کتابیں خالی ہیں۔ ان حواشی کی خاص خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں مسلمانوں کی موجودہ بیماریوں کے علاج کی طرف خاص طور سے اشارے کیے گئے ہیں اور ان کے قوائے عمل کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

علاوہ ازیں مولانا احمد علی مرحوم کے مترجم قرآن پاک پر چند ایک جید علماء کی تقریظات موجود ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولاناؒ کے ہمعصر علماء ربانی آپ کی دینی خدمات کو نہایت پسندیدہ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے محامد و محاسن کو اپنی تقریظات میں بیان کرتے ہیں۔ ایک، دو تقریظوں کو نہایت اختصار سے پیش کرنے کے بعد ہم مولاناؒ کے مترجم قرآن مجید کے باقی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

تقریظ حضرت مولانا عبدالعزیز فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ

قدیم سے بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ قرآن کریم کی ہر ایک آیت[1] مستقل باب ہے اور ہر ایک صورت مستقل کتاب ہے۔ اس خیال سے بہت سے مفسرین نے اس

---

[1] ۔ کلام اللہ بالکل مربوط ہے۔ گو اس کا نزول حسب حال ہوا ہے۔ تاہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق مناسب مقام پر آیات کو مرتب کیا جاتا تھا۔ اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ ان میں ربط نہ ہو یا ترتیب میں کوئی معنویت نہ ہو۔

ربط کی کئی شکلیں ہیں۔ عام اور خاص۔ حسی یا عقلی۔ بطور بدل یا تاکید، تنظیراً، تضاداً۔ تبیین اشیاء، یا استطراداً وغیرہ۔

ہم نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ پہلے سورۃ کا مرکزی نقطہ متعین کریں۔ اس کے بعد اس سورے کے مقدمات کو سامنے رکھیں پھر آپ محسوس کریں گے کہ قریب یا بعید ایک آیت کی دوسری آیت سے اور ایک سورت کی دوسری سورت سے ترتیب اور ربط ضرور نکل آئے گا۔ حضرت امام فخر الدین رازی آیات کے اس باہمی ربط اور ترتیب پر جان ہی چھڑکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں بڑی معنویت ہوتی ہے اس موضوع پر علامہ شیخ ابی حیان اور نظم الدرر فی تناسب الآی والسور شیخ ابقاعی اور اسرار التنزیل سیوطی بالخصوص قابل ذکر تصانیف ہیں۔

(الاتقان صہ ۱ مصنفہ امام سیوطیؒ)

طرف کم توجہ کی کہ سُور اور آیات کے روابط اور مضامین کے تراجم کو بھی واضح کریں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ ہمارے برادر مکرم مولانا احمد علی صاحب کو جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس فرما کر وہی چیز پیش کی جس کی حاجت تھی اور اس میں کامیاب ہوئے۔

تقریظ مولانا نجم الدین مدظلہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

اتنی تفسیریں لکھنے کے باوجود قرآن کے چند ایسے پہلو معرضِ ظہور میں کما ینبغی جلوہ افروز نہیں ہوسکے۔ ان میں چار اہم یہ ہیں۔ جن کی طرف علماء کرام کی توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

اول۔ ربط آیات[1]　　دوم۔ اقسام القرآن[2]

سوم۔ قصص القرآن　　چہارم۔ امثال القرآن[3]

---

[1] ۔ ربطِ آیات کے متعلق سابقہ اوراق کے حاشیہ میں قدرے لکھا گیا ہے۔

[2] ۔ اقسام القرآن۔ اس سے غرض خبر کا تثبت اور تاکید ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم سات مقام پر کھائی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ قسمیں تین طرح پر آئی ہیں۔ اپنی ذات کی، اپنے فعل کی یا اپنی مصنوعات کی۔ بہرحال تینوں کا تعلق ذات حق سے ہے۔ یہ قسمیں تو صراحۃً آئی ہیں یا اسلوب بیان کی شکل میں

(الاتقان صہ ۱۳۳ مصنفہ امام سیوطیؒ)

اس موضوع پر سب سے جامع کتاب امام ابن القیم کی التبیان ہے جو علم و حکمت کا بحر ذخار ہے۔ ماضی قریب میں مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ مولانا اصلاحی نے کیا ہے۔

"قرآن کی قسموں کی فلاسفی": ۱۔ قرآن مجید نے اس غرض سے قسمیں کھائی ہیں تاکہ اپنے اغراض بدیہیہ کو نظری امور کے لیے پیش کرے۔ یہ کہنا لغو ہے کہ خدا تعالیٰ نے غیر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے افعال ہی کی قسمیں کھا رہا ہے۔ اس کے افعال اس کے غیر نہیں ہیں۔ دنیا کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی دو کتب ہیں۔ ایک فعلی کتاب (کائنات)، دوسری قولی کتاب (قرآن شریف)۔ قسم میں اللہ تعالیٰ اپنی فعلی کتاب کو قولی کتاب پر شاہد ٹھہراتا ہے۔ اس قول اور فعل میں مطابقت حق کے لیے معرفت اور یقین کامل کا موجب بنتی ہے۔ ۲۔ قرآن مجید کی قسمیں نبوت کے لیے ایک نشان ہیں۔ ۳۔ ہر زبان میں تاکید کے لیے مختلف قسم کے الفاظ اور کلمات ہوتے ہیں۔ مگر ایشیائی زبانوں میں قسم سے بڑھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان چاروں کی تکمیل مسلمانوں کا فرض ہے۔ ربطِ آیات کے متعلق تفاسیر میں اگرچہ سرسری طور پر موجود ہے۔ میرے دوست مولانا احمد علی صاحب نے اس سلسلے میں حتی الامکان کوشش کی ہے۔ آپ کی تحریر نہایت مفید اور کار آمد ہے۔ ربطِ آیات سے بہت مسائل پیچیدہ کا انحلال ہو جاتا ہے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) کرکو کی تاکیدی لفظ نہیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے وہی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جو انسان کے لیے لیکن استعمال میں فرق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کے لیے وہ لفظ استعمال ہوگا تو اس سے مراد فعل کی آخری غرض ہوگی۔ جب انسان کے لیے استعمال ہوگا تو غرض میں آلات اور اسباب بھی شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھنا کا فعل ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس دیکھنے میں آنکھ اور روشنی جو دیکھنے کے ذرائع ہیں شامل نہیں ہوں گے اسی طرح جب قسم کھانے کا فعل اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس سے مراد صرف تاکید اور شہادت بر رنگِ دلیل مراد ہوگی (قرآن۔ حدیث۔ فقہ مباحث پر تفصیلی بحث ص ۲۳۱ پروفیسر غلام رسول ایم اے)

؂۔ امثال القرآن دو قسم ہیں۔ "ظاہر اور پوشیدہ" ان سے غرض تذکیر و وعظ حث (برانگیختہ کرنا) علی العمل الصالح وزجر عن الاعمال السیئہ۔ عبرت پذیری۔ احقاقِ حق۔ عقل سے خطاب۔ معقول کو محسوس کی شکل میں پیش کرنا۔ خفی کی جلی سے۔ غائب کی شاہد سے تشبیہ ہوتی ہے۔ (الاتقان ص ۱۳۱۔ امام سیوطیؒ)

اس موضوع پر متعدد بزرگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ امام ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری متوفی ۴۰۶ھ امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی وفات ۴۵۰ھ اور امام حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن القیم الجوزی متوفی ۷۵۱ھ کی کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ (اکسیر فی اصول التفسیر ص ۲۶ مصنفہ نواب صدیق خان مرحوم)

امام شافعی فرماتے ہیں مجتہد کیلئے علومِ قرآن سے واقفیت ضروری ہے۔ اس میں امثال ہیں، جو طاعت کا جذبہ پیدا کرتی ہیں اور نواہی سے روکتی ہیں۔ امام ماوردی فرماتے ہیں۔ امثال قرآن کا عظیم تر علم ہے۔ (الاتقان ص ۱۳۱ مصنفہ امام سیوطیؒ)

حضرت مولاناؒ کے ترجمہ اور تفسیر کی خصوصیات

ا۔ حضرت نے بنیادی طور پر شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادر مرحوم کے تراجم کا رخ رکھا ہے۔

ب۔ حاشیہ پر ربطِ آیات کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ معمولی اردو خواں طلبا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ج۔ ضمناً مختصر اور جامع الفاظ میں پوری سورت یا اس کے کچھ حصے خلاصے کے طور پر بیان کئے ہیں، تا کہ طالب علم کے ذہن میں سورت کا مضمون مستحضر رہے۔

د۔ تائیدی طور پر تفسیر موضح القرآن بھی نقل فرما دی ہے۔ ترجمہ میں شاہ رفیع الدین کی اقتداء اور تفسیر میں شاہ عبدالقادر کی اتباع اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مولاناؒ نے تفسیر میں وہ اسلوب اختیار نہیں کیا جو کہ اسلاف اور اکابر کے خلاف ہو۔

ہم اس موقعہ پر ترجمہ اور تفسیر کا ایک صفحہ نمونہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ① وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ② النَّجْمُ

آسمان کی قسم ہے اور رات کو آنے والے کی اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو آنیوالا کیا ہے۔ وہ چمکتا ہوا

الثَّاقِبُ ③ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ④ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ

ستارہ ہے۔ ایسی کوئی بھی جان نہیں کہ جس پر ایک محافظ مقرر نہ ہو۔ پس انسان کو دیکھنا چاہیے

مِمَّ خُلِقَ ⑤ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ⑥ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ

کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى
کے درمیان میں سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اس کو لوٹانے پر قادر ہے جس دن بھید
السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ
ظاہر کیے جائیں گے تو اس کے لیے نہ کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔ چکر مارنے
ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢ إِنَّهُ لَقَوْلٌ
والے کی قسم ہے اور زمین کی جو پھٹ جاتی ہے بیشک قرآن قطعی
فَصْلٌ ۝١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝١٥ وَّ
بات ہے۔ اور وہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ بے شک وہ ایک تدبیر کر رہے ہیں اور
أَكِيدُ كَيْدًا ۝١٦ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧
میں بھی ایک تدبیر کر رہا ہوں۔ پس کافروں کو تھوڑے دنوں کی مہلت دے دو۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا عَنْهُمْ فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔ (صحیحین و ترمذی)

ترجمہ

یقیناً اللہ تعالے (قربِ قیامت) علم کو اس طرح قبض نہیں کریگا کہ اس کو لوگوں سے بالکل کھینچ لے۔ بلکہ علم کو علماء کرام کی وفات کی وجہ سے قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں گے۔ اور ان سے مسائل پوچھیں گے۔ وہ اپنی جہالت سے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

مذکورہ بالا تقریظات ان علماء و فضلاء کرام کی حق آراء کی آئینہ دار ہیں، جن میں بعض کو تمام اسلامی ممالک میں تبحرِ علمی کے لحاظ سے ایک ممتاز اور مسلّمہ حیثیت حاصل ہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت انور شاہ کاشمیریؒ اور حضرت مدنیؒ جیسی نادرۂ روزگار ہستیاں مولانا احمد علی مرحوم کو "علامہ" اور "فاضل" کے القاب سے یاد کرتی ہیں، اور "ربط آیات" کے سلسلے میں آپ کو غیر مسلوک رستہ کا کامیاب راہی یقین کرتی ہیں اور آپ کے اندازِ بیان کو مضامینِ قرآنیہ پر غور و خوض کرنے اور سمجھنے کا ایک قوی ترین وسیلہ یقین کرتی ہیں اور آپ کے وقت کو رحمتِ الٰہیہ کا ایک نیا دور فرماتی ہیں۔ یہ لوگ سطحی اور رسمی نظریات کے حامل نہیں ہوتے۔ ان کی زبانِ قلم پر مسلّمات ہوتے ہیں۔ ان کی تفحّص و تلاش میں للّٰہیت ہوتی ہے۔ ان کی فکر اجتہادی انوار کے جلو میں چلتی ہے۔ وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت ہر چیز کے حسن و قبح کو پرکھنے میں بڑی حد تک کامیاب رہتے ہیں۔

القصہ! مولانا لاہوریؒ کے مترجم قرآن کے محاسن و خصائص اکابر ملت کی نگاہوں میں جیسے کچھ ہیں، آپ کے سامنے بالترتیب پیش کئے گئے ہیں۔ ہمیں بلا تامل اعتراف کرنا ہوگا کہ مولانا احمد علی مرحوم نے جس نہج سے قرآنِ حکیم کی خدمت کی ہے وہ معاصرین کے نزدیک قابلِ تحسین ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا مترجم قرآن عزیز کے باقی پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔

اس قرآنِ عزیز کی ابتداء میں قرآنِ حکیم کے مضامین کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے۔ جس کی افادیت حدِ بیان سے باہر ہے۔ فہرست کا مختصر خاکہ حسبِ ذیل ہے۔

کتاب العقائد توحید کے ابواب سے فہرستِ مضامین کی ابتداء ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ ہر چیز کا نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔ علیٰ ھذا القیاس۔ بارہ ابواب کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہر مضمون کے حوالے کے لیے پارہ، سورۃ کا نام، آیت کا نمبر اور اس آیت کے

لہ۔ مترجم قرآن از مولانا احمد علی مرحوم ص١٣

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابتدائی الفاظ درج کئے گئے ہیں۔

اسی طرح ابواب الرسالہ کی تعداد سولہ درج کی ہے۔ پھر تقدیر الٰہی کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرمایا۔ اس کے نازل ہونے کی غرض و غایت، معجزات و خوارق کا بیان۔ فرشتے اور ان کے کارنامے۔ الغرض سورۂ فاتحہ سے لے کر والناس تک کا ایک کامل و اکمل سلسلہ چلا جاتا ہے۔

ابواب القیامہ میں قربِ قیامت کے حالات۔ قیامت کی ضرورت۔ بعث بعد الموت کے دلائل۔ نفخ صور۔ حساب و کتاب، میزان، نامۂ اعمال کا ذکر جزا و سزا۔ یہ سب قرآنِ پاک میں تدبر و تفکر کا ایک قابلِ افتخار نمونہ ہے۔

کتاب الطہارت وضو کے مسائل۔ تیمم کے مسائل، غسل کے مسائل، حیض کے مسائل شامل فہرست کئے گئے ہیں۔ کتاب الصلوٰۃ۔ کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصیام، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق کتاب الرق، کتاب البیوع، کتاب الجہاد اور تمام قصص القرآن کی اکثر جزئیات کا ایک بے بدل نقشہ مرتب کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام مسائل نصوص قرآنیہ سے مستنبط کئے گئے ہیں۔

حقوق العباد والدین، رشتہ دار، ہمسایہ، میاں بیوی، غلام، یتیم، مسکین، سائل مہمان، مسافر اور دشمن کے حقوق کی آیاتِ قرآنی سے نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن حکیم کی دعائیں، امثال القرآن، باب الآداب، آدابِ قرآن حکیم، آداب مجلس نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، آدابِ صحبتِ شیخ۔ آدابِ والدین، آدابِ معاشرتِ اہل اسلام اور باقی مسائل متعلقہ کی آیات کو اکٹھا کیا گیا ہے۔

یہ فہرست مروجہ اور اکثر شائع شدہ قرآنِ حکیم کے نسخہ جات میں شاذ و نادر! اس کی افادیت اظہر من الشمس ہے۔ ایک مضمون نگار، خطیب، مقرر، مفسر اور فقیہ کے لیے یہ فہرست حفظِ قرآن مجید کے قائمقام ہے۔ وہ آیات جو ایک دوسرے کی وضاحت کرتی ہیں۔ وہ قصص جن کے اجمالی حصص کی تشریح کے لیے ان کے تفصیلی

پہلوؤں پر نظر ڈالنا ضروری ہوتا ہے۔ قصص کے بعض جزئیات کا موقع و محل کے لحاظ سے بلیغانہ اختصار اور بعض مقامات پر ان کا مفصل و مشرح اسلوبِ بیان بآسانی میسر آ سکتا ہے۔ ایک آیت کے مترادفات اور مؤیدات کا سارے قرآنِ حکیم میں متنوع نقشہ ایک ہی نشست میں آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ گویا اس سلکِ مروارید کا ہر موتی اپنی فردوسی آب و تاب سے قاری کو قرآن مجید کے اسرار و غوامض کا غواص بنانے کا صرف بے پناہ جذبہ ہی عطا نہیں کرتا بلکہ ہر اشکال کی تحلیل و تفہیم میں دستگیری بھی فرماتا ہے۔ ستائیس صفحات کی یہ مختصر مگر جامع قرآنی مضامین کی فہرست اور جلی عنوانات کا خاکہ ایک ہی نظر میں تمام اوامر و نواہی۔ امثال و قصص۔ مسائل مستنبطہ اور نصوص قطعیہ، محکمات و متشابہات بالفاظ دیگر بدیہیات و مخفیات، مجملات و مفصلات کا مکمل مشاہدہ کرانے کے لیے ایک مصدقہ دستاویز کا حکم رکھتا ہے۔

اللہ! اللہ! تنزیلِ قرآن کی آیات کو تیس پاروں اور اٹھائیس سورتوں سے تلاش کر کے مختلف عنوانات کے تحت جمع کر دیا ہے اور اسی طرح معجزات و خوارق کو بائیس پاروں اور انیس سورتوں کی ورق گردانی کے بعد پیش کیا گیا ہے۔ غرضیکہ تمام موضوعاتِ قرآنیہ کی ایک حسین و جمیل اور مستحکم و منظم تصویر ملتِ اسلامیہ کی نئی پود کے دلوں میں قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے لیے ایک کامیاب کوشش ہے۔

اس فہرست پر طائرانہ نظر ڈالنے والا انسان فوری طور پر اس نتیجے تک بآسانی پہنچ جاتا ہے کہ دینِ اسلام کے تمام احکام کا ماخذ اول قرآن حکیم اور فقط قرآنِ حکیم ہے۔ احادیث مقدسہ کے تمام مجموعات اور آئمہ اربعہ کے اجتہادات کا تمام حاصل اور صوفیائے پاکباز کے عارفانہ نظریات کا الہامی سرچشمہ قرآنِ عزیز ہی ہے۔ کیونکہ اس کے حقائق ابدی ہیں۔ جو حکمِ شریعت اس کی روشنی میں صحیح ہے وہ قابلِ عمل ہے اور جو اس سے مختلف و متبائن ہے مردود و مطرود ہے۔ ارشادِ نبوی نے تمام

لے ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما و یضع بہ آخرین۔ مشکوٰۃ شریف کتاب فضائل القرآن ص۲ مطبوعہ آفتاب عالم پریس۔ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ادوارِ حیات میں اقوامِ عالم کے ارتقاء و زوال کا موجب قرآنِ حکیم ہی کو قرار دیا ہے۔

شاعرِ اسلام علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی زبان سے سنیے!

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی ۔۔۔ شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی[1]

اے چوں شبنم بر زمین افتندہ ۔۔۔ در بغل داری کتابِ زندہ

یہ چند سطور بطورِ جملہ معترضہ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ مقصود بالذات تو حضرت لاہوریؒ کے مترجم قرآنِ حکیم کی فہرست مضامین کا تعارف ہے۔

مولانا مرحوم نے چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر بھی رسالوں کی صورت میں چھپوائی تھی۔ ہم ان پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں۔

سورۂ قریش کی تفسیر

مولاناؒ کی سورۂ قریش کی تفسیر پر نظر ڈالنے سے پہلے ہم مولانا کے چند فقرات نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ سطور ابتدائے تفسیر میں بطورِ مقدمہ درج کی ہیں۔ جن کا تعلق آپ کی ہمہ جہت مفسرانہ حیثیت سے ثابت ہے اور حقیقت میں آپ کے موقف کی ترجمانی انہی سطور میں محدود ہے۔

قرآنِ حکیم کا حق[2]

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے زمانے سے لے کر آنے والی نسل تک کے لیے رسول ہیں۔

۲۔ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ اس لیے قیامت تک یہی کتاب دین و دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھائے گی۔

---

[1] علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔ فارسی کلام

[2] تشریح مضامین سورۂ قریش مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ انجمن خدام الدین لاہور

نتیجہ

مذکورۃ الصدر دونو عقیدوں کے بعد ہر مسلمان کا فرض ہے کہ سب سے پہلے قرآنِ حکیم کا وہ مطلب سمجھنے کی کوشش کرے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سمجھا گیا۔ اس کے بعد اپنی حالت پر منطبق کر کے دیکھے کہ ہمارے لیے قرآنِ حکیم کے اس مضمون سے کونسا سبق حاصل ہوتا ہے۔ جب تک یہ دونو درجے طے نہ کئے جائیں اس وقت تک گویا کہ ہم نے قرآنِ حکیم کا حق ادا نہ کیا۔ قرآنِ حکیم کے مطالب ادا کرنے میں بندہ نے انہیں اصول کو مدنظر رکھا ہے کہ سب سے پہلے یہ کوشش کی ہے کہ وہ مطلب واضح ہو جائے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لیا گیا۔ بعدازاں اپنی حالت پر انطباق کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے اس میں کیا ہدایات ہیں۔ واللّٰہ الموفق والمعین ایاہ نعبد و بہ نستعین۔

پہلے مولاناؒ سورۂ قریش کا بامحاورہ ترجمہ نہایت عمدہ اسلوب سے لکھتے ہیں اور پہلے صفحے پر ارشاد فرماتے ہیں ”ربطِ آیات سورۂ قریش“ قریش کو تذکیر بآلاء اللہ[1] خدا تعالیٰ کی

---

[1] جاننا چاہیے کہ معانی جو قرآن مجید سے مفہوم ہوتے ہیں وہ پانچ علوم سے باہر نہیں۔ اوّل علم الاحکام از قسم واجب، مستحب، مکروہ، حرام یہ احکام خواہ عبادات سے ہوں یا معاملات میں سے۔ تدبیر منزل سے متعلق ہوں یا سیاست مُدن سے۔ اس علم کی تفصیل فقہا کے ذمہ ہے۔ دوم علم مناظرہ چار بدن گمراہ فرقوں کے ساتھ مثلاً یہود و نصاریٰ، مشرکین اور منافقین۔ اس علم کی تفریع متکلمین کا کام ہے۔ سوم علم تذکیر بآلاء اللہ مثلاً زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور بندوں کو ان کی ضروریات کا الہام کرنے اور نیز خدا تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا بیان۔ چہارم علم تذکیر بایام اللہ ان واقعات کا بیان جن کو خدا نے ایجاد فرمایا اطاعت کرنے والوں کو انعام مجرموں کے لیے سزا و تعذیب۔ پنجم علم تذکیر موت۔ موت کے بعد کے واقعات کا بیان مثلاً حشر و نشر، حساب میزان، دوزخ، جنت۔ ان علوم کی تفاصیل کو محفوظ رکھنا اور ان کے مطابق احادیث اور آثار ملحق کرنا واعظوں اور مذکروں کا کام ہے (فوز الکبیر فی اصول تفسیر مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی)، قولہ تعالیٰ وآمنھم من خوف ھم کانوا آمنین حیث آمنین ولا یتعرض لھم احد ولا یغیر علیھم احد فی سفرھم ولا فی حضرھم۔ وکان غیرھم لا یامنون من الغارۃ فی السفر والحضر (تفسیر کبیر ص ۳۸۹ جلد ہشتم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نعمتوں کو یاد دلانا، سے عبادت الٰہی کی طرف متوجہ کیا گیا۔ ہم بار بار گذارش کر چکے ہیں. مولانا حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے شاگرد ارجمند ہیں اور مولانا سندھی ولی اللّٰہی فلسفہ الٰہیات پر جان و دل سے قربان ہیں۔ گویا مولانا احمد علی مرحوم کا قرآن فہمی کا ملکہ بالواسطہ اسوۃ المحققین شیخ المحدثین حضرت شاہ ولی قدس سرہٗ کے تفقہ فی الدین کا مرہون منت اور پرورده ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا لاہوریؒ اپنے مترجم قرآن مجید کے تقریباً ہر صفحے پر موضح القرآن کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مولانا سورۃ قریش کی تشریح سے پہلے چند احادیث متعلقہ سورۃ قریش نقل فرماتے ہیں۔ اب مولاناؒ۔ قریش کا بیت اللہ شریف کا متولی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کا موسم گرما و سرما میں یمن و شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اس جگہ بھی آپ نے اپنے بیان کی تصدیق و توثیق کے لیے روح المعانی اور خازن جیسی تفاسیر کے شواہد حاشیہ پر مع عربی عبارات نقل فرمائے ہیں۔

اب مولاناؒ نے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی تشریح بیان فرمائی ہے۔
اللہ تعالےٰ[1] فرماتا ہے کہ اے گروہ قریش! جب جاروب کشیٔ بیت الحرام کے باعث تم پر اس قدر خصوصی انعامات ہوتے ہیں تو تمہارا فرض اولین ہے کہ تم ربّ کعبہ کی عبادت کرو، اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اس کے آخری رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے توحید پر سب سے پہلے لبیک کہو۔

الاعتبار[2] والتاویل

جس طرح قریش شعائر اللہ[3] میں سے بیت الحرام کے محافظ اور مجاور تھے۔

---

[1] ۔ تفسیر سورۃ قریش صہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ۔ لاہور۔
[2] ۔ تفسیر سورۃ قریش صہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
[3] ۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ سورہ مائدہ یاایھا الذین امنوا لا تحلوا

(جاری۔ اگلا صفحہ)

اور اسی عہدۂ جلیلہ کے باعث رب البیت کی عبادت اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت ان کا فرض منصبی قرار دی گئی۔ بعینہٖ علماء کرام اور صوفیائے عظام اللہ تعالیٰ کے دو شعائروں (کتاب اللہ اور رسول اللہ) کے محافظ ہیں۔

کتاب اللہ کی حفاظت تو ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حفاظت سے مراد محافظتِ سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آنحضورؐ سراپا نور فداہ ابی و امی کا ارشاد ہے:

"مَنْ اَحْيٰى سُنَّتِيْ فَقَدْ اَحْيَانِيْ وَمَنْ اَحْيَانِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ"[1]

اس کے بعد مولانا رسولِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی جامعیت پر تبصرہ فرما کر آپ کے صحابہ کرامؓ کی جامعیت پر دلیل قائم کرتے ہیں اور پھر اسی کی روشنی میں علماء اُمت کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ آج[2] بھی بفضلہٖ تعالیٰ علم و عمل نبویؐ کے جامع افراد سطح دنیا پر موجود ہیں ان حضرات میں سے جن پر علمی رنگ غالب ہے وہ عالم ربانی کہلاتے ہیں۔ اور جن پر باوجود کتاب و سنت کے عالم ہونے کے زہد و تقویٰ اور تزکیۂ نفس کا رنگ غالب ہے تو وہ اللہ والے صوفی کہلاتے ہیں۔

نتیجہ

مولاناؒ اب حکمت آفرین نتیجہ اخذ کرتے ہیں: جس طرح[3] قریش کا عزت اور جان و مال

دلقیۃ یحیا اسی شعائر اللہ الخ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لیے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو ان میں حرم محترم بیت اللہ شریف جمرات صفا مروہ ہدی ماحرام مساجد کتب سماوی وغیرہ۔ تمامی حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ ۵ آیت ۲)

[1] ۔ (رواہ الترمذی) ابواب العلم باب الاخذ بالسنۃ واجتناب البدعۃ صہ ۳۴
[2] ۔ تفسیر سورۃ قریش صہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ۔ لاہوری۔
[3] ″ ″ ″ صہ ۳ ″ ″ ″ ″ ″ ″

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشریح مضامین سُورۂ کوثر

اصولِ بزمیتِ اعدائے اسلام

حضرت مولاناؒ نے سورۂ کوثر کی تفسیر بیان فرمائی جس میں چند تفسیری رموز و نکات نمایاں طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حوضِ کوثر کا تعارف کرانے کے لیے آپ نے احادیث نبوی (بے شک میرا حوض ایلہ سے عدن کے فاصلے سے بھی زیادہ دور دراز ہے۔ یقیناً وہ برف سے زیادہ سفید اور دودھ ملے شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں اور بے شک لوگوں کو میں اس سے ہٹاؤں گا، جس طرح آدمی اپنے حوض سے اونٹوں کو ہٹاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اس دن ہم کو پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں! تمہاری ایک علامت ہوگی۔ جو دوسری امتوں میں نہیں ہوگی۔ تم میرے پاس آؤ گے۔ تمہارے ہاتھ اور پاؤں اثرِ وضو کے باعث روشن ہوں گے) (رواہ مسلم راوی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حوالہ دیا ہے اور کوثر کے لفظ کی معنوی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے، آپ نے سابقہ مفسرین کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے (وقیل ھو حوض لہٗ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المحشر روح المعانی ص۲۴۵) کہ کوثر سے مراد حوضِ کوثر ہے۔ "خیرِ کثیر" بھی ہے اور قرآن حکیم میں بھی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ای الخیر الکثیر وعن الحسن انہ القرآن (روح المعانی ص۲۴۵ ج ۳۰)

"میرے خیال میں ہر دو معنوں سے مراد ایک ہی چیز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے کہ جو چیز دنیا میں پائی جاتی ہے اس کی اصل ایک دوسرے جہاں میں موجود ہے۔ جس کا نام عالمِ مثال ہے اور وہاں کی چیزوں کو اس جہاں کے مناسب اجسام دیئے جاتے ہیں۔ اس بناء پر وہ قرآن حکیم جو یہاں صفحۂ قرطاس پر منقوش ہے اور مومنین کے دل و دماغ

کی حفاظت فقط ان کا جاروب کش ہونے کے صدمیں کی باقی تھی۔ اور خدا تعالیٰ نے عبادتِ الٰہی اور تائیدِ رسول، ملت ان کا فرضِ منصبی قرار دیا۔ اسی طرح علماء کرام اور صوفیائے عظام جو کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے محافظ ہیں۔ ان کی قدر و منزلت اکثر مسلمان کرتے ہیں اور در رہے، قدمے، سخنے ان کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کا اولین فرض یہ ہے کہ خدمتِ الٰہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائیں۔ ان کے دل و دماغ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہیں۔ ان کی قوتِ گویائی اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف ہو۔

مولانا نے علماء ربانیؒ اور صوفیاء متوکلین کی خدمت اور مالی امداد کو سعادت سے تعبیر فرمایا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس فرض کو پورا کریں اور اگر مسلمان ان لوگوں کی طرف توجہ نہ دیں تو پھر علماء خیر اپنے کام کو متوکلاً جاری رکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کا روزی رساں ہے۔[2]

اب مولانا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر قرآن مجید کا اثر بیان فرماتے ہیں: "معبودانِ ماسوائے اللہ سے منہ موڑا۔ ایک خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک سے تعلق جوڑا۔ اتباعِ ہوا کو چھوڑا، اتباعِ نبی کریمؐ کو مقصدِ زندگی بنایا۔ انانیت و تکبر سے توبہ کی۔ بے نفسی، منکسر المزاجی مساوات کو اپنا شعار بنایا۔ حسد، کینہ، بغض سے متنفر ہوئے۔ ایثار اور صاف دلی کو نمونۂ امتیاز بنایا۔ تعصبِ اختلاف کے جوئے کو اتار پھینکا۔ رشتۂ اتحاد میں پروئے گئے۔ دوسرے مسلمانوں کے عیوب سے نظر ہٹ گئی۔ اپنے عیب و ثواب پر نظر پڑ گئی۔ تعیشِ دنیاوی نظر سے گر گیا۔ عزتِ آخرت نظر میں جچ گئی۔ ریا دل سے نکل گیا۔ اخلاص سے دل بھر گیا۔ بداخلاقی سے ہٹ کر پیکرِ اخلاق حمیدہ بن گئے۔

---

[1] ۔ تفسیر سورۂ قریش ص۱۲ ۔ مولانا احمد علی مرحوم لاہوری۔

[2] وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (سورۃ الطلاق ۳-۲) پ ۲۸

[3] ۔ تفسیر سورۂ قریش ص۱۶-۱۷ ۔ مصنفہ احمد علی مرحوم ۔ لاہوری۔

foobaa-elibrary.blogspot.com

میں محفوظ ہے اور بین الدفتین مجلد ہے۔ اس کا ظہور عالم مثال میں بصورت حوض کوثر ہوگا۔ جن لوگوں نے عالم ناسوت میں اس چشمۂ الٰہی سے جرعہ نوشی کی ہے۔ وہ وہاں بھی حوض کوثر سے شراب طہور پی کر ایسے مست ہو جائیں گے کہ ان پر محشر کا پچاس ہزار سال دن اس طرح گزر جائے گا گویا کہ چار رکعت نماز ادا کی اور جن لوگوں نے اس منبع خیر و برکت سے اعراض برتا وہ وہاں بھی اس سے محروم رکھے جائیں گے۔"

(تفسیر سورۂ کوثر ص۔ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور)

شکرِ نعمتِ قرآن

شکرِ نعمتِ قرآن کے سلسلے میں رقمطراز ہیں "لہٰذا نعمت قرآن[1] حکیم کا شکریہ یہی ہے کہ اس کی تبلیغ عام کی جائے۔ چپہ چپہ زمین پر اس کا نور پھیلا دیا جائے۔ کسی شخص کے کان اس سے ناآشنا نہ رہیں اور کوئی دل اس کی تصدیق سے خالی نہ رہے۔"

اس موقعہ پر مولانا[2] نے ایک بصیرت افروز حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے۔

"جب شکرِ نعمت۔ تبلیغ قرآن پر موقوف ہوا۔ اور علمائے علوم قرآن کا فرض منصبی تبلیغ ٹھہرا۔ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ دوسرے لوگوں کو استماعِ قرآن کے لیے مجبور کر کے جمع کیا جائے اور ایک منظم صورت[3] میں سننے اور سنانے والے مجتمع ہو کر اس فرض کو انجام دیں۔ اس واسطے ارشاد ہوتا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

مولانا کی نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو۔ "از روئے[4] شرع اسی کو امام بنایا جاتا ہے جو سب سے زیادہ قرآن کا حامل ہو۔"

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص۔ مصنفہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

[2] 〃 〃 〃 ص

[3] 〃 〃 (نماز باجماعت) ص

[4] 〃 〃 〃 ص

زندہ قوم کے خصائص

فصلِ لِربک کے متعلق اخذ کردہ نتائج پر غور کیجئے! "نماز[1] ایک ایسی معجون مرکب ہے جس میں عبادت کے علاوہ زندہ قوم بنانے کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ ایثار، مساوات، اتحاد، انتخاب امیر، اطاعت امیر، وحدت مرکزی، جذبۂ قربانی، یادِ آخرت، ذکر، شکر، صبر اور دعا کی عملی تعلیم نماز میں دی جاتی ہے۔"

نتیجہ

"صحابہ کرام[2] رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابی کا راز اشاعتِ قرآن ہی میں مضمر تھا۔ اس مقدس کتاب کی علمی اور عملی نشر و اشاعت ہی ان کی زندگیوں کا نصب العین تھا جب وہ قانونِ الٰہی کی حفاظت و صیانت کے لیے سفر و اقامت اختیار کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسماں کے خزانے ان کی حمایت کے لیے وقف کر دیے تھے۔ فتح کا سہرا ان کے سر باندھا جاتا تھا۔ کامیابی ان کی قدم بوسی کرتی تھی۔ اور اسی سطوتِ شاہانہ کو اقبال علیہ الرحمہ یاد دلاتے ہیں۔

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے ، تیرا جذبِ قلندرانہ

مولانا اب وَانْحَرْ کی تفسیر کے سلسلے میں مختلف تفاسیر سے شواہد پیش کرتے ہیں: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قربانی کا اجراء و نفاذ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ثابت کرتے ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل الرحمان علیہ السلام کے خلف الرشید

---

[1] تفسیر سورۂ کوثر ص مصنفہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ

[2] 〃 〃 〃 ص

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرماتے ہیں۔ گویا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ملّتِ ابراہیمی ہی کی تجدید کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ قربانی کی اصل روح تقویٰ ہے۔ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

عبادات[ث] مالیہ میں سب سے بڑی عبادت قربانی ہے۔ عبادات بدنیہ میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے زندہ دل بندوں کو جو لطف نماز میں نصیب ہوتا ہے۔ وہ دوسری کسی عبادت میں نصیب نہیں ہوتا۔ علیٰ ھذا القیاس قربانی میں جو ایثار و اعتماد علی اللہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک عجیب چیز ہے۔ لہٰذا ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ حصولِ رضاءِ الٰہی کے لیے ہر بدنی، مالی اور وطنی قربانی کے لیے ہر وقت آمادہ اور تیار رہے۔

اِنَّ[ک] شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو ہر ایک خیر سے محروم کر دے گا۔ مال اور اہل و عیال کے نفع خیر سے محروم ہو جائے گا۔ زندگی کو حصولِ رضاءِ الٰہی کا ذریعہ نہیں بنا سکے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو خیالاتِ پاکیزہ سے محروم کر دے گا۔ اپنی معرفت و محبت اور اپنے رسولوں پر ایمان لانے کی توفیق عطا نہیں کرے گا۔

سورۂ فلق

مصائب میں جائے پناہ

سورۂ[ک] فلق کا ربطِ آیات ملاحظہ ہو۔ "یہ قاعدہ ہے کہ انسان پہلے ہتھیار ہاتھ میں لے کر دشمن کے مقابلے میں آتا ہے۔ اسی طرح پہلے پناہ الٰہی (اعوذ برب الفلق) کا

لہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۔ سورۂ حج آیت ۳۷

ثہ۔ رسالہ تفسیر سورۂ کوثر صفحہ ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم لاہور

کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۱۲

کہ۔ تفسیر سورۂ فلق صفحہ ۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

ہتھیار دیا گیا پھر دشمنوں کا ذکر کیا گیا۔

مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ الخ پھر دشمنوں میں خاص ترتیب رکھی گئی ہے پہلے ان دشمنوں کا ذکر ہے جن کا خود وجود ہی ہمارے لئے مضر ہے (من شر ما خلق) اس کے بعد ان دشمنوں کا ذکر ہے۔ جن کا نفسِ وجود تو مضر نہیں ہے لیکن ان کے کارنامے ہمارے حق میں مہلک ہیں (و من شر غاسق اذا وقب الخ) واللہ اَعْلَمُ بمراده و اسرار کتابه"

مولانا اس سورۃ کے شانِ نزول سے متعلق[ک] احادیث نقل کرتے ہیں۔

الاعتبار والتاویل

انسان[ک] دو چیزوں سے مرکب ہے۔ دونو کے اسبابِ راحت و رنج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ روح ذکرِ الٰہی سے مسرور ہوتی ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ جسم کو چوٹ لگنے سے اور زخمی ہونے سے صدمہ ہوتا ہے تو روح کو کسی عزیز کے انتقال کی خبرِ وحشت اثر سے رنج پہنچتا ہے۔ حالانکہ جسم صحیح و سالم ہوتا ہے مگر دلی صدمے سے روح پارہ پارہ ہو رہی ہے۔

خلاصہ مضمون معوذتین

سورۂ[ک] فلق میں جسم انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں سے بچنے کے لیے پناہ الٰہی میں آنے

لہ زید بن ارقم سے روایت ہے ایک یہودی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا۔ یہ تکلیف آپ کو ایک عرصہ تک رہی پھر آپ کے ہاں جبرئیل علیہ السلام آئے۔ فرمایا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور فلاں کنوئیں میں آپ کے لیے گرہیں باندھ کر ڈالی ہیں۔ تب رسولِ خدا نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔ پھر آپ ان گرہوں کو نکال کر لائے اور انھیں آ کر کھولا۔ جب ایک گرہ کھولتے تھے۔ رسولِ خدا اپنی تکلیف میں تخفیف محسوس فرماتے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کھڑے ہوئے جس طرح رسی سے بندھے ہوئے کو چھوڑ دیا جائے۔ یہودی کو نہ تو یہ بات بتلائی گئی نہ اس نے کبھی کسی چہرہ پرس آپ کو محسوس کیا (اخرجہ النسائی)۔

کہ۔ تفسیر سورۂ فلق صفحہ ۳ مصنفہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی تلقین ہے۔ اور سورۃ الناس میں روحِ انسانی کو ضرر پہنچانے والی چیزوں کے شر سے بچنے کے لیے پناہِ خداوندی میں آنے کی تعلیم ہے۔"

مضمون سورۃ الفلق

تمثیل

انسان کی جنس الجنس جسم نامی ہے۔ اس لحاظ سے انسان میں تمام نباتی خصائص (مع شئے زائد) موجود ہیں۔ لہٰذا اگر انسان کو نباتات کے ساتھ تشبیہ دے کر لوازمات نباتیہ اس کے لیے ثابت کیے جائیں تو عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

سورۃ فلق میں جو چار آفات کا ذکر ہے ان کی تطبیق میں چار آفات کا شمار اور پھر ان کی توضیح کرتے ہیں۔[1]

(۱) مِن شَرِّ مَا خَلَق ۔ وہ چیزیں جن کا وجود ہی انسان کا دشمن ہے۔ مثلاً سانپ، بچھو، چیتا، شیر، بھیڑیا وغیرہ

۲۔ دوسری آفت۔ ومن شر غاسق اذا وقب (اندھیری چیز کی برائی سے جب وہ چھا جائے)۔ اب فرماتے ہیں کہ تاریکی کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری اور باطنی۔ ظاہری تاریکی میں شیاطین اور درندے، موذی جانور، چور اور ڈاکو آزادی سے چلتے پھرتے ہیں اور انسانوں میں غارتگری کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ نباتات کے لیے پہلی آفت (ا) وہ چیزیں جن کا وجود ہی سبزی کے لیے عداوت ہے مثلاً سبزہ خور جانور (من شر ما خلق)، ب۔ نباتات کا ان چیزوں سے محروم رہنا جو اپنی تاثیر سے نباتات کی نشوونما میں مؤید ہیں۔ جن کا ذکر من شر غاسق اذا وقب میں ہے۔ ج۔ تیسری آفت مثلاً ناگہانی بلائیں۔ مثلاً شدید گرمی، سردی یا اولے وغیرہ۔ د۔ چوتھی آفت حسد حاسد ہے جس کا ذکر من شر حاسد اذا حسد میں ہے۔ (تفسیر سورۃ فلق ص۔ مصنفہ حضرت لاہوری، فیروز سنز لاہور)

[2] ۔ تفسیر سورۃ فلق ص۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز۔ لاہور

باطنی تاریکی بھی کئی طرح کے مصائب کا موجب بنتی ہے۔ مثلاً کور باطن نہ حسن و قبیح کو دیکھتا ہے۔ نہ کسی ہادی کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ لہٰذا نہ اس کا سینہ نورِ ایمان سے منور ہوگا۔ نہ ہادی کا متلاشی۔ نہ محسنِ حقیقی کا فرمانبردار۔ نہ اخلاقِ انسانی سے آشنا۔ نہ اصولِ معاشرت سے واقف۔"

تیسری آفت: وَمِن شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ سے اعتبار[1] وہ ناگہانی بلائیں ہو سکتی ہیں جو انسان کے قوائے فہم و ادراک کو عضوِ معطل بنا دیں۔ مثلاً جادو کا اثر۔"

چوتھی آفت۔ وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ کی تشریح میں نصِ قرآنی سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ[2] اب حاسد کی تعریف پیش کرنے کے لیے حاشیہ میں تفسیر خازن کی عبارت نقل فرماتے ہیں "الحاسد الذی یتمنی زوال نعمۃ الغیر[3]۔ انجام کار صفت حسد کی شرعی حیثیت اور اس مرضِ روحانی کی شناعت میں تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

درِاصل[4] حاسد تقدیرِ الٰہی پر معترض ہے کہ فلاں نعمت سے فلاں شخص کو تقدیر نے کیوں ممتاز فرمایا۔ اب اس شخص سے عداوت کا اظہار کرتا ہے اور اپنے حسد، کینہ اور بغض کے باعث اسے چین نہیں لینے دیتا۔

اس چوتھی آفت سے بچنے کے لیے بھی پناہِ الٰہی میں آنے کی تلقین کی گئی ہے وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد بدترین شر ہے۔ واقعہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حسد سے بڑھ کر کوئی شر نہیں ہے۔ کیونکہ جس قدر تکالیف ایک انسان کو

---

[1] ۔ تفسیر سورۃ فلق ص۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

[2] ۔ سورۃ نساء ۴ آیت نمبر ۳۲۔

[3] تفسیر خازن نقل از حاشیہ تفسیر سورۃ فلق ص۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[4] تفسیر سورۃ فلق ص۔ از مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرے سے پہنچتی ہیں۔ ان کا اصل منشاء صفت حسد ہی ہوتی ہے۔ اس لیے عقلاء نے کہا ہے کہ پہلا گناہ جو آسمان پر واقع ہوا ہے وہ شیطان کا حسد آدم علیہ السلام پر ہے اور پہلا گناہ جو زمین پر ہوا وہ قابیل کا حسد ہابیل پر ہے۔

الحاصل! ہر مصیبت کے وقت کارساز حقیقی کے دروازے کو کھٹکھٹانا چاہیے۔

تفسیر سورۂ ناس

مولانا سابقہ سُوَر کی تفسیر کی طرح اس سورہ کا پہلے بامحاورہ ترجمہ۔ حاشیہ پر بطلایات چند عربی تفاسیر کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

سورہ فلق[1] میں مستعاذ بہ ایک تھا اور مستعاذ منہ چار تھے اور سورۂ ناس میں مستعاذ بہ تین ہیں اور مستعاذ منہ ایک ہے۔ شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے۔ مستعاذ منہ ہے اور خداوند عالم کی شانِ ربوبیت۔ ملکیت اور الوہیت مستعاذ بہ ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدترین دشمنِ روحانی سے بچنے کے لیے خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی مذکورہ تینوں صفات کے دامن میں پناہ لے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صفت کی بجائے اس سورہ میں تین صفات کا ذکر آیا ہے۔ صفات ثلٰثہ کے ذکر سے دشمن کا خطرناک ہونے کا اعلانِ عام مقصود ہے۔ تاکہ لوگ اس کے مقابلے میں بیدار اور ہوشیار ہو کر رہیں۔

سابقہ سطور کا نتیجہ[2] بایں الفاظ پیش کرتے ہیں۔ انسان اپنی مظلومی میں اپنے مربی یا بادشاہ یا معبودِ حقیقی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ ایک توحید پرست مربی بادشاہ اور معبودِ حقیقی فقط۔ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو سمجھتا ہے۔ لہٰذا اس کی روٹھ سوائے رب السمٰوٰت والارض کے دروازہ کے اور کہیں نہیں ہوگی اور یہی

---

[1] تفسیر سورۂ ناس ص۱۱، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۱۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اس پرانے بدترین دشمن شیطانِ لعین سے اسے بچائے گا "فنعم المولٰی ونعم النصیر"

تشریح مضامین سورۂ عصر

عروج اقوام کے اسباب

ربطِ آیات سورۂ عصر[1]: قوم کو زندہ کرنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔ پہلے ان کے اندر جذبات صادقہ پیدا کیے جائیں، جن کو ایمان کہا جاتا ہے۔ پھر عملی قدم اٹھایا جائے، جس کو عملِ صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اپنے خیالات ہر فردِ انسانی تک پہنچائے جائیں۔ جس کو تواصی بالحق کہا جاتا ہے اور ہر کارکن کو ہر مصیبت میں استقامت کی تلقین کی جائے، جسے تواصی بالصبر کہتے ہیں۔

اب احادیث متعلقہ سورۂ عصر تحریر فرماتے ہیں۔

پھر سورہ کے موضوع کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور "عروج اقوام کے اسباب" کا موضوع تجویز فرماتے ہیں۔ والعصر کی تشریح و توضیح میں مختلف تفاسیر[2] کے حوالے پیش کرتے ہیں۔

اب علوم کی دو قسمیں بیان فرماتے ہیں "منزلہ و مخترعہ"۔ دنیا کے علوم مروجہ میں دو[3] قسم کے علوم ہیں۔ ایک منزلہ۔ جو احکم الحاکمین کی جانب سے نازل شدہ ہیں۔ اس قسم کے علوم کی تمام قومیں (یہود، نصاریٰ، مجوسی، ہندو، سکھ اور مسلمان) قائل

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص۱ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[2] واقسم عزوجل بوقت تلک الصلوٰۃ (روح المعانی ص۲۲۸)، عن الشافعی علیہ الرحمۃ انہ قال لو لم ینزل غیر ھذہ السورۃ لکفت الناس لانہا شملت جمیع علوم القرآن (روح المعانی ص۲۲۸)، اِنَّ الْاِنسَانَ لَفِیْ خُسر۔ ای جنس، والانسان لفی خسر (مدارک التنزیل ص۲۲۹)، [3] تفسیر سورۂ عصر ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز۔ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ دوسرے علوم مخترعہ میں۔ جو عقل انسانی اپنے غور و فکر سے تجویز کرتی ہے پہلی قسم کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے ظنی کہلاتے ہیں۔ تصادم اور تعارض اقوام میں وہی قوم غالب آئے گی، جو علوم الٰہیہ کی حامل ہو لیکن فقط علوم صحیحہ اور منزلہ کا حامل ہونا کامیابی کا کفیل نہیں۔ بلکہ ان اصول کو عملی جامہ پہنانا بھی لازمی ہے۔ اسلام اور یہودیت کی ٹکر میں یہودیت پاش پاش ہوگئی۔ کیونکہ یہودی قوم ہدایات آسمانی پر عمل کرنے سے قاصر تھی۔ لہٰذا اسلام نے تمام دنیا کے قلوب پر قبضہ جما لیا۔

مولانا امنوا وعملوا الصالحٰت کی تشریح کے بعد تواصوا بالحق کی روشنی میں تحریر فرماتے ہیں۔ "وہی تحریک[1] زندہ، بامراد، کامیاب رہے گی جس کے اغراض و مقاصد کی اپنے حلقۂ اثر میں نشر و اشاعت کی جائے۔

تواصوا بالصبر[2] کے سلسلے میں روح المعانی اور مدارک کے حوالے سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہی تحریک سر بلندی و سرفرازی کے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جس کے معاونین اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ہر مصیبت میں سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔

الاعتبار والتاویل

اصولِ اربعہ (علوم صحیحہ کا حامل ہونا۔ علوم صحیحہ پر عامل ہونا۔ حلقۂ اثر کو ہر ممکن ذریعے سے وسیع کرنا۔ تکمیلِ مقصد کے لیے ہر قربانی کے لیے آمادہ رہنا) کی جامعیت بیان فرما کر مولانا الاعتبار والتاویل کی طرف التفات فرماتے ہیں۔

"برادرانِ اسلام! افسوس صد افسوس۔ مسلمانوں کی ذلت کا باعث اپنے اصول

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص۹۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

[2] (وتواصوا بالصبر) على الطاعات التي يشق عليها ادائها وعلى ما يبتلي الله تعالیٰ به عباده من المصائب (روح المعانی ص۲۲۹) عن المعاصي وعلى الطاعات وعلى ما يبلو به الله عباده (مدارک ص۳۰۲) [3] تفسیر سورۂ عصر ص۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

سمجھ کی گم کردگی ہے۔ وہ قوم جو مردہ قوموں میں زندگی کی روح پھونکنے کے لیے دنیا میں آئی تھی آج نیم بسمل ہو کر دم توڑ رہی ہے جس کے اسلاف کے سینے نورانی سے بھرپور تھے۔ آج جہالت کا شکار ہو رہی ہے۔ وہ قوم جس کی غلامی پر غیر مسلم فخر کرتے تھے۔ آج وہ غیر مسلموں کی غلامی کو فخر سمجھتی ہے!![1]

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

بعد ازاں مسلمانوں کو ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کی پرزور تلقین فرماتے ہیں۔ مسلمان اگر دنیا میں سرفرازی چاہتے ہیں تو دوسری اقوام سے بڑھ کر پیکرِ عمل بن جائیں۔ تو خدا تعالیٰ ان کو آگے بڑھا دے گا۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا۔

تا نسوزی در تنورے چوں خلیلؑ
کے بیابی نصرتِ ربِّ جلیل

درسِ عام

ہم مولانا احمد علی مرحوم کی مفسرانہ حیثیت پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ سابقہ صفحات میں آپ کے مترجم قرآن حکیم کے پہلوؤں پر تحقیقی نظر ڈالی گئی۔ آپ کے بامحاورہ ترجمہ حاشیہ پر ربط آیات اور رکوعات کے خلاصہ کا جائزہ لیا گیا۔ بعد ازاں چند سورتوں کی تفسیر پر غور کیا گیا۔ الغرض مولاناؒ کا اندازِ بیان، طریقِ استدلال اور اسلوبِ استنباط و استخراج، ہمعصر علماء کی نظروں میں ہر لحاظ سے قابلِ تحسین پایا گیا۔ جہاں تک ہماری رائے کا تعلق ہے۔ مولانا ہر طبقہ کے افراد کے لیے مصلحانہ طرزِ بیان پر قادر الکلام تھے۔

درسِ عام جو روزانہ نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد ہوتا تھا۔ اس میں علما، طلبہ عوام اور گریجوایٹ حضرات شمولیت کرتے تھے۔ شائقین بسوں، سائیکلوں، موٹر

---

[1] تفسیر سورۂ عصر ص۱۴ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر سوار ہو کر اور لاہور کے دور دراز محلوں سے پیدل چل کر آپ کا درسِ قرآن حکیم سننے کے لیے آتے تھے۔ عورتوں کی حاضری کا باپردہ انتظام ہوتا تھا۔ درسِ عام میں حضرت کا معمول تھا کہ قرآنِ حکیم کا ایک رکوع تلاوت فرماتے۔ بامحاورہ ترجمہ کرتے اور پھر فرماتے کہ اب ان آیات کا وہ مفہوم پیش کیا جائے گا، جو عہدِ رسالتؐ اور عہدِ صحابہ کرامؓ میں سمجھا گیا۔ بعد ازاں الاعتبار والتاویل کا درجہ ہوتا تھا۔ آپ کو اپنے مخاطبین کے علم و فضل اور ان پڑھ حضرات کی استعداد کا پورا پورا خیال ہوتا تھا۔ آپ اپنے مواعظِ حسنہ میں نہایت سادہ اور خطیبانہ زبان استعمال فرماتے تھے۔

صبح کا درسِ عمومی وعظ پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس میں زیادہ تر تذکیری ارشادات ہوتے تھے۔ آپ نہایت آسان اور سادہ الفاظ میں درس دیتے تھے۔ جس سے ولقد یسرنا القرآن بذکر فھل من مدکر کی عملی تفسیر ظاہر ہوتی۔ اگرچہ درس میں علماء اور منتہی طلبہ بھی بیٹھتے تھے۔ مگر آپ کا روئے سخن عام تذکیر کا ہوا کرتا تھا۔

راقم السطور کو مولاناؒ کے درسِ عمومی میں تقریباً چودہ برس تک حاضر ہونے کا موقع ملا۔ ہم نے جس جگہ بھی درسِ قرآن کا انتظام دیکھا ہے وہاں یہی دیکھا گیا ہے کہ نمازِ فجر کے بعد بیچارے مولوی صاحب فوری طور پر حاضرین کو درسِ قرآن سننے میں مشغول کر دیتے ہیں۔ بلکہ بعض جگہ تو فرضوں کے بعد دعائے مسنونہ بھی درس کے بعد ہی مانگی جاتی ہے تاکہ نمازی غائب نہ ہو جائیں۔ مگر شیرانوالہ دروازے کا درسِ عام اپنی نوعیت میں بالکل ہی انوکھا تھا۔ نمازِ فجر کے ایک گھنٹہ بعد درسِ قرآن حکیم شروع ہوتا۔ نمازی پہلے نماز پڑھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے اور درس کے شروع ہونے سے چند منٹ پہلے دوبارہ درسگاہ میں آموجود ہوتے۔ درس کے موقعہ پر حاضرین پر ایک سکوت اور محویت کا عالم ہوتا تھا۔ بعض آنکھیں اشکبار دیکھی جاتی تھیں۔ بعض حضرات مولانا کے تفسیری رموز و نکات کو نقل کرنے میں محو ہوتے تھے۔ درس کے اختتام تک حاضرین کا اضافہ ہوتا رہتا۔ ہم نے چودہ سال کے طویل عرصے میں مجلسِ قرآن سے کسی کو اٹھ کر جاتے نہیں دیکھا۔ [1]

درِ فیضِ محمد ؐکھلا ہے، آئے جس کا جی چاہے
خدائے دو جہاں سے لگائے جس کا جی چاہے

اب درس کے بعد دعا ہوتی۔ مصافحے ہوتے۔ لوگ محبت بھری نگاہوں سے اپنے روحانی مربی و محسن کے نورانی چہرے پر دیکھتے اور رخصت ہو جاتے۔

یہ درس کب جاری ہوا؟ مولاناؒ کے دل میں اس کی اہمیت کس قدر تھی؟ اور آپ نے بتوفیقِ ایزدی اس کو کس استقامت و مداومت سے نبھایا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات میں شیخ التفسیر مولانا لاہوری علیہ رحمۃ کی بابرکت زندگی کے تمام لیل و نہار قارئین کرام کے سامنے آجاتے ہیں۔

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں دو سال درس و تدریس کے بعد آپ نے قید و بند کے ایام و شہور کو نہایت پامردی سے برداشت کیا۔ بالآخر لاہور میں آکر آپ کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ آپ دہلی اور سندھ واپس نہیں جا سکتے۔ آپ نے لاہور میں قدم رکھتے ہی دو آدمیوں کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانا شروع کر دیا۔ یہ مولانا عبد العزیز صاحب اور میاں عبد الرحمٰن صاحب تھے۔ پھر اپنے مکان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس دینے لگے۔ پھر قریب کی دو منزلہ دوکانوں کی چھت پر درس دیتے رہے۔ جب سامعین کا مجمع زیادہ ہو گیا تو مولوی عبد الحق مرحوم کی بیٹھک میں درس کا سلسلہ شروع کر دیا اور اس کے بعد مسجد لائن سبحان خاں میں درس کا آغاز ہوا۔ جو تا مرگ وہیں جاری رہا۔

درسِ عام کو حضرت لاہوری نے جس استقامت سے جاری رکھا، اس کی مثال شاید و باید۔ [1] اب مولانا کا درسِ قرآن مجید تمام ہندوستان میں ایک مثالی حیثیت کا حامل تھا۔ آپ کسی حالت میں بھی درس میں ناغہ کرنا پسند نہیں فرماتے

---

[1] ۔ بیاض بابو منظور سعید صاحب۔

[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[1] خواجہ نذیر احمد مرحوم راوی ہیں کہ ایک صبح آپ حسبِ معمول درس میں مشغول تھے کہ آپ کے بڑے صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ صاحب آئے۔ آپ کے کان میں کچھ کہہ کر چلے گئے۔ دوسری دفعہ اسی طرح ہوا اور تیسری دفعہ بھی آئے اور سابقہ عمل کو دہرا کر چلے گئے۔ مگر درس بدستور اسی انہماک سے جاری رہا۔ درس کے اختتام پر آپ نے اپنی بیٹی کی فوتیدگی کے متعلق اظہارِ خیال فرمایا۔

آپ[2] کی بیٹی رقیہ جس کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ تقریباً دو بجے رات فوت ہو گئی۔ مگر آپ نے اس کی وفات کی خبر صبح کے پر اطمینان درسِ قرآن حکیم کے بعد دی۔

[3] ۱۹۴۶ء میں جب آپ حجِ بیت اللہ شریف کے لیے جہاز میں سفر کر رہے تھے تو پھر بھی آپ نے اس قدسی الاصل وظیفہ کو پورے ذوق و شوق سے نبھایا۔ سندھی حضرات ہم سفر حجاج نے سندھی میں درس کی استدعا کی، تو ان کے لیے ایک وقت سندھی میں اور دوسرے وقت فارسی دان حضرات کے لیے فارسی میں اس مقدس فریضہ کو ادا کرتے رہے۔ آپ نے سات دن تک جہاز میں سفر کرتے ہوئے جہاز میں تیار کردہ کھانا نہ کھایا۔ کیونکہ جہاز میں ملازمین کا عملہ بے نماز تھا۔

کشمیر ایجی ٹیشن[4] کے دوران آپ نے جہادِ کشمیر میں قائدانہ شرکت فرمائی۔ آپ کو ملتان ڈسٹرکٹ جیل میں نظر بند کیا گیا۔ آپ وہاں درسِ قرآن مجید کے لیے بے تاب تھے مگر اس وارڈ میں کوئی مسلمان نہ تھا۔ لہٰذا ایک ہندو گریجوایٹ کو ہی آپ نے قرآن مجید کا درس دینا شروع کر دیا۔ جس وقت اس کے سامنے یا ایھا الناس اعبدوا کی تفسیر بیان فرمائی تو وہ وجد میں آگیا اور صداقتِ قرآنی کا معترف بن گیا۔

---

[1] ۔ خواجہ نذیر احمد مرحوم راوی۔ مردِ مومن ص ۱۵۵۔ عبدالحمید خاں صاحب۔ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور

[2] ۔ جمیلہ کوثر۔ نواسی حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[3] ۔ راوی حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب! مولانا احمد علی مرحوم کے منجھلے صاحبزادہ اور جانشین

[4] ۔ راوی مولانا محمد صابر صاحب۔ خادمِ خاص مولانا احمد علی مرحوم۔

بلکہ[1] ایسا ہوا کہ شدید علالت کے باوجود درسِ قرآن حکیم کا ناغہ نہ فرمایا۔ ایک دفعہ ۱۹۶۰ء میں رمضان المبارک کے ایام میں اس قدر شدید علیل ہو گئے کہ رات بھر حجرے میں قیام فرمایا۔ اسہال ہوتے رہے۔ سینہ اور کمر پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں۔ ڈاکٹروں نے بات تک کرنے سے منع کر دیا۔ مگر جب سحری کا وقت آیا تو حضرتؒ نے بڑی مشکل سے اتباعِ سنت میں سحری کی نیت سے چائے کی آدھی پیالی نوش فرمائی۔ صبح کی نماز کے لیے خدام پکڑ کر لائے۔ مگر نماز کھڑے ہو کر ادا کی اور پھر درس عمومی حسبِ معمول دے کر علمائے کرام کے درسِ خصوصی کو اسی طرح جاری رکھا۔ گویا کہ حضرت علیل ہی نہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اور درس کے بعد پھر بیمار ہو گئے۔

"راقم السطور[2] کو مولانا کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھے اور مجھے آپ سے علمی تلمذ اور باطنی تعلق دونوں کا شرف حاصل تھا۔ مولانا نے تقریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت و اشاعت اور دینی دعوت و اصلاح کا کام کیا۔ اس بارے میں ایسے انہماک، شغف و محویت، ثبات و استقامت کا ثبوت دیا، جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت، یقین و للہیت اور روحانی قوت کے مشکل ہے۔ جب آپ کو سندھ سے لاہور پہنچایا گیا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درسِ قرآن کا آغاز کیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درسِ قرآن بن گیا۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے۔ آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں درسِ قرآن کا ذوق عام ہوا۔ اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی۔ جہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلے کے لیے درسِ قرآن ایسا ضروری کام ہو گیا۔ جس کے بغیر مسجد آباد، خطیب کامیاب اور مفید نہیں سمجھا جاتا۔"

---

[1] راوی مولانا عبید اللہ انور صاحب۔ مردِ مومن ص ۱۹۹۔ مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب فیروز سنز لاہور

[2] ۔ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء و رکن موتمر عالم اسلام مکہ مکرمہ علامہ ابو الحسن علی ندوی لکھنؤ راوی (نقل از مردِ مومن ص ۱۲۰ مصنفہ عبدالحمید خاں)

toobaa-elibrary.blogspot.com

الحاصل: ہم نے آپ کی زندگی کے واقعات اور معاصر شواہد سے یہ معلوم کرلیا ہے کہ مولانا لاہوری نے قرآنِ حکیم کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقدس فریضہ سمجھ کر نبھایا۔ آپ دورِ حاضرہ کے تمام فتنوں سے دامن بچا کر اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر محض رضائے الٰہی کے حصول کے لیے دینِ اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ اثر میں ہر قسم کے آدمی کو عاقبت کی فکر دامن گیر ہوتی تھی۔ ہم اس بحث کو آپ کے ہی ارشادِ گرامی پر ختم کرتے ہیں۔

میں بفضل ایزد متعال ایک جمعہ اور ایک درسِ قرآن مجید میں جو کچھ معروضات[1] پیش کروں۔ اگر کوئی شخص ان کو لوحِ دل پر لکھ کر لے جائے اور پھر اس پر کما حقہ عمل کرتا رہے، اور پھر ساری زندگی اس کو قرآنِ حکیم سننے کا خواہ موقعہ نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی نجات ہو جائے گی۔ راقم الحروف نے جب بار بار آپ کے ان فرمودات کا جائزہ لیا۔ تو فی الواقع آپ کے خطبۂ جمعہ اور درس کے مواعظِ حسنہ میں کتاب و سنت کی مکمل ترجمانی نظر آتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں تمام قرآن حکیم اور صحاحِ ستہ کا خلاصہ پیش کردوں تو صرف ایک فقرے میں سما سکتا ہے۔

"خالق کو عبادت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو"

آخر کار گذارش ہے کہ درسِ عمومی[2] ۱۹۱۷ء سے شروع ہوا اور تقریباً آٹھ سال میں اس کا پہلا دور پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ دوسرا دور پندرہ سال کی مدت میں اختتام پذیر ہوا اور تیسرا دور حضرت کی وفات تک جاری رہا۔

---

[1] مصطفیٰ راہ از رضائے او خبر۔ نیست در احکامِ دیں چیزے دگر
تختِ جم پوشیدہ زیرِ بوریاست۔ فقر و شاہی از مقاماتِ رضاست
(مثنوی مسافر ص۳۳۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ)

[2] راقم الحروف۔ راوی۔

[3] راوی۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب خادم خاص حضرت مولانا احمد علی مرحوم

یقیناً حضرت مولانا احمد علی مرحوم ان مردانِ حق آگاہ میں سے تھے۔ جن کی شبانہ روز مساعی جمیلہ اور بے لوث دینی خدمات سے دینِ اسلام کا نام روشن ہے۔ زمانہ خواہ کتنا ہی پرآشوب ہو لیکن اللہ والے آفات و حوادث سے بے نیاز ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور بالآخر ساحلِ مراد تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔

ہوا ہے گو تند و تیز۔ لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ[1]

دورہ تفسیر یا درسِ خصوصی

درسِ عام کے علاوہ آپ کی زندگی میں دورہ تفسیر کا آغاز ہوا۔ آپ نے اس درس کو جس محنت، پڑدہی، للٰہیت اور اخلاص سے نبھاتے رہے۔ اس کی مثال اس دور میں بڑی مشکل ہے۔ اس[2] کے شرائط و ضوابط حسبِ ذیل تھے۔

۱۔ داخلہ لینے والے طلبہ کسی نہ کسی دینی مدرسہ کے فارغ التحصیل ہوں۔

۲۔ تین ماہ کے اختتام پر تمام قرآنِ حکیم کی تفسیر پڑھا دی جائے گی۔

۳۔ درس و تدریس میں مندرجہ ذیل پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالی جائے گی۔ اعتقادات، اعمال، اخلاق، اصول، تدبیرِ منزل، قانونِ معاملات، تمدنِ اسلام، اسلامی معاشرت اور سیاسیات وغیرہ۔ تمام ضروریات کا حل کتاب اللہ سے سمجھ میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک سے آدمی باہر بھی نہ جائے۔

۴۔ دورۂ تفسیر رمضان، شوال، ذی قعدہ کے تین مہینوں میں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ علم کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدوّن کردہ فلسفہ

---

[1] بالِ جبریل ص۱۲۵۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] مترجم قرآن از مولانا احمد علی مرحوم بعنوان۔ ایک ضروری گذارش ص۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

شریعت جو حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے، پڑھایا جاتا ہے۔

۵۔ یہ درس ملک میں تین چار گھنٹے تک بھی جاری رہتا ہے۔ روزانہ سبق سے امتحان ہوتا ہے اور سبق کے بعد تکرار کرنا بھی ضروری ہے۔ دورانِ تدریس طالب علم ضروری مسائل قلمبند کرے۔

۶۔ انجمن خدام الدین اس درس کے طلبہ کے نوشت و خواند، طعام و رہائش کے اخراجات برداشت کرنے کی ذمہ دار ہے۔

حضرت مولانا لاہوریؒ کی وفات سے چند سال پہلے مولانا لال حسین اختر مناظرِ اسلام کو بھی دعوت دی جاتی تھی۔ وہ چند دنوں میں طلبۂ زیرِ تعلیم کو غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور ہر فرقہ ضالہ کے عقائد باطلہ کی تردید میں کتاب و سنت کے حتمی مسائل تحریر کروا دیتے تھے۔ تاکہ ہر طالب علم جہاں قرآن حکیم کی صحیح تفسیر سے واقف ہو جائے وہاں روز افزوں بڑھتی ہوئی ملحدانہ اور معاندانہ لادینی کا نہایت جرأت سے مدلل، مسکت اور دنداں شکن جواب دے سکے۔

قیامِ پاکستان سے پہلے اس جماعت میں ہندوستان کے تمام صوبہ جات اور بیرونِ ہند کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ ہم تو مولانا کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں کہ اس کارِ خیر کے لیے خدائے کبیر المتعال نے آپ کی ذات کو مختص فرمایا اور پھر آپ کو ایسا والہانہ جذبہ اور ایسی مجاہدانہ قوتِ عمل سے نوازا کہ اکابرِ ملت، جید خدامِ شریعت اور مقربِ ائمہ طریقت آپ کی صادقانہ روشِ حیات کے گن گانے لگے۔

امام راستانؒ، فخرِ دوراں حضرت مولانا میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے ہیں: "کیا پنجاب میں ان کا کوئی مثیل ہے؟" پھر اس کے بعد یہ واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے: "کہ میں مولانا شیر محمد مرحوم کی خدمتِ اقدس میں شرقپور

۱؎ ۔ راوی : منشی سلطان احمد صاحب دفتر انجمن خدام الدین دفتر دروازہ شیرانوالہ ۔ لاہور۔

۲؎ ۔ راوی ۔ مولانا محمد صابر صاحب ۔ خادم خاص حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ۔

حاضر ہوا۔ جمعہ کا دن تھا، غالباً اسی دن ایک اور مولوی صاحب نے میاں صاحب سے ان کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ تو حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ جمعہ پڑھانے والا آرہا ہے)

میں چار رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ گیا۔ ایک آدمی نے آکر کہا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ آپ جمعہ پڑھائیں۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ جواب سن کر حضرت میاں صاحب خود تشریف لائے اور مجھ کو جمعہ پڑھانے کے متعلق نہایت شفقت بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ میں امتثالِ امر کے طور پر کھڑا ہو گیا۔ مسائل کے بیان کے بعد خطبہ کی باری آئی لیکن مجھ کو ان دنوں مروجہ عربی خطبہ زبانی یاد نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے خطبے کے دونوں حصوں میں قرآن حکیم کے رکوعات پڑھے۔ نماز کے بعد ایک کار کا انتظام کیا گیا۔ مجھ کو نہایت مربیانہ طریق پر رخصت فرمایا۔ ڈرائیور کو سات روپے دے کر فرمانے لگے کہ "مولانا صاحب کو جامع مسجد شیرانوالہ کے دروازے پر جا کر اتارنا ہوگا۔ کیونکہ انہیں قرآن مجید کا درس دینا ہے"۔

حضرت میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے عارفانہ لمحات میں فرمایا کرتے تھے۔

"مولانا احمد علی صاحبؒ اللہ کا نور ہیں۔ میں شیرانوالہ کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں"

اللہ! اللہ! ؏ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید!

ہم مولانا لاہوریؒ کے شیخ التفسیر ہونے کے سلسلے میں شواہد پیش کر رہے ہیں۔

"میرا یقین محکم ہے کہ اس زمانے میں درسِ قرآن کا رواج نہ تھا۔ یقیناً

۱؎ ۔ "مردِ مومن" ص ۲۳۷ ۔ مؤلفہ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

۲؎ ۔ "ایک مفسرِ قرآن" ص ۵۲ مصنفہ چودھری محمد یوسف ایم ۔ اے ۔ مکتبہ یوسفی کراچی ۔ محلہ لاہور چھاؤنی (پرنسپل اسلامیہ کالج ۔ لاہور کینٹ، پی ۔ ای ۔ ڈی ۔ پنجاب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کارِ خیر کا سنگِ بنیاد حضرت ہی کے ہاتھوں رکھا گیا۔ پھر حضرت کے خلوص و متانت اور ذہانت و ذکاوت نے اس بنیاد پر طہارت و پاکیزگی کا وہ تاج محل تعمیر کیا، جسے وقت اور بادِ مخالف کے بے رحم جھونکے بھی مضمحل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت کی زبان میں ایک فطری لوچ، حسین و جمیل گلوں کا بانکپن اور دل کش طرحداری تھی۔ شگفتگی و رعنائی آپ کی تقریر کا حقیقی جوہر تھا۔"

دوسری جگہ بھی مصنف رقمطراز ہے:

"حق تو یہ ہے کہ حضرت لاہوری نے درسِ قرآن کو زندگی اور پائندگی عطا کی اور اس درسِ قرآن نے آپ کو زندہ رکھا۔ چنانچہ آج جس طرح قرآن زندہ ہے اور زندہ رہے گا، اسی طرح مفسرِ قرآن بھی زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔"

حضرت مولانا مرحوم کے سوانح حیات "انوارِ ولایت" صفحہ ۹ پر مندرجہ ذیل عبارت نقل ہے "یہ کس کو خبر تھی۔ کہ یہ بچہ جو آج ایک گمنام قصبے کے ایک غریب گھرانے میں جنم لے رہا ہے۔ کسی دن آسمانِ ولایت پر آفتابِ عالمتاب بن کر چمکے گا۔ اس کے علوم و معارف کے بحورِ بے کنار ہوں گے۔ اس کے فیوض و برکات کی سوتیں زمزم و کوثر کی آئینہ دار بنے گیں اور یہ مشرق سے طلوع کرنے والا نیّرِ ولایت مغرب کی وادیوں میں بھی ضیاباریاں کرے گا۔ جیسا کہ جناب علاؤ الدین صدیقی سابق صدر شعبہ معارف اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور کی شہادت ہے"[2] میں نے مغربی ممالک کی سیر و سیاحت کے دوران حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کے شاگردوں اور عقیدتمندوں میں سے کسی نہ کسی مردِ حق آگاہ کو قرآن پاک کی درس و تدریس اور نشر و اشاعت کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے پایا۔ گویا کہ حضرت شیخ المشائخ کے فیوض کا دائرہ بہت وسعت رکھتا ہے۔"

"چنانچہ میرا اپنا واقعہ ہے کہ اپریل ۱۹۴۴ء میں جب میں دہلی ریلوے اسٹیشن سے

---

[1] انوارِ ولایت صفحہ ۹ سوانح حیات مولانا احمد علی مرحوم از ماسٹر لال دین اختر ایم اے مطبوعہ پنجاب پریس لاہور۔

[2] بابو منظور سعید صاحب راوی ہیں، جنہوں نے مولانا کے حالات ان کی زبانی سن کر اپنی بیاض تیار کی۔

علی گنج صفدر جنگ کی طرف پیدل جا رہا تھا، تو ایک آدمی راستے میں ملا باتوں باتوں میں جب اس کو معلوم ہوا کہ میں لاہور سے آیا ہوں۔ تو اس نے مجھ کو بتایا کہ "ہم ایران میں حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کو مفسرِ قرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ میں نے اس کو حضرت والا شان کے متعلق حسبِ استعداد واقفیت دلائی۔ لیکن میں حیران تھا کہ ہمارے حضرت کی علمی شہرت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے۔"

علماء کے درس میں آپ کا روئے سخن انہی کی طرف ہوتا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ امام سیوطیؒ اور امام راغب اصفہانی کی تعلیمات کا نچوڑ بیان ہو رہا ہے۔

ابتداء ہی سے حضرت مولاناؒ کو درسِ قرآنِ حکیم کا شوق تھا اور اس میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا۔ جو اس میں شاید ہی دوسرے علماء کو حاصل ہو۔ آپ کے ہاں فضلاء اور علماء کے لیے درسِ قرآن خصوصی ہوا کرتا تھا جس میں آپ معارفِ قرآنی اور حکمتِ ولی اللّٰہی کے نکات بیان فرماتے۔ یہ درس دراصل تمام علوم کے حاصل کرنے کے بعد ایک قسم کا تکمیلی درس ہوتا تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ دورۂ حدیث کے اختتام پر جب فارغ التحصیل علماء کو دستار بندھواتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ علم کی تحصیل تم نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کر لی۔ لیکن تکمیل آپ کی لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب کے دورۂ تفسیر میں ہو گی۔[3]

حضرت کی درسگاہ سے فارغ شدہ باکمال علماء فضلاء میں سے جن کی زندگی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی۔ مندرجہ ذیل نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

---

[1] ۔ مردِ مومن" صفحہ ۱۲۵ ۔ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور۔

[2] ۔ مردِ مومن" صفحہ ۱۲۶ ۔ عبدالحمید خاں ۔ فیروز سنز لمیٹڈ ۔ لاہور

[3] ۔ " " " " " " " " " " "

نوٹ ۔ [1]، [2] ۔ رجسٹر دفتر کا حوالہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دین[1] تھے، متکلم تھے، صوفی تھے، مصلح تھے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم وملت کی ہر پکار، جو جابر حکومتوں کے خلاف اٹھی۔ اس میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے ان کے فیض صحبت سے ہزاروں خاندان بنے۔ انہوں نے قرآن حکیم کی نشر واشاعت میں اپنی ساری زندگی صرف کردی۔

قرآن مجید کا درس ہر عالم دیتا ہے۔ لیکن مولانا مرحوم کے درس قرآن حکیم کے حملے عصرات کچھ اور تھے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا۔ وہاں دوسری طرف ابتدا میں ان عوام نے بھی آپ کی مخالفت کی، جو بدعی مشرکانہ رسوم کو جزو مذہب مانتے تھے۔ مولانا مرحوم نے ایک دفعہ فرمایا:

" اب تو محلے والے ٹھیک ہو گئے ہیں، لیکن ابتدا میں انہوں نے مجھے بڑا ستایا۔ ایک دفعہ تنگ آکر میں نے ان کو کہا میں قرآن مجید ہاتھ میں لیتا ہوں، تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکال دو، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی "

اب ہم مولاناؒ کی وفات پر پاکستان ٹائمز کے چند اقتباسات پیش کرکے اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

[2]

" The Akhbar Farosh union held an emergency meeting and condoled the death of Maulana Ahmad Ali which was described as a serious blow not only to Pakistan but to the entire Muslim world."

---

[1] - ہفت روزہ جہاں نما ص ۱۱-۱۲ ۔ ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء لاہور بعنوان "عظیم مفسر، مصلح، معلم، مجاہد حضرت مولانا احمد علی" ۔ وہ جابر حکمران سے ٹکرا گئے ۔ تعلیمات قرآنی کو انہوں نے عام کیا ۔ وہ ایک شخصیت نہیں ۔ ادارہ اور تاریخ تھے "

[2] - دی پاکستان ٹائمز ۔ ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء ص ۱۲ ۔

فہرست علماء کرام

۱۔ علامہ سید ابوالحسن ندوی صاحب۔ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

۲۔ مولانا محمد طاہر مرحوم قاسمی نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

۳۔ مولانا الحاج عبدالحق صاحب خطیب و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ۔ راولپنڈی۔

۴۔ مولانا کفیل احمد بجنوری۔ استاذ مدرسہ انصاریہ کلکتہ۔

۵۔ حضرت مولانا ابوالبیان حمّاد صاحب۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات کی فہرست

۱۔ خواجہ عبدالوحید صاحب ایڈیٹر اسلام دانکشش، کراچی

۲۔ پروفیسر علاؤالدین صاحب صدیقی۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

۳۔ ڈاکٹر سید عبداللہ شاہ صاحب پرنسپل اورینٹل کالج۔ لاہور۔

۴۔ ڈاکٹر محمد فاروق صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر دیال سنگھ کالج۔ لاہور

۵۔ چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم ایم اے ایل ایل بی۔ ریٹائرڈ اسسٹنٹ سیکرٹری سابقہ حکومت پنجاب۔

۶۔ شیخ محمد عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ۔ لاہور۔

۷۔ پروفیسر سعادت علی خان ایم۔ اے۔ پرنسپل ریٹائرڈ۔

۸۔ مولوی بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔ لدھیانوی۔

پروفیسر محمد سرور صاحب کے مضمون کی چند سطور ہمارے موضوع کی تائید تفصیل کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

لاہور کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارنامے کا ذکر ہوگا۔ جنہوں نے نہ صرف اس شہر بلکہ اس پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی۔ وہاں آئندہ کا مؤرخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلوتہی نہیں کر سکے گا جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لازوال اثر چھوڑا ہے۔ یہ بزرگ بیک وقت عالم

toobaa-elibrary.blogspot.com

" A number[1] of student bodies in Lahore held condolence meetings and passed resolutions Lauding the contributions of Maulana Ahmad Ali to enrich the Muslim religious and scholastic spheres. The Islamia Collegeswere closed after the condolence meetings as a mark of respect to the memory of the departed scholar"

مولاناؒ کی دینی اور علمی خدمات کا اعتراف صرف آپ کے معتقدین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ارباب علم وفضل بھی آپ کو عہد حاضر کا ایک بے بدل شیخ التفسیر تسلیم کرتے ہیں۔ ہم چند ایک اخباری سطور پیش کر رہے ہیں، جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ آپ کی پچاس سالہ دینی سرگرمیوں نے خواص وعوام کو کس حد تک متاثر کیا۔

اسلامیہ کالج سول لائنز کے طلبہ نے اپنے دینی وروحانی رہنما کی وفات پر ان الفاظ میں اظہار تاسف کیا۔[2]

"The students of the Islamia College, Civil Lines, in a resolution recounted the services of Maulana in reviving the Islamic traditions of selfless & devoted service in the way of God. The resolution said that the teachings of Maulana has helped to rekindle the fervour for Islam in the hearts of lakhs and lakhs of persons."

---

[1] ڈان پاکستان ٹائمز ۲۰ فروری ۱۹۶۲ء ص ۳

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 آخری کالم۔

اب ہم پاکستان کے مایۂ ناز علمی اداروں کے ریمارکس پیش کر کے اس عنوان کو خیرباد کہتے ہیں۔

The Islamic Studies society department of Islamic studies at a meeting under the chairmanship of Prof; Ala-ud-din Siddique said in a resolution.[1]

"The death of this great religious scholar creates a gulf in the realm of knowledge and spiritualism that cannot be bridged. This sad incident has deprived Pakistan of a pious & holy personality, who rendered great services to the cause of Islam, The Holy Quran and Sunna. His Scholastic and missionary services can never be forgotten

ہم محولہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ عصر حاضرہ کے ملحدانہ اور لادینیانہ اثرات کے باوجود دین اسلام کی صداقت اسلامیان عالم کے قلوب میں اب بھی ضیاباریاں کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی مولانا لاہوریؒ کی دینی خدمات کے سلسلہ میں رطب اللسان ہے۔

دورہ تفسیر کے اختتام پر کامیاب ہونے والے علماء کو سندات مرحمت کی جاتی تھیں؛ سند تفسیر القرآن کی نقل ابتدائی صفحات میں مناسب مقام پر درج کی گئی ہے۔

حضرت شیخ التفسیر علیہ الرحمۃ کے ہر دو درس (عمومی اور خصوصی) کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ آپ کے منجھلے صاحبزادے قاری مولانا حمید اللہ مدظلہ العالی ہر دو درسوں کی سرپرستی کرتے ہیں۔

---

[1] پاکستان ٹائمز ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حجۃ اللہ البالغہ کا درس

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم مجددِ اعظم کا تعارف

ہر کہ از سرِ نبی گیرد نصیب
ہم بہ جبریلِ امیں گردد قریب[1]

امام الائمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان مقدس ہستیوں میں ممتاز ترین حیثیت کے حامل ہیں، جن کو پروردگار کائنات احیائے دین کی وہبی استعداد دے کر بھیجتا ہے۔ آپ نے اُمّتِ مسلمہ کی ہر روشِ حیات کو نہایت قریب سے دیکھا۔ ان کے حسن و قبح پر غور فرمایا۔ دینِ حقّہ کے آئین کی روشنی میں ان کا جائزہ لیا اور پھر اپنی خداداد مجددانہ و مصلحانہ صلاحیتوں سے کام لے کر دینِ مصطفوی کے روشن چہرے سے تمام حجابات کو دور کیا۔ آپ کی تصانیف اسلامیانِ عالم کے ہاتھوں میں ہیں۔ آپ ایک ہی وقت میں محدث بھی تھے، مفسر بھی تھے اور اپنے عہد کے مصلحِ اعظم اور اسلام کے عظیم مفکر بھی تھے۔ آپ نے اسرارِ شریعت کے سلسلے میں حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اسرارِ دین کے علم کی ابتداء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہدِ ہمایوں سے ہو چکی تھی۔ آپ نے اس نبوی علم کی تدوین کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کے عارفانہ مشاہدات کا اندازہ آپ کی تصنیف "فیوض الحرمین" کے مطالعہ سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

"اس کے علاوہ امام الہند شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا فیض جاری تھا۔ انہوں نے مصلح یا مجدد ہونے کا کوئی بلند بانگ دعویٰ نہ کیا تھا لیکن تجدید و اصلاح کا پورا سامان مہیا کر دیا تھا۔ قوم کی اخلاقی اور روحانی قباحتوں کو اپنی تصانیف میں بے نقاب کیا۔[2]

---

[1] - مثنوی مسافر ص۲۱ - اسرارِ شریعت - علامہ اقبال مرحوم۔
[2] - موجِ کوثر ص۹ - از محمد اکرام - ایم اے۔

ملک میں قرآن فہمی اور درسِ حدیث کے چشمے جاری کر دیے۔ جن کی وجہ سے غیر اسلامی عناصر سب کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ اس سے بڑھ کر وہ ایک ایسی صالح جماعت کی بنیاد ڈال گئے تھے، جو ان کی اصلاحی تجاویز کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتی تھی۔

آپ[1] کا شمار اسلام کے جلیل القدر علماء اور عبقریین و نوابغ میں ہوتا ہے اور آپ جیسی عالی پایہ شخصیتیں اور یگانۂ روزگار ہستیاں بہت کم وجود میں آتی ہیں۔ آپ اس صدی کے مجددین میں سے ہیں۔[2]

"اگر آپ[3] پہلے زمانے میں پیدا ہوتے تو آپ کو اماموں کا امام اور مجتہدین میں باعثِ فخر سمجھا جاتا۔"

الغرض! اسلامیانِ عالم کے صحیح العقیدہ مسلمانوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کو اپنی صدی کے مجدد اور حکیم الامت[4] تسلیم کیا ہے۔ حضرت لاہوری[5] نے اپنی تمام زندگی میں فلسفہ ولی اللہی کو سمجھا اور اس کی ترویج و اشاعت کو اپنا لائحہ عمل بنایا۔ مجلسِ ذکر کی تقاریر میں آپ ہمیشہ شاہ ولی اللہ مرحوم کے روحانی مسلک کی وضاحت فرماتے تھے۔ دورۂ تفسیر سے فارغ ہونے والے علماء جو مزید دینی تعلیم کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کو فلسفۂ شریعت اور اسرارِ دین کے سلسلے میں حجۃ اللہ البالغہ سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ یہ درس[6] ۱۹۴۰ء سے شروع ہوا۔

---

[1] - مقدمہ فیوض الحرمین ص۔ از محمد عبدالوحید صاحب۔
[2] - نواب صدیق حسن خان، مقدمہ فیوض الحرمین ص۔
[3] - آپ کے علمی اور ذہنی کمالات واقعی اس تعریف و توصیف کے لائق ہیں، کہ آج بھی اُمتِ مسلمہ آپ کو حکیم الامت اور مجددِ ملت تسلیم کرتی ہے۔
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے استادِ مکرم حضرت شاہ محمد عاشق صاحب "مقدمہ قول کبیر" میں فرماتے ہیں، "بر سالکان طریقت و طالبان حقیقت پوشیدہ نماند کہ چوں حق سبحانہ و تعالیٰ فردے کامل برائے مظہریت و اسرار یہ کامنہ خویش اصطفاء فرماید، وے را بمنزلہ جارحہ خود ساختہ بزبان وے
جاری - اگلا صفحہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم اس درس میں شامل ہونے والے ارشد تلامذہ کے اسمائے گرامی نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم فاضل دیوبند۔ فرزند اکبر حضرت لاہوریؒ بمہاجر حجاز
۲۔ پروفیسر علاؤ الدین صاحب صدیقی۔ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور
۳۔ چوہدری عبدالرحمٰن مرحوم۔ ایم اے۔ ایل ایل بی اسسٹنٹ سیکرٹری سابق پنجاب سیکرٹریٹ
۴۔ مولانا بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔
۵۔ چوہدری عطا اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔
۶۔ حافظ فضل الٰہی صاحب ایم۔ اے۔
۷۔ مولانا غازی خدا بخش مرحوم منشی فاضل
۸۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم۔ مالک الہلال بک ایجنسی۔
۹۔ مولانا سیف الدین مرحوم بہاری فاضل امروہہ۔

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) تکلم سے نمایہ سورین زبان بایں مقام آسکی ذات مجمع آیات مطلع فیض و انوار منبع علوم و اسرار مخزن کنوز کمالات وراثت محمدیہ، معدن نقود موز و صایت احمدیہ مجدد قواعد شریعت ، متقن قوانین طریقت ، متین غواص معرفت ، محقق دقائق حقیقت ، اعلم المحدثین ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد ابوالفیاض شیخ ولی اللہ است۔ مد ظلال ارشادہ علی العالمین الی یوم الدین گم گشتہ صحبت عنادل المعرفت والیقین۔

مولانا قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ کا جہاز سفر حج کے دوران یمن کی کسی بندرگاہ پر رک گیا۔ بعض لوگوں نے بتایا کہ اس شہر میں ایک متبحر بزرگ رہتے ہیں جب ان سے ملاقات ہوئی تو آپ ان کے علم سے بڑے متاثر ہوئے اور دعا کی کہ سند اجازت عطا ہو۔ اس پر اس محدث صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کس کے شاگرد ہیں۔ مولانا نے اپنا سلسلہ تلمذ شاہ عبدالعزیز و فرزند ارجمند شاہ ولی اللہ دہلوی تک بیان کیا۔ وہ بزرگ بولے۔ بس۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ میرے نزدیک شاہ ولی اللہ بمنزلہ شجرہ طوبیٰ کے ہیں کہ جہاں جہاں تک طوبیٰ کی شاخیں ہیں، وہاں جنت ہے، اور جہاں اس کی شاخیں نہیں، وہاں جنت نہیں، اس طرح جہاں شاہ ولی اللہ کا سلسلہ ہے وہاں جنت ہے اور جہاں نہیں، وہاں جنت نہیں۔

(واقعہ مولانا قاسم نانوتوی مرحوم از مقدمہ فیوض الحرمین ص۹)

[۱] ۔ ترجمان ص۲۱۔ عبدالحمید خاں۔ فیروز سنز۔ لاہور۔ (درس خاص الخاص)

۱۰۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب۔ ایم بی بی ایس۔ بی ٹی سی ایس۔
۱۱۔ محمد مقبول عالم صاحب بی۔ اے منشی فاضل۔

حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ مولانا لاہوریؒ کو خواب میں ملے تو فرمانے لگے مولانا! اگر ہم زندہ ہوتے، تو آپ کے درس میں شامل ہوتے۔

خواتین میں درسِ قرآن مجید

عہد نبوت سے لے کر عورت کے دینی مقام کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ صحابیات خصوصاً امہات المومنین رضی اللہ عنھن نے تفقہ فی الدین کے انوار صحبت نبویؐ میں حاصل کیے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ کے ارفع و اعلیٰ مقامات کو کون نہیں جانتا۔ لہٰذا عہد رسالت سے لے کر اب تک علماء ربانی اور مصلحین اُمت نے کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کے تمام مواقع میں خواتین کو مردوں کے دوش بدوش شامل رہنے کی اہمیت کو بلا تامل تسلیم کیا ہے۔ عورت بالعموم تمام مہذب سوسائٹیوں میں بالخصوص اسلامی معاشرے میں تہذیب اطفال اور تربیت اولاد کے لحاظ سے مصدر معظم کی حیثیت رکھتی ہے۔ طبقہ نسواں کی اصلاح تمام معاشرے کی اصلاح کے مترادف ہے۔ خواتین کا زیور علم و تہذیب سے آراستہ ہونا، کسی قوم کے ترقی پذیر ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم "خطاب بہ جاوید" میں فرماتے ہیں:[۲]

ماندت درسِ شخیں با تو داد ۔ غنچۂ تو از نسیم او کشاد
از نسیم او ترا ایں رنگ و بو ۔ اے متاع ما بہائے تو ازوست
دولتِ جاوید از و اندوختی ۔ از لبِ او لا الٰہ آموختی

حضرت شیخ التفسیرؒ نے ابتداء ہی سے ہی اس مسئلہ کی اہمیت کا احساس فرمایا

---

[۱] ۔ پروفیسر علاؤ الدین صدیقی صاحب۔ سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور
[۲] ۔ جاوید نامہ ص۲۳۱۔ خطاب بہ جاوید۔ علامہ محمد اقبال مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور میاں غلام حسین مرحوم کے مکان واقعہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں خواتین کے درس قرآن حکیم کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ درس تقریباً دو سال تک اسی جگہ نہایت پابندی کے ساتھ جاری رہا۔ ازاں بعد اس کو مدرسۃ البنات کی شکل دی گئی، جس کا تفصیلاً ذکر ہم انشاء اللہ تعالیٰ مولاناؒ کے تجدیدی کارناموں میں کریں گے۔

مولاناؒ بحیثیت محدث

مولاناؒ کی زندگی جہاں قرآن حکیم کی خدمت کے لیے وقف تھی، وہاں احادیثِ نبویؐ کی نشر و ترویج کا ولولہ بھی آپ کے دل میں ہر وقت موجزن رہتا تھا۔ درسِ عمومی میں قرآن عزیز کے ساتھ روزانہ مشکوٰۃ شریف یا دوسری کتبِ احادیث موجود ہوتی تھیں اور آیاتِ قرآنیہ کی تشریح و تفصیل کے لیے احادیثِ مقدسہ پیش کی جاتی تھیں۔ آپ کی تمام تصانیف کی ورق گردانی کیجئے۔ شاید ہی کوئی صفحہ ایسا ملے گا۔ جہاں آپ نے رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو عربی رسم الخط میں نقل فرما کر اس کا بامحاورہ ترجمہ تحریر نہ فرمایا ہو۔ آپ کے دینی مضامین ہوں یا تقریری فرمودات ہوں، ان کی ملکوتی اور فردوسی چاشنی کا انحصار صرف احادیث کے ثمرات پر ہوتا تھا۔ آپ کے خطباتِ جمعہ یا مجالسِ ذکر کے مواعظِ حسنہ پر نظر ڈالیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ قرآن پاک کی توضیحات و تشریحات کا ہر پہلو فرامینِ نبویؐ سے متضمن ہوگا۔

آپ کی تمام تحریرات میں جہاں کہیں حضورِ پُر نور شافع ”یوم النشور“ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک آتا ہے تو تنسیق الصفات[2] کے طور پر محمد مصطفیٰؐ، احمد مجتبیٰؐ،

---

[1] ۔ مردِ مومن ص۱۱ ۔ عبدالحمید خان ۔ فیروز سنز۔ لاہور۔

[2] ۔ علم بدیع کی ایک صنعت جس میں ایک موصوف کے کئی اوصاف و صفات متواتر ذکر کرتے ہیں مثلاً وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان ۔ وہ سلیمان وش و موسیٰ کف و صالح جمال (تذکرۃ البلاغہ ۔ ص۱۰ ۔ مصنفہ مولوی ذوالفقار علی ۱۹۲۳ء ڈپٹی انسپکٹر مدارس صوبہ متحدہ)

فخرِ دو عالمؐ، سید المرسلینؐ، خاتم النبیینؐ، شفیع المذنبینؐ، حضور سراپا نور، فداہ ابی و امی کے محبت بھرے القاب دلِ صافی کی گہرائیوں سے نکل کر آپ کی زبانِ قلم پر آتے۔ آپ کی تحریرات قرآن حکیم کی آیات اور احادیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی تقریباً محدود ہیں۔ رسائل خدام الدین جن کی تعداد چونتیس ہے ان میں گلدستہ صد احادیث نبویؐ[1] بھی موجود ہیں۔ اس کی تمہیدی سطور میں آپ نے درج ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ اور محدثانہ حیثیت کا پورا پورا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ آپ کسی موقعہ پر بھی تفسیر بالرائے کے مرتکب نہیں ہوتے۔ بلکہ آپ ہمیشہ احادیث نبویؐ کے پھولوں سے اپنے مسوّدات کو معطر کرتے رہے۔ آپ کی زبان پر یہ ارشاد بار بار دہرایا جاتا تھا۔

”ہادی وہ ہے، جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن حکیم اور بائیں ہاتھ میں مشعلِ حدیث خیر الانامؐ ہو اور وہ ان دونوں نوروں کی روشنی میں خلقِ خدا کی رہنمائی کرے۔“

اب ہم صرورتِ حدیث کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

”قرآن حکیم چونکہ عربی میں ہے اور عربی زبان میں اس قدر وسعت ہے کہ شاید ہی دوسری زبان میں ہو۔ لہٰذا ایک ایک لفظ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ اب اس امر کا پتہ لگانا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے۔ اس کے لیے سوائے زبانِ فیض ترجمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا جس آیت کا جو مطلب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیں وہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہوگی۔ اس کے خلاف جو معنی بھی لیا جائے، خواہ وہ لغتِ عربی کے قواعد و ضوابط کے مطابق ہی کیوں نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہوگا بلکہ مسترد ہوگا۔ لہٰذا جب تک خادمِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو پیشِ نظر نہیں رکھے گا۔ وہ جادۂ اعتدال پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ممکن ہے کہ جو مطلب یہ لے رہا ہے وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد کے خلاف ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے بالعموم اور مبلّغین قرآن کیلئے

---

[1] ۔ رسائل خدام الدین سلسلہ نمبر۲۳ ۔ گلدستہ صد احادیث نبویؐ ص۱ مصنفہ مولانا احمد علی قدس سرہٗ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بالخصوص لازم ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ حدیث شریف کا علم بھی حاصل کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں اور خلقِ خدا کو پیغامِ حق صحیح و سالم پہنچا سکیں۔

گلدستہ صد احادیث کی تمہیدی سطور میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"گلدستہ صد احادیث نبویؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سو حدیثیں مختلف مضامین کی جمع کی گئی ہیں۔ یہ گویا روحانی پھول ہیں، جن کو نمبروار سجا کر پیش کیا جاتا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث کا انتخاب ایک مسلمان کی روزمرہ زندگی کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ایک ایک حدیث قابلِ حفظ اور اسلام کی صداقت کی جان ہے۔ ہم تبرکاً ایک دو احادیث کو اس موقعہ پر نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

ترجمہ (عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے اس دین (متفق علیہ) میں کوئی نئی بات داخل کرے گا، جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔)

آقائے مدنی پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالقِ کائنات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا کرامؑ کے صفاتِ حسنہ اور کمالاتِ ستودہ کا مجموعی حسن و جمال عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے

لہ۔ گلدستہ صد احادیث نبوی مؤلفہ مولانا احمد علی مرحوم۔ شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور۔

سلہ سیّد و سرورِ محمد نورِ جاں ۔ مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
بہترین و مہترینِ انبیاء ۔ جز محمد نیست در ارض و سما
انبیاء و اولیاء تفصیلِ تو ۔ از کمالِ حق شدہ تکمیلِ تو
اے ہزاراں جبریل اندر بشر ۔ بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر
(مولانا روم علیہ الرحمۃ)

(جاری ہے صفحہ)

حضرت مولاناؒ نے گلدستہ صد احادیث کے انتخاب میں جس حسنِ تدبر کا ثبوت دیا ہے ہم اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

نصوصِ قرآنی سے یہ امر واضح شدہ ہے کہ حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت جہاں رحمۃ للعالمینؐ کے انوار سے منور ہے۔ وہاں خاتم النبیینؐ کے شرف و مجد سے بھی نوازی گئی ہے۔ آپؐ دنیا میں نبوت و رسالت کے لحاظ سے اکملیتؐ کے علم بردار بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپ کا دین خیر الادیان اور آپ کی امت خیر الامم ہے۔ مشیتِ ایزدی نے تمام ادوار و حیات کی رُشد و ہدیٰ کے الہامی انوار دینِ مصطفوی کی شمعِ رسالت میں مجتمع فرما دیے ہیں۔ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کی قدسی تصدیق نے اس امر کو حتمی اور مسلّم بنا دیا ہے کہ صبحِ قیامت تک موجودہ دین جہاں تحریف و تبدیل

(بقایا صفحہ گذشتہ) مولانا روم علیہ الرحمۃ آپ کی جوامع الکلمی کی تعریف میں زمزمہ پرداز ہیں۔

صد ہزاراں طبِ جالینوس بود ۔ پیشِ عیسےٰ و دمش افسوس بود
صد ہزاراں دفترِ اشعار بود ۔ پیشِ حرفِ امیش آں عار بود

قرآن مجید۔ مقامِ نبوت و عصمت۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (وحی متلو و غیر متلو کی تفاصیت) وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی کا مژدہ جانفزا بھی آپ ہی کے لئے ہیں۔

اگر علمی دنیا میں کسی شاعر کو دوسرے کے کلام میں کسی لفظ کی تبدیلی کی اجازت ہے تو علامہ اقبالؒ کو شیخ عطارؒ کے شعر سے ایک لفظ کے تبادل پر ہزارہ تحسین و آفرین کا استحقاق پہنچتا ہے۔

شیخ عطارؒ :۔ صد بے حد مر خدائے پاک را ۔ آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را
اقبالؒ :۔ صد بے حد مر رسولِ پاک را ۔ آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

(مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق صفحہ ۳ علامہ اقبال مرحوم)

لہ۔ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورۃ انبیاء ۲۱ آیت ۱۰۷)

سلہ۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔ (آیت ۴۰ پارہ ۲۲)

سلہ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ آیت ۳)

ھ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ حجر ۱۵۔ آیت ۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے محفوظ رہے گا۔ وہاں افراط و تفریط کی قباحت و شناعت بھی اس کے کسی پہلو پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا محولا بالا عائشہ صدیقہؓ کی حدیث دینِ حق کی تمکین کی آئینہ دار ہے۔ چونکہ دینِ اسلام ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس لیے اس کی جزئیات و کلیات میں ترمیم و تنسیخ کی ہرگز گنجائش نہیں۔ اس کے اوامر و نواہی حیاتِ انسانی پر یوں مسلط ہیں کہ اگر ایک لمحہ کے لیے امرِ الٰہی یا سنّتِ رسولِ خدا سے روگردانی کی جائے تو اس کی جگہ بدعت موجود ہوتی ہے۔ حضورِ اکرمؐ اپنے ارشادِ گرامی قدر میں دین میں نئی چیز کے اجراء کو مردود و بدعت قرار دیتے ہیں اور بدعتؓ کے سارے کے سارے تار و پود ضلالت کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ضلالت انجام کار جہنم کا ایندھن ہے۔ الغرض! دینِ اسلام کو قیامت تک صیانتِ الٰہی حاصل ہے اور یہ اپنی بے بدل صداقت کے ساتھ قائم و دائم رہے گا۔

حضرت لاہوریؒ نے اس حدیث کے انتخاب میں قوم کے روحانی مرض کی نباضی فرمائی ہے۔ کیونکہ اس پرفتن دور میں محدثات اور رسومِ باطلہ کے پرستار پیدا ہو رہے ہیں۔ اسی طرح سابقہ ادیان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو فروعی اختلافات و مناقشات نے صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا۔ حاملانِ دین، خود ستائی، حرص و آز، جاہ طلبی اور ہٹ دھرمی کا شکار ہو گئے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ کے ڈگر پر چلتے رہے۔ ان کے دین میں اختراعات و بدعات کی مداخلت نے حقائق کو بے اثر کر دیا۔ بڑے بڑے احبار و رہبان اس طوفانِ بے تمیزی میں بہہ گئے۔

قرآن حکیمؒ نے مبتدعین (علماءِ سوء) اور راسخون فی العلم (علماءِ خیر) کا واضح

ؒ۔ من يعش منكم من بعدي فسيرى اختلافا كثيرا فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة (ب) إنّ خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة (متفق علیہ مشکوٰۃ شریف)

؎ هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِى قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشٰبَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُونَ فِى الْعِلْمِ يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبٰبِ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۷)

الفاظ میں تعارف کرایا۔ اس حقیقت کو اس جگہ نقل کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ مسائلؒ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک بدیہی، دوسرا نظری۔ صحیح طریقہ تعلیم یہ ہے کہ بدیہی اوّل سکھلائے جائیں اور بعد کو نظری کی تعلیم دی جائے۔ کتاب اللہ کے بدیہیات آیات محکمات کہلاتے ہیں اور وہی کتاب الٰہی کی جڑ اور اصول ہیں۔

جو نظریات ہیں وہ متشابہات کہلاتے ہیں۔ اگر صحیح راستہ پر عمل کیا گیا۔ تو نتیجہ صحیح ہوگا۔ ورنہ غلط۔ جن لوگوں کی طبیعت میں زیغ ہے۔ وہ پہلے پہل متشابہات پر بحث کرتے ہیں اور یہ طریقہ محض فتنہ اندازی کے لیے اختیار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ صحیح تاویل جانتا ہے۔ اور راسخون فی العلم بدیہی علوم میں رسوخ حاصل کرتے ہیں۔ وہ متشابہات کی تاویلات میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔

الحاصل! سابقہ معروضات کی غایت یہی ہے کہ مولانا لاہوریؒ نے گلدستہ صد احادیث میں مذکورہ (زیرِ بحث) حدیث کے انتخاب میں امتِ مرحومہ کو ان کے مہلک مرض سے آگاہ فرمایا ہے اور ہدایت کی ہے کہ اختلافات جو مداخلت فی الدین اور بدعات کی حیثیت رکھتے ہوں۔ قوم کے لیے دارین کی ناکامی اور رسوائی کا باعث بنتے ہیں۔

دوسری حدیث جو آپ نے گلدستہ میں نمبر ۵۰ پر نقل فرمائی ہے، درج ذیل کی جاتی ہے تاکہ اس کی افادیت کا جائزہ لیا جا سکے۔

• عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسّروا ولا تعسّروا وبشّروا ولا تنفّروا (متفق علیہ)۔ پروردگارِ عالم نے کلیۃً امیہ رسولِ اکرمؐ فرما کر نبوت و رسالت کے ابلاغ کی اہمیت تمام ادوارِ حیات میں اجاگر فرما دی ہے۔ انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کے لیے مشیتِ ایزدی کی ترجمانی کی۔ رضائے الٰہی کے اصول و قوانین پیش کیے۔ انسانیت کے فضائل و رذائل سے آگاہی بخشی اور ان کے نتائج و عواقب

ؒ۔ حاشیہ مترجم قرآن مجید از مولانا احمد علی مرحوم ص ۷۲، ۷۳۔ شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے خلق خدا کو خبردار کیا۔

اب رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور ارشادِ نبوی کے مطابق آپ کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کی طرح ابلاغِ ہدایت کا فریضہ ادا کرتے رہیں گے۔ لہذا حدیث مذکورہ بالا کی روشنی میں وہ انسان جو اپنی زندگی کا محبوب ترین حصہ دجوانی، تحصیلِ علم کے لیے وقف کرے۔ اس مبارک تعلیم کے حصول کے بعد اپنی قوم کے سامنے ہادی بن کر آئے۔ اس کے اندازِ خطابت نہایت باوقار ہوں۔ اس کی آواز اس کی ضمیر کی گہرائیوں کی پیداوار ہو۔ وہ مشنِ خداوندی کی تبلیغ کے موقعہ پر بہبودئ خلائق سے سرشار ہو۔ اس کی زبان لہجہ کی نرمی خوش کلامی اور حسنِ اخلاق کی عکاسی کر رہی ہو۔ یُسِّرُوا کی روشنی میں احکامِ شریعت کو پیش کرنا ایسے احسن طریق سے ہو کہ سامعین ان پر عمل کرنا اپنی دسترس سے باہر نہ سمجھیں۔ ان کو اپنی غیر مہذب اور لاابالیانہ زندگی کو ترک کر کے ایک مہذب اور بااخلاق روشِ حیات کی طرف رجوع کرنا طبعاً مرغوب ہو۔

چونکہ تبلیغ کا کام انبیاء کرام کا مشن ہے۔ لہذا مبلغ میں وہ تمام صفات ضرور پائی جائیں جن کو فضائل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو خداتعالیٰ نے جب فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا تو ارشاد فرمایا: اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى۔ دیکھیے انبیاء کرام کو خداوندِ عالم اپنی یاد کی کیسے تاکید فرماتے ہیں اور پھر سرکش اور متمرد انسان کے پاس تبلیغ دین کے لیے جانے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ حکم ایزدتعالیٰ پر غور کیجیے۔ فرمایا: فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى۔ معلوم ہوا کہ نرم کلامی ابلاغِ ہدیٰ کی جان ہے۔ تبھی تو دونوں پیغمبر جو معجزات سے لیس ہیں ان کو نرم خوئی اور نرم کلامی کی ہدایت کی گئی ہے۔

---

۱ سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۴۔

وَلَا تَنْفَضُّوْا کے ارشاد میں ترغیبِ دین کے وہ سارے کے سارے پہلو نمایاں ہو گئے، جن سے مخاطبین کو دینِ اسلام دینِ فطرت کا ترجمان نظر آنے لگے۔ تکلیفاتِ شرعی کا اختیار کرنا اسی صورت میں خاص و عام کے لیے مرغوب ہو سکتا ہے کہ ہادی خود عملی تصویر بن کر قوم کے سامنے آئے اور اپنی تبلیغ میں تشدد اور تکلف کی مداخلت کو برداشت نہ کرے۔ بزرگانِ دین کے حالات کو پیش کر کے احکامِ اسلام پر عمل کرنا فطری اور طبعی اقتضاء کے مترادف ثابت کرے۔

آگے سَكِّنُوْا اور لَا تَنْفَضُّوْا میں ان تمام بشارات، اخروی کامرانیوں فردوسی بہاروں اور لحاتِ الٰہی کا ایک حسین و جمیل نقشہ پیش کرنا ہوگا، جو اعمالِ صالحہ اور خصالِ ستودہ کا حتمی نتیجہ ہوتے ہیں۔ سکّنُوا میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مبلغانہ خصلت کی اتباع کا حکم موجود ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بایں الفاظ تعریف بیان فرمائی ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ نے مندرجہ بالا حدیث کے انتخاب میں تمام افرادِ امت کو بالعموم اور علماء کرام کو بالخصوص ابلاغِ ہدایت کا نہایت پسندیدہ اور مسنون طریقہ بتایا ہے۔ احکامِ دین کی نشر و اشاعت مسلمانوں کا نہایت مقدس فریضہ ہے۔ جس کی تاکید قرآنِ حکیم اور احادیث میں ہوئی اور احادیث میں بار بار وارد ہوئی۔ گویا اسلام کے دائرہ میں تمام مرد و زن بَلِّغُوْا، عَنِّيْ وَلَوْ كَانَ آيَةً کے پابند ہیں۔

ہم نے گلدستہ صد احادیث مرتبہ مولانا احمد علی مرحوم سے صرف دس حدیثوں کی افادیت پر اپنی ناقص رائے کا اظہار کیا ہے ورنہ آپ کی منتخبہ تمام حدیثوں کی انفرادی حیثیت شریعتِ غرّا کی ایک بے بدل تفصیل ہے۔

۱۔ سورہ آلِ عمران ۳ آیت ۱۵۹

۲۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (آل عمران ۳ آیت ۱۰۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

علاوہ ازیں حضرت مولاناؒ نے خدمتِ احادیث کے سلسلے کو تمام زندگی جاری رکھا۔ قرآن حکیم کی اشاعت سے جہاں آپ نے زندگی کے کسی حصے میں بھی تساہل نہیں برتا، وہاں حدیث نبوی ﷺ کی ترویج کو بھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے فراموش نہیں کیا۔

آپ کی سرپرستی میں ایک ہفت روزہ (خدام الدین) کی اشاعت شروع ہوئی۔ آپ نے اس کا پہلا صفحہ احادیث نبویؐ کے لیے مخصوص کیا تھا۔ مناسب حال حدیثوں کا انتخاب، ان کا ترجمہ اور تشریح وغیرہ آپ کے ذمے تھی۔

خلاصۃ المشکوٰۃ

مشکوٰۃ المصابیح تمام صحاح ستہ کا نچوڑ ہے۔ آپ نے پوری محنت اور دیدہ ریزی سے اس کا ایک خلاصہ ترتیب دیا اور اس کا نام خلاصۃ المشکوٰۃ رکھا۔ یہ مبارک مجموعہ جمادی الاوّل ۱۳۴۱ھ کو طبع ہوا۔ آپ نے اس کو کتاب الرقاق[2] سے شروع فرمایا۔ ہم اس مجموعہ احادیث کی ہر فصل کی ایک دو حدیثوں کی علمی اور روحانی افادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

عن ابن عباسؓ[3] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وَسلّم نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ (رواہ البخاری مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق ص۴۳۹ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)

انسان[4] اچھی طرح سے عبادت تب ہی کر سکتا ہے کہ تندرستی کے علاوہ دنیاوی

۱۔ مولانا احمد علی مرحوم کے اپنے تعمیر شدہ مدرسہ قاسم العلوم کی لائبریری میں حدیث اور اصولِ حدیث پر ۳۰۵ کتب موجود ہیں۔ (راقم الحروف لال دین اخگر)

۲۔ یہ کتاب ان باتوں کے بیان میں ہے جو دل کو نرم کرنے والی ہے۔

۳۔ عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو نعمتیں ہیں۔ ان میں بہت لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک ان میں تندرستی ہے۔ دوسری فراغت

۴۔ خلاصۃ المشکوٰۃ ص۲ حاشیہ ۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ضرورتوں کے پورا ہونے کے باعث وہ بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ ان دونوں نعمتوں کے میسر آنے کے بعد جو شخص عبادت نہ کرے۔ اس سے بڑھ کر اور کون گھاٹے میں ہو سکتا ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا[5] نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔ انفس و آفاق کا ہر گوشہ نعمائے الٰہی کا ایک حسین گہوارہ ہے۔ آفتاب عالم تاب کی ایک سنہری شعاع نسیم صبحگاہی کا ایک عطر بیز جھونکا۔ ماہ چہاردھم کی سکون آفریں صورت۔ کوہساروں کا سحر آگیں سکوت۔ مرغانِ سحر خیز کی تسبیح خوانیاں، ریگ زاروں میں غنچوں کی مسکراہٹ اور ہواؤں اور فضاؤں، صحراؤں اور بحروں میں نعمتوں[6] کے خزائن پر ایک سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو کون ہے جس کی روح قدرت کردگار کے اس منظم و مرتفع نظام حیات کو دیکھ کر محوِ حیرت و استعجاب نہ ہو جائے۔ کسی شیدائے فطرت کی زبان کے الفاظ سنیے ؎

؎ قطرہ چاہیے، تو تھکا دے۔ مجھے صحرا بن کر

دوسری جگہ ؎ تو جو چاہے، تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب

اب ہم ارشادِ نبویؐ پر غور کرتے ہیں۔ آپؐ کے ارشادِ گرامی سے جن دو نعمتوں کا پتہ چلتا ہے۔ یہی دو نعمتیں سرمایۂ حیات ہیں۔ یہی وہ مجمل الفاظ ہیں۔ جن کی تفصیل تمام تر نعمتوں کو محیط ہے۔ صحت اور فارغ البالی حیاتِ انسانی کے دو ایسے پر ہیں، جن کی مدد سے وہ عالم لاہوت تک پرواز کر سکتا ہے۔ شب زندہ دار سعید روحیں اگر نان و نفقہ کی پریشانیوں سے آزاد ہوں۔ تو بفضلِ خدا تعالیٰ عبادت گزاری میں نفس گدازی کی منزل پر پہنچ کر انقطاع عن الخلق اور احتیاج دلی اللہ کے مقام کو حاصل کر سکتی ہیں۔

۵۔ سورہ النحل ۱۶۔ آیت ۱۸۔

۶۔ صبحِ ازل کی ہے نمود چاک ہے پردہ وجود۔ دل کیلئے ہزار سود، ایک نگاہ کا زیاں۔
(نظم ذوق و شوق۔ بالِ جبریل ص۱۵۱۔ علامہ اقبال مرحوم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کافر[۱] کی یہ پہچان - کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان - کہ گم اس میں ہیں آفاق

افلاس عبادتِ الٰہی کے سرور کو مجروح کر دیتا ہے۔ توجہ الی اللہ حضورِ قلب، اور دلجمعی کی نعمت نیکو فطرت امراء کو باسانی حاصل ہو سکتی ہے اور اسی طرح ایک بیمار اور اپاہج کی ہاؤ ہو سے ایک صحت مند نوجوان کی شب بیداریاں اور عشقِ الٰہی میں آہ و زاریاں خداوند عالم کو زیادہ محبوب ہوتی ہیں۔ صحت اور مرفہ الحالی کا امتزاج اگر منہاجِ نبوت پر گامزن ہو جائے تو پہلی منزل فردوسِ بریں[۲] کی جاودانی بہاروں پر منتج ہوتی ہے اور اگر اغوار شیطانی کے زیر اثر زندگی بسر کرے تو قہر جہنم[۳] کی مہیب اور دردناک سزائیں اس بدنصیب انسان کا مقدر بن جاتی ہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد منعمِ حقیقی اپنی ہر نعمت[۴] کے متعلق ضرور سوال کرے گا۔

نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے حقوق اللہ اور اسی طرح حقوق العباد کے میدان میں تمام فرائض کی حسنِ ادائیگی کا تمغہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ مسلمان جسمانی لحاظ سے بھی صحت مند ہو اور ساتھ ہی فکرِ معیشت سے آزاد بھی ہو۔ کنجی کیا نہائے گی اور کیا نچوڑے گی؟ غریب اور بیمار لوگوں کو تو اپنی ضروریاتِ زندگی کا پورا کرنا دوبھر ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی دستگیری خاک کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حکومتِ الٰہیہ کا تعارف بایں الفاظ فرمایا ہے۔ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ[۵]

۱۔ ضربِ کلیم ص۳۱۔ عنوان کافر و مومن۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ
۲۔ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری ۔ وقتِ پیری گرگِ ظالم میشود پرہیزگار (شیخ سعدی)
۳۔ فَاَلْہَمَہَا فُجُوْرَہَا وَتَقْوٰىہَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰىہَا۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىہَا۔ سورۃ الشمس آیت ۸تا۱۰
۴۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۔ سورۃ التکاثر ۱۰۲۔ آیت ۸
۵۔ سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۴۷۔

مولانا نے اس حدیث کو خلاصۃ المشکوٰۃ کی پہلی حدیث کی حیثیت سے نقل فرما کر اپنے مصلحِ قوم ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اگر آج مسلمان قوم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث پر عمل پیرا ہو جائیں، تو وہ اپنی عظمتِ رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا خوابیدہ قوم کی بیداری کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی نسخہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ کہ افراد قوم کو خدا تعالیٰ کی ان دو صحت اور نعمت، نعمتوں کو یاد کرا کر دعوتِ عمل دی جائے۔ وہ ان نعمتوں سے پوری طرح متمتع ہونے کے لیے مستعد ہو جائیں اور انجام کار محبوبِ فطرت بن جائیں ؎

یہی[۱] آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے

دوسری حدیث جو اس باب میں پانچ نمبر پر نقل کی گئی ہے اس میں احکامِ دین کے اسرار و نتائج نہایت اعلیٰ بصیرت سے بیان کئے گئے ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ[۲] النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ (متفق علیہ)

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وحیٔ غیر متلو کا حکم رکھتے ہیں۔ آپ کائنات کے آخری دین کے شارح اور مقنن ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کی تشریح و تبیین[۳] کا داعیہ نہ صرف آپ کو ودیعت کیا گیا ہے۔ بلکہ حکمتِ[۴] ربانی اور انوارِ تزکیہ و تصفیہ کی سرمدی دولت سے آپ کو نوازا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم کے

۱۔ بانگِ درا۔ علامہ اقبال مرحوم نظم "تصویرِ درد" ص۹۲
۲۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا فرمایا رسول خدا نے دوزخ کو خواہشاتِ نفسانی سے ڈھانک دیا گیا اور بہشت کو طبیعت کو ناپسندیدہ امور سے ڈھانک دیا گیا (ترجمہ کتاب الرقاق ص۴۳۹)۔
۳۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ پارہ ۲۹۔ سورۃ القیامۃ آیت ۱۹
۴۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (پارہ ۱۔ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسرار و رموز اور اوامر و نواہی کے واعیانہ بیانات سے آپ کی ضمیر کو انشراحِ[1] کے سرمایہ سے وہبی طور پر مالا مال کیا گیا ہے۔ آپ کی مبارک زبان میں انحصار و ایجاز اور فصاحت و بلاغت کے موتی گرانمایہ رکھے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث کے صوری اور معنوی محاسن کا بیان کرنا مجھ جیسے مبتدی کی دسترس سے یقیناً باہر ہے۔ مگر حسبِ استعداد چند سطور کا حوالۂ قلم کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ہم حدیثِ زیرِ عنوان کی تشریح و توضیح کے لیے قرآنِ حکیم سے شواہد پیش کرتے ہیں۔ خالقِ کل نے انسانی فطرت کے طبعی میلانات کا راز افشار کرتے ہوئے فرمایا ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ[2]

علمِ نفسیات (Psychology) کے ماہرین نے بھی مذکورہ بالا آیت کے حقائق کو تسلیم کیا ہے۔ جنسی مرغوبات اور سرمایہ پرستی کے جذبات انسانی خمیر کے اجزائے ترکیبیہ ہیں۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محولا بالا حدیث میں انسانی فطرت کے تمام رذائل و فضائل اور ان کے نتائج کی خبر دی ہے۔ ان کو ایسے تمثیلی رنگ میں پیش کیا ہے کہ فقط اسی حدیثِ مقدسہ کے محاسن پر غور کر کے ہی آپ کو بلا تامل افصح العرب تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ انسانی فکر کو ایسا معراجِ کمال حاصل ہونا ناممکن ہے۔ جب تک تائیدِ ایزدی دستگیری نہ فرمائے۔ آپ کے فرمودات ملکۂ نبوت اور نورِ نبوت کا نتیجہ ہیں۔ خواہشِ شیطانی کے تمام میلانات روحِ حیوانی کی عارضی

---

[1] اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورہ ۹۴۔ آیت ۱)

[2] عمران ۳۔ آیت ۱۴۔

لذت کا باعث بنتے ہیں۔ بدنظری، زنا، چوری، فریب دہی، جھوٹ، غیبت، شراب خوری، جوا بازی، رشوت خوری، خودستائی وغیرہ بدفطرت انسانوں کی شامتِ اعمال کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ لذتِ عاجل جو جسم کو وقتی طور پر حاصل ہوتی ہے۔ اس کو روحانی اور دائمی مسرت و لذت پر ترجیح دیتے ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے خسران میں جا پڑتے ہیں۔ آج کل رقص و سرود اور خصوصیت سے سینما بینی اور ٹی۔ وی کا دور دورہ ہے۔ اس سے روحِ حیوانی کی پرورش ہوتی ہے اور روحِ ملکوتی کو ضرر پہنچتا ہے۔ سابقہ آیات میں بھی پروردگارِ عالم نے انسانوں کی کم فہمی، بے بصری، کور باطنی اور ناعاقبت اندیشی کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ انسان شہوانی جذبات سے مغلوب ہوتا ہے۔ انسان مال و جاہ کی حرص کا شکار ہو جاتا ہے۔ سونے چاندی کے خزائن، شاہانہ تزک و احتشام کی سواریوں اور جاگیرداریوں پر شور رہتا ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں فریبِ نظر کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہاں اس دنیا میں رہ کر (الدنیا مزرعۃ الآخرۃ) نیک اعمال کا توشہ اکٹھا کر لے تو خدا تعالیٰ کے ہاں (حسن المآب) مقامِ شرف و مجد پر فائز کیا جائے گا۔

اس مفہوم کی تعبیر رسولِ انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ تمام اعمالِ بد جن کا نتیجہ جہنم ہے۔ کوتاہ بین، ظاہر پرست اور بدنصیب لوگوں کو حسین و جمیل معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی مثال آپ نے خوبصورت پردہ سے دی ہے جس کے نیچے یا دوسری طرف جہنم کے شعلے لپک رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں جنت کو ایسے پردے میں چھپا رکھا ہے کہ ظاہر بین نگاہوں کو اس رستے کی وادی پرخار اور سنگلاخ چٹانوں سے پٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ (تکالیف شرعی، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، حقوق العباد، خدمتِ خلق اور عبادتِ الٰہی اس ظلوماً جہولاً کی طبع فریب خوردہ پر گراں گذرتی ہیں۔ یہ عارضی عیش و آرام میں اپنی قیمتی متاعِ حیات کو ضائع کر رہا ہے۔ حالانکہ اگر وہ چند روزہ زندگی کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حسنِ ادائیگی میں صرف کرتا اور اپنی عارضی جسمانی لذت[1]

---

[1] ۔ دنیا کی لذت اور الم دو قسم پر ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ جس چیز میں جسم کی لذت ہے۔

(جاری ہے۔ اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے پیچھے نہ پڑتا تو لازماً اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کر لیتا۔

الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔ کے ارشادِ گرامی میں مومن و کافر کے رستوں کا بُعد اور تضاد سامنے آجاتا ہے۔ کافر دنیا کا شیدا ہے اور اس کی فکر دنیا کے لیے ہے۔ لیکن مومن دنیا میں رہ کر توشۂ آخرت جمع کرتا رہتا ہے۔ تکلیفاتِ شرعی کو قبول کرتا ہے۔ آفاتِ ارضی و سماوی اور معاندین کی چیرہ دستیاں اس کی دنیا کو قید خانہ سے بدل دیں تو بدل دیں۔ لیکن اس کے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ قید خانہ میں عیش و آرام کا تصور کرنا سراسر حماقت[2] سے مناسبت ہے۔ وہ صبر و توکل کے بازوؤں سے پرواز کرتا ہوا، خدا تعالیٰ کی معیت[3] کا مقام رفیع حاصل کر لیتا ہے۔

ہم اگر کتاب خلاصۃ المشکوٰۃ کے باقی ابواب و فصول میں سے چند حدیثوں پر تبصرہ کریں۔ یہ عمل مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا۔

القصہ! مذکورہ بالا تالیف کو باقاعدہ اعراب کی تصحیح کے ساتھ طبع کرایا گیا ہے تاکہ ہر خواندہ مسلمان اس سے علمی اور روحانی طور پر منتفع ہو سکے۔ حاشیہ پر نہایت سلیس اور

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس میں روح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے۔ اس میں روح کی لذت ہے۔ پس روح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور اس جہان میں کہ روح جسم کے مقام میں اترا ہوا ہے اور جسم اور جسمانی میں گرفتار ہے۔ روح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کی لذت سے اس کو لذت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ۔ انہی کی شان میں صادق ہے۔ روح کی بیماری کے باعث انسان اپنے رنج کو لذت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے۔ جیسے کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا محسوس کرتا ہے۔ دفتر اوّل مکتوب ۴۳ ص ۱۴۲-۱۴۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بنام شیخ فرید)

[2] مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق ص ۴۳۹ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

[3] اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (پارہ ۲۔ سورہ بقرہ ۲۔ آیت ۱۵۳)

عام فہم زبان میں بعض احادیث کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ تمام مندرج و مشمولہ احادیث کا بامحاورہ ترجمہ لکھا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے۔ درِ اصل ہند و پاک کے مسلمانوں کے دل میں حدیثِ نبویؐ کے مطالعہ کی رغبت اور احیاءِ سنّت کی ایک احسن صورت ہے۔ مذکورہ واقعات کی روشنی میں اگر حضرت لاہوریؒ کو شیخ الحدیث تسلیم کیا جائے تو ہر لحاظ سے آپ کو اس دینی لقب کا استحقاق پہنچتا ہے۔

طینتِ[1] پاک مسلماں گوہر است
آب و تابش از یم پیغمبرؐ است

مولانا لاہوریؒ کا فقیہانہ مسلک

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ۝[2] کے ارشادِ ربّانی نے صحابہ کرامؓ کے قلوب کے تمام گوشوں کو دولتِ ایمان سے مالا مال کر دیا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نہ صحابی ہیں نہ تابعی ہیں اور نہ ہی تبع تابعی۔ رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی عقیدت کا اظہار بایں الفاظ پیش کر رہے ہیں۔

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر
بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

صحابہ کرام اجمعین کی شان ہی تمام امت سے منفرد ہے وہ دین کے معاملے میں حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جنبشِ لب کو وحیِ الٰہی یقین کرتے تھے۔ ان کو شریعتِ طاہرہ کے اسرار و حکم معلوم کرنے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

---

[1] اسرار و رموز ص ۱۶۸ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] سورہ النجم ۵۳ آیت ۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیونکہ ان کے سامنے اسوۂ حسنہ[1] کا ایک نورانی پیکر اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ ہر آن جلوہ گر رہتا تھا۔ وہ ظنون[2] و اوہام کی دلدل سے آزاد اور یقینیات کے فردوس میں آباد تھے۔ وہ عین الیقین کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اللہ! اللہ ان میں اصحاب بدر، عشرۂ مبشرہ[3] اور اصحاب صفہ[4] موجود تھے۔

لیکن مہر رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی روپوشی کے بعد صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے احکام دین میں تفکر و تدبر کرنا شروع کیا۔ کیونکہ مسائل کی نئی نئی شکلیں اور نئے نئے جزئیات بمقتضائے زمانہ نظروں کے سامنے آنے لگے۔

ا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

(ممتحنہ ۶۰ - آیت ۶)

۲۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا (الحجرات ۱۵)

۳۔ یہ عجیب منظر تھا کہ اتنی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سخت خشوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے "خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے آج پورا کر۔ محویت کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر پڑتی ہے اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی" کبھی سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔ (سیرۃ النبی جلد اول ص۳۱۲ شبلی)

۴۔ ابوبکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ وطلحۃ فی الجنۃ والزبیر فی الجنۃ وسعد بن مالک فی الجنۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ وابو عبیدہ بن الجراح فی الجنۃ وسعید بن زید فی الجنۃ (ترمذی)

۵۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تھا۔ صحابہؓ میں سے اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار وغیرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی عبادات اور آنحضرت کی تربیت پذیری پر نذر کر دی یہ لوگ مسجد کے پاس سے رات دن وہیں رہتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص۲۹۲ شبلی نعمانی

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ واقعات اس کثرت سے پیدا ہوئے کہ اجتہاد و استنباط کی ضرورت پڑی اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا۔ اکثر مسئلوں میں صحابہ کرامؓ کی مختلف رائیں قائم ہوئیں۔ صحابہؓ کو ان صورتوں میں استنباط، تفریع، حمل النظیر علی النظیر، قیاس سے کام لینا پڑا۔ غرض صحابہؓ ہی کے زمانے میں احکام و مسائل کا ایک دفتر بن گیا۔ صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا۔ وہ مجتہد یا فقیہ کہلاتے۔ ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے۔ عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(سیرۃ النعمان ص۶۹ - مولانا شبلی نعمانی مرحوم بحوالہ شاہ ولی اللہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو بتلایا کہ فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے بعد سنت اور اس کے بعد باہمی مشورہ اور اپنی رائے کو پیش نظر رکھیں۔ آپؐ کے فیض صحبت سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت سلمان فارسی اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے نامور فقہا پیدا ہوئے۔ خواتین سے حضرت عائشہؓ حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت اسما، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے اپنے علوم سے دنیائے اسلام کو منور کیا۔

(الحدیث النبوی فی تدوین الفقہ ص۱۳ از حافظ نصیر الدین فاضل دیوبند معلم اسلامیات، جامعہ پنجاب، لاہور)

اشاعت اسلام کی ابتدائی دور نے عربی قبائل کے بہترے جتھوں کو صحرائے عرب سے نکالا جس کے حدود عرب کے شمالی اور مشرقی حصہ سے لے کر شام اور سواحل فرات تک پھیلے ہوئے تھے۔ مال غنیمت اور فتوحات کے شوق نے ان وحشی قبائل کو اپنے افعال میں متحد الغایت بنا دیا اور زیادہ دن گذرنے نہیں پائے تھے کہ شام و بابل کی سلطنتیں خلیفۂ وقت کے قبضۂ اقتدار میں آگئیں۔ ان دونوں ممالک میں اس وقت ایسی قومیں آباد تھیں۔ جن کے پاس قدیم ترین زمانہ سے ایک حد تک اعلیٰ سے اعلیٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمدن موجود تھا۔ اس لیے عربوں کو ان وسائی عناصر سے سابقہ پڑا، جو ان کے لیے بالکل ہی نئے تھے۔ ملک شام میں اسلام کو ایک ایسا مذہبی نظام ملا جس میں نموئے انتزاعی موجود تھا اور جس کی بنیاد منطقی اصول پر ایک عرصۂ دراز کے منطقیانہ مباحث و اختلافات کے بعد پڑی تھی۔ بابل میں بہتیرے مذاہب پہلو بہ پہلو ایسے موجود تھے، جن کی باہمی رواداری قدیم جاہلیت کے خلافِ عادت مذہبی کے لیے مائۂ ناز تھی۔ اسلام نے ان قدیم معتقدات سے ایک سخت ٹکر کھائی، جس سے وافر مرکبات اور نتائج متنوعہ حاصل ہوئے۔

خلفائے بنو امیہ جو صرف عیش کے بندے تھے، عیسائیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ غیر متعصبانہ پیش آتے تھے۔ عیسائی محض دربارِ شاہی میں آزادانہ گھس نہیں آتے تھے بلکہ ان کو سلطنت کے نہایت معتمد عہدے بھی ملتے رہتے تھے۔ سرجیس جان دمشقی کا باپ خلیفہ عبدالملک کے دربار میں مشیرِ اول کا درجہ رکھتا تھا۔

مسلمانوں نے یونانی رہبتوں کی صحبت میں جو فنِ مناظرہ میں لطیف دستگاہ رکھتے تھے فلسفیانہ مباحثے سیکھے۔ سلہ افادات وان کریمر متعلق تمدن اسلام حصہ دوم از افادات مہدی ص۱۵۲، ۱۵۵ حاسنت پور۔ گمدکپور جون ۱۹۲۲ء مرتبہ دسوگوار مہدی بیگم)

اور آئندہ چل کر مختلف ممالک کی فتوحات نے اسلام کے حلقے میں ایسے لوگ شامل کر دیئے جو قبولِ اسلام سے پہلے منطق، فلسفہ اور حکمتِ یونانی کی مکمل واقفیت رکھتے تھے۔ ان لوگوں نے آہستہ آہستہ اسلامی درباروں میں رسائی حاصل کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسلام کی ہر چیز پر نگاہیں پڑنے لگیں۔ دین کے ہر معاملے میں موشگافیاں شروع ہو گئیں۔ اس موقع پر خدائے ذوالمنن نے خیر الامم میں وہ اربابِ علم و فضل اور افرادِ ہمسلہ

سلہ۔ امام ابو حنیفہ م ۱۵۰ھ، امام مالک م ۱۷۹ھ، امام شافعی م ۲۰۴ھ، امام احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ، امام ابو یوسف م ۱۸۲ھ، امام زفر بن ہذیل کوفی م ۱۵۸ھ، امام محمد بن حسن شیبانی م ۱۸۹ھ، امام حسن بن زیاد کوفی م ۲۰۴ھ۔ یہ مقدس حضرات مع اپنے تلامذہ کے آسمانِ فقہ پر درخشاں ستاروں کی طرح چمکتے رہے۔
(الحدیث اللخیج فی تدوین الفقہ ص۴۵ مصنفہ حافظ نصیر الدین صاحب فاضل دیوبند مسلم اکادمیا جامعہ پنجاب لاہور)

پیدا کئے۔ جن کی کوششوں نے ایک طرف اسلام کو فلسفیانہ موشگافیوں کی دستبرد سے محفوظ رکھا اور دوسری طرف دینِ اسلام کے صحیح خدوخال کو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیا۔ فکر و قیاس نے اگر ایک مسئلہ کی ہزاروں صورتیں پیدا کیں تو آئمہ دین نے اپنی وہبی قوتوں سے ان سب کا جواب دیا۔ الغرض فقہی مسائل کا چرچا عام ہو گیا اور فقہا میں برگزیدہ ہستیوں کو جمہور مسلمانوں نے آئمہ دین تسلیم کر لیا۔

ہم اس مختصر تمہید کے بعد حنفی فقہی مسلک کی افضلیت کو چند تاریخی شواہد سے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ کے حنفی مسلک کی ثقاہت اور عظمت و امتیاز کی وضاحت نظروں کے سامنے آجائے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ جو اسلامی مؤرخین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ امام مالک اور امام شافعی کی فقہ کی چند خصوصیات بیان فرما کر رقمطراز ہیں سلہ "باوجود اس کے ان کی فقہ (امام ابو حنیفہؒ کی فقہ) کا تمام ممالکِ اسلامیہ میں وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقۂ فقہ انسانی ضرورتوں کے نہایت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا اور بالخصوص تمدن کے ساتھ جس قدر ان کی فقہ کو مناسبت تھی۔ کسی کی فقہ کو نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اور آئمہ کے مذہب کو زیادہ تر انہیں ملکوں میں رواج ہوا جہاں تہذیب و تمدن نے زیادہ ترقی نہیں کی۔ علامہ ابن خلدون اس بات کی وجہ بتاتے ہیں کہ مغرب و اندلس میں بدویت غالب تھی اور وہاں کے لوگوں نے وہ ترقی نہیں حاصل کی تھی جو اہلِ عراق نے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ کی فقہ کے سوائے اور کسی فقہ کو وہاں فروغ نہ ہو سکا"

مولانا شبلیؒ نے فقیہ کی دو حیثیتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک شارح اور مفسر کی حیثیت اور ایک مقنن کی حیثیت۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اسلام میں بہت سے نامور

سلہ۔ سیرۃ النعمان ص۸۱۔ مولانا شبلی نعمانی۔ مطبوعہ مرکنٹائل پریس۔ لاہور۔
سلہ " " ص۸۲ " " " " " "

toobaa-elibrary.blogspot.com

گذرے ہیں جو قرآن و حدیث کے عمدہ مفسر یا شارح تھے، لیکن مقننانہ قابلیت سے معرا تھے اور اس طرح ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو مقنن اور واضع قانون تھے لیکن نصوصِ شرعی کے مفسر نہیں کہے جا سکتے۔ جہاں تک ہماری واقفیت کا تعلق ہے اسلام کے اس وسیع دور میں قدرت نے یہ دونوں قابلیتیں جس اعلیٰ درجہ پر امام ابوحنیفہؒ میں جمع کر دی تھیں، کسی مجتہد یا امام میں مجتمع نہیں ہوئیں۔"

اب ہم امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کی فقہ کے خصائص پر روشنی ڈالتے ہیں۔[1]

۱۔ فقہ حنفی کا اصولِ عقل کے موافق ہونا۔
۲۔ فقہ حنفی کا آسان اور سہل ہونا۔
۳۔ معاملات کے قواعد نہایت وسیع تمدن کے موافق ہیں۔
۴۔ فقہ حنفی کا نصوصِ شرعی کے موافق ہونا۔
۵۔ ذمیوں کے حقوق میں فیاضی۔

مولانا شبلی نعمانیؒ نے مؤرخانہ تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب تھے۔ سیرۃ النعمان سے بیسیوں ایسے حوالے مل سکتے ہیں، جن سے حنفی مسلک کی افضلیت کا ثبوت ملتا ہے۔

اب ہم امام روحانیاں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی معرکۃ الآرا کتاب فیوض الحرمین میں سے چند ایک عبارات پیش کرتے ہیں تاکہ حنفی مسلک کے کامل و اکمل ہونے کے مزید دلائل سامنے آجائیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں: "مجھے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

---

[1] سیرۃ النعمان ص۱۱۵ مصنفہ مولانا شبلی نعمانیؒ مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور۔

[2] فیوض الحرمین ص۴۸ مشہد ۱۸: عرّفنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أنّ فی المذهب الحنفی طریقةً أنیقةً هی أوفق بالسنّة المعروفة التی جُمعت و نُقّحت فی زمان البخاری و أصحابه و ذلك أن یؤخذ من أقوال الثلاثة قولُ أقربهم بها فی المسألة ثم بعد ذلك أن یُ

ہے کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے اور وہ بہت موافق ہے۔ اُس طریقہ مسنونہ کے جو کچھ مدوّن اور منقح کیا گیا بخاریؒ اور اس کے اصحاب کے زمانے میں وہ یہ کہ مسئلہ میں اقوالِ ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین میں سے جو قول اقرب بالسنت ہو، اسے اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد ان فقہاء احناف کی کلیتہً اتباع کی جائے جو علماء حدیث میں سے ہیں۔ کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو امام صاحب اور صاحبینؒ نے اصول میں بیان نہیں کی ہیں اور نہ ہی ان کی نفی کی ہے۔ اور احادیث ان پر دلالت کرتی ہیں تو ان کا اثبات ضروری ہے اور یہ سب مذہب حنفی ہے۔"

ایک مشاہدہ[1] میں آپ نے فقہ حنفی کو اکسیرِ اعظم اور کبریتِ احمر بھی فرمایا ہے۔

مذاہبِ[2] اربعہ میں سے کسی کی تقلید کا ضروری ہونا بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کی مذکورہ بالا کتاب سے ثابت ہے۔

(حاشیہ پچھلا صفحہ)
یتّبع أجوبة الفقهاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فرُبّ شیءٍ سکت عنه الثلاثة فی الأصول وما تعرّضوا لنفیه و دلّت الأحادیث علیه فلیس بُدٌّ من إثباته والکلّ مذهب حنفی۔"

[1] ولیس فیه تأویل بعید ولا ضرب بعض الأحادیث ببعض ولا ترك حدیث صحیح بقول أحد من الأمّة وهذه الطریقة إن أتمّها الله ولکنّها فی الحدیث الکبریت الأحمر والإکسیر الأعظم

(فیوض الحرمین ص۶۴ اجمالی مشہد ۱۳ مصنفہ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

[2] حنبلی، مالکی، شافعی، حنفی مذاہب۔ علاوہ ازیں فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک سے عرض کیا کہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی مذاہب کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے تو آپ نے فرمایا "میرا دین ان چاروں مذاہب میں دائر ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس گئے گذرے زمانے میں جبکہ تہذیب مغرب کی پرستاری کا جنون تمام اقوام پر مسلط ہو چکا ہے اور کتاب و سنت میں تدبر و تفکر کرنے والے لاکھوں میں بھی نہیں ملتے۔ آئمہ اسلاف اور مجتہدین اسلام کی تقلید کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ جن کو قدرت نے عالیانِ اسلام کی نباضی کی استعداد وہبی طور پر عطا فرمائی ہے۔ "در زمانۂ انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است"[1] کے عنوان میں ارشاد فرماتے ہیں

مضمحل گردد چو تقویم حیات ۔ ملت از تقلید مے گیرد ثبات
راہِ آبا رو کہ ایں جمعیت است ۔ معنیٔ تقلید ضبطِ ملت است
نقش بر دل معنیٔ توحید کن ۔ چارۂ کارِ خود از تقلید کن
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر ۔ اقتدا بر رفتگان محفوظ تر
عقلِ آبایت ہوس فرسودہ نیست ۔ کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست
فکرِ شاں ریسد ہمے باریک تر ۔ ورعِ شاں با مصطفےٰ نزدیک تر

اس کے بعد علامہ موصوف ملتِ بیضا میں حق اندیشوں کے قحط کا ذکر فرماتے ہیں۔

[2] ذوقِ جعفرؒ ۔ کاوشِ رازیؒ نماند
آبروئے ملتِ تازی نماند
تنگ بر ما رہگذارِ دیں شد است
ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است

اب علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی کے چند ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں۔

[3] "یہ اتنے حافظ تمام اکابر ملت اور ہر قرن کے علماء فحول جو اجتہادی شان تک رکھتے ہیں۔ تقلیدِ معین کے دائرے سے باہر نہیں ہوئے بڑے بڑے حفاظِ حدیث

---

[1] اسرار و رموز ص۱۴۲ مصنفہ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔
[2] " " " " " " " " " "
[3] الاجتہاد والتقلید ص۲۶ مصنفہ علامہ قاری محمد طیب مدظلہٗ۔

اور اکثر و بیشتر ارباب سنن و جوامع مقلد ہی ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے عام محققین اور خصوصاً ولی اللہی خاندان اور سلسلے کے تمام وہ اکابر جن کی تحقیقات اور ربط لف و معارف ائمہ اجتہاد کا دور یاد دلاتی ہیں۔ خود اپنے لئے اور اپنے حلقۂ اثر کے لیے تقلیدِ معین ہی کو ضروری سمجھتے رہے اور کبھی اس حلقے سے باہر نہیں ہوئے۔ دین کے بارے میں یہی وہ اسوہ ہے جو بطور توارث علماء دیو بند تک پہنچی اور اسی راہ پر امن پر دارالعلوم دیو بند نے راہ روی اختیار کی۔"[1]

مذکورہ بالا عبارت کے بعد قاری صاحب نے تمام بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے اسماء گرامی کا ذکر فرمایا اور بعد ازاں چند سطور اسی سلسلے میں حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

"بالخصوص حضرت بانی دارالعلوم (قاسم العلوم والخیرات) نے اپنے مخصوص رنگ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی تقلید بھی کی۔ اور ساتھ ہی محققانہ انداز سے تمام فقہ اور کلام کا اصولی فلسفہ بھی اس انداز سے کھول کر دکھایا کہ تقلید ایک مستقل تحقیق نظر آنے لگی۔ جس کی بدولت دارالعلوم کے یہ ہزارہا فضلاء اور شاگرد مقلد بھی رہے۔ اور محقق فی التقلید بھی ہو گئے۔ اس طرح ہندوستان کے گوشے گوشے میں ان حضرات نے اسی مسئلہ تقلید کے ذریعے سے لوگوں کے دین کی حفاظت کی۔ ورنہ ایک طرف سے ملک کا جاہل طبقہ جس کی ملک میں اکثریت تھی، فکر و خیال پر اس قدر قید و بند عائد کر چکا تھا کہ اپنی آبائی رسوم کو اسلام اور انہیں کی کورانہ تقلید کو پیروی اسلام سمجھ کر ہر کس و ناکس کی تقلید میں گرفتار رہتا۔ جس سے ان میں طرح طرح کی بدعات و محدثات رچ گئی تھیں۔"

تقلید کا صحیح مطلب

[2] حنفی بھائیو! اپنے مذہب کو کھیل اور تماشہ نہ بناؤ۔ بلکہ تمہارا فرض ہے کہ

---

[1] الاجتہاد والتقلید ص۲۷ ۔ مصنفہ علامہ قاری محمد طیب مدظلہٗ
[2] اصل حنفیت ص۱۵ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

سو جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ہمارے تمام سلف صالحین احناف رحمہم اللہ تعالیٰ اس امر پر متفق ہیں کہ سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ اگر اس کا حکم صریح مل جائے تو پھر کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد نمبر دوم سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ ہیں۔ جب ان دو نو مقامات سے کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آسکے تو پھر اجماع امت کو دیکھا جائے۔ کہ آیا پہلے مبارک زمانوں میں اس مسئلے پر بحث ہوئی؟ اور کچھ طے پایا۔ اگر وہ مل جائے تو فبہا ورنہ پھر شرعاً قیاس کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ انسان خود قیاس کرے۔ اگر کسی بڑے عالم، اعلیٰ درجہ کے متقی، عابد، زاہد اور ماہر علوم کتاب اللہ وسنت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قیاس پر اس شرط سے عمل کرے۔ اگر میرے امام کی رائے اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مخالف ہوئی تو اس کو چھوڑ دوں گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ تو اس کا نام تقلید ہے۔ سراج الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ارشاد ہے "اذا صح الحدیث فھو مذھبی"[1] چنانچہ ہمارے فقہائے عظام کے یہاں یہی اصول درجہ بدرجہ ہیں۔

"اعلموا ان اصول الشرع ثلثة الكتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القياس (الى قوله) فاما اذا كان الحكم موجودا فى واحد من الثلاثة لم تحتج الى القياس"[2]

جہاں تک مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کے مسلک کا تعلق ہے، آپ حنفی المذہب ہیں۔ آپ کی تحریر کردہ کتاب "اصلی حنفیت" میں آپ نے نہایت وضاحت

[1] ۔ ردالمختار شامی ص ۴۶ ، مطبوعہ میمنیہ مصر۔

[2] ۔ قاری محمد طیب صاحب۔ نور الانوار ص ۴ ترجمہ۔ بے شک شریعت کے اصول تین ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع امت اور چوتھا قیاس۔ پس جب تک کوئی حکم پہلے تین اصولوں میں ملے تو چوتھے اصول کی طرف جانے کی ضرورت نہیں۔

سے تقلید کے مفہوم کو بیان فرماتے ہوئے اپنے حنفی المذہب ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ کے زمانے میں بعض معاندین آپ پر غیر مقلد و وہابی ہونے کا الزام لگاتے تھے۔

الغرض! کسی عالم دین یا ادیب و بلند شخصیت کے حالات زندگی اور باقی کارہائے نمایاں کا بغور مطالعہ کرنے والے محقق و مؤرخ کا فرض ہے کہ وہ اس بزرگ ہستی کے مسلک سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو۔ تا کہ اس کو یقین ہو جائے کہ وہ جس فرد موصوف کے علم و عمل کا جائزہ لینے کے لیے بیٹھا ہے۔ اس کا تعلق اسلاف کرام کے مسلک سے کیا ہے؟ اور عملاً اس نے کس مسلک کی اشاعت و ترویج کو اپنا لائحہ عمل بنایا اور آگے اس کے پیروکار کس ڈگر پر گامزن ہیں۔ مسلک دراصل ایک رہنمائے دین کی زندگی کے تمام کارناموں کے لیے محور کا حکم رکھتا ہے۔ مسلک کی حفاظت و صیانت ثقہ تحریرات سے ہونا چاہیے۔ ورنہ ناخلف جانشین اپنی جہالت و سوء استعداد کی وجہ سے بدعات و محدثات کا شکار ہو کر اپنے بزرگان کے صحیح مسلک پر الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے مولانا لاہوریؒ کے مسلک کی وضاحت میں چنداں طوالت سے کام لیا ہے۔

"اصلی حنفیت" کی چند سطور کی نقل پر ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔

"تو پھر غیر مجمع علیہ مسئلہ میں، امام الائمہ سراج الامۃ حضرت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد یا ان کے مقدس شاگردوں مثلاً امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ امام زفرؒ اور امام حسنؒ میں سے کسی کے قول پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ ان ہی حضرات کا حلفیہ بیان ہے کہ ہم قول میں امام صاحبؒ کے پابند ہیں۔ لہٰذا بحیثیت حنفی ہونے کے ہم ان حضرات کے اقوال کے سامنے سر جھکانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے سوا کسی شخص کا قول ہم ماننے کے لیے مجبور نہیں ہیں، کہ جو حنفی کہلائے وہ ہمارا آقا بن جائے۔ لہٰذا ہمارا یہ کہنا بجا اور درست ہے کہ ہم پکے حنفی ہیں۔"[1]

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور جس کی تعمیر و تکمیل رب العزت نے حضرت مولانا

[1] ۔ اصلی حنفیت ص ۵ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

احمد علیؒ کے ہاتھوں سے کروائی۔ اس کے دروازے پر سفید سیمنٹ سے بنا ہوا کتبہ بحروف جلی موجود ہے جس کی عبارت سے مولانا موصوف کا حنفی المذہب و اہل سنت والجماعت ہونا محقق ہوتا ہے۔

عبارت مذکور کی نقل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قولہ تعالیٰ و للّٰہ میراث السمٰوٰت والارض۔ و اللّٰہ بما تعملون خبیر

اصول اساسی متعلقہ عمارت مدرسہ قاسم العلوم منظور کردہ مجلس شوریٰ

انجمن خدام الدین منعقدہ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء

باضابطہ رجسٹری شدہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ ، ستمبر ۱۹۳۲ء

۱۔ یہ عمارت محض حصولِ رضائے الٰہی بنا بر اشاعت قرآن کریم اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنائی گئی ہے۔

۲۔ یہ عمارت حسبتاً للہ وقف ہے۔ اس کا متولی کبھی بھی ایک شخص نہ ہوگا بلکہ عمارت زیر اہتمام انجمن خدام الدین لاہور ہے اور یہی انجمن اس کی متولی ہے۔

۳۔ یہ عمارت ہمیشہ اہل اسلام متبع سنت والجماعت کی نگرانی میں رہے گی۔

۴۔ انجمن خدام الدین کا امیر یا صدر ہمیشہ دیوبندی خیال کا عالم باعمل کسی مستند عربی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہونا لازمی ہے۔

۵۔ اگر خدانخواستہ انجمن خدام الدین مذکورہ بالا اصول کی پابند نہ رہے تو پھر یہ عمارت دارالعلوم دیوبند کے ساتھ ملحق کر دی جائے۔ تاکہ وہ حضرات اس انجمن میں بمطابق اصولِ بالا دینی خدمت اپنی نگرانی میں کرائیں۔

۶۔ اگر خدانخواستہ ذمہ داران دیوبند اصولِ بالا کے پابند نہ رہیں۔ تو اس کا الحاق کسی اور مذہبی دارالعلوم کے ساتھ کر دیا جائے، جو اصول مجوزہ کا صحیح طور پر پابند ہو۔

المعلن

احمد علی عفی عنہ امیر انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

تجدید و احیائے دین

"مجدد[۱] نبی نہیں ہوتا۔ مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے۔ نہایت صاف دماغ، حقیقت رس نظر، ہر قسم کی کجی سے پاک، بالکل سیدھا ذہن، افراط و تفریط سے بچ کر توسط و اعتدال کی سیدھی راہ دیکھنے اور اپنا توازن رکھنے کی خاص قابلیت، اپنے ماحول اور صدیوں کے جمے اور رچے ہوئے تعصبات سے آزاد ہو کر سوچنے کی قوت، زمانہ کی بگڑی ہوئی رفتار سے لڑنے کی طاقت و جرأت، قیادت و رہنمائی کی پیدائشی صلاحیت اجتہاد اور تعمیر نو کی غیر معمولی اہلیت اور ان سب باتوں کے ساتھ اسلام میں مکمل شرح صدر، نقطہ نظر اور فہم و شعور میں پورا مسلمان ہونا۔ باریک سے باریک جزئیات تک میں اسلام اور جاہلیت میں تمیز کرنا اور مدت ہائے دراز کی الجھنوں میں سے امر حق کو ڈھونڈ کر الگ نکال لینا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں، جن کے بغیر کوئی شخص مجدد نہیں ہو سکتا اور یہی وہ چیزیں ہیں جو اس سے بہت زیادہ بڑے پیمانے پر نبی میں ہوتی ہیں۔"

امت بیضا کے علماء[۲] ربانی ارشاد مصطفوی کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء کرامؑ

۱؎۔ تجدید و احیائے دین ص۳۸ مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب۔ ناشر ادارۂ اسلام۔ پٹھانکوٹ۔

۲؎۔ "سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین اور متابعت سے علمائے ظاہر کا نصیب عقائد درست کرنے کے بعد شرائع و احکام کا علم اور اس کے موافق عمل ہے اور صوفیہ علیہ کا نصیب معہ اس چیز کے جو علماء رکھتے ہیں، احوال و مواجید اور علوم و معارف ہیں اور علماء راسخین کا نصیب جو انبیاء کے وارث ہیں معہ اس چیز کے علماء رکھتے ہیں اور معہ اس چیز کے جس کے ساتھ صوفیہ علیہ ممتاز ہیں، وہ اسرار و دقائق ہیں۔ جن کی نسبت متشابہات قرآنی میں رمز و اشارہ ہو چکا ہے اور تاویل کے طور پر مندرج ہو چکے ہیں۔ یہی لوگ متابعت میں کامل اور وراثت کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ وراثت و تبعیت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خاص دولت میں شریک اور بارگاہ کے محرم ہیں، اسی واسطے "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کی شرف کرامت سے مشرف ہوئے ہیں۔"

(دفتر دوم مکتوب ۱۳ مصنفہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی طرح دینِ اسلام کی خدمت میں مشغول رہیں گے۔ اگرچہ ان کے سروں پر نبوت و رسالت کا تاج ہرگز نہیں ہوتا۔ لیکن ان کا دل استغنا عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کے انوار کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ اپنی تمام قوتوں کو دینِ حق کی نشر و اشاعت کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔ پروردگارِ عالم کی عطا کردہ وہبی ہمت و عزیمت ان میں استقلال و پامردی کے جوہر پیدا کرتی ہے۔ وہ اگرچہ مامور من اللہ نہیں ہوتے۔ لیکن ان کا عزم بالجزم اخلاص و اولوالعزمی کا عکس لیے ہوئے منظرِ عام پر آتا ہے۔ وہ آگے بڑھتے ہیں اور حوادثِ ارض و سماوی ان کا راستہ روکنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ خواہشاتِ رذیلہ اور شہواتِ رذیلہ ان کے منزلِ مقصود پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ ان کی نگاہ اپنی منزل کی طرف ہوتی ہے اور تائیدِ ایزدی ان کے ہر عملِ حیات ہی کا سہارا بنتی ہے۔

وجودش شعلہ از سوزِ درون است
چو خس او را جہانِ چند و چون است
کند شرحِ انا الحق ہمتِ او
پئے ہر کُن کہ مے گوید یکون است
علامہ اقبال مرحوم

الغرض! حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکمتِ ربانی کا ہر عہد میں یہ اقتضاء رہا ہے کہ خادمانِ اسلام اور آئمہ دین اپنی خداداد دینی بصیرت اور فراستِ صادقہ کے ساتھ میدانِ عمل میں آئیں اور للہیت کا پیکر بن کر احیائے دین کے کام کی کوشش کریں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز[1]

---

[1] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ اسلام کے پہلے مجدد ہیں۔ خاندانِ امویہ سے تھے۔ تختِ شاہی انہیں خاندانی طریق پر ملا تھا۔ مگر بیعت لیتے وقت مجمعِ عام میں صاف کہہ دیا۔ "میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں تم لوگ جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ اور جب لوگوں نے برضا و رغبت کہا کہ ہم آپ ہی کو منتخب کرتے ہیں۔ تب انہوں نے خلافت کی عنان اپنے ہاتھ میں لی۔"
(تجدید و احیائے دین، مصنفہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ص۳۴-۳۵)

آئمہ اربعہ[1]، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اسی مبارک اور مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لیے منصۂ شہود پر آئے اور اپنے غیر فانی کارناموں سے اسلام کے روشن چہرے پر سے محدثات و بدعات کی تاریکی کو دور کر کے چلے گئے۔

آمدم برسرِ مدعا! مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم کو مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی کے دینی اور علمی پہلوؤں پر نظر ڈالنا ہے تاکہ آپ کے تجدیدی کارناموں کی نشاندہی ہو سکے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم وہ پاکباز ہستی ہے جس کی تربیت دین پور شریف اور امروٹ شریف کے خدائی کیمیاگروں کے ہاتھوں میں ہوئی۔ جس کی طالب علمی کی جبینِ نیاز پر امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی استادانہ تادیبی نگاہوں کے نقوش مرسوم ہیں۔ جس کی روشِ حیات ولی اللّٰہی منازل کا پتہ دیتی ہے۔ آپ نے چودھویں صدی کے نصف میں پنجاب کے ام القریٰ لاہور میں بیٹھ کر تقریباً نصف صدی تک قرآنِ حکیم کا درس دیا۔ ہزاروں علماء کرام آپ سے دورۂ تفسیر کی سندات لے کر دنیا کے مختلف اطراف و اکناف میں تبلیغی مشن کے سلسلے میں مدارسِ عربیہ کے بانی و مہتمم بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ آپ کے صاحبزادہ حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی کو پروردگارِ عالم نے مدینۃ الرسولؐ کی ملکوتی فضاؤں میں بٹھلا کر چھبیس سال مسلسل قرآن پاک کی خدمت کا کام لیا۔ علاوہ ازیں آپ کا جاری کردہ موقر جریدہ "ہفت روزہ خدام الدین" ہندو پاک کے علاوہ دنیا کے باقی ممالک میں بھی بفضلِ خدا ضیاپاشیاں کر رہا ہے۔ الغرض حضرت لاہوریؒ کے فیوضات و برکات کا دائرہ تقریباً تمام عالمِ اسلام کو محیط ہے۔

---

[1] امام ابوحنیفہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں وفات پائی۔ امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔ یہ وہ مبارک بزرگ ہیں جن کی طرف آج فقہ کے چاروں مذاہب منسوب ہیں۔ ان کا مقام مجتہدین سے بلند ہو کر مجددین کے مرتبے تک پہنچتا ہے۔ (تجدید و احیائے دین ص۳۰ مصنفہ مولانا مودودی صاحب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم اس موقعہ پر دنیا کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ جس پر نظر ڈالنے سے ہمارے دعویٰ کا بیّن ثبوت پیش ہو سکے گا۔

ہم آپ کے تجدیدی کارناموں میں آپ کے رسائل کو اولین حیثیت دیتے ہوئے ان پر ناقدانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔ ان رسائل میں مولاناؒ کا اندازِ بیان مفکرانہ اور مصلحانہ ہے۔ ہندو پاک کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب بالخصوص اور اسلامیانِ عالم کی زوال پذیری کے وجوہات بالعموم آپ کے رشحاتِ قلم ہیں۔ آپ تشخیص امراض کے بعد حکیمانہ کریم النفسی سے نسخہ ہائے شفابھی پیش کرتے ہیں۔ آپ کے جذبہ میں اخلاص ہے۔ آپ کی ہمت میں بلندی ہے۔ آپ کی دعوت کا فقط ایک ہی مقصد ہے کہ مسلمان اپنی عظمت کو ماضی کے آئینہ میں دیکھیں۔ اپنے حال کو سنواریں اور اپنے مستقبل کو تابناک بنانے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔

یہ رسائل مقتضیاتِ زمانہ کے مسائل مہمہ پر سیر حاصل تبصرہ کا کام دیتے ہیں۔ گویا کہ مولاناؒ نے چودھویں صدی کے دور کے الحاد پرور اثرات، عقائد باطلہ کی ترویج، اعمالِ قبیحہ کے طوفانِ بے تمیزی کو مجدّدانہ و مبصرانہ نقد و نظر سے دیکھا۔ لہٰذا آپ نے اپنی زندگی اصلاحِ احوال اور فلاحِ ملّتِ اسلامیہ کے لیے وقف کر دی۔

فہرست رسائل خدام الدین

۱۔ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ
۲۔ شہادۃ التحاریر علی الحرمۃ للمزامیر
۳۔ اسلام میں نکاح بیوگاں
۴۔ احکام شب برأت
۵۔ ضرورت القرآن
۶۔ اصلی حنفیت۔
۷۔ خلق محمدی
۸۔ وظیفے
۹۔ خلاصۂ اسلام
۱۰۔ مال میراث میں حکم شریعت
۱۱۔ توحید مقبول
۱۲۔ فوٹو کا شرعی فیصلہ
۱۳۔ پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۵۔ فلسفۂ عید قربان
۱۶۔ اسلام ہند خطہ میں
۱۷۔ تحفۂ معراج النبی
۱۸۔ شرح اسماء الحسنٰی
۱۹۔ فلسفۂ نماز
۲۰۔ فلسفۂ روزہ۔
۲۱۔ اسلام کا فوجی نظام
۲۲۔ بہشتی اور دوزخی کی پہچان
۲۳۔ خدا کی نیک بندیاں
۲۴۔ مسلمان عورت کے فرائض۔
۲۵۔ پیر اور مرید کے فرائض
۲۶۔ گلدستۂ صد احادیث نبویؐ۔
۲۷۔ فلسفۂ زکوٰۃ
۲۸۔ اسلام اور ہتھیار
۲۹۔ مقصد قرآن
۳۰۔ خدا کی مرضی۔
۳۱۔ نجاتِ دارین کا پروگرام
۳۲۔ استحکام پاکستان
۳۳۔ مسلمانوں کو مرزائیت سے کیوں نفرت ہے؟

رسالہ جات کی تقسیم حسب ذیل ہے

(۱) ایمانیات۔
(۲) عبادات۔
(۳) حقوق و فرائض۔
(۴) اخلاقیات۔
(۵) اصلاح رسوم۔
(۶) پیغام بیداری۔

ایمانیات

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ دین اسلام تمام سابقہ ادیان و شرائع کا ناسخ ہے۔[1]

---

[1] وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۰ (آل عمران)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور قرآنِ حمید میں اس کی اکملیت[1] اور حاملِ قرآن کی خاتمیت[2] کا اعلان کیا گیا ہے۔ لہٰذا نسلِ انسانی کی نجاتِ دارین کا پروگرام قرآنِ حکیم کے اوراق اور اسوۂ نبویؐ کی متابعت[3] میں محدود ہو کر رہ گیا ہے اور اس حقیقت کا اعتراف غیر مسلم[4] دنیا کی زبان پر بھی جاری ہے۔ دینِ اسلام کے اشارات الفس وآفاق کی تمام جزئیات پر محتوی ہیں۔ بلا شک و ریب اولادِ آدم کے لیے اس کا تمسک دنیوی اور اخروی سرفرازی کا ضامن ہے۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ نے قرآنِ حکیم کی خدمت کے لیے اپنے تمام لمحاتِ زندگی وقف کر رکھے تھے۔ آج ہم ان کے تمام پہلوؤں پر نہایت ایجاز واختصار سے تبصرہ کرتے ہیں۔

---

[1] اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (سورہ مائدہ آیت ۳)

[2] مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ع (الاحزاب ۳۳ آیت ۴۰)

[3] لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْھِمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ع (الممتحنہ ۶۰ آیت ۶)

[4]
The, Saints, reformers, martyrs, Pirs
Sheikhs and Qutubs will reap untold
benefit if they will send durood
(God's blessing)on the Holy Prophet"
"The only reason why man is constantly
restless and goesto hell is that he
has no regard for the Prophet."
(Guru Nanak founder of the Sikhism)
Muhammad and Teachings of Quran by
John Davenport, [illegible] 115.

[5] وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (آل عمران ۳ آیت ۱۳۹)

رسالہ ضرورۃ القرآن

مولانا نے ضرورۃ القرآن کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ ابتدائے مضمون میں مولانا انسان کی حقیر ناپاک قطرہ سے پیدائش۔ طفولیت میں نجاستِ غلیظہ سے بچنے کی تمیز سے محرومی اور پھر انجامِ کار موت کے وقت اعزہ واقربا کا تجہیز وتکفین میں عجلت سے کام لینا نہایت عبرت انگیز اسلوب میں بیان فرماتے ہیں۔ اب ملکیت اور بہیمیت Betterself and evilself. پر بحث فرماتے ہیں۔ دونوں کے جداگانہ خواص اور پھر نتائج وعواقب پر متنبہ فرما کر عملِ صالح کی دعوت دیتے ہیں۔

ملکیت کے اتمام وکمال کے لیے وحی والہام کا تتبع لابدی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تمام ملل[1] و مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ ملکیت اور بہیمیت کے تقاضا ہائے طبعی الگ الگ ہیں۔ بہیمیہ (جسمانیت) چونکہ ہمیں سے بنی ہوئی ہے اس لیے اس کو عناصر سے پیدا شدہ چیزوں سے محبت ہے۔ لذیذ اشیاء کے کھانے پینے سے یہ خوش ہوتی ہے۔ لباس ہائے فاخرہ کے پہننے میں اسے لطف آتا ہے۔ سریلی آواز اس کو بھاتی ہے۔ بخلاف اس کے ملکیت چونکہ عالمِ بالا سے آتی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے یہاں کی باتوں سے انس نہیں۔ اس کو اپنے وطن (عالمِ بالا) کی باتیں بھاتی ہیں۔ جو خواہشات عالمِ بالا میں ملائکہ کی ہیں، وہی اس کی ہیں اور ان کی خواہش سوائے ذکرِ الٰہی اور کوئی چیز نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ:۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اب امامِ معلّم کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ مدارس اور کالج میں صاحبِ بصیرت معلّمین کے فقدان پر اظہارِ تاسف اور اس کے اسباب پر تبصرہ کرتے ہیں[2] براہِ راست کسی معلّمِ قرآن سے پڑھنے کی یا فرصت نہیں ہے یا نفس میں تعلّی

---

[1] رسالہ ضرورۃ القرآن ص ۱۱-۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] . . . . ۲۳-۲۵ . . . . .

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ کسی گودڑی پوش مسکین عالم کے پاس زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے عار آتی ہے یا ان کو کوئی غیر متعصب یا غیر متشدد عالم یا خدا ملتا ہی نہیں جو ان کے شوقِ قرآن کی قدر کرے اور ان کی بود و باش ۔ وضع و قطع کا پہلے سوال نہ چھیڑے اور اسی جذبۂ شوقیہ کے باعث ان کی عزت کرے اور یہ سمجھے کہ خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی تو ہدایت دی ہے آہستہ آہستہ آگے اور بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔

اس کے بعد حکیم اور نبیؐ کے مابہ الامتیاز اوصاف پر نظر ڈالتے ہیں۔ نبیؐ کی روحانی اور الہامی قوت کی وضاحت فرماتے ہیں۔ قرآنِ پاک کو نسلِ آدم کی فلاح و بہبود کے لیے آخری الہامی نصابِ تعلیم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

اسلام کی رواداری کو ثابت کرنے کے لیے نصوصِ قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اسلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے اور اس کے ساتھ معبودانِ باطل کو سب و شتم سے بھی منع کرتا ہے۔ بلکہ ابلاغ بالحکمت اور مجادلہ بطریقِ احسن کا حکم صادر فرماتا ہے۔ کیونکہ مسلمان کسی حالت میں بھی بد خو، درشت رو، بے ہودہ گو اور منکرِ حق نہیں ہو سکتا۔

مولانا اب صحابہ کرامؓ کی موجودہ زندگی اور سابقہ زندگی کا موازنہ کرتے ہیں اور اس حیرت انگیز انقلاب کو قرآنی تعلیمات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

(سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۳۶)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورہ الانعام ۶ آیت ۱۰۸)

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (سورہ النحل ۱۶ آیت ۱۲۵)

اصحابہ کرامؓ کا تعلق باللہ	اصحابہ کرامؓ کا تعلق بالناس
۱۔ ماسوا اللہ سے منہ موڑ کر خدا کے قدوس کے غلام بن گئے۔	۱۔ خدا کے بعد والدین کی اطاعت فرض سمجھتے تھے۔
۲۔ ماسوا اللہ کا رعب دلوں سے نکال کر ایک خدا سے ڈرتے تھے۔	۲۔ والدین کے متعلقین کی عزت فرض سمجھتے تھے۔
۳۔ ہر لمحۂ حیات میں رضاءِ مولا اپنا اعلیٰ سمجھتے تھے۔	۳۔ مساوات و ایثار اپنا فخر سمجھتے تھے۔
	۴۔ خلقِ خدا پر رحمت و رافت ان کا مایۂ ناز تھا۔
۴۔ شعائر اللہ کی عزت اپنی زندگی سے زیادہ ضروری سمجھتے تھے۔	۵۔ مظلوم کی اعانت ان کا شیوہ تھا۔
	۶۔ حاکم بن کر محکوم کی خدمت کو عزت خیال کرتے تھے۔
	۷۔ انسانوں پر آقا بن کر نہیں، بلکہ خدا کا غلام بن کر حکمرانی کرتے تھے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو غیر مسلم دانشوروں نے بھی بدل و جان تسلیم کیا ہے۔

"Gibbon says, "From the Atlantic to the Ganges the Quran is acknowledeed as the fundamental code, not only of theology but of civil and criminal jurisprudence and the laws which regulate the actions and the property of mankind are governed by the immutable sanctions of the will of God."

toobaa-elibrary.blogspot.com

"The Quran is the general code of the Muslims. A religious, Social, Civil, Commercial, Military, Judicial criminal penal code; it regulates everything from the ceremonies of religion to those of daily life, from the salvation of the soul to the health of the body; from the rights of all those of each individual; from morality to crime, from punishment here to that in the life to come. (Muhammad and the teachings of Quran by John Davenport. P. 50).

In the sixth century Muhammad appeared and extirpated idolatry out of a great part Asia, Aferica and Egypt, in all parts of which the worship of the one true God remains to this day." (Muhammad and teachings of theQuran by John Davenport. Page No. 50).

اس موقرجریدہ کے اختتام پر نہایت شرح وبسط سے اصحابِ رسول اللہ کی طرزِ معاشرت پر گوہر افشانی کرتے ہیں۔ ہم بنظرِ اختصار اس کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی سادگی، سپاہ گری، سخاوت، شجاعت، تواضع، غیرت، ہمت حمیتِ اسلامی، تعلق باللہ کی استواری، بداخلاقیوں سے پرہیز، تعیش سے نفرت مخالفتِ اعدائی کو ہلاکت کا ہم پلہ یقین کرنا، خشیتِ خدا، رحمت علی المسلمین، اتفاق

خیشما بینہم، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور تزکیۂ باطن جیسے اوصافِ حمیدہ کا عالمانہ تذکرہ حضرت مولاناؒ کے مضمون کی روحِ رواں ہے۔

بعد میں مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر افسوس کرتے ہیں اور تمسک بالقرآن کو دارین کی سرفرازی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ پھر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت سرائی میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ یہ بھی یقیناً یاد رکھئے اور لوحِ دل پر کندہ کر لیجئے کہ آج تک رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سا جامع صفاتِ حمیدہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی پیدا نہیں کیا۔ جبکہ حضور پرنور جیسا زبردست روحانیت والا، ایسا شجاع، زیرک، مدبر، مآل اندیش، رؤف و رحیم، واصل باللہ شاہسوار، رزم گاہ میں اپنی جگہ سے نہ ٹلنے والا، فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک پہنچنے والا، اولیٰ بالمؤمنین، مجسّم علم، سراپا حلم، امن کا بانی، صلح کا حامی اور ایسا مؤید بروح القدس امداد الٰہی سے انسان کی دنیوی و اخروی کامیابی کا جو رستہ تجویز کرے گا اس سے بہتر اور کون رہنمائی کر سکتا ہے؟

رسالہ مقصدِ قرآن

قولہٗ تعالیٰ۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مرحوم کا یہ رسالہ آپ کا علمی شاہکار ہے۔ کیونکہ اس کے مطالعہ سے آپ کے تبحرِ علمی، محققانہ اندازِ فکر، الفاظ میں خطیبانہ تاثیر و شگفتگی معلومات میں ایک دقیقہ رس مؤرخ کی بالغ النظری اور اس پر طرہ یہ ہے کہ حزم و احتیاط کا پہلو ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ یہ مضمون آپ نے جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی کے اجلاس میں پیش کیا تھا، لہٰذا آپ نے اس علمی ماحول کے اقتضاء کے پیشِ نظر اصلاحی و تحقیقی رنگ میں نہایت شستہ الفاظ میں تحریر فرمایا۔

تمہید میں آپ نے دہلی کو اسلامی ثقافت کا قدیمی گہوارہ، علماء و فضلا اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماہرین فنون کا مرکز تسلیم کیا ہے اور اہلیانِ دہلی کی تہذیب اور ان کی ٹکسالی زبان کا تہ دل سے اعتراف کیا ہے۔

اب مولانا محمد علی کی تحیر العقول تخلیق پر نظر ڈال کر فرماتے ہیں:
"اگر پورے غور سے دیکھا جائے تو آپ پر ایک عجیب چیز منکشف ہوگی کہ افرادِ انسانی کی جس طرح مختلف صورتیں ہیں ایک صورت دوسرے سے نہیں ملتی۔ اسی طرح ان افراد کی استعداد، ملکات، جذبات و اعمال میں بھی آپ ایک نمایاں رنگ پائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک چیز کی تخلیق کا ایک جداگانہ مقصد ہے جو دوسری سے پورا نہیں ہوتا۔"[1]

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں، "کہ احسن و اشرف وہی چیز ہے، جو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرے۔ چونکہ انسان کی پیدائش کی غرض و غایت خلافتِ ارضی تھی، لہٰذا انسان خدا تعالیٰ کا نائب اور مخلوقات کا امام و پیشوا ٹھہرا۔"

اب خلافت اور نیابت کی تشریح کرتے ہیں۔ "اس کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہے۔ اپنے جذبات اور ملکات تابع فرمان الٰہی بنائے۔ اپنی نقل و حرکت، نشست و برخاست میں منصب عبودیت بھولنے نہ پائے۔ خوراک پوشاک تک اور تمام معاملات مثلاً بیع و شراء، نکاح و طلاق میں حدِ عبودیت سے تجاوز نہ کرے۔ تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات میں ہدایاتِ الٰہیہ کا پابند نظر آئے۔ غرض کہ جس طرح دوسری چیزیں مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروف عمل ہیں، اسی طرح یہ بھی اپنے مقصدِ تخلیق کی تکمیل میں مصروفِ کار رہے۔"

مولانا انسان کی دو زندگیوں کا ذکر فرما کر ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید اس کی مندرجہ ذیل شعبہ جات میں رہنمائی کرتا ہے۔

۱۔ اعتقادات ۲۔ عبادات بدنیہ و مالیہ

---

[1] ۔ رسالہ مقصدِ قرآن ص۵۱۴ ، مصنفہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم۔

۳۔ اخلاق ۴۔ تمدن
۵۔ معاشرت ۶۔ اقتصادیات۔
۷۔ سیاسیات۔

اس کے بعد اہلِ عرب کی حیرت انگیز ترقی و عروج کو قرآنی تعلیمات اور آقائے انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے غیر مسلم دانشوروں کی رائے سے استشہاد کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ "یورپ کا موجودہ معیار تھا مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرہونِ منت ہے۔"[1]

"ہمارے موجودہ دورِ تمدن کے ہر شعبۂ عمل میں اہلِ عرب کے اثرات صاف طور پر نمایاں ہیں۔ نویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی، جو اب تک قائم ہے۔ قسم قسم کی پیداواریں اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے اس زمانے میں کیں اور ان کا اثر یورپ پر پڑا۔ اس سے ہمارے خیال کو تقویت پہنچتی ہے اور اہلِ عرب نے تمام دنیا میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ ایک طرف ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ کے لیے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہیں، دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت و حرفت اور انجینئری کے اصول بالفعل و بالقوہ اور دیگر علوم و فنون میں ان کے انکشافات کو معلوم کرتے ہیں۔ کیا یہ سب باتیں ان لوگوں کے کارناموں کو واضح اور نمایاں نہیں کرتیں، جو بہت مدت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہیں۔"[2]

"عربوں کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا، جتنا مشرق پر ہوا اور انہیں کی بدولت اہلِ یورپ نے تمدن حاصل کیا۔"

---

[1] ۔ نقل رسالہ بذا ص۴۳ ، موسیو سدیو فرانسیسی مستشرق۔)
[2] ۔ ڈاکٹر گستاولی بان)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بگرامی ص۵۱۳)

" I salute Muhammad as one of the world's mighty heroes. Islam has given the world a religion without priests. Islam abolished infanticide in Arabia. Islam amphasised the great qualities of faith, courage endurance and self sacrifice. Islam moved out with its message of Allah, the Rehman, the merciful and became the torch bearer of culture, civilization in Africa in India, in central Asia in Euorpe and in Persia. At a time when Euorpe was in darkness, the Muslim scholars in Spain held high the torch of science and literature. They taught medicine and mathematics, Chemistery and natural history, Philosophy and fine arts. And it is no exaggeration to say that Islam has made several contributions to the thought and life of India. Islam has enriched the arts and architecure, the poetry and Philosophy of India. The Jaj is perhaps, the most imaginative architecture in the world."

(Sadhu T.L. Vaswani)

بعد ازاں مولانا قرآن حکیم کے فیوض و برکات پر مفصل و مشرح تبصرہ کرتے ہیں۔ آیاتِ بینات سے توثیق کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید نے اپنے متبعین سے ساری دنیا کی بادشاہت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد اسلام کی تبلیغی سرگرمیوں اور فتوحات کا تذکرہ ہے جس کے ضمن میں یورپ، امریکہ، ایشیا، شمالی بورنیو اور دیگر ممالک میں مسلم آبادی کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو لاکھوں اور بعض جگہ پر کروڑوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔

اگلے صفحات میں مسلمانوں کی تجارتی وسعتوں اور علمی خدمات کا نہایت شاندار تذکرہ ہے۔ قرطبہ، غرناطہ، ازہر اور بغداد کی شہرۂ آفاق یونیورسٹیوں کا بیان آپ کی تحریر میں ملتا ہے اور اس سلسلے میں مستشرقین میں سے صائب الرائے افراد کی عبارتیں نقل کرتے ہیں اور یہ تفصیل کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا اپنے مضمون کے اس حصے میں بار بار اس حقیقت کو تاریخی شواہد سے اجاگر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ مسلمان مسلمان رہ کر نظامِ آدمی کے تمام کارخانوں کا موجد، منتظم اور سرپرست بن سکتا ہے۔ ان تمام ایجادات، انکشافات، ملکی فتوحات اور امامتِ دوراں کی امتیازی شان و شوکت کو فقط قرآنِ حکیم کے اتباع کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔

سلہ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۔ (سورہ الصف پ۲۸ آیت ۹)

سلہ۔ موسیو گستاولی بان، مارگو لیتھ، پروفیسر رینالڈ نکلسن رسالہ مقصد قرآن ص۲۳)

سلہ۔ تراجم اور فلسفۂ یونان (ہارون رشید اور مامون رشید کی خلافت کی علمی ترقیاں ص۳۱ رسالہ مقصد قرآن)

"مسلمان اور تاریخ، جغرافیہ، ہیئت و نجوم، الجبرا و المقابلہ، علم ہندسہ، فنِ طب، فنِ جراحی، علم کیمیا کی خدمت، بارود کی ایجاد، گھڑی کی ایجاد، قطب نما، کاغذ سازی، عربوں کی جہاز رانی کا بیان (از صفحہ ۳۰ تا ۴۲ رسالہ مقصد قرآن مصنفہ مولانا لاہوری) ان عبارتوں میں ڈاکٹر نوفل، ڈاکٹر لیبان فرانسیسی، ڈاکٹر ڈریپر، مورخ گبن، موسیو سدیو کی کتب کے حوالے پیش کرتے ہیں)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"مسلمانوں کے علمی اور عملی کارناموں کی داستان بہت ہی طویل ہے مگر میں اب اسے ختم کرتا ہوں۔ مقصد صرف اس داستان سرائی سے یہ ہے، اگر مسلمان محسوس کریں کہ مسلمان ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کی دستگیری فرمائے گا تو وہ بامِ عروج کے انتہائی زینہ تک ایسی سرعت سے چڑھ جائیں گے کہ غیر مسلم اقوام میں اس کی نظیر ناممکن ہوگی"۔

• جب مسلمانوں نے احکم الحاکمین کے قانون پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی۔ دنیاوی علوم میں ان کی شرح صدر فرمائی، اقوامِ عالم کا امام بنایا اور آخرت میں انہیں جنت کا مستحق بنایا گویا انہیں رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً کا پورا مصداق بنایا۔ دراصل یہ علوم وفنون اور ترقیاں فروع تھیں۔ اصل اور جڑ اتباعِ قرآن تھا۔ جب جڑ خشک ہو چکی ہے تو شاخیں کس طرح ہری بھری نظر آسکتی ہیں۔ شہنشاہی اعلان ملاحظہ ہو، إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

اب تمسک بالقرآن کی دعوت دیتے ہیں۔ مادی ترقی اگر خشیتِ الٰہی اور اپنے اعمال کے محاسبہ سے خالی ہو تو اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مہذب یورپ کی ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم کی سفاکیوں کی روئداد اور اس جنگ میں مشہور ممالک کی اموات کے اعداد و شمار پیش کرتے ہیں جو کہ تقریباً ایک کروڑ اموات اور چار کروڑ زخمیوں پر مشتمل ہے۔ ان وحشیانہ مظالم اور انسانی خون کی ارزانی کا رسولِ رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی اسّی لڑائیوں سے مقابلہ کرتے ہیں، جن میں غزوات اور سرایا کے مقتولین کی تعداد صرف ایک ہزار اٹھارہ بنتی ہے۔

مسیحی عدالت کے احکام سے ہلاک شدہ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ تک پہنچتی ہے۔

"مادی ترقی کرنے والوں میں اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہے تو وہ ترقی سعادت

ملہ - جان ڈیون پورٹ کی کتاب "اپیالوجی فار محمد اینڈ قرآن"۔

اور رحمت ہوگی۔ امن کی ذمہ دار ہوگی۔ اخلاقِ حمیدہ کو انتہائی کمال پر پہنچائے گی۔ ورنہ شقاوت و زحمت ہوگی۔ بدامنی کی علم بردار ہوگی۔ اخلاق سوزی کی حامی ہوگی۔ اس ناقابلِ تردید مضمون کی تائید و شہادت یورپ کی موجودہ ترقی میں پائی جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اٹلی نے حبشہ میں کیا کیا مظالم توڑے، فلسطین میں کیا ہو رہا ہے۔ سب سلطنتیں ہوسِ ملک گیری کو پورا کرنے کے لیے کیا کچھ کر رہی ہیں۔ بنی نوعِ انسان کو تباہی کے گھاٹ اتارنے کے لیے کس کس قسم کے آلاتِ حرب و ضرب تیار کیے جاتے ہیں۔ زہریلی گیسیں، مشین گنیں، ہوائی توپیں، آبدوزیں، تارپیڈو وغیرہ"

(رسالہ مقصد قرآن ص ۴۶، ۴۷ از مولانا احمد علیؒ)

اب قرآن پاک کی رو سے انفرادی زندگی کا اصلاحی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

پہلی اصلاح: تعلق باللہ کی درستی۔

دوسری اصلاح: قرآن حکیم نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے۔ وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

(سورہ عنکبوت ۲۹ آیت ۶۴)

تیسری اصلاح: مسلمانوں کو دنیا کے ہر کام میں رضائے الٰہی کا طالب ہونا چاہیے أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

(سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۶۲)

چوتھی اصلاح: قرآن مجید نے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ جان و مال تیرا نہیں ہے۔ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ

(التوبہ ۹ آیت ۱۱۱)

پانچویں اصلاح: قرآن نے مسلمان کو یہ پیغام دیا ہے، تیری پیدائش کی غرض و غایت، جلبِ زر، حصولِ جاہ، تعمیرِ مکاناتِ عالیہ، فتوحاتِ ملکیہ نہیں، تو خدا کا بندہ ہے۔ بندگی کے لیے آیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھٹی اصلاح: قرآن مجید نے ایک سچے مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ مسلمان کو دنیا کا کوئی کاروبار یا دالنی کے فرائض سے غافل نہیں کرسکتا اور نہ شہنشاہی دربار (مساجد) کی پانچ وقتی حاضری میں مانع ہوسکتا ہے۔ (آیات از سورۂ نور)

ساتویں اصلاح: قرآن حکیم نے اپنے متبعین کو اعلیٰ درجے کا بااخلاق بننے کی ہدایت کی ہے۔ اگرچہ جزاءِ سیئۃ سیئۃ مثلہا کے قاعدہ کی بنا پر ظالم سے انتقام لینے کی اجازت ہے۔ مگر اخلاق کا اعلیٰ معیار یہ ہے کہ برائی کی بجائے بھلائی کرے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (سورہ السجدہ ۴۱ آیت ۳۴)

آٹھویں اصلاح۔ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا اصلاحی پروگرام، یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ النساء ۴ آیت ۵۹)

نویں اصلاح: اقتصادیات اور قرآن مجید، وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔

دسویں اصلاح، قرآن حکیم کا سیاسی نظام (میدان جنگ میں اپنے افسر کی اطاعت، میدان جنگ میں باہمی جھگڑوں سے بچنا۔ فرض منصبی کے ادا کرنے میں کسی قسم کی خیانت نہ کرنا۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ الخ (سورہ الانفال ۸، ۲۷)

اسلام میں ہمارے ہر دعویٰ کی صداقت کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل ہے۔ عبادات، معاملات، تمدن، معاشرت، اقتصادیات اور سیاسیات میں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سا رنگ ہوگا تو ہم مسلمان ہیں۔ اگر یہ نہیں تو ہمارے زبانی دعووں سے کچھ نہیں بن سکتا۔

اب اس کے بعد اجتماعی زندگی کی نشاندہی فرماتے ہیں۔ ہر دو زندگیوں کے قوانین کا اثبات قرآن حکیم کی آیات سے مستنبط کرتے ہیں۔ انجام کار مسلمانوں کی موجودہ تباہی کا باعث بیان کرتے ہیں۔

یہود[1] کے امراض: میں سے ایک مرض یہ بھی تھا کہ عقیدہ میں اپنی آسمانی کتاب (تورات) کو سچا مانتے تھے۔ لیکن عمل میں بے اعتنائی برتتے تھے وہی حالت آج ہماری ہے۔ عقیدہ کے لحاظ سے قرآن حکیم کے ایک ایک لفظ پر ایمان ہے۔ عمل کے لحاظ سے (باستثناء افراد معدودہ) قرآن سے عملاً اعراض ہے۔ کیا اس پاک کتاب کے مطالب سمجھنے کے لیے اتنا دماغ صرف کیا جاتا ہے، جتنا دنیاوی علوم و فنون کے حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

ماہرین فن اور تجربہ کار سائنس دانوں کی تلاش کی طرح کیوں علماء خیر اور حاملانِ قرآن کی تلاش نہیں کی جاتی؟ ہم اسوۂ محمدی کو چھوڑ کر اسوۂ یورپ کو اختیار کرچکے ہیں۔ صورت، سیرت، وضع قطع، تمدن و معاشرت غرضیکہ ہر چیز میں ہم یورپ کے نقال ہیں۔"

اختتام پر جامعہ ملیہ کے اربابِ حل و عقد سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"آپ[2] کا فرض ہے کہ طلبہ کو معتقدات اور اعمال میں سلفِ صالحین کے اسوۂ حسنہ کا پابند بنائیں۔ وہ قرآن حکیم کے قالب میں اپنے آپ کو ڈھالنا فرض خیال کریں اور قرآنِ حکیم کی طرف توجہ کرنے میں ضرورتِ حدیث بھی محسوس کریں۔ کیونکہ تمسک بالحدیث کے بغیر اتباعِ قرآن ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر مہرِ تصدیق لگا دی ہے۔ وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

---

[1] صفحہ سابقہ رسالہ مقصد قرآن ص ۹۰، ۹۱

[2] رسالہ مقصد قرآن ص ۹۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ ۳۳

خلاصۂ اسلام

خلاصۂ اسلام رسالہ بھی مولانا لاہوریؒ کے سلسلۂ نشر و اشاعت کی ایک ضروری کڑی ہے۔ اس میں آپ نے نہایت تحقیق و تفحص سے دینِ اسلام کے تمام پہلوؤں پر نظر فائر ڈالی ہے۔ ہم بنظرِ اختصار اس کے عنوانات کو درج ذیل کرتے ہیں۔ ہر عنوان کی تفصیل و توضیح کے لیے مولانا نے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ مقدسہ کا حوالہ دیا ہے۔

۱۔ خدائے اسلام	۲۔ نبیؐ اسلام
۳۔ کتابِ اسلام	۴۔ مطیعِ اسلام
۵۔ صحابۂ اسلام	۶۔ تصوّفِ اسلام
۷۔ اوامرِ اسلام	۸۔ نواہیٔ اسلام
۹۔ اخلاقِ اسلام۔	

یہ مختصر جریدہ اسلامی تعلیمات (کتاب و سُنّت) کا نچوڑ ہے اور حضرت کی دقیقہ رسی اور تبحرِ علمی کا فی الواقع بہت بڑا شاہکار ہے۔

چونکہ تجدید و احیاء دین کا جذبہ مولاناؒ کی روح پر غلبہ و استیلاء رکھتا تھا۔ لہٰذا رسالے کے انجام پر اپنی بھیگی ہوئی پلکوں اور نہایت الحاح و زاری سے نشۂ عبودیت میں سرشار ہو کر حضورِ باری تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں۔ "اے ہمارے سچے مالک اور نہ سہی تو ہم تیرے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت تو کہلاتے ہیں۔ تو اسی لقبِ مبارک کے باعث ہی ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔ تاکہ تیری دستگیری اور حفاظت کے ذریعے سے اس دورِ فتنہ و فساد میں اپنی متاعِ ایمان چھینا نہ جائے اور اسے سلامت لے کر قبر تک پہنچ جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔"

رسالہ

توحیدِ مقبول

اس رسالے کی ابتداء فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ سے کی گئی ہے۔ ہر انسان کے دل میں فطری طور پر تعلق باللہ کا جذبہ موجود ہے۔

"برادرانِ عزیز! جس انسان کے دل کو ٹٹول کر دیکھیں۔ خواہ وہ کوہ و دشت کا رہنے والا ہو یا متمدن ممالک اور مہذب شہروں میں بسنے والا ہو۔ ہر ایک کو آپ ایک ایسی ہستی کا ماننے والا پائیں گے جس کو نہ دیکھا جاتا ہے۔ نہ ہاتھ لگایا جاتا ہے۔ نہ اس کی آواز کے روح پرور نغموں سے کان آشنا ہیں اور نہ ہی اس وجود باجود کو کسی فلسفی کی جادو اثر تقریر نے منوایا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اس منبعِ جود و تقدس کے وجودِ باجود کی آشنائی فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے اسماءِ حُسنٰی ہر ملک کے باشندوں نے اپنی اپنی زبان میں الگ الگ مقرر کر رکھے ہوں۔"

مولاناؒ کا دعویٰ ہے کہ "ہر مسلم اعظمت انسان رضائے الٰہی کا طالب ہے۔"

صحتِ جسمانی کے لحاظ سے انسان تندرست ہوتا ہے یا مریض اسی طرح صحتِ روحانی کے لحاظ سے بھی انسان تندرست ہوتا ہے، یا مریض۔ اب اگر صحتِ جسمانی یا روحانی میں بگاڑ ہو تو ان کے عوارضات موجود ہوتے ہیں۔

The creed of Muhammad is free from the suspicions of ambiguity and the Quran is a glorious testing to the unity of God.
"(Gibbon) Muhammad and teachings of Quran P.107 by John Daneport."

toobaa-elibrary.blogspot.com

"مریض وہ ہے، جس کے حواس صحیح کام نہ کریں، نیند نہ آتی ہو، دماغ خراب ہو، بھوک نہ لگتی ہو، معدہ کام نہ کرے۔ اسی طرح اگر غذائے روحانی سے نفرت ہے۔ بلانے کی کوشش کی جائے تو بیمار کو دھکے دیتی ہے اور پلانے والے مشفق کو بُرا بھلا کہتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ انسان کی روحانی صحت بگڑی ہوئی ہے۔"

اب دونوں قسم کی اعلیٰ غذاؤں کا ذکر کرتے ہیں:

"جس طرح جسم کو عالم جسمانی کی سب سے زیادہ لطیف اور اعلیٰ غذائیں مثلاً گیہوں، انگور، سیب، انار، ناشپاتی اور آم وغیرہ چیزیں بھاتی ہیں۔ اسی طرح رُوح کو عالم روحانی کی سب سے عمدہ لطیف اور اعلیٰ چیز پسند ہے۔ عالم روحانی کی سب سے اعلیٰ، افضل اور الطف چیز تجلیاتِ الٰہیہ ہیں۔ اس لئے ہر سلیم الفطرت انسان کی روح کا یہ تقاضا ہے کہ مجھے تجلیاتِ الٰہیہ سے مستفید کر کے ان کا مظہر بنایا جائے۔"

اب غذائے روحانی کو افضل اور اس کے طالب کو تندرست اور عقل مند ثابت کرتے ہیں۔

اب کفارِ مکہ کے عقائد توحید کی فہرست پیش کرتے ہیں:

"وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق، مالک، سارے جہان کا بادشاہ، سارے جہان کا چلانے والا، مصائب میں کام آنے والا تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا کے القاب قبیحہ سے یاد کرتا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدۂ توحید مخلوط با شرک تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے خالص اور مقبول توحید پیش کرتے ہیں۔ اور رسول پاک ہی پیش کردہ توحید مقبول کے لیے آیات کا حوالہ دیتے ہیں:۔

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ط
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (سورہ مومن آیت ۶۵ • ۴۰:۶۵)

دوسری جگہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔

لیکن وہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے اصلاحاتِ نبوی کو ٹھکرا دیتے ہیں اور

قرآنی تعلیمات جو توحید کے علاوہ حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ میں رہنما ہیں۔ ان کی سماعت تک سے بھی انکار کرتے تھے۔ اسی وجہ سے قرآنِ حکیم کی زبان میں ان کو حزب الشیطان کہا جاتا تھا اور انجام کار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ملتا ہے۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ۔

اس کے بعد مولانا شرک کے معانی بیان کرتے ہیں۔

لغت میں شرک کے معنی حصہ داری کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں یہ ہے کہ جو حق شریعت میں اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کیا گیا ہو وہی حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو بھی دیا جائے۔ مثلاً سجدہ عبادتِ اسلام میں فقط اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔

مذمتِ شرک

شرک ایسی بدترین چیز ہے کہ ہر قسم کے اعمالِ صالحہ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کسی کے اعمالنامہ میں موجود ہوں اور شرک بھی موجود ہو تو تمام نیکیوں کو شرک

The Quran contains a complete code of morals, as well as laws based thereon. It also lays the foundation for every institution of justices, for Military organization, for the finances, for a most careful legislation for the poor, all built upon the belief in the one God, Who holds man's destinies in His hands."
(Muhammad and Teachings of Quran by John Davenports page No.102).

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی لعنت کہا جاتے گی "

اس رسالے کی غرض وغایت یہی ہے کہ مسلمان جاہل پیروں کی صحبت میں اپنے عقیدۂ توحید کو ملوّث بشرک نہ کریں۔ کیونکہ مشرک کے لیے نہ نجات ہے نہ شفاعت اس رسالہ پر علماء ہمعصر کی تقریظات موجود ہیں۔ ہم صرف ایک نقل پر اکتفا کرتے ہیں:

" الحمدُ للہ و کفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ احقر نے اِس رسالے کو اوّل تا آخر دیکھا۔ مؤلف دام ظلہٗ نے جس طرح توحید فی العبادۃ اور توحید فی الاستعانت اور ساتھ ہی توحید فی الاطاعت کو آیاتِ بیّنات سے واضح کیا ہے اور پایۂ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ تنہا توحید فی الذّات یا توحید فی بعض الصفات مشرکین عرب بھی اعتقاد رکھتے تھے لیکن پھر بھی وہ مشرک ہی رہے ہے اور اس مضمون کو بھی قرآن مجید سے ہی ثابت کیا۔ ایسا کوئی رسالہ اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ مؤلف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ اس کے بعد صرف ایک مسئلہ توحید فی الاعمال باقی رہ جاتا ہے، جس کو علماء کلام نے خلقِ افعالِ عباد میں ذکر کیا ہے۔ اَلَا اِلَی اللّٰہِ تصیرُ الامُور "
(تقریظ از رئیس المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ مرحوم)

عبادات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ[۱] مفسرین حضرات نے مذکورہ آیت کی تشریح و توضیح میں اسلام کی ہمہ نوع عبادات کو شامل کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ جن و انسان میں خلقتہً یہ استعداد موجود ہے کہ اگر وہ چاہیں تو خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکتے ہیں۔

ان[۲] کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لیے ان میں خلقتہ

۱۔ سورہ الذاریٰت ۵۱ آیت ۵۶

۲۔ حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم ص۶۹۵

ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں۔ یوں ارادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بےبس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کریں گے۔ بہر حال آپ سمجھاتے رہیے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے "

مذکورہ آیت پاک میں عبادت کا وہ تنگ مفہوم نہیں، جو عام طور سے سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ تمام نیک اعمال اور اچھے کاموں تک وسیع ہے، جن کے کرنے کا مقصد خدا کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار، اس کی اطاعت اور اس کی خوشنودی کی طلب ہو۔ اس وسعت کے اندر انسان کی پوری زندگی کے کام شامل ہیں، جن کے بحسن و خوبی انجام دینے کے لیے اس کی خلقت ہوئی ہے۔ یہ روحانیت کا وہ راز ہے جو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کو معلوم ہوا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ شریعت میں چار عبادتیں فرض ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ درحقیقت یہ چاروں فریضے عبادت کے سینکڑوں وسیع معنوں اور ان کی جزئیات کے بےپایاں دفتر کو چار مختلف بابوں میں تقسیم کر دیتے ہیں "[۱]

پیغامِ عبودیت تمام انبیاء کرام کے ذریعے سے اولادِ آدم تک پہنچایا گیا۔ یہ حضرات مشیّتِ ایزدی کو عملی جامہ پہناتے رہے۔ ان کے اعمال میں اسوۂ حسنہ کے انوار موجود تھے، لہٰذا طالبانِ رضائے الٰہی کو پیغامِ خداوندی سن کر اور مقبولانِ الٰہی کی زندگیوں کا نمونہ دیکھ کر منزلِ مقصود تک پہنچنے میں آسانی پیدا ہو جاتی رہی۔ لیکن معاندین اور متکبرین ہمیشہ اپنی ہٹ دھرمی کی بنا پر سعادتِ دارین سے محروم ہی رہے۔

اب ہم حضرت مولانا لاہوریؒ کے ان رسائل پر نظر ڈالتے ہیں، جن کے اوراق میں شرعی عبادات کے تابدار موتی دمک رہے ہیں اور جن کے مطالعہ سے ہزاروں گم گشتگان

۱۔ سیرۃ النبی جلد چہارم ص۵۵، مصنفہ علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

toobaa-elibrdry.blogspot.com

راہ رشد وہدایٰ حاصل کر کے خوشنودیٔ پروردگار کی فردوس کے وارث بنے۔

رسالہ

فلسفۂ نماز

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ط

مولانا اس مختصر رسالے کے شروع میں اسلامی انقلاب کا نہایت جامع تعارف کراتے ہیں۔

"جس دن اسلام، اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے پیدا ہونے کے بعد تیئیس سالہ زندگی میں وہ انقلاب کر دکھایا کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں۔ چنانچہ جاہلوں کو عالم، ظالموں کو عادل، وحشیوں کو مہذب، بداخلاقوں کو با اخلاق، گڈریوں کو بادشاہ، ڈاکوؤں کو پاسبان اور غیر متمدنوں کو متمدن اور مہذب بنا دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان خوبیوں میں ان کو ساری دنیا کا امام ٹھہرایا اور خلافت کے تخت پر بٹھلا دیا۔"

لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز[1]
قلب مسلم را حج اکبر نماز
در کف مسلم مثال خنجر است
قاتل فشا و بغی و منکر است

اب نماز کا مطلب نہایت سادہ مگر بلیغ الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

"نماز[2] میں خدا تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرنا مقصود ہے۔ تاکہ اس کی نعمتوں کا شکر بجا لائیں، ہاتھ جوڑیں، سر جھکائیں، سجدے میں گریں۔ اس کی عظمت کے

---

[1] ۔ اسرار و رموز ص۱۱۱۔ از ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ "فلسفۂ نماز" ص۱۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

گن گائیں اور روحانی لذت پائیں۔ اس کے علاوہ اپنی لغزشوں سے توبہ کریں غرضیکہ اپنے حقیقی مولیٰ سے غلامی کا تعلق تازہ کر کے آئیں۔"

مولانا اب نماز کی وہ فلسفیانہ افادیت پیش کرتے ہیں، جو اسلامی دنیا کے اکثر شعبوں پر محیط ہے۔

"مسلمانوں[1] کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنا (مسجد)، بہترین آدمی کا انتخاب کر کے صدر بنانا (امام)، امام کے ماتحت چلنا (اقتدار)، امام کے ماتحت ہمہ تن ادب کا مجسم بن جانا اور کھانا پینا، بولنا یا ضروریات زندگی سے اجتناب (اطاعت)، اس تمام فرمانبرداری میں کسی اجرت کا خواہاں نہ ہونا۔ مساوات کا جذبہ پیدا کرنا، تاکہ کام کے وقت شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے ہو جائیں۔"

---

[1] ۔ میں کہتا ہوں کہ نماز روحانیت کے خصائل اربعہ میں حصول طہارت و اخبات کا زبردست ذریعہ ہے اور نفس میں تقدس پیدا کر کے اس کو عالم ملکوت کی طرف متوجہ کرتی ہے نفس کی یہ خاصیت ہے کہ جب کوئی وصف اس کے اندر متمکن ہو جاتا ہے اور اس کے باطن میں جاگزیں ہوتا ہے تو وہ اس کی متضاد صفت سے مبرا ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ صفت اس کے اندر ہے ہی نہیں۔ اب جو شخص نماز کو اس طریقہ پر ادا کرتا ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے (اچھی طرح وضو کرنا، وقت کی پابندی، رکوع و سجود علاوہ ازیں اذکار و ہیئات، خشوع و خضوع میں کوتاہی نہ کرنا، وہ نماز کے قالب میں اس کی روح کا طالب ہے صورت کی بجائے معنی کا خواہاں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ رحمت الٰہی کے دریائے عظیم میں غوطہ زن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اس کو ڈھانک لے گی جس کی بدولت اس کے سب گناہ مٹ جائیں گے۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص۱۱۹-۱۲۰ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے۔ ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات (ضرب کلیم ص۲۲۔ علامہ اقبال مرحوم)

[2] ۔ رسالہ فلسفۂ نماز مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل[1] یہ نکلا کہ اس خدا پرست منظم جماعت کی صدا ایک، سردار ایک، مرکز ایک، قبلہ ایک، قول ایک، فعل ایک، صورت ایک، اور ان ساری وحدتوں میں مقصود ایک و خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک ہے۔"

بعد ازاں مذکورہ بالا صفات کی حامل جماعت کی خدائی طاقت، نصرتِ[2] الٰہی اور خزائن ایزدی کے دروازے ان پر کھلنا کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ رسالہ فلسفہ نماز۔ مصنف مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] ۔ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ روم آیت) شاہد ثانی:- وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم (سورہ مائدہ آیت)

معلوم ہوا کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے نماز دوسرا رکن ہے۔ تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے۔ جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہو گئی ہے اور وہ دولت رؤیت جو سرور عالمیاںؐ کو معراج کی رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہاں کے مناسب آپؐ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ الصلوٰۃ معراج المومنین نیز فرمایا۔ اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار، نماز ہی بیماروں کیلئے راحت بخش۔ ارحنی یا بلالؓ بالصلوٰۃ اسی امر کی رمز ہے۔ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ اس مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ مواجید اور علوم و معارف مقامات اور انوار، تلوینات و تمکینات و تجلیات متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ وغیرہ جو کچھ اس میں سے نماز کے سوا میسر ہوں اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظہور پذیر ہوں ان کا منشا ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہیں۔ نمازی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے نماز ادا کرتے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے فائدہ پا لیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔"

(مکتوب ۲۶۱ مکتوبات دفتر اول ص ۲۸۸ مصنف حضرت مجدد الف ثانی مرحوم)

مولانا لاہوریؒ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ نماز شاہنشاہی سلام[1] ہے۔ اس سے روگردانی کرنے والا باغی ہے۔

اب نماز کی اہمیت کے سلسلے میں احادیث نبویؐ پیش کرتے ہیں اور نماز کے قیام فروغ کے لیے "خیر القرون قرنی" کے ظہور قدسی کو پھر آنکھوں کے سامنے جلوہ گر دیکھنا چاہتے ہیں۔

"اگر آج پیشتر[2] صد سالہ تنظیم کی پھر تجدید ہو جائے۔ لاہور (پنجاب کا ام القریٰ) کی شاہی مسجد میں فریضۂ نماز ادا کرنے کے لیے سب مسلمان آ جائیں۔ اس میں وزراء حکومت

---

[1] ۔ نماز میں اصلی شئی عبودیت الٰہی، انکسار و تذلل، خضوع و خشوع، ابتہال و توجہ الی اللہ انقطاع و تبتل اور نتیجہ اس کا تمام فواحش و منکرات اور رذائل و خبائث سے اجتناب و تحفظ ہے۔ (حقیقۃ الصلوٰۃ ص ۱۰ مصنف مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

شاہد ثانی: "نماز کیا ہے، مخلوق کا اپنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبودیت کا اظہار، اس رحمان و رحیم کی یاد اور اس کے بے انتہا احسانات کا شکریہ، حسن ازل کی حمد و ثنا اور اس کی یکتائی کا اقرار۔ یہ اپنے محبوب سے مہجور روح کا خطاب ہے۔ یہ اپنے آقا کے حضور میں جسم و جان کی بندگی ہے۔ یہ ہمارے اندرونی احساسات کا عرض نیاز ہے۔ یہ ہمارے دل کے ساز کا فطری ترانہ ہے۔ یہ خالق و مخلوق کے درمیان تعلق کی گرہ کا شیرازہ ہے۔ یہ بیقرار روح کی تسکین، مضطرب دل کی تشفی اور مایوس قلب کی آس ہے۔ یہ فطرت کی آواز ہے۔ یہ حساس اور اثر پذیر طبیعت کی اندرونی پکار ہے۔ یہ زندگی کا حاصل اور ہستی کا خلاصہ ہے۔ کسی غیر مرئی طاقت کے سامنے سرنگون ہونا۔ اس کے حضور میں دعا اور فریاد کرنا انسان کی فطرت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں کوئی ساز ہے جو نا معلوم انگلیوں کے چھونے سے بجتا رہتا ہے۔ یہی الستُ بربکم کا فطری جواب ہے۔" (سیرۃ النبیؐ جلد پنجم ص ۲ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہٗ)

[2] ۔ رسالہ فلسفۂ نماز ص ۲۰-۹ مصنف مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہائیکورٹ کے جج، بیرسٹر، ایٹ لا۔ پی۔ ایچ۔ ڈی، وکلا، تحصیلدار، قانون گو، پولیس اور فوج کے تمام مسلمان افسران موجود ہوں۔ دیہات کے نمبردار اور ذیلدار بھی اس مقدس جلسے میں شامل ہوں، تاکہ جو حکم پائیں بستیوں میں جاکر اسے عملی جامہ پہنائیں۔ اور امام مسجد صحیح معنوں میں سیدالمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین ہو۔ جس کے خطبے میں جان ہو۔ ایک ایک لفظ میں زندگی کا پیام ہو۔ حاضرین کے دلوں کا تار اس کی پانچ انگلیوں میں ہو۔ جب دبائے جو آواز چاہے نکلوائے۔ پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ تمام طاغوتی اور مادی طاقتیں اس خدائی طاقت سے لرزہ براندام نظر آئیں گی۔

اب علامہ اقبال مرحوم کا شعر نقل فرماتے ہیں اور قرآن حکیم کی آیات اپنے دل کی ترجمانی کے لیے پیش فرماتے ہیں۔

واۓ ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ (۱۲ : ۸۶) وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ۔ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (۴۰ : ۴۴)

بعدازاں غیر مسلم کی شہادت پیش کرتے ہیں:

"Whoever has seen the Muslims assembled at prayer in rows, carrying out the observances with astonishing uniformity, order and dignity will not fail to recognize the educational value of this disciplinary prayer. The regular meeting of all the faithful at this common prayer warnished the spirit of solidarity, implnted the feeling of the quality of

man. All military successes of Islam were due to the qualities which were now for the first time brought forth and developed among the Arabs dicipline and contempt for death."

"Joseph Hells "Arab Civilization."

درحقیقت مولانا امت مسلمہ میں عبادت الٰہی دتمان کی روح کو دوبارہ زندہ کر کے ان میں جذبۂ عبودیت، مساوات، ایثار، اطاعت امیر، ناموس وحدت فکری غرضکہ اسلاف کرام کے تمام صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کو پھر سے عظمت رفتہ حاصل ہو سکے۔

" Islam presents a nice practicable constructive programme. The Islamic system of holding congregational prayers several times a day, at any place where some believers happen to be, is the nicest method of realizing the spiritual brotherhood of men. The ideals which the league of nations has set before us can be more conveniently realized by the Islamic institution of Hajpilgrimage to Mecca. The Conception of a living personal God is the unique achievement of Islam." (Mrs. ST Clair stobart Muhammad and Teachings of Quran P.110)

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ فلسفہ روزہ

قرآنِ حکیم کی سالگرہ۔ وجہِ مفقود ہونے سے قرآنِ حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا یعنی قرآنِ حکیم ایک ہی مرتبہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ یہود میں عاشورا کا روزہ عیسائیوں میں نزولِ مائدہ آسمانی کا دن اور مسلمانوں کے لیے قرآن مجید ایک عظیم الشان نعمت ہے اس لیے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے چنانچہ مسلمان رات کو تراویح میں قرآنِ حکیم کا سننا اور دن کو روزہ رکھنا شکرِ نعمت کے اظہار کے طور پر سابقہ امتوں کی طرح ضروری سمجھتے ہیں۔

مولانا اس کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں روزہ کی صورت اور روح پر ایمان افروز تبصرہ کرتے ہیں۔ دربارِ رسالت کا فیصلہ نقل کرتے ہیں: من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ ان یدع طعامہ وشرابہ

تعلیمِ مذہب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا ہوں صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو۔ بد اخلاقی سے اسے نفرت ہو۔ خواہشاتِ نفسانی پر قابو پائے

لہ۔ رسالہ فلسفہ روزہ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم ص۔

لہ۔ ہم کو صاف بتا دیا گیا کہ فرضیتِ صیامِ رمضان اس لیے ہے کہ ہم اس عطار ناموس فرقان و هدی (قرآن) پر خدا کا شکر بجا لائیں اور اس کے نام کی تصدیق کریں پس کون مسلم ہے جو خدا کے اس احسانِ اکبر اور نعمتِ عظیم کے شکر کے لیے تیار نہ ہو اور اس کی تقدیس کے لیے آمادہ نہ ہو۔ اس کی تقدیس و تمجید میں خود کو فراموش کر دو۔ اس کے کلام کی عظمت کو یاد کرو جس نے تم جیسی زار و نزار قوم کو اپنی تسلی سے قوی کیا جو پھر کبھی کمزور نہیں ہوگی۔ جس نے ۱۳۴۴ برس ہوئے کہ توحید کی آگ تمہارے سینوں میں روشن کی جو پھر کبھی نہیں بجھے گی جس نے تمہارے سر پر تاجِ خیر الامم رکھا جو کبھی نہیں اتر سکتا۔ (حقیقۃ الصیام ص ۔ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم مطبوعہ ۲۔ اگست ۱۹۴۶ء)

لہ۔ رسالہ فلسفہ روزہ ص مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ضبطِ نفس اور تحمل کا خوگر ہو۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے شرارت نہ کرنے پائے۔ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لیے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے۔ اس زہر کو نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے۔ اور نبی کریم نے روزے کے ذریعے سے اپنی

لہ۔ چونکہ شدید بہیمیت احکامِ ملکیت کے ظہور میں آنے سے مانع ہے۔ اس کے مقہور و مغلوب کرنے پر زیادہ سے زیادہ توجہ کرنا لازم ہے۔ بہیمیت کو قوت دینے اور ظلمت بڑھانے کے لیے قوی اسباب کھانا پینا اور شہواتِ نفسانیہ میں منہمک ہونا ہے۔ بہیمیت کو مقہور و مغلوب کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ اکل و شرب کے اسباب میں تقلیل کی جائے اور خدا پرستوں کا یہی طریقہ ہے غرض یہ ہے کہ آدمی کی بہیمیت اس کی ملکیت کے تابع اور منقاد ہو جائے۔ ملکیت کو اس قدر غلبہ حاصل ہو جائے کہ وہ بہیمیت کے الوانِ حیثیہ کو قبول نہ کرے اور اس کے نقوشِ دنیہ ملکیت میں کندہ نہ ہونے پائیں۔ ملکیت میں انشراح و انبساط کا احساس پیدا ہو اور بہیمیت میں انقباض کا۔ ملکیت تشبہ بالملکوت (فرشتوں کی سی عادات و صفات) اور تطلع الجبروت (بہمہ حال بارگاہِ قدس کی طرف توجہ) روزہ بعینہٖ اس چیز کا نام ہے کہ ملکیت کی خصوصیات کو حاصل کرنا اور بہیمیت کے اقتضاآت کو ترک کرنا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۹ جلد دوم مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مرحوم) دوسرا شاہد: ۔ پیغمبرانہ تاریخ کے ان ہی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ نبی جب اپنے کمالِ انسانیت کو پہنچ کر فیضانِ نبوت کے قبول اور استعداد کا اظہار کرتا ہے تو وہ ایک مدت تک کے لیے عالمِ انسانی سے الگ ہو کر ملکوتی خصائص میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسی وقت سے اس کے دل و دماغ میں وحی الٰہی کا سرچشمہ موجیں مارنے لگتا ہے۔ کوہ سینا کا پرجلال پیغمبر جب تورات لینے جاتا ہے تو چالیس شبانہ روز بھوکا اور پیاسا رہتا ہے (خروج ۳۴ - ۲۸) کوہ سعیر کا مقدس آنے والا (حضرت عیسیٰؑ) اس سے پہلے کہ اس کے منہ میں انجیل کی زبان گویا ہو وہ چالیس روز و شب بھوکا اور پیاسا رہا۔ اسی طرح فاران کا آتشیں شریعت والا نزولِ قرآن سے پہلے ایک مہینہ حراء نام کوہ کے ایک غار میں ہر قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا اور اسی اثنا میں ناموسِ اکبر اقرا باسم ربک الذی خلق کا مژدہ جانفزا لے کر نمودار ہوتا ہے۔

(سیرۃ نبوی ص ۲۹۲ مصنفہ سید سلیمان ندوی مرحوم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۔ [illegible] سے اعلیٰ [illegible] پیمانے کی سعی فرمائی ہے۔

[illegible] روزے کے سیاسی فوائد کی طرف منعطف ہوتی ہے۔ ان کے نزدیک روزے میں حیات قومی کے تمام اصول و قوانین پائے جاتے ہیں کیونکہ زندہ اقوام میں جفاکشی اور بلا نوشی کے جوہر موجود ہوتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ وہی قوم عزت سے زندہ رہ سکتی ہے، جس کے پاس حیات قومی کے اعلیٰ اصول ہوں اور وہ ان کی پابندی کے لیے ہر مصیبت کو جھیلے اور مصیبت کے سامنے سینہ سپر ہو۔ روزے میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چوبیس گھنٹے بے آب و دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو اور پھر رات کو نماز تراویح میں کھڑا رہنا۔ حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک فوجی سپاہی ہے۔ بسکٹ، کیک، سوڈا اور لیمونیڈ تو بجائے خود رہے، بلکہ پانی پیئے بغیر اور کھانا کھائے بغیر اگر ضرورت پیش آ جائے تو دن اور رات کے چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے اور فتوحات اسلامیہ میں اس قسم کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ جو قوم سطح زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو اور وہ ان اصولوں کی پابند ہو جائے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ تخت یا تختہ، وہ قوم کبھی مٹ نہیں

ــه ۔ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ، أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ۔

شاہ ولی اللہ ثانی، اصل شئے روح کا تقویٰ، نفس کی طہارت، خواہشوں کا حبس، قوتوں کا انقیاد اور جذبات کا ایثار ہے۔ اور چونکہ مخلوقات کے لیے غذا کی خواہش سب سے بڑی مجبور کن خواہش ہے۔ اس لیے درس صبر تعلیم تحمل، تزکیہ فضائل اور نشوونما تقویٰ و ایثار نفس کے لیے اس خواہش کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا، اور اس کو تمام روحانی فضائل کے کسب اور تمام اخلاقی رذائل سے اجتناب کا وسیلہ قرار دیا یہی وجہ ہے کہ روزہ کا حکم دینے کے لیے اس کی علت ایک نہایت ہی جامع و مانع اصطلاح شریعت میں واضح کر دی گئی کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (تاکہ تم برائیوں سے بچو)

(حقیقۃ الصیام [illegible] مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

ــه ۔ رسالہ فلسفہ روزہ [illegible] مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ظاہر و باطن اور زمین و آسمان کی تمام طاقتیں اس کی خدمت کے لیے وقف ہو جائیں گی مولانا کی نظر اب روزے کے اخروی فوائد پر پڑتی ہے۔ سابقہ گناہوں سے پروردگار عالم مغفرت فرماتے ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ اور اجتری به اور [illegible] احادیث سے ثابت کرتے ہیں کہ روزہ دار کے حق میں روزہ اور قرآن حکیم کی سفارش قبول کی جائیں گی روزہ اور قرآن مجید مثالی وجود میں متشکل ہو کر بارگاہ قدس میں حاضر ہو کر سفارش کریں گے۔

اس رسالے کے خاتمہ پر علمائے کرام کی تقریظات موجود ہیں۔ جو رسالے کی اہمیت اور ثقاہت پر دال ہیں۔

ــه ۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے عنوان سے ضرب کلیم میں ایک نظم پیش کرتے ہیں۔ تمام ابلیس کی موجودگی میں باقی اقوام عالم کو گمراہ کرنے کے وسائل پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ اب مسلمان قوم کو ذلیل و خوار بلکہ نیست و نابود کرنے کا جب مسئلہ زیر بحث آتا ہے تو متفقہ فیصلہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے فاقہ کشی کے جوہر کو چھین لو تو ساری قوم اپنی موت آپ مر جائے گی۔ علامہ علیہ الرحمۃ نے فاقہ کشی کو روح محمد سے تعبیر فرمایا ہے۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا۔ روح محمد اس کے بدن سے نکال دو۔ (علامہ اقبالؒ)

ــه ۔ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقرآن یشفعان للعبد یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه ویقول القرآن منعته النوم باللیل فشفعنی فیه فیشفعان (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم فی فضیلۃ الرمضان [illegible])

ــه ۔ جس جہان میں ہم بود و باش رکھتے ہیں اسے عالم ناسوت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تین جہان اور بھی ہیں۔ عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت۔ عالم ملکوت کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ عالم مثال میں یہاں کی ہر چیز کا وجود ہے بلکہ ان چیزوں کا بھی وجود جن کا یہاں نہیں ہے۔ مثلاً اعمال، روزہ، قرآن وغیرہ۔ لہٰذا قیامت کے دن روزہ اور قرآن احسن شکل میں متشکل ہو کر بارگاہ ایزدی میں روزہ دار کی سفارش کریں گے۔ (رسالہ فلسفہ روزہ [illegible] مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فلسفۂ زکوٰۃ

قولہٗ تعالیٰ۔ اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔

"ابتدائے رسالہ میں مصنف مدظلہ العالی نے اس رسالے کی غرض وغایت ان الفاظ میں پیش فرمائی ہے۔ **اسلام کی بنیاد: پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔** توحید و رسالت کا اقرار، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار سراسر کفر ہے اور اقرار کے بعد عمل میں سستی کرنا فسق و فجور کہلاتا ہے۔ چنانچہ اس چھوٹے سے رسالے میں زکوٰۃ کے متعلق احکام اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے شرعی سزائیں نقل کی گئی ہیں۔ بعدازاں زکوٰۃ میں مسلمانوں کے لیے اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی فوائد جو مضمر ہیں، وہ معروض ہوں گے۔"

زکوٰۃ کی ادائیگی فرمانِ شاہنشاہی ہے۔ مولانا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش فرماتے ہیں:

عن ابن عباسؓ انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذاً الی الیمن۔ فقال ادعهم الی شهادة ان لا الٰه الا اللّٰه وانّی رسول اللّٰه فان هم اطاعوا لذالك فاعلمهم انّ اللّٰه افترض علیهم خمس صلوات فی كل یوم ولیلة فان هم اطاعوا لذالك فاعلمهم انّ اللّٰه افترض علیهم صدقة فی اموالهم توخذ من اغنیاءهم وترد فی فقرائهم (مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ فصل اول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور)
(بخاری شریف باب وجوب الزکوٰۃ)

سلہ۔ والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللّٰه فبشرهم بعذاب الیم ۝ یوم یحمٰی علیها فی نار جهنم فتكوٰی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هٰذا ما كنزتم لانفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون ۝ (سورہ توبہ ۹ آیت ۳۵)

سونے چاندی کی زکوٰۃ کے تشریحی احکام کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ اونٹ، گائے اور بکری، گھوڑے، گدھے، خچر، معدن، دفینہ اور زمین کی پیداوار کا علیحدہ علیحدہ نصاب درج کیا جاتا ہے۔ پھر مصارفِ زکوٰۃ کو نصِّ قرآنی سے پیش فرماتے ہیں۔ بعدازاں فلسفۂ زکوٰۃ کی دفعات کا ایک طویل سلسلہ ہو جاتا ہے جو کہ حسبِ ذیل ہے۔

دفعہ اول[سلہ]: زکوٰۃ دینے والے کے اخلاق کی اصلاح: روح کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی جو ہر لحاظ سے اس کی جان کا عرق ہے رضاءِ مولیٰ کے لیے قربان کر کے یہ ثبوت دیتا ہے کہ اے میرے مولا تو مجھے اس محبوب مال سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اس جذبۂ صادقہ کا پیدا ہونا تمام اخلاق کا سنگِ بنیاد ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں دل کو بخل کی پلیدی سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جس طرح ناپاک کپڑا یا بدن پانی کے سوا پاک نہیں ہوتا اور پاک کئے بغیر نماز نہیں ہوتی، اسی طرح جب بخل کی پلیدی سے دل پاک نہ ہو تو بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہو سکتا۔ گویا زکوٰۃ اور صدقات کے پانی سے بخل کی پلیدی کو دل سے دھویا جاتا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ اور صدقات دینے والا تمام بداخلاقیوں سے محفوظ رہے گا۔ بلکہ اخلاقِ عالیہ کا علمبردار ہوگا۔

دفعہ دوم: حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ابن آدم انفق انفق علیك۔

دفعہ سوم: زکوٰۃ دینے والوں پر آخرت کی رحمت۔ ولقّٰهم نضرة وّ سرورا۔

دفعہ چہارم: زکوٰۃ لینے والوں کی اخلاقی اصلاح: اگر امراء باقاعدہ مستحقین پر زکوٰۃ تقسیم کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت سے لوگ جو ناداری اور بے کاری کے باعث ہر طرح کے جرائم (چوری، ڈاکہ، قرض لے کر واپس نہ کرنا) کرگذرتے ہیں، ان سے باز آجائیں۔

دفعہ پنجم: زکوٰۃ لینے والوں کی معاشرتی اصلاح: زکوٰۃ لینے کے بعد والدین کی خدمت کر سکے گا۔ بیوی بچوں کی ضروریات پوری کرے گا اور وہ اس سے راضی ہوں گے۔

سلہ۔ رسالہ فلسفۂ زکوٰۃ ص ۳۰ تا ۲۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دفعہ ششم: زکوٰۃ لینے والے کی اقتصادی اصلاح: تمام معاشرے میں چند سال کے بعد غُربا، امراء بن جائیں گے۔

دفعہ ہفتم: زکوٰۃ کا سیاسی فائدہ: مجاہدینِ اسلام کی عزتِ ایمانی، حمیتِ اسلامی اور سرفروشی کا عشق ہی اسلام کی عزت کا محافظ اور اس کے وقار کا پاسبان ہے۔ مسلمانوں کی زکوٰۃ کا بیت المال جب مجاہدین کی روٹی، کپڑے اور باقی ضروریاتِ زندگی کا کفیل ہوگا تو آپ دیکھیں گے کہ مجاہدینِ اسلام کے جھنڈے کے جھنڈ پرندوں کی طرح قطاریں باندھ کر میدانِ جہاد میں منڈلا رہیں گے۔ ادھر سے خدا تعالیٰ اس توحید پرست محافظِ اسلام فوج کی پشت پناہی کے لیے زمین و آسمان کی تمام قوتوں کو مدد کے لیے میدان میں اتار دیں گے تو مجاہدین کی فتح اور کفار کی شکست لازمی نتیجہ ہوگی۔ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (۴۸: ۲۲)

بعد ازاں دعوت الی السنۃ کے عنوان کے تحت یہ الفاظ رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک عہد میں زکوٰۃ کے لیے بیت المال تھا۔ اب بحیثیت مجموعی ہندوستانی مسلمانوں کو کسی ایک مرکز سے وابستگی نہیں ہے۔ ہم اپنے بیت المال متعلقہ دروازہ شیرانوالہ (انجمن خدام الدین) کا تعارف کراتے ہیں۔

اس مد میں کم و بیش زکوٰۃ جمع ہوتی ہے اور اس مد سے سارا مال یتامیٰ، بیوگان اور مساکین وغیرہ کی ضروریات پر تقسیم ہوتا رہتا ہے اور اسی رقم میں سے اکثر ان طلبہ علوم کو بھی کھانا، سامانِ نوشت و خواند اور ان کی رہائش کا بھی انتظام کیا جاتا ہے، جو مختلف صوبجات ہند (مثلاً پنجاب، یو پی، بنگال، مدراس، بہار، آسام، سندھ، سرحد وغیرہ) اور ریاست ہائے ہند (بہاولپور، خیرپور، سندھ، حیدرآباد، دکن) اور بیرونِ ہند مثلاً افغانستان، چین، بخارا، ایران وغیرہ سے محض تفسیر قرآن حکیم پڑھنے

لہ۔ مصارفِ زکوٰۃ: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ ۹ آیت ۶۰)

کے لیے آتے ہیں۔ یہ خوبی زکوٰۃ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے باعث پیدا ہوگئی ہے۔"

آخری عرضداشت: برادرانِ اسلام جب زکوٰۃ ادا کرنے کے باعث اندرونِ ملک بھوک اور تنگدستی ختم ہو جائے تو سرحداتِ اسلامی پر بھی استحکامات کر دیئے جائیں تاکہ دشمن آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی جرأت نہ کرے اور مسلمانوں کے لیے وہ دن کتنا مبارک ہوگا کہ تسلطِ غیر سے آزاد ہوں، سوائے خدائے قدوس کے اور کسی کے غلام نہیں ہوں گے۔ اسلام آزاد، قرآن آزاد، ایمان آزاد اور مسلمان آزاد ہوگا۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ وعلى الله فتوكلوا إن كنتم مؤمنين۔

اس رسالہ پر آٹھ جید علماء کرام کی تقاریظ موجود ہیں۔

رسالہ فلسفۂ عیدِ قربان

لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ (۲۲: ۳۷)

مولانا اس رسالے کی ابتدا ایک حقیقۃ الحقائق کے اعلان سے کرتے ہیں اور وہ یہ ہے: "دنیا میں ہر عقلمند انفع چیز کو پسند کرتا ہے۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا معمول ہے جس کی عقل محدود ہے، فہم نارسا ہے۔ انکشافِ حالاتِ مستقبلہ سے عاجز و بیکس ہے۔ جس کے فیصلے محض ظن و تخمین پر ہیں۔ تو کیا اس عالم الغیب والشہادۃ، قادرِ مطلق فعال لما یرید کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔"

مولانا مذکورہ بالا مقدمہ سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں: "حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے حکمت و مصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ

لہ۔ فلسفۂ زکوٰۃ ص۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی۔

ٔ۔ رسالہ فلسفۂ عید قربان ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ٔ۔ رسالہ فلسفۂ عید قربان ص۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (۲:۱) پھر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو نعمتِ حکمت سے بھی سرفراز فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۲: ۲۶۹)

مولانا فرماتے ہیں کہ نسلِ انسانی کی ابتداء سے قربانی کا عمل اب تک جاری و ساری ہے۔ پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر فرماتے ہیں

ؑ۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا الخ (۵: ۲۷)

ؑ اور سب سے آخر یہ کہ جب حقیقتِ اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا تو وہ اسلام ہی تھا، جس نے ابراہیمؑ کے ہاتھ میں چھری دی تاکہ فرزندِ عزیز کو ذبح کر کے ماسوی اللہ کی قربانی کرے اور وہ اسلام ہی تھا جس نے اسماعیلؑ کی گردن جھکا دی تاکہ جانِ عزیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے۔ جبکہ اس نے پوچھا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ تو یہ وجود ابراہیمی کی نہیں بلکہ اسلام ہی کی صدا تھی اور پھر جب اس کے جواب میں اسماعیلؑ نے کہا یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ تو یہ بھی اسماعیلؑ کی نہیں بلکہ اسلام ہی کی صدا تھی ؎

غافل مرو کہ تا در بیتِ الحرام عشق ۔ صد منزل است منزلِ اول قیامت است

(جہاد در اسلام ص ۱۵۲ ۔ مولانا ابو الکلام آزاد)

دوسری جگہ ، یہ دعائیں ان زبانوں سے نکل رہی تھیں جن میں ایک راہِ الٰہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کر چکا تھا اور دوسرا اپنے جان و نفس کی۔ دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو رہ الٰہی میں لٹا دیا تھا۔ ایک نے فرزند کو اور دوسرے نے اپنی جانِ عزیز کو۔ دونوں محبِ مدفی سبیل اللہ تھے اور اس وقت دونوں مسلم تھے۔ خدا نے ان دونوں کی دعاؤں کو اس طرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث و انقلابات بھی ان کی قبولیت کی صداقت کو دھبہ نہ لگا سکے۔ وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری جس کے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی۔ کروڑوں انسانوں کی پرستش گاہ اور قبلۂ وجود بنی اور خدا کے جلال اور قدوسیت نے تمام عالم میں صرف اس کی چھت کو اپنا نشیمن بنا لیا۔

(اسوۂ ابراہیمی ص ۱۳۲ ۔ مولانا ابو الکلام آزاد)

اور اس کے نتائج پر یوں کو ہر اتش نی کرتے ہیں۔

۱۔ جب حصولِ رضائے الٰہی کے لیے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریقِ اولیٰ کوئی دریغ نہیں تھا۔

۲۔ جب جان اور مال قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تو مال کی قربانی کا کیا عذر ہو سکتا ہے!

۳۔ جب ان کے ہاں جان، اولاد اور مال رضائے الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا، تو وہاں حبّ وطن محبتِ الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی؟

۴۔ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اور اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزہ و اقربا کے تعلقات انہیں دروازۂ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

۵۔ جب جان، اولاد اور اعزہ و اقربا اس درِ یتیم (رضائے الٰہی) پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو حبّ بقیہ احباب و دنیا انہیں کب یادِ الٰہی سے غافل کر سکتی ہے؟

۶۔ جب رضائے الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملتِ ابراہیمی کے مجدد ہیں آپ نے بھی اپنی امت کو حصولِ رضائے الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو!

مولانا فرماتے ہیں، کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذباتِ ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے ان پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔

ؑ۔ رسالہ فلسفۂ عید قربان مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم و مغفور۔

ؑ۔ وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِی الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (سورۃ ۲۲ آیت ۷۸)

ؑ۔ قربانی کی حقیقت واضح کی گئی اور بتایا گیا کہ وہ صرف ایثارِ نفس و فدویت جان و روح کے اظہار کا ایک طریقہ ہے اس کا گوشت اور خون خدا تک نہیں پہنچتا۔ کہ اس کے چھاپے سے دیواروں کو رنگین کیا جائے۔ خدا تو صرف خالص نیتوں اور پاک و صاف دلوں کو دیکھتا ہے۔ (جاری۔ گلاصفر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم۔

اب مولاناؒ فلسفۂ عید قربان پر غور فرماتے ہیں۔ آپ قربانی کی یاد تازہ کرنے کو امتِ بیضا کی سربلندی کا رمز بتاتے ہیں۔ قربانی کے عمل کو خدائے ذوالجلال کی رضا کا نشان گردانتے ہیں۔

مسلمانوں کو وحدتِ ناموس فکری کی دعوت دے کر ان کو پیغامِ نصرت دیتے ہیں۔ کفار کی ناکامی کے ازلی سبب کا ذکر کرتے ہیں اور بعد ازاں اسلامیانِ عالم کی موجودہ حالت (انتشار، تعددِ خلفاء) پر اظہارِ تاسف کرتے ہیں۔ پھر عملِ صالح کو کامیابی کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ اور انجام کار مسلمانوں کو رسمِ عید الٰہی یاد کراتے ہیں۔ تاکہ

(بقیہ پچھلا صفحہ) یہ چھلکے اتر گئے تو خالص مغز ہی مغز باقی رہ گیا۔ اب وادیٔ مکہ میں خلوص کے دو قدیم و جدید منظر نمایاں ہو گئے۔ ایک طرف آبِ زمزم کی شفاف سطح لہریں لے رہی تھی۔ دوسری طرف ایک جدید امت کا قوم کا دریائے وحدت موجیں مار رہا تھا۔ (حقیقتِ حج صفحہ ۹۹ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم)

بینہ اسلام اپنے متبعین کو ایک رشتۂ وحدت میں پرو دیتا ہے اور وہ رشتہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان چینی ہوں یا روسی، ہندی ہوں یا جاپانی، امریکی ہوں یا افریقی، ترکی ہوں یا عربی ان سب کا خدا ایک، رسول ایک، مذہب ایک، دستورالعمل ایک، مرکز ایک۔ حاصل یہ ہے کہ اسلام نے رنگ و نسل کے امتیازات مٹا دیے ہیں۔ انما المومنون اخوۃ۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (رسالہ فلسفۂ عید قربان صفحہ ۱۰۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

اعداءِ اسلام میں اصولاً بجائے وحدت کے انتشار ہے۔ تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی ذٰلک بانھم قوم لا یعقلون (سورہ الحشر۔ آیت ۱۴)

ہائے افسوس صد افسوس۔ آج دنیا میں الٹا نظر آ رہا ہے جن کی گھٹی میں وحدت تھی وہ انتشار میں سرشار ہیں اور جن کی ناکامی و نامرادی کا اعلان لوحِ محفوظ سے آ چکا تھا ذٰلکم و ان اللہ موھن کید الکٰفرین (۸: ۱۸) وہ آج سربلند و متحد نظر آتے ہیں (رسالہ فلسفۂ عید قربان صفحہ ۱۰۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولا الی اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم۔

وہ اپنے مقام کو پہچانیں۔

وظیفے

انسان کا فطری تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے جس کو ہر انسان خواہ مسلم ہو یا کافر اپنی عقل سے مانتا ہے۔ جب اسبابِ ظاہری جواب دے دیتے ہیں تو فطرتِ سلیمہ ہادی بنتی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دروازے کے اور کہیں تیری حاجت پوری نہیں ہوگی۔ جب انسان خدا کو مالک اور خالق مانتا ہے تو اس سے رشتۂ محبت قائم رکھنا چاہتا ہے۔ اب خدا کس چیز سے خوش ہوتا ہے وہ صرف ذکرِ الٰہی سے خوش ہوتا ہے۔ لیکن اب شیطان لعین بندہ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور غیروں کے دروازہ پر جانے کی ترغیب دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے ذریعے بندہ کو شیطان کے فریب سے بچاتا رہا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور رسول بنا کر بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ نبوت کی ضیا باریوں نے شرک و کفر کے سیاہ بادلوں کو سطحِ قلوب سے مٹا دیا اور اس مبارک وطنِ حبیب کا ہر فردِ مسلم مظہرِ انوارِ الٰہی بن گیا۔ لیکن رسولِ پاکؐ نے فسادِ امت کی پیش گوئی بھی فرمائی ہے۔ اس موقعہ پر علماءِ امت کا فرض ہے کہ گم گشتگانِ راہِ ہدیٰ کو شاہراہِ محمدی پر لائیں اور سو شہید کا ثواب پائیں۔

رسالہ "وظیفے" صفحہ ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ فانی یؤفکون ۞ (سورہ زخرف ۴۳ آیت ۸۷)

و اذا غشیھم موج کالظلل دعوا اللہ مخلصین لہ الدین ۞ (۳۱ : ۳۲)

رسالہ "وظیفے" صفحہ ۵۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید (رواہ بیہقی مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب حضرت مولاناؒ دعا کی فضیلت اور ذکر الٰہی کے فضائل کی طرف رجوع فرماتے ہیں

[۱] اگر آپ قبولیت دعا اور رحمتِ الٰہیہ کے امیدوار بننا چاہتے ہیں۔ تو فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے اور اسی سے مانگیے۔ جن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو یاد فرمایا ہے لہٰذا انہیں اذکارِ نبوی کو میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس کے بعد مولاناؒ چند ایک اذکار نقل فرماتے ہیں۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحابِ کرامؓ کو تلقین فرماتے تھے۔ مولاناؒ ان کے فضائل کے ساتھ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی ترغیب و تشویق دلاتے ہیں۔ آپ کا منشا یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے لوگ گمراہ پیروں کے خود ساختہ وظائف سے اجتناب کریں اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے وظائف پر عمل کر کے صحابہ کرامؓ کی طرح خدا اور رسولِ خدا کو راضی کر سکیں کیونکہ صحابہ کرامؓ فرائض کی احسن ادائیگی کے علاوہ نفلی عبادات میں بھی نہایت والہانہ ذوق و شوق سے حصہ لیتے تھے جیسا کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ رشکِ ملائکہ جماعت تھی۔ جن کی حسنِ عبادت کو سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ [۲] کی سند عطا ہوئی ہے۔

اور دوسری جگہ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ (مزمل) [۳] کی شہادتِ خداوندی موجود ہے اور وہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا تمغہ حاصل کر چکے ہیں

رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ جل جلالہٗ و عمّ نوالہٗ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا۔ مولاناؒ مذکورہ بالا رسالہ کی

---

[۱] ۔ رسالہ وظیفہ ص۸ مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

[۲] ۔ سورہ فتح ، پارہ ۲۶ ۔ آیت ۲۹

[۳] ۔ سورہ مزمل آیت ۲۰ شروع

ابتداء میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "اگر نظامِ عالم پر غور کر کے دیکھا جائے تو ہر چیز کی ایک غرض و غایت نظر آتی ہے۔ انسان کی پیدائش کی بھی ایک مصلحت اور حکمت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ لہٰذا انسان کا حسن و قبح شرافت و رذالت، دیانت و خیانت اسی حکمت اور مصلحت پر پرکھی جائے گی۔ اگر فرائض عبودیت ادا کرنے میں تیز گام ہے۔ سرکیف اور ہوشیار ہے تو حسن، شریف اور دیانتدار کہلائے گا۔ ورنہ ان کے مخالف الفاظ کا مصداق بن جائے گا"

اب رسالہ کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے جلالی اور جمالی اسماء حسنیٰ کی فہرست اسے سنا دی جاتی ہے" تاکہ خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کو صحیح طور پر پہچان لے"

جہاں تک اسماء اللہ الحسنیٰ کے تعبد و تخلق کا تعلق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "المقصد الاسنیٰ فی شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور قصیدۃ العلی، مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی شرح مشکوٰۃ شریف سے پورا پورا استفادہ کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح کی گئی ہے۔ بعد ازاں بتایا گیا ہے کہ اگر انسان ان اسماء کا مظہر بننا چاہیے تو کس طرح اپنے آپ کو ان خصوصیات سے متخلق بنائے اور اگر اپنے مالک عَزَّ اِسْمُهٗ وَجَلَّ مَجْدُهٗ کی اس صفت کے سامنے حقِ عبودیت ادا کرنا چاہیے تو کس طرح ادا کرے؟

---

[۱] ۔ رسالہ شرح اسماء اللہ الحسنیٰ ص۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

[۲] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۳ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

[۳] ۔ جاننا چاہیے کہ عالم سب کا سب حق تعالیٰ کے اسماء صفات کا مظہر ہے۔ اگر ممکن میں حیات ہے تو اسی واجب تعالیٰ کی حیات کا آئینہ ہے اور اگر علم ہے تو اسی علم کا آئینہ ہے، اور اگر قدرت ہے تو اسی کی قدرت کا آئینہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن اس کی ذات کا عالم میں نہ کوئی آئینہ ہے نہ کوئی مظہر ہے بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے اور کسی چیز میں شرکت نہیں۔

(جاری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ رسالہ ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت مولاناؒ نے اسلام کے ان اسرار و معارف کے چہرے سے پردہ اٹھایا ہے۔ جن کو تصوف و احسان اور تزکیہ قلوب کی روح رواں کہنا چاہیے۔ امام غزالی جیسے فلسفیِ اسلام اور مفکرِ قرآن کا تجرِ علمی تمام افراد امت پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ مولانا لاہوریؒ نے اس رسالے میں معرفت کردگار کی دعوت دی ہے۔ کیونکہ جب انسان عبدیت کی صف میں کھڑا ہو کر اپنے مالکِ حقیقی کی عظمت کا احساس دل میں رکھ کر اپنے سرِ نیاز کو جھکانا چاہتا ہے تو اسے کسی عارفِ راہِ طریقت کی احتیاج پیدا ہوتی ہے ؎

سخن از طریق نپرسم رفیق مے جوئم
کہ گفتہ اند نخست ایں رفیق و باز طریق (اقبالؒ)

اس رسالے کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یقیناً اسماء اللہ الحسنیٰ اور صفاتِ الٰہیہ کے اسرار و غوامض تک بقدرِ استعداد و وجدان رسائی حاصل کر سکے گا اور پھر جس اسم الٰہی کو وردِ زبان بنائے گا بفضلِ ایزدِ متعال روحانی لذت سے نوازا جائے گا۔ اس رسالے میں طالبِ صادق کو بالیقین تقرب دربارِ احدیت اور رشتۂ عبودیت کو استوار

رحمانیہ، رحیمیہ، غفور)، گرچہ وہ اسم میں ہو یا وہ مشارکت صورت میں ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ برخلاف اسماء و صفات کے کہ عالم کے ساتھ باہمی مناسبت رکھتے ہیں۔ اور صوری مشارکت ان کے درمیان ثابت ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ میں علم ہے۔ ممکن، موجود میں بھی اس علم کی صورت ثابت ہے۔ جس طرح وہاں قدرت ہے یہاں بھی قدرت کی صورت ہے۔ برخلاف ذات کے کہ ممکن اس دولت سے بے نصیب ہے اور اس کو قیام بذاتِ خود حاصل نہیں ہے بلکہ ممکن چونکہ حق تعالیٰ کی صفات و اسماء کی صورتوں میں مخلوق ہے۔ اس لیے سب کا سب عرض ہے اور اس میں جوہریت کی بو نہیں۔ اس کا قیام حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے۔ تمام ممکنات کا قیوم حق تعالیٰ ہے؟

(مکتوب نمبر ۴۵ ص ۱۳۳ دفتر دوم مصنفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ مرحوم)

۱ے۔ زبور عجم ص ۱۶۲ مطبوعہ مقبول عام پریس۔ لاہور

کرنے کے رموز و نکات ہاتھ آسکتے ہیں۔ کیونکہ صفاتِ الٰہی کا اس سے بہتر اور منزہ تصور ہر لحاظ سے ناممکن ہے۔ خدائی صفات میں مظہریت اور تخلق و تعبد کا عارفانہ ذکر یقیناً فردوسی اثرات رکھتا ہے۔

کاش! مسلمان اس ملکوتی صحیفہ کو بار بار پڑھتے۔ اس میں تدبر و تفکر کرنے اور اس کے قدسی فیوضات سے بہرہ مند ہونے کی سعی کریں۔ ؎

لذت بادہ نہ دانی بخدا تا نچشی۔

رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان

اللہ تعالیٰ ۱ے نے اپنی مخلوقات میں متنوع اقسام کی چیزیں پیدا کی ہیں اور ایک چیز کی صورت، سیرت، خاصیت علیحدہ علیحدہ بنائی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ شکل بھینس کی ہو اور اندر میں بکری ہو یا بظاہر گائے ہو اور اندر میں گدھا ہو۔ اسی پر مسلمان کو بھی قیاس کر لیجئے۔ مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔ نیک و بد۔ اچھا و برا۔ بھلا مانس اور بدمعاش مومن کامل اور ناقص، قانونِ اسلام کا پابند اور مخالف۔"

اس تمہید کے بعد مولاناؒ رسالہ مذکورہ بالا کا لب لباب بیان فرماتے ہیں: ۲ے "یہ چھوٹا سا رسالہ اس لیے ہدیۂ ناظرین ہو رہا ہے تاکہ وہ اپنے اقوال و اعمال کو اس آئینہ میں دیکھ کر پرکھ لیں کہ وہ قانونِ الٰہی کے موافق یا مخالف میں سے کس فہرست میں آسکتے ہیں۔"

اب قرآنِ حکیم سے بہشتیوں کی علامات بیان کرتے ہیں:

۳ے وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ

۱ے۔ رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان ص ۲۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علیؒ

۲ے " " " " ص ۶ " " " "

۳ے۔ سورہ زمر ۳۹ آیت ۱۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَ
الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ

الغرض! قرآن حکیم کی ۱۴ آیات سے اہلِ جنت کی علامات نقل فرما کر بارہ احادیث کو بھی اسی ضمن میں بطور استشہاد پیش کیا ہے۔

بعد ازاں چودہ آیاتِ قرآنیہ اور نو احادیثِ مقدسہ سے اہلِ دوزخ کے نشانات کو نقل فرمایا ہے۔

رسالے کے آخر پہ دوزخ سے بچنے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں۔

"برادرانِ ملت! جن جرموں کی سزا آپ سن چکے ہیں کہ دوزخ ہے، اگر ان گناہوں کے ہونے کے بعد آپ چاہیں کہ دوزخ کی سزا سے بچ جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ گناہ ہونے کے بعد دل میں شرمندگی ہو اور سچے دل سے عہد کر لیں کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کریں گے۔ اسی کا نام توبہ ہے۔ اس ارادہ سے دروازہ الٰہی پہ بخشش کے لیے ہاتھ پھیلائیں گے، تو خالی نہیں آئیں گے۔[۵]

حدیث۔ عن سلمانؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد)

دوسری حدیث: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ۔ (رواہ ترمذی وابن ماجہ)

اگر مذکورہ بالا طریقہ پر توبہ کرنے کے بعد پھر دوبارہ اسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور اسی طریقہ پر توبہ کرے تو پھر معافی مل جاتی ہے اور کسی شخص پر توبہ کا دروازہ بند نہیں

۵؎ رسالہ بہشتی و دوزخی کی پہچان صفحہ ۳۴ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

ہوتا جب تک سکراتِ موت کا غرغرہ شروع نہ ہو جائے۔" جیسے حدیث مذکورہ بالا سے واضح ہے۔ درحقیقت مولاناؒ نے نہایت تلاش و تفحص سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کی نشاندہی فرمائی۔ جزاءِ اعمال (مکافاتِ عمل) کا عقیدہ تمام شرائع سماوی کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اور یہی چیز انسان کو مآل اندیشی پر مجبور کرتی ہے۔ زیرِ بحث رسالے کے چند صفحات کے مطالعہ سے قاری اپنی روشِ حیات کا محاسبہ کرے گا اور نہایت وثوق سے اپنے انجام کو بڑی حد تک معلوم کر لے گا اور یقیناً اصلاحِ اعمال کے درپے ہو جائے گا۔ کیونکہ فطری استعداد[۱] انسانی جذبات و خیالات کے حسن و قبح پر متنبہ کرتی رہتی ہے۔ اگرچہ انسان عمداً تنگ[۲] سے خواہشات کی زنجیروں میں جکڑا ہوا بدی کی راہوں میں بھٹکتا پھرے۔

تقریظات علماء ہمعصر کے اقتباسات ملاحظہ ہوں

طالبینِ فلاح[۳] و نجات کے لیے عربی زبان میں تو بے حد ذخیرہ ترغیب و ترہیب اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کے لیے بے انتہا اقوال اور قرآن و حدیث کے پاکیزہ ارشادات موجود ہیں۔ مگر تکاسل و تجاہل کا پردہ توسیعِ نظر کو مانع ہو رہا ہے۔ بنا بریں ضروری تھا کہ اختصار کے طور پر عام فہم زبان میں ان اعمال و علامات کو جمع کیا جاتا، جو انسان بالخصوص مسلمان کی دائمی نجات کے لیے قوی ترین ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب قبلہ کو جو اتنی مصروفیات کے باوجود اس اہم فریضہ کی سرانجام دہی میں مصروف رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میری رائے[۴] میں جو انسان ذرا بھی عقل رکھتا ہے تو اس رسالے کے پڑھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو فوراً معلوم کر سکتا ہے کہ میں کس زمرہ اور گروہ میں داخل ہوں۔

۱؎ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (پارہ ۳۰۔ سورۃ الشمس آیت ۸)

۲؎ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ (سورۃ قیامہ، آیت ۱۴، ۱۵)

۳؎ تقریظ بر رسالہ مذکورہ بالا از مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد صدر میاں میر

۴؎ خطیب شاہی مسجد، لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

معلوم ہوا ہے کہ مولاناؒ نے مسلمانوں کی حیاتِ مستعار کو سنوارنے میں آیات و احادیث پیش فرما کر بہشتی اور دوزخی کو ایک دوسرے سے ممیز اور جدا کرایا اور قرآن عزیز نے بھی اس امتیاز کو اپنے زریں الفاظ میں یوں پیش فرمایا ہے (لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ ھم الفائزون) مسلمانوں کو جنت کی طرف رہنمائی کرنے اور دوزخ سے بچانے میں یہ رسالہ خضرِ راہ ثابت ہوگا۔

رسالہ خُدا کی نیک بندیاں

قولہٗ تعالیٰ :- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (۶ : ۶۶)

اس رسالے کے شروع میں مولانا نعماۓ الٰہی کا ذکر فرما کر مسلمان بہنوں کو منعم حقیقی کے شکریہ اور عبادت کی ترغیب دلاتے ہیں۔ پھر دلائل عقلیہ میں بھی احسان مندی اور وضعداری کے احساسات کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

ہمارا خدا وہ ہے جس نے مٹی سے انسان پیدا کیا۔ آسمان سے مینہ برسایا۔ کھانے کے لیے ہزاروں قسم کے میوہ جات، ترکاریاں، اناج اور پھر ہماری خدمت کے لیے قسم قسم کے جانور پیدا فرمائے۔ غرضیکہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے بیٹھو تو حساب و شمار سے باہر ہیں۔ حیوانات میں محسن کی قدر کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ کتا سوکھے ٹکڑے کھا کر اپنے مالک کے سامنے دم ہلاتا ہے۔ بلی گھر والوں کے پاؤں میں پھرتی ہے۔[1]

اس سے آگے مولاناؒ مسلمان عورتوں کو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسولؐ کے قانون کی اہمیت بایں الفاظ پیش کرتے ہیں۔

میری بہنو! لڑکی کا اعلیٰ خاندان میں سے ہونا، سلیقہ شعار ہونا، فضل و کمال ظاہری میں اپنی ہم جولیوں سے افضل ہونا۔ خدا تعالیٰ کی نظر میں ہیچ ہے۔ اگر تمہارے دل میں

---

[1] تقریظ بر رسالہ مذکورہ بالا از مولانا عبدالحنان امام مسجد آسٹریلیا مسجد لاہور۔

[2] اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ لَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَ لٰكِنْ یَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ (حدیث شریف)

خوفِ خدا نہیں۔ تمہارے عملوں میں اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کا ثبوت نہیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جس طرح دنیا کے بادشاہ کسی خوبصورتی، خاندانیت اور دولت وغیرہ کا لحاظ نہیں کرتے جو ان کے قوانین کی خلاف ورزی کرے۔ اسے جیل خانہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے ہاں بھی قانونِ الٰہی سے وفاداری کا حق ادا کرنا باعثِ عزت ہے۔

مولانا فرماتے ہیں۔ کہ اس مختصر رسالے میں صرف ایک آیت اور ایک حدیث شریف پیش کی جائے گی۔

قولہٗ تعالیٰ[1] : اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِیْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآىٕمِیْنَ وَ الصّٰٓىٕمٰتِ وَ الْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (۳۵ : ۳۳)

سابقہ آیت شریفہ سے مولاناؒ دس شرطیں نقل فرما کر اللہ تعالیٰ کا وعدۂ غفران و نجات یاد دلاتے ہیں اور ان شرائط کا نہایت اختصار سے لیکن جامع تعارف بھی پیش فرماتے ہیں۔

اسلام[2] : اسلامی شریعت جو حکم دے۔ اس پر عمل کر کے دکھانا اسلام ہے۔ مثلاً شریعت، کلمۂ توحید پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ حج کرنا ضروری قرار دیتی ہے۔ لہٰذا ان امور پر عمل کرنا اسلام ہے۔

---

[1] شانِ نزول: ام عمارہ انصاریہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی میں نے عرض کیا۔ مجھے تعجب ہے ہر چیز مردوں کے ہی حق میں نازل ہوتی دیکھتی ہوں اور میں نہیں دیکھتی کہ عورتوں کا حکم بھی کسی میں آیا ہو۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی (ترمذی شریف، جلد ثانی ابواب التفاسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب ص۱۴۳ مطبع منشی نولکشور)۔

[2] رسالہ خدا کی نیک بندیاں ص۱۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایمان: - فقط ظاہری احکام کا بجالانا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہونے کے لیے کافی نہیں جب تک دل سے ان چیزوں کو سچا نہ جانے (جن کے متعلق اسلام دل کی تصدیق چاہتا ہے۔

قنوت: قنوت کے معنی مطلق فرمانبرداری بھی ہے اور اخلاص بھی۔ ہر عمل حیات ریا سے پاک ہو اور اخلاص پر مبنی ہو۔

صدق: - اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صفت سچ بولنا ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولتے بولتے یہاں تک نوبت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسے جھوٹوں کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

صبر: - پانچویں صفت صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم ملے اس پر ہمت سے عمل کرنا۔

خشوع: - بارگاہِ خداوندی میں نیک بیبیوں کی چھٹی صفت عاجزی کرنا ہے۔ زبان سے عاجزی کرنا اور باقی اعضاء کی عاجزی نماز میں رکوع و سجود ادا کرنے سے ہوتی ہے۔

صدقہ: - ساتویں صفت خیرات کرنا ہے۔ عورتوں[1] کی عادت ہے کہ برادری میں بیاہ شادی کی رسموں پر مجاجیوں میں بیسیوں روپیہ خرچ کر دیتی ہیں۔ لیکن کسی بیوہ بہن یا یتیم بچے یا کسی دین کے کام میں چندہ کے لیے کہا جائے تو چار پیسے خرچ کرنا بھی بار خیال کرتی ہیں۔"

آگے چل کر فرماتے ہیں "اگر[2] چاہتی ہو کہ مال خرچ کیا ہوا تمہارے کام آئے تو نیکی کے کاموں میں خرچ کیا کرو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے، جس طرح پانی آگ کو۔"

صوم: - آٹھویں صفت روزہ رکھنا ہے۔ کھانے پینے کا قصہ رات کو ہمیشہ ساتھ

---

[1] رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص۱۳ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم
[2] " " " ص۱۵ " "
[3] " " " ص۱۵ " "

لیا کرو اور رات کو بال بچوں سے فراغت پاکر یادِ الٰہی[1] میں مصروف رہا کرو۔ اور دن کو یادِ الٰہی کے لیے کافی زائد وقت تمہارے پاس بچ جائے گا۔ بڑوں نے تو کھانا کھانا ہی نہیں اور چھوٹے بچوں کو سحر کا بچا کھچا کھلا دو اور گیارہ ماہ میں جو یادِ الٰہی کی کسر رہ گئی ہے۔ وہ اس رحمت کے مہینے میں پوری کر لو۔"

حفظ الفروج: - خدا[2] تعالیٰ کی نیک بندیوں کی تعریف پاکدامن ہونا ہے۔ پاکدامن عورت اپنے گھر، سارے خاندان بلکہ سارے شہر کے باشندوں کی نگاہ میں عزت سے دیکھی جاتی ہے۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ سکھ ہوں یا عیسائی اور بدچلن عورت کو

---

[1] (۱) اس مہینے میں نفل پڑھو گی تو دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر درجہ ملے گا اور اگر فرض ادا کرو گی تو دوسرے مہینوں کے ستر فرض کے برابر ثواب ملے گا (رسالہ خدا کی نیک بندیاں ص۱۳ مولانا احمد علی مرحوم)

ب۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (رواہ بخاری)

ج۔ کیا عجیب وہ جوش محویت ہے جب مسلمان دن بھر بھوک اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ اللہ! وہ تکلیف جو راحت قلبی کا باعث ہو بمصداق حواس اسی طرح خدا کی یاد کے لیے رات بھر کھڑا رہتا تھا یہاں تک کہ اس کے پاؤں میں ورم آ جاتا تھا کہ خدا کی ہدایت کا شکریہ بجا لائے۔ پس شب کو جب عالم سنسان ہے اور دنیا کا فتنہ و فساد خاموش اور محوِ خوابِ شیریں ہے آؤ شیفتگان سنت محمدیؐ کہ وہ مقدس آیا ہم اپنے رب کو یاد کریں۔ ہمہ تن عبودیت میں مشغول ہوں اور اس کی حمد و ثنا کریں۔ جس نے اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ہم کو ایک ایسا چراغ بخشا جس سے ہمارے قلوب منور ہو گئے۔ چراغ تقدیس۔ سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ۔

حقیقۃ الصیام۔ مولانا ابوالکلام آزاد ص۲۲،۲۳

[2] رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص۱۶ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر شخص حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہر شخص اسے بے حیا، بدمعاش اور کمین خیال کرتا ہے۔ یہ تو دنیا کی ذلت ہے۔ آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔

کثرتِ ذکر: اللہ تعالیٰ کی نیک بندیوں کی دسویں صفت اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنا ہے۔ بہت زیادہ یادِ الٰہی کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اٹھتے بیٹھتے۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ! ایسے کلمات کا ورد کرتی رہتی ہیں۔

حضرت مولاناؒ نے ابتدائے مضمون میں فرمایا کہ اس رسالے میں ایک آیت اور ایک حدیث کی تشریح پر اکتفا کیا جائے گا۔ عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ والامیر راع والرجل راع علی اھل بیتہ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔[2]

اب نہایت اختصار سے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ پھر حفاظتِ مال پر قلم اٹھاتے ہیں۔ مرد کا کمایا ہوا مال عورت کے پاس امانت ہے بعض عورتوں کی عادت ہے کہ اگر ان کے اپنے رشتے دار آجائیں تو دودھ، ملائی، پھل، حلوہ، گوشت، سویاں اور پلاؤ وغیرہ دل کھول کر پکاتی ہیں۔ مرد اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے ایسا کرنا خیانت ہے۔ کھلانے والی گنہگار اور کھانا شرعاً حرام ہے۔ مسلمان بہنو! مرد کی مرضی کے بغیر اس کے مال سے کپڑا خرید کر اور پہن کر نماز بھی پڑھو گی تو قبول نہیں ہوگی۔

حفاظتِ اولاد: مولانا نے نہایت سادہ الفاظ میں حفاظتِ اولاد کے سلسلے میں

---

[1] ۔ رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] ۔ بخاری شریف جلد دوم ص۷۸۳

[3] ۔ رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص۱۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

نہایت معنی خیز اور کارآمد ہدایات بیان فرمائی ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی تلخیص کر کے پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

"مرد فکرِ معیشت میں باہر جاتا ہے۔ اولاد گھر میں ماں کے پاس رہتی ہے۔ ماں اگر جھوٹ نہیں بولتی، گلہ نہیں کرتی، نماز کی پابند ہے، روزہ رکھتی ہے، قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتی ہے، گالی گلوچ نہیں دیتی تو بچوں اور بچیوں کے اندر بھی اس قسم کے اوصافِ حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر ماں جھوٹی ہے، گلہ کرنے والی، بدزبان، فضول خرچ اور بے دین ہے تو بچوں کے اندر بھی وہی بری صفتیں پیدا ہوں گی اور یہ بچپن کی برائیاں آخیر عمر تک جاتی ہیں جس کے نتائج دنیا اور آخرت میں بھگتنے پڑیں گے اور یہ سب نالائق ماں کا بیج بویا ہوا ہے۔"[1]

مولانا اس کے بعد شکایت کرتے ہیں کہ مائیں بچیوں کی تربیت اور دینی تعلیم کا کم خیال رکھتی ہیں۔ ان کو اچھے کپڑے پہنانا، اچھا کھلانا پلانا، بیمار ہو جائے تو حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کروانا اور پال پوس کر جب گھر سنبھالنے کے قابل ہو جائے تو شادی کر دینے سے سمجھتی ہیں کہ ہم نے فرض ادا کر دیا۔ اس بات کا مطلق خیال نہیں کرتیں کہ بچیوں کو اس خدا تعالیٰ کی پہچان کرائیں جس نے انہیں پیدا کیا، اس کی بندگی کا حق ادا کرنے کی تلقین کریں۔

اس رسالے پر جید علمائے کرام کی تصدیقات موجود ہیں، جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں۔ ان لوگوں نے نہایت بے لوث طریقے سے رسالے کی دینی افادیت کو اجاگر کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ چونکہ مولانا نے عورت کو دینی فرائض و حقوق سے آگاہی دلائی ہے۔ لہٰذا اس صنف کی رہنمائی کو تمام حضرات نے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

---

[1] ۔ رسالہ "خدا کی نیک بندیاں" ص۲۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فصل

حقوق و فرائض

تمام شرائع اور عقلی نظریات کے آئینہ میں جب انسان کی خلافت ارضی کے جزئیات پر نا قدانہ نظر ڈالی جاتی ہے تو حقوق و فرائض کے دو پہلو کے سوا ان میں کوئی اور پہلو نہیں ملتا۔ انسان مخلوق بھی ہے، حاکم بھی ہے، محکوم بھی ہے، اور تابع مطلق ہے اور یہی وہ ممتاز ترین اور اشرف مخلوق ہے جس کے متعلق خالق ارض و سما نے اپنی آخری کتاب محمدی میں اعلان فرمایا ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (۲: ۲۹) گویا جہت سفلی کے آخری ذرے سے لے کر فلک الافلاک کے آخری کنارے تک موالید ثلاثہ اور فلکیات کے تمام کرات کا تعلق حیات انسانی سے ہے۔ سن شعور سے لے کر لحد قبر تک انسان حقوق و فرائض کے میدان کا شہسوار ہے۔ حقوق کی ادائیگی اور ہمہ وقت عمل پر آمادگی و تحریک ہی اس کی فطرت کا اقتضاء ہے۔

"جب انسان کا تعلق کائنات کی ایک ایک چیز سے ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری اس کی ہر چیز سے متعلق ہے۔ جمادات سے بھی کہ ان کو بے موقع نہ صرف کیا جائے نباتات سے بھی کہ ان کو نشوونما اور تربیت کا موقع دیا جائے۔ حیوانات سے بھی کہ ان کو بے سبب تکلیف نہ دی جائے۔ انسانوں سے بھی کہ ان کی ہر ضرورت میں مدد کی جائے اور ان کے فریضۂ محبت کو ادا کیا جائے اور خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کہ اس کا ہر عضو جس غرض کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس سے مناسب طور پر وہ کام لے۔"[۱]

خداوند عالم نے قرآن حکیم میں حقوق و فرائض کی بجا آوری کا جا بجا حکم دیا ہے۔ اور

---

[۱] سیرۃ النبی جلد ششم ص ۲۰۶ سید سلیمان ندوی مرحوم

[۲] وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ (۱۷: ۲۶) وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ (۴: ۳۶)

رسول انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے۔ حقوق والدین، اولاد کا حق، حقوق زوجین، اہل قرابت کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، بیوگان کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیمار کے حقوق، غلاموں کے حقوق، مہمان کے حقوق، مسلمانوں کے باہمی حقوق، انسانی برادری کے حقوق اور جانوروں کے حقوق۔ غرضیکہ حقوق کا ایک غیر متناہی سلسلہ چلا گیا۔ دراصل اسلام کیا ہے؟ عبادات اور حقوق و فرائض کی منظم اور تشریحی صورت ہے۔

متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے اپنی اپنی دینی بصیرت کے لحاظ سے حقوق و فرائض کی یاد دہانی کے لیے ہزاروں بلکہ لاکھوں صفحات حوالۂ قلم کئے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کی مساعی جمیلہ کا نہایت اختصار سے جائزہ لیا جاتا ہے۔

رسالہ خدا کی مرضی

"برادران اسلام[۲]! ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم خدائے قدوس کے بندے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ یہ دنیا فانی ہے۔ ہم سب کو مر کر خدا کے روبرو کھڑے ہو کر اپنے عملوں کا حساب دینا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم دنیا میں وہ راستہ تلاش کریں جس پر چلنے سے خدا تعالیٰ راضی ہو۔"

اب مولانا حقوق کی تفصیل پیش کر کے اس کی مختصر تشریح بیان کرتے ہیں۔

حقوق کا اجمالی نقشہ

اللہ تعالیٰ کا حق، رسول خدا کا حق، قرآن مجید کا حق، اسلام کا حق، والدین کا حق

---

[۱] فإن لجسدك عليك حقا وإن لعينك عليك حقا وإن لزوجك عليك حقا وإن لزورك عليك حقا۔ باب صیام التطوع عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، مشکوٰۃ شریف (ص ۱۷۹)

[۲] رسالہ خدا کی مرضی ص ۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

عورت کا حق، مرد کا حق، اولاد کا حق، رشتہ داروں کا حق، ہمسایہ کا حق، مال کا حق، دنیا کا حق، آخرت کا حق۔

خدا تعالیٰ کا حق

خدا تعالیٰ[1] ایک ہے۔ سارے جہان کو فقط اسی[2] نے بنایا ہے۔ سارے[3] جہان کا فقط وہی مالک ہے۔ سارے جہان کا انتظام فقط اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ رزق[4] کا انتظام اسی کے قبضہ میں ہے۔ غیب[5] دان فقط اللہ تعالیٰ ہے۔ اولاد[6] دینا فقط اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرو۔

مولانا نے جیسے اللہ تعالیٰ کا حق جن معنوں پر ثابت کیا۔ توحید، خالقیت، بادشاہت ہر طرح کے نظام کی باگ ڈور، رزاقیت، قدرت اور علم محیط میں غیر کی شرکت کا شائبہ بھی تسلیم نہ کیا جائے اور یہی چیز عقیدہ توحید کی روح ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق

قولہ تعالیٰ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ[8]

[1] ۔ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (سورہ ۲ آیت ۱۶۳)
[2] ۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ (سورہ انعام، آیت ۷۳)
[3] ۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورہ آل عمران، آیت ۱۸۹)
[4] ۔ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (سورہ یوسف آیت ۴۰)
[5] ۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (سورہ الذاریات ۵۱، آیت ۲۲)
[6] وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورہ نحل آیت)
[7] ۔ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ۝ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا (سورہ الشوریٰ ۴۲ آیت ۵۰)
[8] سورہ نساء آیت ۶۴

اپنی[1] زندگی کے ہر لمحہ میں مسلمان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنائیں اور شب و روز کے اوقات کا وہی دستور العمل بنائیں۔ جو آپ کا تھا جس طرح آپ کی ساری زندگی کا مقصد رضائے الٰہی تھا اسی طرح ہماری زندگی کا مقصد فقط اسی کی رضا طلبی ہو۔ اسلام کے ارکانِ خمسہ پر عمل، غریب پروری، شفقت بر خلق، احسن کردار اور بلندیٔ اخلاق غرضیکہ تمام کلمہ گو مسلمانوں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) کا فرضِ عین ہے کہ ہر معاملہ میں رسولِ خدا کے نقشِ قدم پر چلیں۔ تاکہ رضائے الٰہی کا تمغہ پائیں۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران) قولاً و عملاً ہر مسلمان کا وظیفہ ہو۔ رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا (صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآنِ حکیم کا حق

قولہ تعالیٰ: إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (سورہ ۱۷، ۹)

قرآن پاک[2] ہدایت ہے۔ مسلمان کا فرض ہے کہ شاہنشاہ حقیقی عز اسمہٗ و جل مجدہٗ کے فرمان (قرآن مجید) کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے۔ تاکہ دنیا اور آخرت کی ذلتوں سے بچ جائے۔

اسلام کا حق

قولہ تعالیٰ: وَأُمِرْتُ[3] أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (سورہ مومن آیت ۶۶)

جو شخص عملی طور پر اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان نہیں بنتا اور مسلمان کہلاتا ہے تو اس کا

[1] ۔ رسالہ "خدا کی مرضی" ص ۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
[2] ۔ . . . ص ۳ . . . .
[3] ۔ . . . ص ۱۲ . . . .

toobaa-elibrary.blogspot.com

دعویٰ زبانی ہے۔ جو شخص پلاؤ، قورمہ، بریانی، کباب کی زبانی تعریف کرتا ہے۔ کیا اس کا پیٹ بھر جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ یہی حال بدعمل اسلام کے مدعی کا ہے۔

والدین کا حق

اب اس ضمن میں مولاناؒ کے ارشاداتِ گرامی سنیے!

"ماں باپ[1] سے ہر طرح کی نیکی کرو۔ خواہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، اور غصہ میں آکر ان کو کسی غلطی پر ادنیٰ لفظ "ہوں" کا بھی نہ کہو اور ادب کے لحاظ سے ان کے روبرو انسان اپنے کو حقیر خیال کرے اور ان کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کی جائے۔"

عورت کا حق مرد پر

"مہر عورتوں کو[2] خوشی سے ادا کرنا۔ عورتوں[3] سے اچھا سلوک کیا جائے۔ ان کو دکھ[4] دینے کی نیت سے اسے نکاح میں مت بند رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔ اور عورتوں[5] کا مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے اور مردوں کو عورتوں پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہے۔" مولاناؒ مذکورہ بالا قرآنی مفہومات کی تشریح نہایت موثر انداز میں فرماتے ہیں۔

مرد کا حق

قولہٗ تعالیٰ: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (سورۃ النساء۴ آیت ۳۴)
" " : فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (" ۴-۳۴)

۱۔ رسالہ "خدا کی مرضی" ص۲۱ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
۲۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (سورہ نساء۔ آیت ۴)
۳۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورۃ نساء۴ آیت ۱۹)
۴۔ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا (سورہ بقرہ۲ آیت ۲۳۱)
۵۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

"عورت مرد کو[1] اپنا حاکم سمجھے۔ اور حاکم بھی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے اس کا حاکم تجویز کیا ہے۔ ایسے حاکم کی نافرمانی گویا خدا کی نافرمانی ہے۔ نیک بیبیوں کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں اور خاوندوں کی بھی تابعِ فرمان رہیں۔ ان کی عزت، مال اور اولاد کی تربیت کا پورا حق ادا کریں۔ عورت کا فرض ہے کہ مرد کی ہمیشہ بھلائی اور خیر خواہی کرے۔"

اولاد کا حق

مولانا فرماتے ہیں: "باپ کے ذمہ فرض ہے کہ اولاد کی جسمانی تربیت کرے اور پھر ان کو دوزخ کی آگ سے بچائے۔ ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دلائے۔ بعدازاں اس پر سختی سے عمل کرائے ورنہ یہی اولاد قیامت کے دن لعنت کرے گی۔"

رشتہ داروں کے حقوق

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۭ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ
وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ
خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۔ (سورہ البقرہ۲ آیت ۲۱۵)

مولانا[2] فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جائے اس میں والدین اور رشتہ داروں کا بھی حق ہے۔ بلکہ اپنے محتاج رشتہ داروں میں خرچ کرنے سے دگنا ثواب ملتا ہے۔ البتہ ان کی خوشنودی کے لیے فضول خرچی کی اجازت نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو، قطع رحمی نہ کرو۔

۱۔ رسالہ "خدا کی مرضی" ص۱۸، ۱۹ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔
۲۔ " " ص۲۲ " " "

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہمسایہ کا حق

قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ
الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ الخ (سورہ نساء ۴ آیت ۳۶)

پھر اس کے بعد مال کا حق، دنیا کا حق اور آخرت کا حق بیان فرماتے ہیں۔

وہ مال کو خدا کی طرف سے امانت جانے اور نیک کاموں میں خرچ کرے دنیا کے عیش کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ بلکہ اسباب دنیاوی کو آخرت کی اصلاح کے لیے صرف کرے۔ دنیا کھیل تماشا ہے اور آخرت بہتر ہے۔ لہٰذا مسلمان کا فرض ہے کہ بے ثبات فانی اور عارضی دنیا پر آخرت کو قربان نہ کرے۔ ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی جاہل عیر مآل اندیش، کوتاہ نظر اور فریب خوردہ نہیں ہوگا۔

رسالہ مسلمان عورت کے فرائض

قَوْلُہٗ تَعَالٰی۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ
حَيٰوةً طَيِّبَةً (سورۃ النحل ۱۶ آیت ۹۷)

مولانا دنیا اور آخرت کی زندگیوں کا موازنہ فرماتے ہیں۔ دونوں جہاں کے اسباب راحت و آرام پر تبصرہ کرتے ہیں۔ دونوں کو مرتب کر کے ان کی متاع زندگی کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی حقیقی عزت و آخرۃ کی کامیابی کا دارومدار عمل صالح پر قرار دیتے ہیں۔ نجات، اخروی اعمال حسنہ اور خصائل ستودہ کے بغیر ناممکن ہے۔

مولانا کی زبان سے محولہ بالا رسالہ کی غرض و غایت حسب ذیل ہے۔

۱؎ ۔ رسالہ خدا کی مرضی ص۲۳، ۲۴، ۲۵ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

۲؎ ۔ (سورہ نحل آیت ۹۷)

عزیز بہنو! اس چھوٹے سے رسالے کا مقصد یہ ہے کہ تمہارے ذمے جو فرائض ہیں ان سے آپ کو آگاہ کیا جائے۔ تاکہ ان پر عمل کر کے بارگاہ الٰہی میں عزت پاؤ۔ عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔ دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرو۔ قبر میں جاؤ تو وہ تمہارے لیے بہشت کا باغ بن جائے۔ میدان حشر میں جاؤ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حوض کوثر سے پانی پلائیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت تمہارے شامل حال ہو اور پل صراط سے صحیح و سلامت پار اتر کر بہشت میں جا پہنچو۔

فرائض کی اجمالی فہرست:۔ اللہ تعالیٰ کا حق، رسول اللہ کا حق، ماں باپ کا، رشتہ داروں کا حق، اولاد کا حق، خاوند کا حق، پڑوسی کا حق، باقی لوگوں کا حق۔

مولانا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفات بیان فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم خدا کی مرضی رسالہ کے ضمن میں تفصیل سے تحریر کر چکے ہیں۔

مولانا نے اس ضمن میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے: عَنْ مُعَاذٍ قَالَ
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ
قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَاِنَّهٗ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى
عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ
وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ" (الحدیث)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق بیان کرتے ہوئے بھی مولانا نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق و امین مان کر آپ کی مکمل متابعت کی جائے۔

ماں باپ کا حق

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغمہ

۱؎ ۔ رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص۱۲ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَنْفُهُ رَغِمَ اَنْفُهُ. قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا. ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ (رواہ مسلم)

"میری بہنو! آجکل فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے۔ شرم و حیا رخصت ہو رہے ہیں۔ ماں باپ، ساس اور خسر کا ادب نہیں رہا۔ عام طور پر آپ دیکھیں گی کہ بیٹیاں اپنی بوڑھی ماؤں کو اس طرح ڈانٹ دیتی ہیں جس طرح خادمہ کو ڈانٹا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر والدین سے کوئی غلطی ہو جائے تو اُف بھی مت کہو اور بڑی بدبخت ہوں گی، وہ جو ماں باپ جیسے شفیق مہربانوں کو راضی نہ کر سکیں اور جہنم میں جائیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْهُ وَجَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ ؎

رشتہ داروں کا حق بیان کرتے ہوئے احادیث مقدسہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ. قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔ (مشکوٰۃ شریف باب البر والصلۃ ص۴۱۹) (متفق علیہ)

اولاد کا حق بیان کرتے ہوئے مولانا احادیث مقدسہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اس کے بعد عام ہدایت کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

دنیادار اکثر بیٹیوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ جب بیٹی پیدا ہوتی ہے تو خوش نہیں ہوتے۔ اس کی خدمت کو چٹی خیال کرتے ہیں۔

ہمارے پنجاب میں ذرا سی بات پر اگر ماں ناراض ہو جائے تو بیٹی کو ان الفاظ سے کوستی ہے:

نیں توں مر جائیں، نیں توں ڈُب جائیں، میں توں گمروں ہو جائیں:

میری بہنو! یہ سارے فقرے پتہ دے رہے ہیں کہ تمہیں بیٹی کے پیدا ہونے پر خوشی نہیں ہوتی۔

لہ ۔ رسالہ "مسلمان عورت کے فرائض" ص۔۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

سلہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۔ ۔ ۔ ۔

"عزیز بہنو! غور کرو تو حدیث کی رو سے دو بیٹیاں آخرت میں وہ کام آئیں گی کہ بیٹے سو بھی کام نہیں آسکتے۔ اس سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہو سکتا کہ قیامت کے دن سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تمہیں بہشت میں جگہ ملے۔ لہٰذا یاد رکھو کہ بیٹیوں کی خدمت کرنا سعادت خیال کیا کرو۔ بیٹی کا حق صرف کھلانا، پلانا، پہنانا، جوان ہو جائے تو بیاہ کر دینا ہی نہیں، بلکہ تمہارا فرض ہے کہ ضروریات دین کی تعلیم دو۔"

اس کے بعد مولانا جدید تعلیم نسواں اور اس ماحول پر نہایت کڑی تنقید فرماتے ہیں۔

"میری بہنو! آجکل بڑے شہروں میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف بڑی توجہ ہے۔ لڑکیاں سکولوں، کالجوں میں تعلیم پا رہی ہیں۔ وہاں دینی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اس تعلیم جدید کے نصاب سے خوفِ خدا، محبتِ الٰہی، فکرِ عاقبت، نجاتِ آخرت کے ذرائع بتلانا۔ ان پر عمل کروانا حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا ہے، بلکہ ان کو گانا بجانا سکھایا جاتا ہے۔ ڈرامہ سینما، عورتوں کی تعلیم کا جزو بنائے جا رہے ہیں۔ خود ہی اندازہ کر لو کہ اس تعلیم کے کیا نتائج نکلیں گے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ تعلیم دلا کر تم عنداللہ بری الذمہ ہو جاؤ گی ؎

(مسلمان عورت کے فرائض ص۔۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

خاوند کا حق

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَلْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا. وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ؎

میری بہنو! مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے سے تمہاری نجات نہیں ہو گی۔ بعض عورتیں مردوں کو اپنا تابع بنانا چاہتی ہیں کہ مرد جو کمائے ان کی ہتھیلی پر لا کر رکھ دے۔

لہ ۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ باب عشرۃ النساء ص۲۴۳۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عام انسانوں کے حقوق

عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس۔

مولانا کے ارشاداتِ گرامی۔ "عزیز بہنو! اگر تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو تمہیں چاہیے کہ ہر ایک انسان پر خواہ مسلمان ہو یا کافر، رحم کرو۔ پرند چرند اور حیوانات پر رحم کیا کرو۔ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ کو وقت پر پانی نہ پلانا۔ کم چارہ کھلانا، ہر وقت باندھ رکھنا، ان کے بچوں کو بھوکا مارنا اور سارا دودھ دینا سراسر ظلم ہے۔" اس مؤقر جریدہ پر علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں۔ ہم صرف ایک ہی نقل کرتے ہیں:

۔ متفق علیہ، مشکوٰۃ شریف باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق ص ۴۲۳

۔ مسلمان عورت کے فرائض: ص ۲۰ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

۔ "علماء امت نے صنفِ ذکور کی طرف ہی زیادہ تر اپنی توجہ مبذول فرمائی ہے۔ اور صنفِ نسواں کی طرف کما حقہ التفات نہیں فرمایا۔ اس امر کو محسوس کرتے ہوئے محی السنۃ قامع البدعۃ اخلاص مجسم حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین نے اصلاحِ نسواں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ یہ رسالہ اصلاحِ نسواں کے لیے نہایت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اجرِ جزیل اور طبقہ نسواں کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔ وھو الموفق والمستعان۔"

(حضرت مولانا محمد خلیل صاحب سابق مفتی ریاست امیر کوٹلہ)

نہ ماں کو دے، نہ باپ کی خدمت کرے، نہ کسی بہن بھائی کا حق ادا کرے۔ ایسی صورت میں اگر مرد نے بیوی کا کہا مان لیا تو دونوں ہی دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔ وما علینا الا البلاغ۔" اب اسی ضمن میں ارشاد نبی کریم پیش کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا

اب مولانا مرحوم "ناراضگی کے اسباب" پر سیر حاصل تبصرہ فرماتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ اس قسم کی غلطیوں سے مسلمان عورت کو ہر لحاظ سے بچنا چاہیے۔

پڑوسی کے حقوق

اب مولانا "مسلمان عورت کے فرائض" میں ہمسایہ کے حقوق پر نصیحت دیتے ہیں کیونکہ ہمسایوں کے ساتھ ہر وقت برتاؤ کا تعلق مستورات ہی سے ہوتا ہے۔ حدیث مقدسہ سے نہایت عبرت ناک نتیجہ اخذ کر کے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرماتے ہیں اور پھر ان اسباب و علل کی نشاندہی کرتے ہیں جو ہمسایہ عورتوں میں خلفشار کا باعث ہوتے ہیں۔

عورتوں کا بدزبان ہونا۔ بعض عورتیں مرد کے ماں باپ کو برا بھلا کہہ دیتی ہیں۔ عورت کا فضول خرچ ہونا۔ مرد کی مرضی کے بغیر عورت کا گھر سے جانا، خواہ رشتہ داروں کے گھر ہی جائے۔ جن لوگوں کے سامنے عورت کا کھلے منہ جانا پسند نہیں کرتا ان ہی کے سامنے جانا (رسالہ مسلمان عورت کے فرائض)

۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یا رسول اللہ ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلاتھا وصیامھا وصدقتھا غیر انھا تؤذی جیرانھا بلسانھا۔ قال ھی فی النار۔ قال یا رسول اللہ فان فلانۃ تذکر قلۃ صیامھا وصدقتھا وصلاتھا وانھا تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانھا جیرانھا۔ قال ھی فی الجنۃ (رواہ البیہقی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ

پیر اور مرید کے فرائض

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ الخ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۷۹)

برادران اسلام! سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر چار فرض عائد کیے گئے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔ (سورہ الجمعہ آیت ۲)

اس آیت کے نقل کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں۔

ماحصل یہ نکلا کہ رسول اللہ کی صحبت سراپا اکسیر تھی جس کے باعث جاہل زیور علم سے آراستہ ہو جاتے تھے اور ان کا باطن کدورت بشری کے غبار سے پاک ہو جاتا تھا۔ ان کی زبان پر قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول تھا اور دل غرور، تکبر، انانیت، جاہ طلبی، زرطلبی، حسد، بغض اور کینہ سے قطعاً ناآشنا تھے آجکل کی اصطلاح میں جس مسلک حق کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اسی تزکیہ نفس کا تبدیل شدہ نام ہے۔[1]

وَكَانَ السَّلَفُ[2] يُسَمُّونَ أَهْلَ الدِّينِ وَالْعِلْمِ الْقُرَّاءَ فَيَدْخُلُ فِيهِمُ الْعُلَمَاءُ وَالنُّسَّاكُ ثُمَّ حَدَثَ بَعْدَ ذَالِكَ اسْمُ الصُّوفِيَّةِ وَالْفُقَرَاءِ۔

مولانا اس کے بعد احادیث[3] سے ثابت کرتے ہیں کہ صوفیہ کرام کی بیعت بدعت نہیں۔

---

۱ رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

۲ الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان۔ علامہ ابن تیمیہ۔

۳ ۔ عن جریرؓ بن عبد اللہ قال بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والنصح لکل مسلم (متفق علیہ)

اب حضرت مولانا اپنے بیان کی تصدیق کے لیے مندرجہ ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں۔

طریقت اور شریعت کی نسبت

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو، شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ لہٰذا شریعت مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔

طریقت اور حقیقت

طریقت[1] اور حقیقت جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔ دونوں شریعت غرا کے خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو (اخلاص) کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس لیے ان دونوں کے حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔ دوسرے احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیائے کرام کو راستہ میں پیش آتے ہیں۔ یہ مقاصد میں داخل نہیں۔ ان سب چیزوں سے گذر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے۔ جو مقامات سلوک کی انتہا ہے۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا کوئی اور چیز مطلوب نہیں۔ اور اخلاص رضا کو مستلزم ہے۔ تجلیات اسمائیہ اور مشاہدات عارفانہ میں سے ہزاروں کو گزار کر کسی ایک کو دولت اخلاص اور مقام رضا تک پہنچاتے ہیں سطحی خیال کے لوگ احوال و مواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات و تجلیات کو مطالب سمجھتے ہیں۔ ایسے آدمی اپنے وہم و خیال کی قید میں پھنس کر کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں۔ (الی آخرہ)

---

۱ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز جلد اول مکتوب سی و ششم) نقل از رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص۱۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب مولانا طریقت اور حقیقت پر تبصرہ کرنے کے بعد "خاص احسان" کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ ہاں اگر رب کردگار کی رحمت نوازی کسی شخص میں فطرۃً یہ صلاحیت ودیعت فرما دے اور اس پر بلا طلب و جستجو کے عرفان کی راہیں کھل جائیں۔ تو یہ قادرِ ذوالجلال کا خاص احسان ہے۔

اب شریعت محمدیہ کے خلاف چلنے والوں کا ذکر کرتے ہیں:۔

"حقیقت و طریقت کے دونوں مسلک شریعت اسلام کے خادم ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی چیز پیش کرے جو شریعت کے خلاف ہو اور اس کو تصوف اور فقیری سے منسوب کرے تو وہ مردود ناقابلِ التفات ہے۔

تقسیمِ عمل

حضرت مولانا خیر القرون قرنی کے دورِ سعید سے لے کر بعد کے ادوار کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم و تزکیہ دونوں کے امام و معلم تھے۔ حضور انور کی صحبت میں صحابہ کرامؓ کے سینے نورِ علم سے منور ہوتے تھے۔ ان پر تزکیۂ نفس کا ایسا رنگ چڑھ جاتا تھا کہ ان کا سینہ حسد، کینہ، جاہ طلبی، زر پرستی اور خود پسندی کی کدورتوں سے بالکل پاک ہو جاتا تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے اپنے شاگردوں (تابعینؒ) کو علم و عمل کی تعلیم دی۔ ان دو مبارک قرنوں کے بعد جب رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ ہمایوں کو زیادہ بُعد ہوا۔ تو لوگ ثبات و استقلال کے جوہر سے عاری ہونے لگے اور فطرتوں کی بلندی زوال پذیر ہوئی۔ اب علم و تزکیہ دو جداگانہ چیزیں قرار پائیں۔ علمی خدمت کرنے والے علماء کرام کہلائے اور عملی رنگ چڑھانے والے صوفیاء عظام کہلائے۔

لہ ۔ رسالہ "پیر و مرید کے فرائض" ص۹ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

لتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۱۰،۱۱ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

علماء ربانی، اور صوفیاء پاکباز کے ساتھ مولاناؒ نے علماء سُو کی بھی نشاندہی فرمائی ہے کہ ان کی زندگی کا نصب العین محض روٹی کمانا، تعیّش سے جینا، مسلمانوں کو لڑا کر اپنے حلوے منڈے کی خیر منانا ہے اور بس۔ اس جگہ ایک لطیفہ نقل کرتے ہیں۔

جعلی صُوفی

"جعلی صوفی سے مراد خانہ ساز فقیر ہے۔ جسے باصفا صوفیاء کرام کے خلاقِ حمیدہ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ ان کا سیاہ، جوگیا لباس ترکِ لذت کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ یہ لوگ پرلے درجے کے حریص، طماع اور عیاش واقع ہوتے ہیں۔ دراصل کھوٹے پیر اور جعلی صوفی دین کے دشمن ہوتے ہیں۔

سچے پیر کی پہچان

مولانا سچے پیر کے صفات حسب ذیل نقل فرماتے ہیں۔

پہلی شرط: اسے کتاب و سنت کا علم ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ پورا عالم ہو۔ بلکہ کم از کم تفسیر مدارک، جلالین یا ان جیسی کوئی تفسیر کسی عالم سے پڑھی ہو اور حدیث میں

لہ ۔ عزیزی شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است واز تضلیل و اغوار خاطر جمع ساختہ آں عزیز سِرِّ آں پرسید۔ لعین گفت کہ علماء سُو ایں وقت دریں کار با من خود مدد عظیم کردند ومرا ازیں مہم فارغ ساختند ۔ والحق دریں زمان ہر سستی و مداہنتے کہ در امورِ شرعیہ واقع شدہ است وہر فتورے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علماء سُو است وفساد نیات ایشان۔ آرے علماء آخرت از دنیا بے رغبت اند واز حبِ جاہ و ریاست ومال و رفعت آزاد اند۔ از علماء آخرت اند وورثۂ انبیاء اند علیہم الصلوات والتسلیمات وبہترین خلائق ایشانند

(مکتوب نمبر ۳۳۔ حصہ اول، مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم)

لتہ ۔ رسالہ "پیر اور مرید کے فرائض" ص۱۱ ۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم

لتہ رسالہ قول الجمیل مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کم از کم مصابیح السنۃ کی تحصیل ہو۔ اس کے مشکل الفاظ اور معضل (وہ ہے کہ معنی مشتبہ ہوں۔ ایک معنی کی تعیین نہ ہو سکے) کی تاویل فقہاء دین کی رائے پر معلوم ہو۔

دوسری شرط: عدالت اور تقویٰ اس پر لازم ہے کہ کبائر سے اجتناب کرے اور صغائر پر مصر نہ ہو۔

شرط سوم: دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب ہو۔ ضروری عبادتوں کو ہمیشہ ادا کرے اور صحیح حدیثوں میں جو اذکار مروی ہیں، ان کو بالالتزام ادا کرے بس کا دل یادِ الٰہی میں ہر وقت شاغل اور باطن میں ہر وقت اسی کی دھن رہے۔

چوتھی شرط: لوگوں کو نیکی کا حکم کرے۔ برائی سے روکے اصاحبِ مروت ہو اور عقلِ کامل سے موصوف ہو تاکہ جس چیز کا حکم کرے یا روکے اس پر اعتماد کیا جا سکے۔

شرط پنجم: مدتِ مدید بڑے بڑے عالموں کی صحبت میں گذاری ہو۔ ان سے ادب سیکھا ہو۔ انوار حاصل کئے ہوں۔ کیونکہ اگر ایسے برگزیدہ انسان کی صحبت نہ اٹھائی ہو۔ جس کا باطن کدورتوں سے پاک ہو۔ اس وقت تک پاکیزگی و طہارت باطنی کسی طرح میسر نہیں ہو سکتی۔

اب مولانا مرید صادق کے فرائض کا ذکر کرتے ہیں:[1] ۱۔ مرید اپنا مقصد معین کرے۔
۲۔ بیعت سے پہلے چند روز پیر کی صحبت میں رہ کر اس کی صفات کا خود مشاہدہ کرے۔
۳۔ اندازہ لگائے کہ اس کو پیر کی صحبت میں اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔
۴۔ استخارہ بھی کرے۔ ۵۔ مرید اپنے پیر کو معصوم نہ سمجھے۔
۶۔ اگر پیر کا حکم صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم یا خالق کون و مکان کے حکم کے خلاف ہو تو شرک فی الرسالۃ اور شرک باللہ یقین کر کے تعمیل نہ کرے۔ ورنہ پہلی صورت میں مرید کافر اور دوسری صورت میں مشرک ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔

محولہ بالا رسالہ پر علماء کرام کی تقریظات موجود ہیں جو کہ رسالے کی اعتقادی اور عملی افادیت کی تحسین کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔

---

[1] رسالہ پیر و مرید کے فرائض ص ۱۹-۲۰ مصنف مولانا احمد علی مرحوم

فصل ۱۲

اِصلاحِ رسوم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝ (سورہ الاحزاب ۳۳ آیت ۲۱)

قرآنِ حکیم نے اطاعتِ رسولؐ خدا کو اطاعتِ الٰہی فرمایا[1] اور مذکورہ بالا آیت کریمہ سے یہ امر بہ ہزار وضوح ثابت ہے کہ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کو پروردگارِ عالم نے اسوۂ حسنہ فرمایا ہے۔ گویا کہ آپ کی زندگی تا قیامِ قیامت حیاتِ انسانی کے ہر دور کے لیے دنیاوی اور اخروی کامیابی کا بے بدل نمونہ ہے اور اس کی خلاف ورزی ہر اعتبار سے نامرادی و محرومی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔[2]

---

[1] حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (۴:۸۰) حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی وہ اطاعت جو رسولِ خدا کی اطاعت کے سوا ہو وہ حق تعالیٰ کی اطاعت نہیں اور اس مطلب کی تاکید و تحقیق کے لیے لفظ قد لایا تاکہ کوئی بوالہوس ان دو اطاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے اور ایک دوسرے پر اختیار نہ کرے۔ دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتے ہیں جو ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۔ حضرت مجدد الف ثانی مرحوم چند سطور میں اسی مسئلے کی تائید میں ایک قصہ نقل فرما کر رقمطراز ہیں۔ مشائخ مستقیم الاحوال شریعت، طریقت و حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالیٰ کی اطاعت کو رسولِ خدا کی اطاعت جانتے ہیں اور اس اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے سوا ہے عین گمراہی خیال کرتے ہیں (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۴۷، ص ۲۵۲)

[2] إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي (ترمذی)، فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ ۔ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (مسلم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

چونکہ نسل انسانی کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کے لیے شیطان رجیم اور اس کے چیلے چانٹے یوم الحشر تک کارگاہِ ہستی میں اپنے کام میں لگے رہیں گے اور ہر طریقے سے ابلیسی نظام کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ لہٰذا دینِ مصطفویؐ میں بھی رسوماتِ باطلہ کا راہ پانا عین ممکن ہے اور اس کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں۔

عہدِ نبوت، عہدِ صحابہؓ اور تابعین کے مبارک زمانے کے بعد آہستہ آہستہ حرص و آز کے پتلے مذہبی لبادہ پہن کر مخلصین اور راسخین کی صفوں میں آگھسے میدانِ سیاست

لہ - اس تائید ہی کا نتیجہ ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ہی دن سے اختلافات کی بنیاد پڑ گئی اور پھر شخصی حکومتوں کے قیام، ملکی اغراض اور سیاسی مطامع کے فساد، عجمی اقوام اور عجمی تمدن و رسوم کے تباع اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضعف سے روز بروز فتنہ و فساد میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ زوالِ بغداد اور عربی حکومتوں کے خاتمے کے بعد فتنہ و فساد کا ایک ایسا تباہ کن سیلاب تھا جو بنی اسرائیل پر بخت نصر کے تسلط کی تباہی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اسلام کی دعوت کا بیج اپنے اندر ایسی قوتِ نمو رکھتا تھا کہ پامال ہوتا تھا اور پھر ابھرتا تھا۔ حوادث و مصائب کے ہاتھ جس قدر اس کی شاخوں اور پتوں کو کاٹتے تھے اتنی ہی اس کی قوتِ نمو ابلتے ہوئے چشمے کی طرح، اچھل اچھل کر بلند ہوتی تھی۔ فتنہ و فساد کی بادِ صرصر اگر اس کی شاخوں کو ہلا رہی تھی تو اللہ کا دستِ محکم اس کی جڑ کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا۔ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) زمین کے اوپر اس کے پتے جھڑ جھڑ کر گر رہے تھے۔ یہ سچ ہے کہ امم قدیمہ کی تمام تبدیلیاں اور گمراہیاں ایک ایک کر کے اس امت کو بھی پیش آئیں، کوئی گمراہی بنی اسرائیل اور مشرکین مکہ کی ایسی نہ تھی جس سے اشبہ گمراہیوں میں مسلمان مبتلا نہ ہوئے ہوں۔ مگر دینِ آخری کے بقاء دوام کا یہ معجزہ تھا کہ ان میں کوئی ضلالت بھی اس سرچشمۂ تعلیم کو مکدر نہ کر سکی اور تحریف و نسخ اور حذف و اضافہ سے قرآنِ کریم ہمیشہ محفوظ رہا۔

(مضامین الہلال ص۹۴ مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم)

میں ملوکیت کے دلدادگان نے اسلامی جمہوری اقدار کو پائمال کرنا شروع کر دیا چونکہ پروردگارِ عالم کو خیر الامم کی بقا و احیاء منظور ہے لہٰذا قرنِ اول سے صالحین کی جماعت اور ہر صدی میں ایسی بزرگ ہستیاں منصۂ شہود پر جلوہ گری کرتی رہیں اور آئندہ بھی کرتی رہیں گی۔ جن کی مساعیٔ جمیلہ و مشکورہ سے دینِ اسلام کا چہرہ روشن اور تابدار رہے گا۔ اگرچہ اس موقعہ پر بھی بدعات، عقائدِ باطلہ اور رسوماتِ قبیحہ کا دور دورہ نظر آتا ہے گا جیسا کہ ادوارِ سابقہ میں حامیانِ دین کی اصلاحی سرگرمیاں اور ابالیس کی چیرہ دستیاں منظر عام پر آتی رہی ہیں۔

"آٹھویں صدی ہجری میں جبکہ مسلمانوں میں علم دین کے تنزل و انحطاط کا بیج بارآور ہو چکا تھا، علامہ ابن تیمیہ کا پیدا ہونا اور ان کا علاوہ علوم و فنون میں درجۂ رسوخ و اجتہاد پیدا کرنے کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ میں ہر طرح کے شدائد و مصائب کا گوارہ کرنا اور اپنے تلامذہ و متبعین کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کرنا جس میں علامہ ابن قیم جیسے اشخاص کا پیدا ہونا کس قدر تعجب خیز ہے۔"

اس زمانے میں شیخ احمد سرہندیؒ کا ظہور ہوا، جو ایک غیر معروف گوشے میں بیٹھ کر لاکھوں دلوں کو اپنی صدائے رعد آسائے حق کا شیفتہ بنا لیتے ہیں اور احیائے شریعت، تجدیدِ شعائرِ اسلامی اور اعلانِ حق و امر بالمعروف کے لیے اپنے وجود کو یکسر وقف کر دیتے ہیں۔ پھر گیارھویں صدی کے اواخر اور بارھویں کے آغاز میں حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان نے امر بالمعروف کی تاریخ میں جو حیرت انگیز خدماتِ دینیہ انجام دی ہیں، محتاجِ بیان نہیں۔ علی الخصوص شاہ ولی اللہ کا وجودِ قدسی جو فی الحقیقت اپنے اندر الہامِ ربانی و فیضانِ الٰہی اور قربت کاملہ و اقتباسِ انوارِ نبوت کی ایک مستثنیٰ

لہ لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خذلہم حتی یاتی امر اللہ (ترمذی)
- لا تزال من امتی ظاہرین علی الحق حتی یاتیہم امر اللہ وہم ظاہرون (متفق علیہ)
- ان اللہ تعالی یبعث لہذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لہا دینہا (ابوداؤد، بیہقی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مثال رکھتا تھا۔ اس گیارھویں صدی کے اواخر میں قاضی شوکانی کا یمن میں ظہور اور احیاء سنت اور رفع بدعت کے لیے سعی مشکور احادیث مذکورہ بالا کی پیشن گوئی کے لیے ایک زندہ مثال کا حکم رکھتا ہے۔

سابقہ سطور کے مطالعہ اور تفحص کی روشنی میں اب ہم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری علیہ الرحمۃ کا اصلاح رسوم اور احیاء سنت کا عمل قدرے شواہد وار کر کے پیش کرتے ہیں۔

رسالہ

تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ

اس رسالے میں مولانا نے ابتداء تحریر میں آیات قرآنیہ سے اتباع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور مخالفت کرنے والوں کے انجام بد پر روشنی ڈالی ہے[1] اور اس کے بعد اس تحریر کو ہدیہ مسلمین کرنے کی غرض و غایت پیش کی ہے۔

برادران عزیز! آپ کو اس مذکورۃ الصدر عتاب سے بچا کر عنداللہ وعند رسول سرخرو کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سچے تابع فرمانوں کی رسوم صالحہ کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے مستدعی ہوں کہ مجھے اور آپ کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ قیامت کے دن دربار الٰہی میں سرخرو ہو کر پیش ہوں۔

بچہ پیدا ہونے کا دن

بچہ پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے نہلا دھلا کر دائیں کان میں اذان اور

---

[1] وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ (سورۃ النساء) (۴: ۱۱۵)

بائیں میں اقامت کہنی چاہیے۔ اس کے بعد تحنیک[1] مستحب ہے۔

عقیقہ کے احکام

احادیث نبویہ[2] سے عقیقہ کے احکام بتاتے ہیں اور پھر باقی ضروری امور کی وضاحت بھی احادیث مقدسہ[3] سے ہی پیش کرتے ہیں۔ گویا عہد حاضرہ میں عہد نبوی کی یاد کو زندہ کیا جا رہا ہے۔

اب علماء احناف کے اقوال ضمناً[4] نقل فرماتے ہیں۔

ختنہ کے احکام

ختنہ کرنا مسلمانوں[5] کا مذہبی شعار ہے۔ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْاِسْتِحْدَادُ وَالْخِتَانُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَنَتْفُ الْاِبْطِ وَتَقْلِيمُ الْاَظْفَارِ۔

اس موقع پر دعوت کرنا۔ اگر غیر مشروع کاموں (گانا بجانا، سودی قرضہ اٹھانا، نام و نمود کے لیے دعوت کرنا) سے پرہیز کیا جائے، تو کوئی مواخذہ نہیں۔

---

[1] عن عائشۃؓ انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یؤتی بالصبیان فیبرّک علیہم ویحنّکہم (رسالہ ہذا ص۳) [2] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الغلام مرتہنٌ بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویسمّی ویحلق (عن غلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ (رسالہ ہذا ص۳) [3] وعقّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الحسن بشاۃ وقال یا فاطمۃؓ احلقی راسہٗ وتصدّقی بزنۃ شعرہٖ فضّۃً۔

[4] عقیقہ مستحب ہے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن۔ اگر اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن عقیقہ میں بھیڑ بکری، دنبہ خواہ نر ہو یا مادہ سب جائز ہیں۔ گوشت کی تقسیم تین حصے کریں۔ ایک حصہ فقراء و مساکین کو، دو حصے اپنے اور اپنے ہمسایوں اور رشتہ داروں پر خرچ کرے۔ (رسالہ ھذا ص۴)

[5] رسالہ ھذا ص۹۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

منگنی کے احکام

اپنے کفو سے سب سے زیادہ دیندار اور خوش خلق لڑکے سے نسبت کرنا چاہیے۔ کسی رسم ورواج کی ضرورت نہیں۔ اگر باہمی معاملہ طے ہو جائے تو یہی منگنی ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی عمر کا تناسب بھی ملحوظ رہے۔

سنّت طریقہ کا نکاح

اب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ[1] کی شادی کا ذکر فرماتے ہیں اور مسلمانوں کو بایں الفاظ ہدایت کرتے ہیں "لڑکی کی رخصتی پر کسی قسم کا تکلف نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ رسولِ خدا نے حضرت فاطمہؓ کو ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا تھا دیکھو یہ دونوں جہان کی شہزادی کی رخصتی ہے۔ جس میں نہ دھوم نہ دھام، نہ میانہ نہ پالکی نہ تکبیر وغیرہ۔

رسم تنبول خلافِ شرع ہے۔ اس رسم قبیحہ سے بچیں۔ بالخصوص جبکہ مسلمان اس ڈھار س پر عموماً قرضہ سودی اٹھا لیتے ہیں۔"

اب رسالہ کے اختتام پر مالِ میراث کے متعلق شرعی احکام کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"ہر مسلم کا فرض ہے کہ ان رسوم اسلامیہ کی خود پابندی کرے اور رشتہ داروں اور دوست احباب کو ان کی پابندی کی ترغیب دے اور جو ان رسوم کا لحاظ نہ کریں

---

[1] ۔ رسالہ ھذا ص۔ مصنف حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] ۔ احباب کو بلانا مسنون ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے نکاح پر حضرت انسؓ کو حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جاؤ اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ اور ایک جماعت انصارؓ کو بلا لاؤ۔

لڑکی کا باپ خود نکاح کا خطبہ پڑھے تو بہتر ہے۔ اگر برات کو کھانا کھلا دے تو کوئی حرج نہیں مہر اوسط درجہ کا ہونا چاہیے۔ جہیز دینا مسنون ہے۔ رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ نام و نمود سے پرہیز کیا جائے۔ ولیمہ مسنون ہے۔ لیکن اس میں بھی رضائے الٰہی پیش نظر ہو (رسالہ ہذا ص)

تو ان لوگوں کی خلافِ شرع رسوم میں ہرگز شرکت نہیں کرنا چاہیے۔

آمدا اہل سنت والجماعت کے ہاں میت کے مال کے چار حصے مندرجہ ذیل ہیں

ا۔ سنت کے مطابق کفن و دفن کے مصارف۔

ب۔ اس کے بعد قرضہ ادا کرنا۔

ج۔ اگر میت وصیت کر گیا ہو تو تیسرے حصہ مال سے ادا کرنا۔

د۔ قرآن حکیم کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق بقیہ مال وارثوں میں تقسیم کرنا۔

(رسالہ ہذا۔ ص)

رسالہ

شهادة النادير علی حُرمَةِ المزامير

باجوں کی حرمت

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰)

یہ جریدہ از روئے شریعت باجوں کی حرمت پر مبنی ہے۔

عزیز بھائیو! غالباً کسی شخص کو اس میں شک نہیں ہوگا کہ باجہ بجوانا دین نہیں بلکہ کھیل تماشا ہے[2]۔ اور اس امر پر فخر کرنا ہے کہ ہم دوسروں سے کم نہیں ہیں۔ اور باجے کے بغیر برات بے زینت ہے۔

---

[1] ۔ رسالہ ھذا ص۔ مصنف حضرت مولانا احمد علی صاحب۔

[2] ۔ اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ط كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ط وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ط وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (الحدید ۲۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بجانیو[۱] باجہ بجانا لغو ہے۔ علاوہ ازیں دنیا کے نفع کی بجائے سراسر نقصان ہوتا ہے کیونکہ اپنی حلال کی کمائی میراثیوں اور بھانڈوں کی نذر کرنی پڑتی ہے اور لغو اس کام کو کہتے ہیں جس میں نہ دین کا فائدہ، نہ دنیا کا۔

اس سلسلے میں مولانا کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

بندہ[۲] کہلوایا ہے، تو بندہ بن کر دکھاؤ۔ حکم شہنشاہی کے آگے سر جھکاؤ۔ اور اغراضِ نفسانی کے پورا کرنے کے لیے جو سرکشی کر رہے ہو۔ اس سے باز آ جاؤ۔ ورنہ یوم الحساب[۳] میں کیا جواب دو گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دنیاوی فرحت اور سرورِ عارضی پر دائمی راحت کو قربان کر بیٹھو۔"

اب مسئلہ مذکورہ بالا کی تائید میں احادیث نبوی اور اقوال فقہا سے استشہاد فرماتے ہیں اس رسالہ کے اختتام میں علماء ہمعصر کی چودہ تصدیقات موجود ہیں۔

۱۔ صَوتَانِ مَلعُونَانِ فِی الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ مِزمَارٌ عِندَ نِعمَۃٍ وَرَنَّۃٌ عِندَ مُصِیبَۃٍ (حافظ الحدیث علامہ جلال الدین سیوطی بروایت انس رضی اللہ عنہ بزار)

فِی ھٰذِہِ الاُمَّۃِ خَسفٌ وَمَسخٌ وَقَذفٌ (میری امت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ لہو و باجہ ظاہر ہوں گے (ترمذی شریف)

۲۔ اِستِمَاعُ المَلَاھِی وَالتَّغَنِّی کُلُّھَا حَرَامٌ (مبسوط)

التَّغَنِّی وَالتَّصفِیقُ وَالطَّنبُورُ وَالبَربَطُ وَالدَّفُّ وَمَا اَشبَہَ ذٰلِکَ حَرَامٌ (نہایہ)

---

[۱] رسالہ ھٰذا ص ، وَالَّذِینَ لَا یَشھَدُونَ الزُّورَ وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغوِ مَرُّوا کِرَامًا (سورہ ، آیت)

[۲] وَاَمَّا مَن اُوتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَھرِہٖ فَسَوفَ یَدعُوا ثُبُورًا وَّیَصلٰی سَعِیرًا اِنَّہٗ کَانَ فِی اَھلِہٖ مَسرُورًا

۳۔ غُمِدَہُ وَنَصلِی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیمِ ! بلاشبہ گانا بجانا لہو و لعب ہے اور یہ حرام ہے۔ مرتکب ان افعال قبیحہ و حرکات شنیعہ کے لاریب فاسق و فاجر و مرتکب کبائر مورد غضب جبار و مستحق عذاب نار ہیں۔ نیز مبذر و مسرف ہونے میں شک نہیں لہذا بحکم قرآن حکیم اخوان الشیاطین ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو اعمال حسنہ و اعمال محمودہ کی توفیق دے اور ارتکاب منہیات سے بچائے وعلمہ وعالم وعلمہ العبد المذنب ابوالبرکات حضرت مولانا سید احمد صاحب الحسنی الحنفی الرضوی الدوری المفتی القدیم فی بلدہ اکبر آباد)

۴۔ مسئلہ مزامیر کے متعلق جو کچھ مجیب نے تحریر فرمایا ہے، بالکل صحیح ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے: لَا تُبَذِّر تَبذِیرًا اور بعض فتاویٰ میں حدیث استماع الملاہی معصیت والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر منقول ہے۔ جس سے مزامیر کی حرمت صاف معلوم ہوتی ہے۔

(حضرت مولانا عبدالعزیز مدرس شاہی مسجد لاہور)

۵۔ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ المُسلِمِینَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ وَمَتٰی ذٰلِکَ قَالَ اِذَا ظَھَرَتِ القِیَانُ وَالمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الخُمُورُ۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۴ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ)

رسالہ

اسلام میں نکاح بیوگان

اسلام کی ضیا پاشیوں کے باوجود بعض خاندانوں میں ہندوانی تہذیب کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بیٹی یا بہن کے رانڈ ہوتے پر اس کے عقد ثانی میں ازحد تساہل و تسامح سے کام لیتے ہیں، بلکہ اپنی غیرت اور اس بیچاری کی عصمت کا نشان سمجھتے ہیں کہ اس کی دوبارہ شادی نہ کی جائے جس کے نتیجے میں ہزاروں طرح کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں لیکن اسلام دین فطرت ہے۔ لہذا اس کا تقاضا ہے کہ سوسائٹی کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس محرومہ و مظلومہ (بیوہ) کی دستگیری کی جائے اور اس دیوی کی تاریک اور اجڑی ہوئی کٹیا کو دوبارہ سہاگ کے چراغوں سے روشن کیا جائے۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم بالا جاہلانہ ظلم و ستم (بیوگان کا نکاحِ ثانی نہ کرنا) کے خلاف سخت احتجاج کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس مسئلے کے متعلق مشیت ایزدی اور رسالت کے فیصلوں سے آگاہ کر کے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں:۔

" وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

مفسرین حضرات میں سے خازن اور صاحب مدارک وغیرہ نے وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ الخ کی تفسیر میں صاف لکھا ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے تو وہ اپنی عدت گزارنے کے بعد خطبہ کرنے والوں کے لیے بیشک اپنا سنگار بناؤ کرے۔[1]

اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی پیش کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن۔ قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنھا۔ قال ان تسکت۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷۰ - بخاری و مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح گیارہ ہیں۔ ازواجِ مطہرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ حضرت خدیجہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ۔ ان گیارہ پاک بیبیوں میں سے سوائے حضرت عائشہؓ کے باقی سب کا

---

[1] وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (سورہ البقرہ ۲ آیت ۲۳۴)

[2] (متفق علیہ) [3] رسالہ نکاحِ بیوگان ص مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرا نکاح ہوا۔ آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ۔ ان میں سے حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کا نکاح دوبارہ حضرت عثمانؓ سے ہوا ہے۔

حضور اکرمؐ کی سیرتِ پاک سے اپنے مضمون کی تائید میں ثبوت پیش کر کے فرماتے ہیں:

" اے مسلمانو! کیا محبوب سے محبت کے یہی معنی ہیں کہ اس کی طرزِ معاشرت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود بھی اس سے متنفر رہے۔ یا محبِ صادق اس کو کہا جاتا ہے، جو محبوب کی ہر ادا پر فدا ہو۔ مسلمانو! خدا کے لیے ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ترازوئے اسوۂ حسنہ میں اپنے ایمان اور اسلام کو ڈال کر اور پھر تول کر تو دیکھو کہ اس کا کیا وزن ہے اور اس ایمان کے سونے کو کسوٹی پر ذرا گھس کر تو دیکھو کہ تمہارا سونا کس بھاؤ کا ہے۔"

اب خصوصیت سے بیوگان کے قرابت داروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

" بھائیو! جہاں تم سے اور کاموں کی بازپرس ہوگی۔ وہاں ان بیوہ بے کس و بے بس مستورات کے متعلق بھی سوال ہوگا۔ (کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ) اب آپ بیوگان کے ورثاء سے سات سوال پوچھتے ہیں۔

پہلا سوال: کیا تم فلاں بیوہ (بیٹی، نواسی، پوتی، بہن، بھانجی وغیرہ) کو خدا کے حکم کی تعمیل کی ترغیب دلائی؟

دوسرا سوال: اگر اس نے انکار کیا۔ تو کیا اس کا انکار دل سے تھا، یا رسمی؟

تیسرا سوال:۔ کیا تم نے اس بے زبان پردہ نشین کے لیے پہلے کی طرح رشتہ تلاش کیا؟

چوتھا سوال: اگر تم نے یہ پہلی تینوں باتیں نہیں کیں تو کیوں؟ کیا تم نکاحِ ثانی کو ذلت و عار سمجھتے تھے؟

پانچواں سوال: اگر تم میرے حکم کو ذلت اور میرے رسولؐ کے طرزِ عمل کو حقارت

---

[1] رسالہ بنا ص مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی نظر سے دیکھتے تھے تو تم خود ہی فیصلہ کرو کہ جب تم میرے مخالف رہے اور دنیا و مافیہا سے بڑھ کر میرے پیارے حبیب کے مخالف رہے تو اب تم سے دوستوں کا سلوک کیا جائے، یا دشمنوں کا؟

چھٹا سوال، اس بے زبان بیوہ کے اخلاق کی حفاظت کا پھر کیا طریقہ سوچا؟
ساتواں سوال؛ اگر مجرد رہنے کے باعث اس مظلومہ سے کسی غلطی کا ارتکاب ہوا تو تم ہی اس گناہ کا باعث ہو۔ لہٰذا تم کو کیوں اس سزا میں شریک نہ کیا جائے جو اس گناہ کرنے والی کو ملنے والی ہے؟"

بیوہ جھنوں سے درخواست"[1] کے ماتحت فرماتے ہیں۔ "عزیز بہنو! جب تم نے کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھا ہے اور کفر کی تمام رسموں اور عادتوں سے اپنے آپ کو نکال کر سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا ہے تو کیا وجہ ہے؟ کہ جب اللہ تعالیٰ نے نکاح ثانی کی اجازت بلکہ حکم دے اور رسولِ خدا اس پر عمل کرکے دکھائیں۔ (چونکہ ہمارے پہلے ہندوانہ مذہب میں عار سمجھا جاتا تھا اس لیے ہم اس سے پرہیز کریں) تو تم خود ہی انصاف کرو کہ تم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا ساتھ دیا یا کفر اور کافروں کا؟"

مذکورہ عبارت ایک طویل اور موثر نصائح کا مجموعہ ہے جس میں سے ہم نے صرف چند فقرات نقل کئے ہیں۔ علما معاصر نے اس رسالے کی افادیت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے جو بنظر اختصار نقل نہیں کیا جاتا ہے۔

"مولاناؒ کے ایک ایک لفظ میں دعوتِ حق کا پیغام موجود ہے۔ آپ نے نہایت احسن طریقہ سے بیوگان کو (نکاح ثانی کی صورت میں) خوشنودیٔ پروردگار اور اتباعِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے تبشیر و تنذیر کے تمام مواقع پیش کئے ہیں۔ آپ نے عزت و عصمت کی حفاظت اور خوفِ خدا کا سحر

---

[1] رسالہ ہذا ص ۱۲۰، مصنفہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم۔

دے کر تجرد کی زندگی کو معیوب، پرخطر اور مزلۃ الاقدام قرار دیا ہے اور نکاح ثانی کو محافظِ اخلاقِ حسنہ ثابت کیا ہے۔

[1] اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرے بگیری

رسالہ

احکامِ شبِ براٴت

مولاناؒ نے اس رسالے کی ابتدا میں بڑی تحقیق و تفحص سے ثابت کیا ہے، کہ لیلۃ مبارکۃ کے متعلق مفسرین حضرات کے دو[2] اقوال ہیں۔

چند آیاتِ قرآنیہ سے لیلۃ مبارکۃ کا لیلۃ القدر مراد ہونا ثابت کرنے کے بعد مولاناؒ نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ[3] گرامی متعلقہ شبِ براٴۃ نقل فرمائے ہیں۔

---

[1] رباعیات "ارمغانِ حجاز" از علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ۔

[2] اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ (سورۃ الدخان، آیت ۳) کی تفسیر میں مختلف تفاسیر مثلاً السراج المنیر، معالم التنزیل، البیضاوی، الجلالین میں سے مفسرین کے اقوال منقول ہیں۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد لیلۃ القدر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس رات سے مراد شبِ براٴت ہے۔ بہرحال تحقیق یہی ہے کہ شبِ براٴت کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے البتہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تفصیل سے موجود ہے۔

[3] عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها فان الله تعالى ينزل فيها لغروب الشمس الى سماء الدنيا فيقول الا من مستغفر لي فاغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلى فاعافيه الا كذا الا كذا حتى يطلع الفجر (رواہ ابن ماجہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جن میں اس مبارک مسعود رات کے فضائل، اسرار عظیمہ، احوال اور مسنون عبادات کا ذکر کیا ہے۔

احادیث کی نقل اور احادیث منقولہ کے مطالب و مفاہیم کو باترتیب درج فرماتے ہیں۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالٰی کے اقوال متعلقہ بشب براۃ بھی شامل مضمون کرتے ہیں۔

رسالے کے شروع میں ایک سوال[1] ہے۔ اب اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں۔ اب شب برأت پر چراغاں اور آتشبازی کو اسراف سے تعبیر کر کے اسراف کے معنی بیان فرماتے ہیں[2]۔

"اسراف[3] لغت میں بے اندازہ اور لاف و گزاف کے طور پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں یعنی جس خرچ میں نہ آخرت کی بہتری مقصود ہو اور نہ دنیا کا کوئی بھلا ہو۔ نہ رضائے الٰہی حاصل اور نہ کسی انسانی ضرورت میں صرف ہو۔ یہ نقص شب براۃ کے چراغاں اور آتشبازی میں پورے طور پر موجود ہے۔ خدا کے بندو! اللہ تعالٰی قرآن شریف کی سورۃ تکاثر میں فرماتے ہیں۔ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ○

دراصل مولاناؒ نے بدعت و رواجی رسومات کے خلاف ہمیشہ ہی جہاد کیا اور احیائے سنّت گویا آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ اس پُرفتن زمانے میں خود آپ کی زندگی سنّت نبیہ کی ایک زندہ جاوید مثال تھی۔ آپ اپنے لواحقین اور متبعین میں اسی مبارک روشِ حیات کو اپنانے کا پرچار کرتے تھے۔

---

[1] ۔ شعبان کی پندرھویں رات جس کو مسلمان شب برأت کہتے ہیں۔ اس کے متعلق اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور موجودہ وقت میں جو کچھ مسلمان کرتے ہیں۔ دن کو حلوا پکی رات کو چراغاں اور آتشبازی۔ آیا ان چیزوں کا بھی ثبوت ہے؟ بینوا توجروا۔

[2] سوال کے پہلے حصے کا جواب گذشتہ سطور میں دیا جا چکا ہے۔

[3] ۔ رسالہ احکام شب براۃ صفحہ ۱۳۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

رسالہ موسومہ تحفۂ معراج النبیؐ

قولہ تعالٰی:۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ الخ

(سورہ بنی اسرائیل ۱:۱۵)

آغاز تحریر میں خلاصۂ عقائد اسلامیہ اور فرقۂ ناجیہ کی راہ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بعد ازیں چند عنوانات تجویز فرما کر ان پر باترتیب تبصرہ کرتے ہیں۔ آپ کی عبارت میں کتاب و سنّت کے حوالے اور مفسرین حضرات کے اقوال بطور شواہد موجود ہیں۔

برادران[1] اسلام! ہم خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک کے بندے ہیں اور سید المرسلین علیہ السلام کی امت ہیں۔ مذہب ہمارا اسلام ہے جس کا مجموعہ احکام قرآن ہے۔ اس کی شرح حدیثِ خیر الانام ہے۔ سرور کائنات کا فرمان ہے کہ آپ کی امت میں تہتّر فرقے ہوں گے۔ بہتّر دوزخ میں جائیں گے اور ایک بہشت میں جائے گا۔ نجات پانے والے فرقے کی راہِ عمل وہی ہو گی، جس کا ذکر خلاصۂ عقاید اسلام میں آ چکا ہے۔ وہ اس دائرے سے باہر نہیں جاتا۔ اپنی طرف سے کوئی ایسی چیز ایجاد نہیں کرتا، جس سے مقصد اسلامی نوت ہو۔ خصوصیات اسلامی فنا ہوں اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں افلاس آئے اور تفریق ہو جائے۔

چند عنوانات

معراج[2] جسمانی ہوا یا روحانی	بعض خلاف شرع رسومات
معراج کا عقلی ثبوت	حدیث المعراج
روایات معراج میں سالوں کا اختلاف	تحفۂ معراج
نتیجہ اختلاف	وعید تارک تحفۂ معراج

---

[1] ۔ رسالہ تحفۂ معراج النبی صفحہ ۲۔ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] . . . . . . صفحہ . . . .

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اور جسم مبارک دونوں کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر حضور الٰہی جل شانہ وعز برہانہٗ میں پہنچایا گیا۔

(ا) وَالحقُّ الَّذی علیہ الاکثرُ النّاس وَمعظمُ السلف و عامۃ الخلف من المتاخرین من الفقہاءِ والمحدّثین والمتکلمین انہٗ اُسریَ بروحہ وجسدہٖ صلی اللہ علیہ وسلم ویدُلُّ علیہ قولُہٗ سبحانہٗ وتعالیٰ " سبحٰن الذی اَسریٰ بعبدہٖ و نبیّہٖ وَلفظ العبد عبارۃ عن مجموع الروح والجسد (تفسیر خازن جلد ثالث)

(ب) وَرُوِیَ عن عائشۃؓ انّھا کانت تقول مافقدَ جسدُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وَلٰکِنَّ اللہ اسریٰ بروحہٖ وَالاکثرون علیٰ انّہٗ اُسریَ بجسدہ فی یقظتہٖ وَتواترت الاخبار الصحیحۃ علیٰ ذالک (معالم التنزیل)

(ج) وَالاکثر علیٰ انّہٗ اُسریَ بجسدہٖ الیٰ بیت المقدس ثُمَّ عُرِجَ بہ الی السّمٰوٰتِ حتیٰ انتھیٰ الیٰ سدرۃِ المنتھیٰ وَلِذالک تعجّب قریشٌ وَاستحالوہٗ (بیضاوی شریف جلد اوّل)

(د) آپ کو ایک رات مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی جس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لے جانا چاہا۔ وہاں تک آپ پہنچے۔ یہ واقعہ آپ کے جسم مادی کو بحالت بیداری پیش آیا لیکن اس کا ظہور ایک ایسے موطن میں ہوا جس کو عالم مثال (عالم روحانی) اور عالم شہادت (عالم مادی) کا برزخ کہنا چاہیے۔ جہاں کہ دونوں کے احکام ملے جلے ہوتے ہیں۔ اس آمیزشِ احکام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسد ظاہری پر روح کے احکام جاری ہوتے ہیں اور روح معانی روحیہ کو اجسام مادیہ کی صورت میں تمثّل حاصل ہوتا ہے۔

ملکیت کے انوار آپ پر غالب آگئے اور اسی میں یہ استعداد پیدا ہو گئی کہ خطیرۃ القدس سے جو انوار اور علوم اس پر فائض ہوں وہ ان کو قبول کرے۔ بیت المقدس میں آپ کو لے جانے کا راز یہ ہے کہ وہ شعائر اللہ کے ظہور کی جگہ ہے انبیاء علیہم السلام کا وہ مطمحِ نظر اور مرکز توجہ رہا ہے اور ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ کروبیین کی توجہ ہمیشہ

اس پر مبذول رہی اور رہتی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس عالم مادی میں عالم ملکوت کا دریچہ ہے (حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم اسریٰ کے تفصیلی واقعات ص ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

اس سلسلے میں بعض حضرات نے نہایت نکتہ آفرینی اور دقیقہ رسی سے کام لیا ہے اور اس کے لیے تاریخ و سِیَر سے شواہد پیش کئے ہیں۔

اختلافِ روایات بلحاظ سنون و شہور پر حضرت مولانا تاریخی واقعات پیش کرتے ہیں اور فتح الباری اور عینی (شرح بخاری شریف) کے سولہ حوالہ جات نقل فرماتے ہیں۔

مولانا بعد ازاں خلافِ شرع رسوم کی نشاندہی کرتے ہیں، جو کہ معراج النبیؐ کے موقعہ پر جہلا میں مروّج ہیں۔ حدیث متعلقہ معراج شریف بھی نقل کی گئی ہے اور

۱؎ ۔ لیکن حضور اکرم چونکہ سرورِ انبیاء اور سیدِ اولادِ آدم تھے۔ اس لیے اس خطیرۃ القدس اور بارگاہِ لامکان میں آپ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی۔ جہاں تک کسی فرزندِ آدم کا قدم اس سے پہلے نہیں پہونچا تھا اور وہ مشاہدہ کیا جو اب تک دوسرے مقرّبینِ بارگاہ کی حدِّ نظر سے باہر تھا (سیرۃ النبی حصہ دوم ص ۳۴۹ سید سلیمان ندوی مرحوم)

خبر ملی ہے یہ معراج مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

دوسری جگہ علامہ اقبالؒ نے " یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان، الخ سے حضور اکرمؐ کے معراج جسمانی کی دلیل پکڑی ہے۔

۲؎ ۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے۔ دن کو حلوہ پوری پکایا جاتا ہے رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں۔ رات کو آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔ بتی کی چھوٹی چھوٹی تکا بوس پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں، جن میں چراغ رکھ کر رات کو چراغاں کیا جاتا ہے پنجابی میں اس رسم کو دول چلانا کہتے ہیں۔ جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے انہیں وہابی کا لقب دیا جاتا ہے حالانکہ یہ رسوم فضول ہیں اور اسراف و تبذیر کا باعث ہیں جو شرعاً حرام ہے۔ (رسالہ تحفۃ المعراج ص ۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد تحفۂ معراج (نماز) کے موضوع پر نہایت بلیغانہ انداز میں چند معنی خیز سطور پیش کرتے ہیں۔

رسالہ

تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قولہ تعالیٰ:۔ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

(سورۃ انبیاء ۲۱ آیت ۱۰۶، ۱۰۷)

"برادرانِ ملت[۲]! وہ کون کلمہ گو ہے، جسے خیر الخلائق سید البشر خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں؟ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود باجود کو ابر رحمت خیال کرتا ہے بیہی نہیں۔ بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں:

مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لیے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آب حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے۔ ذلیل سے عزیز قوم بن گئے۔ مفسد سے مصلح بن گئے۔ راہزن سے محافظ راہ بن گئے۔ چور سے پاسبان بن گئے۔ بداخلاق سے بااخلاق بن گئے۔ بدامن سے امن پسند اور غیر متمدن سے متمدن اور بت پرست سے خدا پرست بن گئے"۔

مولانا اس کے بعد بعثت نبوی سے ماقبل حالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

---

[۱] ۔ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولِ خدا بارگاہِ ایزدی سے پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لائے ہیں لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ تحفہ اور تبرک جو رسول پاک لائے ہیں اس کو قبول کرے اور اس تحفۂ حرمیہ کو تا دم لحد ہاتھ سے جانے نہ دے۔ جو شخص اس تحفہ کو قبول نہیں کرتا گویا وہ معراج شریف کی برکت آسمانی سے محروم رہنا چاہتا ہے اور حضور انور کا وہ ہاتھ جو اپنی امت کے ہر کلمہ گو کو تحفۂ معراجیہ دینے کے لیے بڑھا ہوا ہے اس سے تحفہ لینے سے انکار کرتا ہے (رسالہ تحفۂ معراج مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

[۲] ۔ رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

"جب[۱] دنیا ایک ظلمت کدہ تھی اور مذہبی مقتدا خود اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے۔ نظامِ عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی۔ ان تمام خوبیوں کا حامل عالم تقدیر میں سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین کا وجود باجود تھا۔ اس لیے دستِ قدرت نے قرعۂ فال بنامِ فخر الاولین والآخرین فداہ ابی وامی ہی نکالا"۔

اب فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا فرض ہے:

"امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالات مستندیہ کا مظہر و مترجم بنے۔ اسی حال محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس قول وفعل محمدی کو اپنا فرض قرار دے"۔

مولانا اب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کی تشریح وتوضیح بیان فرماتے ہیں، جن پر نصوص قرآنیہ دال ہیں:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

(سورۃ الجمعۃ ۶۲ آیت ۲)

۱۔ فرضِ اول یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ۔ تلاوتِ مسنونہ کے دو جزو ہیں۔ الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والا دونوں کا لحاظ تام کرے۔ بے شک قاعدۂ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجی قرآن کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن ایک بار تلاوت کرنے والا اپنی جہالت علمی کے باعث بازار یا دفتر میں جا کر عملی مخالفت کرتا ہے اور روزانہ تلاوت کے باوجود فاسق رہتا ہے۔ لہٰذا معنی سمجھ

---

[۱] ۔ قولہ تعالیٰ:۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (التوبۃ ۹ آیت ۳۴)

[۲] ۔ رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع کی تلاوت کرتا ہے تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ تعالےٰ اعلیٰ درجے کا پرہیزگار بن جائے گا۔

۲۔ تزکیۂ تصوف: طرائق اربعہ نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی کے ذریعے سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبت الٰہی کا ذوق اسی طرح غالب ہو جائے جس طرح محب ومحبوب کا تعلق ہوتا ہے

۳۔ فرض سوم، وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ: معلم قرآن میں اس استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے متعلمین کے شکوک وشبہات رفع ہوں اور ان کا دل کتاب اللہ کے معانی کے علاوہ مصالح و حِکَم سے بھی روشن ہو۔ اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق ومعارف سے منزلِ کتاب جلّ مجدہٗ وعمّ ممہٗ کی عظمت و رفعت کا سکہ بیٹھ جائے اور اس کتابِ پاک کی تعلیم ربانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغام حق پہنچا نہ لیں، چین نہ آئے۔

۴۔ فرض چہارم تعلیم حکمت: حکمت کے معنی دانش ہے یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درسگاہِ نبویؐ سے صحابہ کرامؓ کو وہ فہم و دانش اور عقل وشعور سکھایا جاتا تھا کہ وہ دنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر بہادر جرنیل تھے۔ دنیا بھر کے علماء سے بڑھ کر وہ بڑے عالم تھے۔ دنیا بھر کے منصفوں سے بڑھ کر عالی دماغ منصف تھے۔ دنیا بھر کی منظم فوجوں سے بڑھ کر وہ منظم فوج تھے۔ سپاہیوں سے بڑھ کر فرماں بردار سپاہی تھے۔ دنیا بھر کے مبلغین سے بڑھ کر وہ مبلّغ تھے۔

اب آخری عرضداشت کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ ہر کلمہ گو کا فرض

سہ۔ رسالہ تحفۂ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

سکے

ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے چوبیس گھنٹے اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمت میلاد النبیؐ کو اپنا حال بنائے۔ اور دوسرے بنی نوع انسان کو اس نعمتِ عظمیٰ کی شرکت کے لیے دعوت دیتا رہے۔ رسالہ کے اختتام پر موجودہ مجالس میلاد کی چند رسومات کی نشاندہی فرما کر ان سے اجتناب کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

رسالہ مسائل میراث میں

حکمِ شریعت اور اختیارِ رواج کی سزا

سوال: ترکہ میت میں شرع محمدی سے انکار کر کے رواج کے مطابق مال تقسیم کرنے والوں کی شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا سزا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: مولانا نے مذکورہ بالا سوال کا جواب باصواب دینے سے پہلے مذہبؔ اسلام مسلمان، کافر اور فاسق کی دینی نقطۂ نگاہ سے تعریف بیان فرمائی ہے۔

سلہ و۔ وہ مذہب جس میں تمام وہ احکام الٰہی صحیح وسالم بلا کم وکاست موجود ہیں جو کہ سید المرسلینؐ پر نازل ہوئے تھے (ب) مسلمان وہ ہے جو اس بات کو تسلیم کرے کہ مذہب اسلام کے مجموعہ احکام الٰہی کو سچا مانتا ہوں اور انہی کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا کے رکھوں گا۔ (ج) جو شخص مجموعۂ کلام الٰہی وحیثیں قرآن مجید یا ارشادات نبویہ میں ضروری قرار دیا گیا ہے، یا بعض احکام ربانی کے ماننے یا ان کو اپنا دستور العمل بنانے کا منکر ہو اس کو کافر کہا جاتا ہے۔ (د) جو شخص زبان سے احکام الٰہی کی حقانیت ماننے اور عملی جامہ پہنانے کا منکر نہ ہو لیکن حرص مال یا حبّ جاہ یا خواہشات نفسانی میں غرق ہونے کے باعث احکام الٰہی کو عمل میں نہیں لاتا اس کو فاسق کہا جاتا ہے۔ (رسالہ میراث ص۲ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب آپ شریعت سے انکار کر کے رواج پر فیصلہ کرنا کرانا کفر قرار دیتے ہیں۔ اور زبانی انکار کی بجائے عملی انکار کو عصیان سے تعبیر کرتے ہیں، جس کی سزا دوزخ ہے؟[۱]

مولاناؒ فرماتے ہیں:۔

"مولعدان ملت! اگر زبانی اقرار شریعت کرنے کے باعث ہم حکم کفر سے بچ بھی گئے۔ لیکن عملاً انکار کرنے کی وجہ سے دوزخ میں جاگرے تو سمجھئے گویا حقیقت اسلام کو نہ پایا، بلکہ اپنی بدکرداریوں کے باعث سید المرسلینؐ کے پاک دامن پر بدنما داغ لگا ہی دیا کہ محمدیؐ کملی کا دوزخی ہے:"[۲]

اس کے بعد مولانا ارشاد کرتے ہیں کہ اگر میت خلاف شرع تقسیم میراث کا فیصلہ کر گیا ہے تو وارثان کا حق ہے کہ اسے موافق شرع کر دیں اور یہ کوئی جرم نہیں۔

اب آپ تارکین شریعت یعنی رواجی مسلمانوں کے دیگر اعمال صالحہ کے مردود ہونے کا خطرہ پیش کرتے ہیں۔ انسان خواہ کتنا ہی مصیبت زدہ کیوں نہ ہو، لیکن اگر اس کی خوراک و پوشاک[۳] اور تربیت مال حرام سے ہوئی ہے تو اس کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ اس کی خیرات[۴] بھی نامقبول ہے۔

---

[۱] وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۝ (النور ۲۴، آیت ۴۷، ۴۸)

[۲] رسالہ میراث ص۸ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[۳] قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّجُلُ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَٰلِكَ (رواہ مسلم)

[۴] قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا (الحدیث)

ہ۔ رواجی مسلمان چونکہ وہ کام کرتا ہے جس سے اس کا ذاتی نفع ہو اور دوسرے افراد کو نقصان پہنچے۔ اس لیے قانون معاشرت انسانی بزبان حال اس پر نفرین و غضب کا اظہار کر رہا ہے۔ (اگلے صفحہ پر)

اب شریعت کو ترک کر کے رواج پر عمل کرنے کے معاشرتی نقائص گنواتے ہیں۔
اور انجام کار رواجی مسلمان پر پانچ[۵] دفعات لگا کر مجرم ثابت کرتے ہیں۔

دینی حلقوں میں اس رسالے کو بڑی عزت اور اہمیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور کئی علماء کرام کی تصدیقات و تقریظات اس کے اختتام پر درج ہیں۔ سب حضرات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مولانا نے معاشرتی نقائص اور اس کے برے نتائج و عواقب کو نہایت مناسب وقت اجاگر کیا۔ اگر مسلمان اس رسالے کے مضامین پر عمل پیرا ہو جائیں تو کئی قسم کے روحانی امراض اور بداخلاقیوں سے نجات حاصل کر لیں۔

رسالہ

فوٹو کا شرعی فیصلہ

حضرت مولانا علیہ الرحمۃ کی دقیقہ رس نگاہوں سے عامۃ الناس کے خلاف شریعت اعمال، رسومات قبیحہ اور عادات شنیعہ اوجھل نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ کو اصلاح احوال تہذیب معاشرہ، تزکیۂ نفوس اور ہر لحاظ سے احیائے سنت کا بے پناہ جذبہ ہمیشہ

(بقیہ پچھلا صفحہ) ب۔ بہنوں کی حق تلفی۔ بہنوں کے دلوں سے بددعا نکلتی ہے۔ رواجی مسلمانوں کو مظلوم بہنوں کی دل آزاری سے ڈرنا چاہیے۔ بھانجے بھی ماموں صاحب کے ظلم کے باعث اس سے نفرت کریں گے۔

ج۔ بہنوئی بھی بددعائیں دے گا۔

د۔ اس ظالم بھائی کی اس ناشائستہ حرکت پر بہنوئی کا سارا خاندان بلکہ ہر منصف مزاج عقلمند اظہار نفرت کرے گا۔ علاوہ ازیں وہ اخلاق حمیدہ سے بھی محروم ہو جائے گا۔ (رسالہ میراث ص۱۹)

[۵] دوسری جگہ فرماتے ہیں: (الف) اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے۔ (ب) رسول خدا کے دین کا دشمن ہے۔ (ج) قرآن مجید سے عناد رکھتا ہے (د) قانون معاشرت انسانی کا بیخ کن ہے (ہ) اپنی خبیث روش سے اخلاق حمیدہ کا خون کر رہا ہے۔ (رسالہ میراث ص۱۸۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بے چین اور بیدار مغز تھا۔ بینات کے اسباب و محرکات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ان کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے وسائل پر غور و فکر کرتے ہیں اور پھر نہایت پامردی سے اپنی منزل کی طرف قدم اٹھاتے۔ آپ علماء ربانی میں سے ایک فعال شخصیت، ایک باعمل عالم اور ایک انقلابی مفکر کی حیثیت کے حامل تھے۔

مولانا مذکورہ بالا چھوٹے سے رسالے کے آغاز میں فرماتے ہیں:۔

"برادرانِ اسلام! خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک کی ہدایات سے منہ موڑنے اور اسوۂ سید المرسلین کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ مسلمان اپنے دنیا اور آخرت کے مفاد سے بے خبر ہیں۔ واقعی یہ نتیجہ نکلنا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ عالم الغیب والشہادۃ کا اس جرم کے متعلق آج سے تیرہ صدیاں پہلے یہ اعلان ہو چکا ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (سورہ حشر ۵۹ آیت ۱۹)

اب آپ تصویر کشی کے نقائص شمار کرتے ہیں:

قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اس مرض میں مبتلا ہوئی اور بالآخر خدا تعالےٰ نے آسمان اور زمین سے پانی بھیج کر انہیں غرق کر دیا۔ اس قوم کے بت[۲] در اصل اللہ تعالےٰ کے بعض صالحین بندے تھے، جن کی تصویریں بنا کر

سے یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، کہ جو امراض یہود و نصاریٰ میں پیدا ہوتے تھے وہی امراض مسلمانوں میں ضرور رونما ہوں گے۔ چنانچہ مرض سابق یعنی صالحین کی تصویر کشی کا مسلمانوں میں رواج ترقی کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے بعض علاقوں میں اپنے مرشد کی تصویر قرآنِ حکیم میں رکھی جاتی ہے۔ قرآن مجید کھولنے کے بعد سب سے پہلے مرشد کے فوٹو کو آنکھوں سے لگایا جاتا ہے۔ بعد ازاں قوم کے لیڈروں اور بعض مخلص احباب کے فوٹو تعظیماً دیواروں پر آویزاں کئے جاتے ہیں۔

اب مولانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پیش کرتے ہیں، جو تصویر کشی کو ممنوع قرار دیتے ہیں، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تصاویر کا ذکر کرتے ہیں بعض مستثنیات کا بھی آپ نے اندراج فرمایا ہے۔ فوٹو کے باعث اخلاقی اور اقتصادی نقصانات کا ذکر بڑی شد و مد سے کرتے ہیں اور اس رسم بد سے نجات حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ فرمایا: کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا:۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں سب سے زیادہ مستحق

---

[۱] "فوٹو کا شرعی فیصلہ" ص۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[۲] وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ (سورہ نوح ۷۱ آیت ۲۳)

[۳] وَلَا تَذَرُنَّ هٰؤُلَاءِ وَخُصُوصًا قِيلَ هِيَ اسماء رجال صالحين كانوا بين آدم و نوح علیهما السلام فلما ماتوا صوروا تبركا بهم فلما طال الزمان عبدوا الخ (تفسیر بیضاوی)

[۴] یہ وہی چیز ہے، جس کو ہم اقوامِ متمدنہ نے مشاہیر پرستی سے تعبیر کیا ہے۔ انسان کی ہمہ عالمگیر غلطی یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کی مدح کے لیے اختیار کرتا ہے لیکن آگے چل کر

(بقیہ حاشیہ پچھلا صفحہ) اس کے جسم ہی کی پرستش کرنے لگتا ہے۔ مشاہیر و اسلاف پرستی کا اصل مقصد تو اعمالِ حسنہ کی یاد تھی لیکن نتیجہ بالعموم یہ نکلا کہ عمل کی یاد مٹ گئی اور محض انسانوں کی شخصیتوں اور ناموں کی پوجا ہونے لگی۔ ہر شخص محض رسوم و اسماء کی عظمت و پرستش پر ہی قانع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مشاہیر پرستی بسا اوقات دنیا میں بت پرستی کا ذریعہ ثابت ہوئی اور اکثر ایسا ہوا ہے کہ اعمال کی جگہ افراد و اسماء کی پرستش محض ملے دو تین نسلوں کے بعد انسان کو بت پرستی تک پہنچا دیا۔

(شہادتِ حسینؓ، اجلاس عام کلکتہ۔ دسمبر ۱۹۲۱ء مولانا ابوالکلام آزادؒ)

[۵] فوٹو کا شرعی فیصلہ ص۔ مولانا احمد علی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عذاب کے، تصویریں کھینچنے والے ہیں (رواہ البخاری ۔ باب عذاب المصورین یوم القیامۃ ص۸۸۲)
خود سید المرسلین کے حکم سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو حضرت عمرؓ نے محو فرمایا۔

مستثنیات، مثلاً مروج سکے یا نوٹ پر تصویر ہے۔ فن ڈاکٹری یا انجینئری میں تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے تصویر کشی کی قلمی مشق لازمی ہے۔ اور بھی مجبوری کی صورتیں ہیں۔ جیسے پاسپورٹ۔ لہٰذا ان مجبوریوں میں حرمت تو ان اشیاء کی ویسی ہی رہے گی، البتہ اضطرار کے باعث عفو کی امید ہے۔

رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص۲۳ پر یوں فرماتے ہیں "حیا ایسا خلق ہے، جو فطرت انسانی کا خاصہ ہے۔ آجکل بڑے بڑے شہروں میں شارع عام، دوکانوں اور گھروں میں دیواروں پر ایسے گندے، فحش اور بے حیائی کے عملی پروپیگنڈا کرنے والے فوٹو آویزاں ہوتے ہیں۔ ننگی عورتوں کی تصاویر، اور اعمر شہری جمالی ہیں کہ شوق سے دیکھتے ہیں۔

بے حس و غافل مسلمانو! تم نے کبھی سوچا کہ تمہاری تفریح طبع سے ہندوستان کا کتنا روپیہ برباد ہوتا ہے۔ ہندوستانی بھوکوں کے پیٹ کاٹ کر غیر ممالک میں پہنچاتے ہو فوٹو کی مشین، انک، کاغذ، شیشہ، بلکہ چوکھٹے کی لکڑی بھی باہر سے آتی ہے۔ خدا کے لیے اپنے تنگدست، فاقہ مست، مصیبت زدہ بھائیوں اور ان کی معصوم اور افلاس زدہ صورتوں سے بھی تمہاری روشن خیالی اور بیدار مغزی میں اضافہ ہوتا ہے"

المختصر، مولانا نے قرآنی دلائل اور حضور اکرم کے امتناعی فرامین پیش کر کے اپنے رسالے کو مدلل بنا بات اور ثابت کیا ہے کہ یہ مرض آخر شرک میں جا کر منتج ہوتا ہے۔

اس رسالے پر کچھ تصدیقات ہیں، ہم فقط دو کو ہی حوالہ قلم کرتے ہیں۔

۱۔ تصویر کا کھچوانا اور کھنا، شائع کرنا سب ناجائز ہے۔ یہ میری سخت غلطی تھی کہ تصویر کھچوائی تھی اور "اہلال" کو باتصویر نکالا تھا۔ میں اس غلطی سے تائب ہو چکا ہوں" (مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم ص۱۳۔ رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ، مصنفہ مولانا احمد علی)

۲۔ احقر نے یہ رسالہ دیکھا الحمدللہ! کہ جناب مؤلف نے ایک ضروری مسئلہ جو روزمرہ پیش آتا ہے اور اس میں ہر طرح سے تہاون ہو گیا ہے پورا صحیح اور درست اور احادیث صحیحہ سے بقدر حاجت ثابت کر دیا"

(اسوۃ المحققین حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری، رسالہ فوٹو کا شرعی فیصلہ ص۱۲)

آخری عنوان، پیغام بیداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عنایت فرماتا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ علماء امت وارثان منصب نبوت ہیں"

ان احادیث کا راز یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی کسی شخص پر نظر عنایت خاص ہوتی ہے اور وہ تدبیر الٰہی کے ظہور میں آنے کا آلۂ کار ہوتا ہے تو ایسے حالات صورت حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ہر طرح سے رحمت الٰہی کا مورد ہو۔ اور ملائکہ کو اس کے ساتھ محبت رکھنے اور اس کا احترام کرنے کا حکم دیا جائے جیسے کہ اس حدیث میں ہے۔ جس کا ملخص دو حرفوں میں یہ ہے کہ جب کسی بندے پر اس کی نگاہ التفات ہوتی ہے تو پھر وہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس کی تقلید میں دوسرے ملائکہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ جس کے بعد اس کو زمین میں مقبولیت عام حاصل ہوتی ہے"

آگے علماء دین کے فرائض کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عنایت کی وہ نظر جو آپ پر مبذول رہتی تھی، حفظ ملت کی غرض سے حاملان دین متین اس کے مستحق قرار دئے گئے۔ جو آپ کی ہدایت کو

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص۲۲ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لوگوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ اس سے بڑے بڑے فائدے ظہور میں آتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میرا قول سنا، اس کو اچھی طرح سمجھا اور یاد رکھا اور پھر اس کو دوسروں تک بعینہٖ اسی طرح پہنچا دیا جس طرح کہ اس نے سنا۔"

مذکورہ بالا عبارات اور احادیث مقدسہ کے پیش کرنے کا مقصد وحید یہی ہے کہ علماء ربانی مناصب نبوت کے تمام امور کو شام و سحر پوری تندہی سے ہر جگہ اور ہر زبان میں سرانجام دیتے رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ ابلاغ و دعوت اصلاح احوال اور تزکیہ نفوس جاری رہے گا اور اس گروہ کو ازل سے تائید ایزدی حاصل ہے۔

ایسے ہم حضرت مولانا احمد علی مفسر قرآن کے مخصوص دائرہ عمل پر نظر ڈالتے ہیں۔ آپ اپنے عہد میں لاہور جیسے مرکز تہذیب و تمدن میں احکام قرآنیہ اور ارشادات مصطفویہ کی نشر و اشاعت کے لیے ایک منفرد ادارہ کی حیثیت رکھتے تھے اور اپنی خوابیدہ قوم کو پیغام بیداری دیتے رہتے تھے۔

درس و تدریس کی شبانہ روز مصروفیات کے باوجود آپ خلوت میں بیٹھ کر مسلمانانِ ہند کی بدحالی، افلاس، زوال پذیری و نکبت جہالت اور انگریز پرستی پر غور کر کے خون کے آنسو بہاتے رہتے تھے۔ آپ کی نظروں کے سامنے مسلمان گراں مایہ متاع نبوی (کتاب و سنت) کو ضابطہ حیات تسلیم کرنے سے عملی طور پر انکاری تھے۔ ہر موقعہ پر بدعات پرستی جو تمسک بالقرآن کے جذبہ کے سراسر خلاف ہے، مسلمانوں کا شعار بن چکا تھا۔ امت مسلمہ قرآن حکیم سے یکسر منہ موڑ چکی تھی، رجوع واخلاق بلند ... ہر طبقہ ... چھوڑ چکا تھا اور ... مصلحین ... اپنے مرکز میں ہی خوابیدہ قوم کو پیغام بیداری دے رہے تھے۔

—

رسالہ پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا آغاز جریدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"برادرانِ اسلام! آج ہم مسلمانانِ ہندوستان جن گوناں گوں مصائب و آلام کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ مذہب اسلام میں ان کا علاج تلاش کریں۔ جس کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ کامل اور مکمل ہے۔ ہر گمراہ کا رہنما، ہر مغموم کا غم خوار، ہر ملت مجروح کے لیے شفاء و مرہم ہے، ہر مسموم کے لیے تریاق ہے، ہر بے کس کا فریاد رس ہے۔"

مسلمانوں کی بدحالی اور غیر اقوام کے حملے کہیں شدھی کی آندھی چل رہی ہے کہیں سنگٹھن کا حربہ تیز کیا جا رہا ہے کہیں سود در سود کے شکنجے میں پڑے ہیں اور ادھر فرنگی کی ہندو نواز حکومت ہندو سے ایک دفعہ بھی نہیں پوچھتی کہ تم نے پچاس روپے دے کر تین سو کہاں سے بنا لیے؟

مولانا ہماری بدقسمتی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ باوجود مصائب و آلام کا شکار ہونے کے ہم باہمی مناقشت اور فرقہ بندی کو ہوا دے رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ واضح ہے کہ ہماری

لہ۔ ان ہنگاموں اور داخلی تنازعوں میں مصروف ہو کر انہوں نے ان علوم کے کھوج نکالنے سے کوتاہی کی جو ابھی تک ان کے دائرہ تحصیل سے باہر تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ حاصل کردہ علوم و فنون کے مدارج ترقی کو طے کرنے سے قاصر رہ کر ان کو آہستہ آہستہ بھول گئے۔ ان حالات میں غربت و افلاس کا پیدا ہونا لازمی تھا۔ افلاس و فقر کی وجہ سے مسلمانوں کی قوت میں ضعف اور ان کے نظام اجتماعی میں کمزوریاں پیدا ہو گئیں اور امراء و سلاطین کے باہمی تنازعات نے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق اور تشتت و انتشار کے تباہ کن بیج بو دئیے۔ وہ آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہو گئے اور غیروں کو ان پر دست درازی کرنے اور ان کے حقوق پامال کرنے کا موقعہ مل گیا۔ (اتحاد اسلامی مؤلفہ سید جمال الدین افغانی مرحوم مترجم عبدالقدوس قاسمی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

انفرادی، اجتماعی اور دینی شان و شوکت کلیۃً ختم ہو جائے گی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ شدھی کی تحریک اس شکل میں ہوتی ہے کہ اس میں طمع زر کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مقروض مسلمانوں کو دو چار سو روپیہ سود کا معاف کر دیا اور ان کے بال بچوں کو شدھ کر لیا۔ یا گاؤں کے بڑے چودھری کو بڑی رقم کا لالچ دے کر شدھ کر لیا۔ ان کو سمجھایا کہ تم تو ہمارے بھائی بند تھے، مسلمانوں نے بہکا کر تم کو اسلام میں داخل کر لیا ہے۔

اب مولانا شدھی کے دام تزویر سے بچنے کی نہایت مؤثر تجویز پیش کرتے ہیں۔ "مسلمانوں کے پاس تحریک شدھی کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے ایسا بہترین حربہ ہے جس سے بآسانی ان کا قلع قمع ہو سکتا ہے اور وہ حربہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فقط ایک؎ فرمان کی تعمیل ہے:

آگے فرماتے ہیں: "اگر ایک ماہ مسلمانوں کا ہر پیر و جوان، جاہل و عالم، عام و خاص، شاہ و گدا اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس فرمانِ مصطفوی پر ہمت سے عمل کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک مہینے کے اندر اندر شدھی کی رو کے سامنے سدِ سکندری کھڑی کی جا سکتی ہے۔ یاد رہے قرونِ اولیٰ میں تبلیغ کی بدولت اسلام کو عالمگیری کا تمغۂ امتیاز ملا تھا۔"

تحریک سنگٹھن سے ہندوؤں میں تنظیمی روح پھونکی جا رہی ہے۔ ہندوؤں نے آج اس قومی بہبود کا قدم اٹھایا ہے۔ لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا میں آتے ہی مسلمانوں کو سنگٹھن کا سبق پڑھایا ہے۔ اسلامی سنگٹھن میں ہر بالغ

؎ عن حذیفۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتدعنہ ولا یستجاب لکم (رواہ ترمذی)

پانچ دفعہ حاضری پر مجبور کیا گیا ہے۔ بینا تو بینا اندھوں کو بھی اس مرکز سے غیر حاضری کی اجازت نہیں۔ مولانا نے اس موقعہ پر کم از کم چار احادیث نبویؐ پیش فرما کر استدلال کیا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی تنظیمی صدا پر عملاً لبیک نہ کہے اور روزانہ پانچ وقت صبح و شام اس اجتماع ملی میں شریک نہ ہو وہ سچے، مخلص دیانتداروں کی جماعت میں شمار ہونے کے قابل نہیں، بلکہ ایک حدیث میں اس کی تعزیری سزا قتل ہے۔

اس کے بعد آپ اسلامی سنگٹھن کی تعریف و توصیف بیان فرماتے ہیں۔ باجماعت نماز کی ہمہ گیری پر گوہر افشانی کرتے ہیں، جس کا ایک ایک فقرہ اسلام کی اجتماعی زندگی کا بے بدل فلسفہ پیش کرتا ہے۔

سودی قرضہ

اس سلسلے میں مولانا کے الفاظ پر غور فرمائیے: "سودی قرضہ کا اژدہا بھی ہر صوبہ ہند میں مسلمانوں کو بے دریغ نگل رہا ہے۔ بعض مقررین سے سنا ہے کہ سات کروڑ ہندوستانی مسلمانوں پر پچہتر کروڑ روپیہ غیر اقوام کا قرضہ ہے جس کا سود انہیں ہر سال پندرہ کروڑ روپیہ دینا پڑتا ہے۔ جس قوم کی جیب سے اتنا روپیہ ہر سال بطور جرمانہ نکل جاتے اور پھر پچہتر کروڑ کی مقروض ہو، بھلا ایسی مصیبت زدہ قوم کو کب چین و آرام نصیب ہو سکتا ہے۔ یہ قوم دوسری قوموں کی نظر سے گر جاتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب اس مذکورہ مرض مہلک کا سبب اور علاج بیان فرماتے ہیں: "انسان کے اندر قوتِ ارادی کی اسٹیم ہے۔ انسان کی اصلاح و فساد کا دارومدار فقط قوتِ ارادی پر ہے۔ اگر انسان کی قوتِ ارادی سود لینے اور دینے سے متنفر ہو جائے۔ دنیا کی ہزار دقتیں آئیں۔ لاکھ رسوائیاں اور بدنامیاں اس پر نازل ہوں۔ لیکن سود کی لعنت کو اپنے حق میں بدترین لعنت خیال کرے۔ خدا تعالیٰ اور رسول خدا کی لعنت؎ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کا عزم بالجزم کرے۔"

؎ عن جابرؓ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاہدیہ وقال ہم سواء (رواہ مسلم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب مولانا تمام مسلمانانِ ہند کو اسلامی اتحاد کا پیغام دیتے ہیں۔ آپ کے پیغام میں مولانا جمال الدین[1] افغانی کی روح کار فرما نظر آتی ہے۔

موجودہ رسالہ کی تائید میں اٹھ جید اہلِ علم علماء کرام نے تقریظات لکھی ہیں، ہم بخیالِ اختصار ان کی نقل سے معذرت خواہ ہیں

رسالہ اسلام ہند خطرہ میں

حضرت مولانا نے اس رسالے کا آغاز کائنات ارض و سماوی کی انواع و اقسامِ اشیاء ان کی متنوعہ صورتوں، ان کے گوناگوں خصائص اور بوقلموں خوائد کی طرف اشارات کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی اقسام کا تذکرہ آپ کے پیشِ نظر ہے اور اس عالمانہ اور محققانہ تمہید و تطبیق سے تمثیل طور پر ایک نہایت معنی خیز نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! نظامِ عالم کے اجزاء میں مختلف اجناس نظر آتی ہیں مثلاً جمادات، نباتات، حیوانات اور ہر ایک جنس کے مختلف انواع، پودوں کے رنگ و بو، شکل پھول

---

[1] ۔ ان کی سرحدیں ایک دوسرے سے متصل ہیں اور وہ قرآنی دستور کی ایک وحدتِ جامعی میں منسلک اور متحد العقیدہ ہیں۔ تعداد میں وہ پانچ کروڑ ہیں، شجاعت اور بہادری میں سب زبانوں اور ممتاز قوموں میں ممتاز ہوتے چلے آئے ہیں۔ پھر کیا یہ ان کا کام نہیں کہ وہ دیگر اقوام کی طرح یکدل، یک زبان ہو کر عدو کی مدافعت اور ناموسِ قومی کے وقار کے لیے اقدام پر اتفاق رائے کریں۔ ان سے اس قسم کا اتفاق کا صادر ہونا کوئی انوکھا کام نہیں۔ اتفاق ان کے اصول دینی کا اہم رکن ہے۔ کیا ان میں ہر ایک کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو اللہ تعالیٰ کے قول انما المومنون اخوۃ کی روشنی میں دیکھے۔ وہ اتحاد و یگانگت کی ایک مضبوط چٹان اور سدِ سکندری کھڑی کر کے ان سیلابوں کا رخ پھیر دیں جو ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم: اتحادِ اسلامی)

پھل، تاثیر، ذائقہ غرضیکہ تمام خصوصیات جداگانہ ہیں۔ حیوانات پر غور کیا جائے تو اور بھی حیرت بڑھ جاتی ہے۔

اسی طرح انسانوں کے اعضاء مشترک نظر آتے ہیں لیکن قد و قامت، وضع قطع، عادات و اطوار، رسم و رواج، اقتصادیات و سیاسیات، وطنیت، ذہنیت، خوراک و پوشاک وغیرہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

"ایک درخت کا پھل توڑ کر پتے جھاڑ دیے جائیں، شاخیں اور تنے کاٹ دیے جائیں، جڑ اکھیڑ دی جائے۔ اب اس کو کوئی درخت نہیں کہتا۔ اسی طرح اگر کسی قوم کی خصوصیات قومی فنا ہو جائیں۔ اگرچہ اس کے اجزائے منتشرہ دنیا میں موجود ہوں لیکن اس کو زندہ قوم نہیں کہا جا سکتا۔"

مسلمانوں کے من حیث القوم نقصانات پر تبصرہ کرتے ہیں "ہندوستان میں مختلف اقوام ہندو، پارسی، عیسائی، یہودی اور مسلمان بستی ہیں۔ مسلمان ہندوستان میں آٹھویں صدی عیسوی کے ابتداء میں آئے اور انیسویں صدی کے درمیانی حصے ۱۸۵۷ء تک تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال انہوں نے اس ملک پر حکومت کی۔ اب جتنا نقصان ہوا، فقط مسلمان کا ہوا۔"

مولانا مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی کو دیکھ کر فرماتے ہیں "دراصل ہم عذابِ الٰہی[1] میں گرفتار ہیں۔"

مسلمانانِ ہند کو چار طبقوں[2] میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے لیل و نہار اور ان کے حسن و قبح پیش کر کے ان کے افعالِ شنیعہ پر گرفت کرتے ہیں، علماءِ خیر اور علماءِ سوء کے مشاغل کا ذکر کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذاباً من فوقكم او من تحت ارجلكم او يلبسكم شيعاً و يذيق بعضكم بأس بعض۔

[2] ۔ ۱۔ طبقہ علماء۔ ۲۔ طبقہ جدید تعلیم یافتہ۔ ۳۔ طبقہ اہلِ دولت و ثروت۔ ۴۔ عوام

toobaa-elibrary.blogspot.com

جدید تعلیم یافتہ طبقہ[1] کی یورپین طرزِ زندگی پر اظہارِ تاسف فرماتے ہیں جو تعلیم یافتہ طبقہ میں مجاہد فی سبیل اللہ بھی ہیں۔ وہ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہیں۔ ان کا وجود کفر کے لیے خارِ چشم ان کی تقریریں کفر کے حق میں پیغامِ موت، ان کی نقل و حرکت کفر کے وجود میں نشتر جراحی۔ کثّر اللّٰہ امثالہم و بارک فی انفاسہم۔

"مسلمانوں کی حکومت گئی، عزت گئی، مذہبی رعب بھی ختم ہوا، مسلمانوں کے مذہب کی اشاعت میں انحطاط آیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن پر کاری ضرب لگی، انقلاب جدید سے غیر مسلم اقوام سے اسلام کا رعب اٹھنا تو لازمی تھا۔ ہماری شامتِ اعمال سے خود مسلمان اسلام سے متنفر ہو گئے۔ مسلمانوں کی طبیعت سے خصوصیاتِ اسلامی دیانت امانت، کفایت شعاری، للہیت، خوفِ خدا، فکرِ عاقبت، شرم و حیا، صورتِ اسلامی، جذباتِ اسلامی، غیرتِ اسلامی، حمیتِ اسلامی اور بڑوں کی عزت، جاتی رہیں، غرضیکہ ہر خوبی مسلمانوں سے کوسوں دور ہو رہی ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اسراف ان کی گھٹی، ریا ان کا لباس، خوشامد ان کی لونڈی، غیبت ان کا مشغلہ، باہمی تنازعہ ان کی عادت، مقدمہ بازی ان کی رسم، جھوٹی شہادتیں دینا ان کی بر ملا حمایت"

آگے تیسرے اور چوتھے طبقے کے متعلق فرماتے ہیں: "مسلمانوں کا دولت مند طبقہ عموماً زر پرستی میں محو، تعیش کا دلدادہ اور ضروریاتِ مذہبی سے ناواقف، عوام کا طبقہ کالانعام ہے، نانِ شبینہ کا محتاج۔ جس کے ہاتھ پڑ گیا، اسی کا ہو رہا۔

مولانا مسلمانوں کی اسلام سے اور قوانینِ اسلام سے غفلت شعاری اور عدم واقفیت کو آئندہ نسل کے حق میں ہلاکت خیز محسوس کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں اگر یہی لیل و نہار رہے تو بھارت سبھا کی طرح، مذہب کی کوئی ضرورت نہیں، ہندوستانی مسلمانوں کی آئندہ پود کلمۂ توحید سے بھی نابلد رہ جائے گی۔

[1] رسالہ ہٰذا ص ۱۲، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

علاجِ خطر

۱۔ ہر کلمہ گو مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، اسلامی تعلیم[1] کا ضروری حصہ لازماً سیکھے۔
۲۔ اس کے بعد تاجر بنے یا ملازم یا زراعت پیشہ بنے، اپنے اقوال و افعال میں اس نورِ الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔
۳۔ کلمہ گو مسلمان بھائی کی حمایت فرض اور اس کی مخالفت گناہِ عظیم یقین کرے۔
۴۔ علماء امت اور رہنمایانِ قوم خود بھی عامل ہوں۔

رسالہ موسومہ اسلام اور ہتھیار

سوال:۔ منقول از روزنامہ انقلاب مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء

"سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے شیخ خالد لطیف گابا کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے "عالمِ دین" بننے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ اسلام نے کہیں مسلمانوں کو تلوار باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ ہمارے خیال میں "سول" اور دوسرے غیر مسلم اخباروں کا شریعتِ اسلامی کے متعلق اس قسم کی غلط بیانی کرنا صریح مداخلت فی الدین اور توہینِ مذہب ہے۔ علماءِ اسلام کو چاہیے کہ تلوار کے متعلق تمام دینی احکام مسلمانوں، غیر مسلموں اور حکومت کے خداوندوں کی اطلاع کے لیے شائع کر دیں"

اس ضمن میں مولانا فرماتے ہیں: "قرآن کی تعلیم[2] فقط تلوار نہیں، بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے

[1] رسالہ ہٰذا ص ۱۲، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] رسالہ اسلام اور ہتھیار ص ۲، مصنفہ مولانا احمد علی علیہ الرحمہ۔

[3] وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔

(انفال ۶۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ اپنے وقت کے تمام ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، وغیرہ تمام سامانِ جنگ۔ اس لیے قوۃ تیار کرنے سے مراد مندرجہ بالا اسباب مہیا کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ امر کے صیغہ سے وجوب کے معنی نکلتے ہیں۔ نماز کیوں فرض ہے زکوٰۃ کیوں فرض ہے۔ قرآن مجید میں اقیموا الصلٰوۃ اور آتوا الزکوٰۃ کا صیغہ آتا ہے۔ بعینہٖ أَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ میں أَعِدُّوا امر کا صیغہ ہے۔ اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اے مسلمانو! تمہارا فرض ہے، کہ دشمنوں کے لیے ہتھیار وغیرہ تیار رکھو۔[۱]

ہتھیار بند ہونے سے اسلام کا مقصد دشمنانِ اسلام پر رعب[۲] و داب قائم کرنا ہے۔ ہاں لڑنے والوں سے لڑنا بھی فرض ہے۔ کیونکہ اسلام اپنے فرمانبرداروں

---

[۱] ۔ حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لیے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی و مالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں، اس میں صرف کرنا، اپنے عزیز و اقارب، اہل و عیال کی، خاندان و قوم کی جان تک قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں کی کوششوں کو توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لیے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لیے پوری طرح تیار رہنا، یہی جہاد ہے اور اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔"

("سیرۃ النبی" جلد پنجم۔ مصنفہ سید سلیمان ندوی مرحوم")

[۲] ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑیں، بلکہ مسلح ہونے کی حکمت یہ بیان فرمائی ہے "تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ" جو لوگ مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور اسلام پر حملہ آور ہوں، ان کی مدافعت کرنا مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (رسالہ نمبر ۵۰)

کو بزدل، بے غیرت، بے حمیت بنانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ اپنے پیروؤں کو غیرت، حمیت، حفاظتِ نفس کی تعلیم دیتا ہے اور ساتھ ہی نہایت بلند پایہ شرافتِ انسانی کے آداب[۳] بھی سکھاتا ہے۔

اب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ پیش کرتے ہیں؛ عن عقبة بن عامر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على المنبر يقول وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ألا إن القوة الرمي۔ ألا إن القوة الرمي ألا إن القوة الرمي (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف)

عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمي ثم تركه فليس منا۔ أو قد عصى عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احتبس فرسا في سبيل الله إيمانا بالله وتصديقا بوعده فإن شبعه وريه وروثه وبوله في ميزانه يوم القيامة (مشکوٰۃ شریف باب اعداد آلۃ الجہاد ص ۳۳۶)

مذکورہ بالا احادیث کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں: "کیا ان ارشاداتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہونے کے بعد کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو ہتھیار رکھنے کا کوئی حکم نہیں دیا۔ ایسا کہنا سراسر بہتان اور افترا ہوگا۔"

---

[۳] ۔ ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين کے ضمن میں اسلام کا فیصلہ، اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا (رواہ مسلم)

خدا کی راہ میں خدا کا نام لے کر لڑنا، خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، دشمن کے ہاتھ پاؤں ناک، کان نہ کاٹنا، بچوں کو قتل نہ کرنا) انطلقوا باسم الله وعلى ملة رسول الله لا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا وضموا غنائمكم وأصلحوا وأحسنوا إن الله يحب المحسنين (ابوداؤد کتاب الجہاد)

نوٹ۔ مولانا اور رسالہ پر اشاعت حق کی تصدیقات موجود ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انجام کار فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنے اور قتل و قتال کرنے سے منع کیا گیا ہے اور دشمنوں پر تعدی سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمان کا جہاد کرنا اور صلح کرنا محض رضائے الٰہی کے لیے ہے۔

رسالہ خُلقِ محمدی

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إن الله بعثني لتمام مكارم الأخلاق وكمال محاسن الأفعال۔

مولانا اس مضمون میں رقمطراز ہیں: "اے نبی الثقلین سید الکونین خاتم الانبیاء و رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت تمہیں خبر بھی ہے کہ تمہاری نجات کس چیز پر موقوف ہے؟ تمہاری نجات اتباع سید المرسلین، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے اور اتباع سے مراد یہ ہے کہ اخلاق و عادات، معاملات دین، نکاح، طلاق، شادی و غم، نشست و برخاست، خوراک و پوشاک غرضیکہ اپنی زندگی کے ہر کام میں ہر قدم پر رسولِ خدا کے مقدس نمونہ کو سامنے رکھیں۔"

اس کے بعد قدرے وضاحت سے رسالہ ہٰذا کی تحریر کا مقصد بیان فرماتے ہیں۔

"آج مسلمانوں کی آپس میں ناچاقی، تکفیر بازی، عیب جوئی، طعن و تشنیع تحقیر و تذلیل کو دیکھ کر سلیم الفطرت درد دل رکھنے والے مسلمان کا دل کباب ہوتا ہے۔ خدا جانے کہ عالم ارواح میں جس وقت یہ حالات رسولِ خدا کے سامنے پیش ہوتے ہوں گے تو آپ کے قلب پر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی تباہی و بد اخلاقی کا کتنا صدمہ ہوتا ہوگا۔ یہ ناچاقیاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا پتہ دیتی ہیں۔ رسالہ ہٰذا کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے اسوۂ محمدی پیش کیا جائے۔ آپ رحمۃ للعالمین تھے دشمنانِ دین کے متعلق آپ کے دل کی بے تابی کا اعلان خدا تعالیٰ یوں فرماتے ہیں: فلعلك باخع نفسك على آثارهم إن لم يؤمنوا بهذا الحديث أسفا۔ جو لوگ توحید کے دشمن، آپ کے خون کے پیاسے اور قرآن کی تعلیم کو

نیست و نابود کرنے کے لیے سربکف تھے، ان پر بھی ابرِ رحمت برس رہا تھا۔"

اب مولانا کافر محارب اور اسلامی جہاد کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہیں۔ باقی قوام بھی جنگ و قتال کرتی ہیں، لیکن جہادِ مسلم اور غیر مسلم میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضور اکرم

۱۔ قاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين۔

۲۔ انبیاء کرامؑ کا فرض ہے کہ مخالفین اور باغیوں (فاسق و فاجر) کو سمجھا بجھا کر قانونِ شاہنشاہی (کیونکہ بادشاہِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے) کے حلقہ بگوش بنانے کی کوشش کریں۔ لیکن جو لوگ امن پسند رعایا پر حملے کرنے سے باز نہ آئیں تو ملک و ملت کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجیں اور انہیں حکم دیں کہ فاقتلوهم حيث وجدتموهم۔ اصطلاحِ اسلامی میں اسی چیز کا نام جہاد ہے (رسالہ ہٰذا)

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ ملائکہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے حکم کی تنفیذ کے لیے بمنزلہ اعضاء و جوارح کے تھے۔ اصحابِ رسولؐ کی یہ جہد بلیغ جو جہاد فی سبیل اللہ کے سلسلے میں ان سے ظہور میں آئی ان اصول کلیہ پر مبنی تھی جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے ان کو دی تھی۔ ان کا یہ عمل جملہ اعمالِ صالحہ میں سب سے بڑا تھا اور دشمنوں کا قتل و اسر جو کچھ بھی ان سے ظہور میں آیا وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل تھا اور ان کی حیثیت اعضاء و جوارح کے تھی۔ فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم وما رميت إذ رميت ولكن الله رمى (حجۃ اللہ البالغہ ص ۶۹۲)

دوسری شہادت: کافروں سے جہاد کرنا اور دین حق کا بول بالا کرنے کیلئے منکروں سے لڑنا تدبیر حقانی اور الہام ربانی کی موافقت ہے۔ اس لیے مساعیِ جہاد میں مشغول رہنا انسان کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دامنِ عاطفت اس کو گھیر لے اور رحمت کا مدہ اس کو ڈھانپ لیا جائے۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد دوم ص ۳۴۳ شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم)

تیسری شہادت: مجھے صلح کی توقع بہت کم ہے۔ خود ہم انگریز اپنے بحری و بری مصارفِ جنگ کو بڑھا کر دنیا کے سامنے جنگ کی تیاری کا بدترین نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

(لارڈ ہاربری از "الحرب فی القرآن" ص ۲ مولانا ابوالکلام آزاد)

چوتھی شہادت: میں صلح کی خوشنما امیدوں سے اپنا دل نہیں بہلا سکتا۔ (جاری اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا علم جہاد پیغام رحمت تھا اور مولاناؒ اس ضمن میں دلائل و براہین سے اپنے مقصد کی توضیح فرماتے ہیں۔

غیر مسلم قومیں اپنی ہوس گیری میں بعض اوقات خون کی ندیاں بہا دیتی ہیں۔ ہر مرد عورت، ہر بچے اور ہر بوڑھے پر تیغ بے نیام چلا دیتی ہیں۔ حال کا واقعہ دمشق اس درندگی کا بین ثبوت ہے۔ جس میں فرانسیسیوں نے بے گناہ شہری آبادی پر گولہ باری کی اور پچیس ہزار سے زائد امن پسند شہری آبادی کو مع ان کے در و دیوار پیوند زمین کر دیا۔ لیکن حضور اکرمؐ کا علم جہاد بلند کرنا عین رحمت الٰہی تھا۔ آپؐ نے جہاد صرف میدان مقابلہ میں آنے والے کفار کے ساتھ کیا ہے اور وہ بھی سخت مجبور ہو کر۔ کیونکہ ان کفار کو بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ تبلیغ کی جاتی تھی۔ تاکہ وہ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ یا اپنے ملک میں رہ کر اسلام کی عظمت کو مان لیں۔"

مولاناؒ اب قرآن پاک اور سیرۃ نبویؐ کے واقعات سے ثابت کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کافر غیر محارب سے کیا سلوک روا رکھتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو دعوتِ ائتلاف و اتحاد دیتے ہیں۔ عوام سے گزر کر علماء اور زہاد کو بھی یہی دعوت

(بقایا پچھلا صفحہ) واقعات ہم کو ایک عظیم الشان جنگ کی دھمکی دے رہے ہیں جب تک وحشت موجود ہے۔ جب تک غیر مکمل طور پر تہذیب یافتہ قومیں سطح ارضی پر آباد ہیں۔ اتفاق و اتحاد ناممکن ہے۔ ہم کو خدا پر بھروسہ کر کے بارود کو خشک رکھنا چاہیے۔
(مسز گلبرٹ پارکر از "الحرب فی القرآن" ص۱۲)

پانچویں شہادت: "عرب کی تمام لڑائیاں بغض و انتقام، رشک و حسد، مناقشت و مباغضت کا نتیجہ ہوتی تھیں اس بنا پر درحقیقت اسلام سے پہلے جنگ کا پیکر خونیں، روح مقصد سے خالی اور دنیا کے ہاتھ میں کشت و خون کے بعد ندامت کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔
(الحرب فی القرآن۔ مصنفہ ابوالکلام آزاد)

لہ۔ رسالہ خلق محمدی ص۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم)

مٹ جاتی ہے اور خدا کے ہاں سرفرازی اور سرخروئی کا فقط ایک ہی ذریعہ بتاتے ہیں کہ جامۂ محمدی کو زیب تن کرو۔ ورنہ دنیا پانی سے ذلیل کر کے مٹائے جاؤ گے۔

اختتام پر منافقین کے ساتھ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مروت اور مربیانہ سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد ازاں "نہایت" تاکید سے ہدایت فرماتے ہیں کہ مسلمان کا مسلمان کے متعلق بدگمانی رکھنا جرم عظیم ہے۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے۔ مسلمان پر غصے میں آ کر ہتھیار سے اشارہ کرنا حرام ہے۔

غیر محارب کافر سے سلوک

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۸:۶۰)

اسماء بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ "میرے ہاں میری ماں آئی۔ وہ مشرک تھی۔ اس وقت آئی جبکہ مکہ معظمہ پر کفار قریش کا قبضہ تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میری ماں میرے ہاں آئی ہے اور وہ اسلام سے متنفر ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اس سے صلہ رحمی کا حق ادا کرو۔"

منافقوں سے حُسنِ سلوک

۱۔ منافقین کو مال غنیمت کا حصہ دیتے۔
۲۔ حضور اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے ان کو روکا نہ جاتا تھا۔
۳۔ مسجد نبویؐ میں نماز سے نہیں روکا جاتا تھا۔
۴۔ پند و نصائح کی مجالس میں ان کو شریک ہونے کی اجازت تھی۔
۵۔ مسلمانوں کی طرح ان کے مال، جان اور عزت کی حفاظت کی جاتی تھی۔
۶۔ معاشرتی حقوق میں ان سے کسی قسم کا قطع تعلق نہیں کیا گیا تھا۔
۷۔ رحمۃ للعالمینؐ کا دریائے رحمت تو اس قدر وسیع تھا کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا جنازہ خود حضور اکرمؐ نے پڑھا۔ اپنا پیراہن مبارک کفن کے لیے دیا۔ اپنا مبارک لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا۔ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان فرمایا کہ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ منافقوں کے لیے ستر دفعہ بھی بخشش مانگیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ تب بھی حضور شافع یوم النشورؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے توقع ہوتی کہ اللہ تعالیٰ میرے ستر بار سے زیادہ بخشش مانگنے پر انہیں بخش دے گا تو میں ان کے لیے بخشش مانگتا۔ (رسالہ خلق محمدی ﷺ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمہ)

نوٹ (اس رسالے کے اختتام پر بھی جید علماء کرام کی تقریظات منسلک ہیں)

رسالہ

نجاتِ دارین کا پروگرام

قولہٗ تعالیٰ: أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳:۱۶۲)

یہ تقریر حضرت مولاناؒ نے کسی جمعۃ الوداع کی تقریبِ سعید پر ارشاد فرمائی ہے۔

آغازِ تقریر میں دنیائے دوں اور آخرت کی حیاتِ ابدی کا تقابلی نقشہ پیش کیا گیا ہے آخرت کی تیاری کو مولانا مقصودِ حیات قرار دیتے ہیں۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ ہے چند روزہ ہے اور آخرت کی کھیتی ہے اور وہ لوگ جو مجازات پر یقین نہیں رکھتے ان کو مرنے کے بعد داخلِ جہنم کیا جائے گا۔

پھر نیک خصائل اور صالح فطرت افرادِ انسانی کا ذکر کرتے ہیں اور آیاتِ قرآنیہ سے استشہاد کرتے ہیں۔ بعد ازاں طالبِ آخرت کے فرائض اور اوصاف حوالۂ قلم کرتے ہیں۔ نیکیٔ عاقبت اور اعمالِ حسنہ کی ترغیب کے بعد موجودہ تعلیم میں اصلاح و تطہیر کی اشد ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

" وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝ (العنکبوت ۲۹، آیت ۶۴)

" يٰقَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۖ وَّإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝ (المؤمن ۴۰، آیت ۳۹)

" مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۱۸)

" إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ۝ أُولٰئِكَ مَأْوٰهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (یونس ۱۰، آیت ۷، ۸)

" وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ۝ (بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۱۹)

" وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ (سورہ البقرہ آیت ۲۰۲)

جو لوگ آخرت کی زندگی کو مقصود اور محبوب بنائیں گے۔ انہیں ان کے اعمالِ صالحہ کی برکت سے آخرت میں حصہ ملے گا۔ ان کی کوشش مقبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایمان کی برکت سے جنت میں پہنچائے گا۔ اب طالبِ آخرت کا فرض ہے کہ وہ دلی رابطہ فقط اللہ تعالیٰ سے رکھے، اسی کو حاجت روا یقین کرے۔ اسی کا شکریہ ادا کرے۔ اس کے فرشتوں، کتبِ سماوی اور نبی آخر الزمانؐ کو اپنا مقتدا بنائے۔ قرآن مجید کو خدا کا آخری فرمان جانے۔ تقدیرِ الٰہی پر ایمان اور مرنے کے بعد اٹھنے کو صحیح مانے۔ ان اعتقادات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض جانے۔ ان عبادات کو پوری پابندی سے نباہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے۔ (رسالہ نجاتِ دارین مصنفہ مولانا احمد علیؒ)

جب تک انسان کو تعلیم نہ دی جائے۔ وہ ایک طرح کا حیوان ہی ہے کیونکہ اٹھنے بیٹھنے، کھانے، پینے، بولنے، بڑوں کا ادب کرنے اور چھوٹوں پر مروت کرنے کی تمیز نہیں رکھتا۔ لوازماتِ انسانیت سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیم ضروری ہے مسلمان کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو قسم کی تعلیم کی ضرورت ہے۔ تعلیم معاش میں تجارت، زراعت، صنعت وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تعلیم حیوانی ضروریات کو پورا کرنے کی کفالت کرتی ہے۔ کھانا، پینا، بچے جننا اور ان کی پرورش کا کام افعال حیوانی ہیں اور یہ چیز دوسرے حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ انسان قدرے ستھرے انداز میں اور حیوانات کمتر سے طریقے سے کھاتے پیتے ہیں۔ حالانکہ بعض جانوروں اور حیوانوں میں بھی ستھرے جانور موجود ہیں۔ بئے کا گھونسلہ صنعت فطری کا حیرت ناک شاہکار ہے۔ باز کوے سے زیادہ پاکیزہ نظر آتا ہے۔

لیکن انسان کو انسان بنانے والی تعلیم فقط انبیاء علیہم السلام دیتے ہیں جس سے انسان کو بتلایا جاتا ہے کہ اے انسان! تجھے کس نے بنایا؟ اس دنیا میں کیوں بھیجا؟ کامیاب زندگی کا معیار کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا حالات پیش آئیں گے؟ تو خالق کی نافرمانی سے برباد ہو جائے گا۔ عاقبت کو سنوارنے کے لیے تجھے یہ تجویز کرنا چاہیے۔

موجودہ تعلیم کے نقائص

موجودہ تعلیم کے طرق اور نتائج و عواقب پر مولانا کی تنقید ملاحظہ ہو: "سرکاری مدارس کے موجودہ نظام تعلیم کا نصب العین فقط سرکاری نظام کے چلانے کے لیے ہر قسم کے ادنیٰ اور اعلیٰ کارکن مہیا کرنا ہے۔ سرکاری درس گاہوں میں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے علوم دینیہ کی واقفیت، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق، تہذیب و تمدن اسلامی کے عملی احیاء کا ذوق اور اسلام کے حفظ و بقا کے لیے دوڑ دھوپ کی توقع رکھنا۔ یہ ایسی چیزیں ہیں، جس طرح ایک شخص سراب سے آب کی توقع رکھے۔ بلکہ اعلیٰ اخلاق پیدا ہونا تو در کنار، مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں کے اخلاق کے بگڑنے کا سخت خطرہ ہے۔"

اس کے بعد اپنی تائید میں مفکر اسلام علامہ اقبال مرحوم اور لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے اشعار پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ قبائح کے علاوہ بیکاری کی عام وبا پر بھی آپ کی نظر پڑ جاتی ہے اور بعد ازاں تعلیم جدید کے زہریلے اثرات کو دور کرنے کے لیے تریاق

پیش کرتے ہیں اور وہ تریاق قرآن مجید کی تعلیم ہے۔

این غلام ابن غلام ابن غلام — حریت اندیشہ او را حرام
مکتب از وے جذبۂ دین در ربود — از وجودش این قدر دانم کہ بود
این ز خود بیگانہ این مست فرنگ — نان جو می خواہد از دست فرنگ

(مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق ص۲۵ مصنفہ علامہ اقبال مرحوم)

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا — کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

(بال جبرئیل ص۹۰ از علامہ اقبال مرحوم)

چشم بینا سے ہے جاری جوئے خوں — علم حاضر سے ہے دیں زار و زبوں

(بال جبرئیل ص۸۰ از علامہ اقبال مرحوم)

پڑھے اس جا جہاں تاثیر جنت جا نہیں سکتی
پہنچے اس جا کر آواز اذاں بھی آ نہیں سکتی

؎ یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(اکبر الٰہ آبادی مرحوم)

عورتوں کی تعلیم

مولانا رحمہ اللہ نوجوانوں کی جدید تعلیم پر نقادانہ نظر ڈالنے کے بعد مستورات کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

"عورت کے لیے تعلیم بھی ایک اشد ضروری چیز ہے۔ البتہ مردوں اور عورتوں کی تعلیم میں امتیاز ہونا چاہیے۔ عورت کے لیے وہ تعلیم مناسب ہے، جو اسے اپنے فرائض حیات سے آگاہ کرے اور وہ تعلیم کی بدولت خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داریاں نباہے اور دنیا میں عزت و آرام پائے۔"

بعد ازاں مولانا مرد و زن کی متاہلانہ زندگی پر تبصرہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کی فطرت میں باہمی کشش رکھی ہے۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں رہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سکتے۔ اس سے نسلِ انسانی کی افزائش کا منشا پورا ہوتا رہتا ہے۔ عورت کا ایامِ حمل میں خرابیٔ طبع اور پریشانی میں مبتلا ہونا۔ کمزوری، اور زچہ کی جانکنی، وضعِ حمل کے بعد نسوانی عوارضات اور نقاہتیں، ان تمام تکلیف دہ اور جوش ربا مرحلوں کے بعد بچے کی پرورش اور دو سال رضاعت کی گھڑیاں اور پھر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو دوسرے بچے کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔"

سابقہ سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ ان مصیبتوں کے بعد اگر عورت خود باہر جاتے اور اپنی ضروریات کے لیے خود محنت و ملازمت کرے تو یہ سراسر ظلم ہے۔ لہٰذا عورت کا سلیقہ شعار ہونا، کفایت شعاری سے قلیل آمدنی میں گذارہ کرنا، سینا پرونا، کھانا پکانا، بقدرِ ضرورت لکھنا پڑھنا سیکھنا، دین کی مبادیات اور فرائض و ارکان کی تعلیم حاصل کرنا ہی کافی ہے۔ مگر حضرت مولاناؒ اس تعلیم پر معترض ہیں، جو کہ مستورات کو آجکل دی جاتی ہیں۔

سکولوں اور کالجوں میں آجکل جو تعلیم دی جاتی ہے، خلافِ فطرت ہونے کے علاوہ مہلک نتائج پیدا کرتی ہے، جس سے علماء کرام تو بیزار ہیں ہی، خود مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ بھی چلا اٹھا ہے۔

یہی ہے، جو تعلیم نسواں تمہاری	یہی ہے، جو ابلیس کی پاسداری
وہ بدنام جلوہ گری کالجوں کی	مسلمان لڑکی، پڑی کالجوں کی
نمائش کی خاطر وہ صورت چھپانا	وہ مصنوعی انداز میں شرم کھانا
نگاہیں لڑانا، ادائیں دکھانا	یہی ہے، نئی روشنی کا زمانا

(نفیس خلیلی۔ بی اے۔ امرتسری)

علاوہ ازیں مولانا ابوالاثر حفیظ جالندھری اور لسان العصر اکبر الٰہ آبادی کے اشعار بھی نقل فرمائے ہیں۔

مولاناؒ نے اپنے موضوع کی تقویت کے لیے دنیا بھر کے چند جید دانشوروں کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ جس سے آپ کی ایک طرف وسعتِ مطالعہ اور دوسری طرف اصلاحِ ملت کے جذبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

"کسبِ معاش کے میدان میں عورت کے قدم رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ گھریلو زندگی تباہ ہو گئی۔ رفتہ رفتہ عورت کے فطری مشاغل اس سے چھن گئے۔ جب گھر اجڑ گیا تو مرد و زن دونوں نے اس کو خیرباد کہہ دیا اور اس طرح گھر کا وہ امن و چین جو دس ہزار سال قبل قائم ہوا تھا، ایک ہی نسل کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔"

(از اخبار الصدق لکھنؤ یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ ول ڈورانٹ امریکہ کا مشہور مصنف)

"برلن ۴ ستمبر۔ گیسٹاپو کے چیف ممبر نے جرمنی کی تمام عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں۔ خواہ ان کی شادی ہوئی ہو یا نہ۔ احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کو غداری کے جرم میں سزا دی جائے گی۔"

(اخبار ملاپ، ۶ ستمبر ۱۹۴۱ء)

"یہ یقینی امر ہے کہ امریکہ میں اب بھی بہت بڑی تعداد انہی لوگوں کی ہے، جو سمجھتے ہیں کہ عورت کا دائرہ عمل گھر کے اندر ہے اور عجب نہیں کہ ہٹلر اور مسولینی کے ان احکام نے کہ عورت کے لیے کوئی مقام پبلک زندگی میں نہیں، بلکہ صرف خانگی زندگی میں ہے، امریکہ کی باہر کی دنیا کو بھی چپکے چپکے متاثر کر لیا ہو۔" (صدق یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء)

"یہ بات بارہا میرے تجربہ میں آ چکی ہے کہ جو عورتیں زیادہ بچے بچیاں رکھتی ہیں وہ یہی نہیں کہ نسبتاً زیادہ سمجھدار ہیں، بلکہ عموماً کہیں زیادہ مطمئن زندگی رکھتی ہیں، اور کہیں زیادہ کم سن معلوم ہوتی ہیں۔ بمقابلہ ان عورتوں کے جو بے اولاد اور جنہیں دنیا سے کوئی حقیقی وابستگی نہیں ہوتی۔" (ڈاکٹر میری۔ ای بیکنزی، "ہندو" ۲۰ اگست ۱۹۳۹ء)

بعد ازاں انطونی ایم لیوڈووسی کی کتاب "وومن" کی عبارت پیش کرتے ہیں اور اسی ضمن میں ایک بلند پایہ ہندو خاتون مضمون نگار نا لیمار دیوی نے انگریزی روزنامہ سٹیٹس مین "تعلیم یافتہ بیویاں" کے تحت ایک مضمون لکھا ہے۔ اس کا اقتباس پیش کرتے ہیں: "تعلیم یافتہ بیوی سے جب ایک گھر چلانے کا تقاضا ہوتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو بالکل بیکار پاتی ہے۔ جب وہ امتحان پاس کر لیتی ہے تو جسمانی طور پر اس کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ باطنی طور پر مجبوری اور نمائش پسند بن جاتی ہے۔ ڈگری حاصل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنے کے بعد زیادہ توجہ خواتین کو زندگی کے حقائق سے دور اور سطحی ذہنیت کی کیچڑ میں میں لے جا رہی ہے۔"

الغرض، حضرت مولاناؒ سابقہ اقوال و اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہماری قوم نہ دنیا میں عزت پانے کے قابل رہے گی، نہ آخرت کی نجات حاصل کرنے کی مستحق۔ تعلیمی ڈگری کے بعد ملازمت کی خواہش عورت کو مرد کی پابندی سے آزاد کر دے گی۔ اللہ لڑکیاں مجرد رہنا پسند کریں گی، جو کہ قانونِ الٰہی کی سراسر خلاف ورزی ہے، جس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک برآمد ہوگا۔ اگر نکاح کر بھی لیں تو ملازمت کی وجہ سے بیوی کہیں اور میاں کہیں اور۔ اجنبی شہر علیحدہ مکان، خوراک عمدہ، لباس عمدہ۔ جہاں نہ ماں، نہ باپ، نہ خاوند، نہ بھائی۔ اس زندگی کو کوئی شریف ماں، باپ، اور غیور خاوند تو برداشت نہیں کر سکتا۔

قوم کی اقتصادی بدحالی کے اسباب

مولاناؒ کے خیال میں صرف دو چیزیں مسلم کی بدحالی کی ذمہ دار ہیں۔

۱۔ ہندوانہ رسم و رواج۔

۲۔ تمدنِ یورپ کی دلدادگی۔

ہندوانہ رسم و رواج کے ضمن میں آپ سادہ مسلمانوں کا رسوم الاسلامیہ سے بے بہرہ ہونا اور ہر موقع پر ہندوانہ رسوم کی پابندی کرنا ذکر فرماتے ہیں۔ ان کی اصل عہدِ نبویؐ، عہدِ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے مبارک زمانے میں مفقود ہے، لہٰذا مسلمانوں میں یہ قبائح ہندو معاشرہ کے اثرات کا نتیجہ ہیں:

تمدنِ یورپ کی دلدادگی

برادرانِ اسلام! مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی کا ایک سبب تو تمدنِ ہندوانہ

ملہ۔ رسالہ ہذا صفحہ ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴ کی تلخیص، مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

ملہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صفحہ ۳۵ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کی جکڑ بندیاں تھیں۔ دوسرا سبب تمدنِ یورپ کی فریفتگی ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہو یا پانچ ہزار ماہوار ملتی ہو۔ دونو ضروریاتِ زندگی پورا نہ ہونے کے باعث افسردہ خاطر رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات معقول تنخواہ پانے کے بعد اگر اپنی وضع قطع، تمدن و معاشرت سابقہ ہندوستانی طریقہ پر رکھتے تو کوئی زیادہ خرچ نہ ہوتا لیکن یہ لوگ جوں جوں زیادہ تنخواہ پاتے ہیں۔ یورپین تمدن اختیار کرتے جاتے ہیں۔

مولانا سابقہ عنوان کی تفصیل میں ہندوستانیوں کا کوٹھیاں بنانا، ملازمین کے اخراجات یورپین خوراک، ملبوسات، سامانِ تعیش، کرسیاں، میزیں وغیرہ اور اس طرح باقی اشیاء غیر ضروری کا ہندوستانی اسلاف کی سادہ زندگی کے کفایت شعارانہ لوازمات سے مقابلہ کرتے ہیں۔

آگے چل کر "تمدنِ یورپ کی بدترین چیز" کے تحت سنیما کے متعلق نہایت شرح و بسط سے تحریر فرماتے ہیں۔

مولاناؒ سنیماؤں پر مسلمانوں کا روز افزوں اسراف اور تضیعِ اوقات کا ماتم کر رہے ہیں۔

ملہ۔ سنیما کے دیکھنے سے وقت ضائع روپیہ برباد اور اخلاق خراب ہوتے ہیں۔ خود منبع تہذیب و تمدن (انگلستان) اس سے نالاں ہے۔ مسٹر ووڈ ہائٹ ایم اے۔ ایف آر جی ایس کا شمار انگلستان کے ابتدائی تعلیم کے ماہرین میں ہے۔ سکول کی تعطیلات کے موضوع پر لکھتے ہیں۔ ادھر بچے تعطیلات میں گھر پہنچے۔ ادھر ان باپ نے مارے لاڈ پیار کے ایسی فلموں کے دکھانے کی بھرمار کر دی جو سراسر مضر اور ہیجانِ جذبات کی باعث ہوتی ہیں (ماخوذ از ہندو ماس) حضرت مولانا عبدالماجد صاحب ایڈیٹر صدق لکھنؤ کا ریویو سابقہ حوالہ پر۔ "وائٹ صاحب بھی کچھ سادہ لوح معلوم ہوتے ہیں۔ بچوں نے اگر سینما ہاؤس میں جا کر بھی صرف اصلاحی اور تعلیمی فلمیں دیکھیں تو سنیما اور مدرسہ میں "فرق کیا فرق رہا؟ جب تک یہ نہ دیکھیں جائے کہ بیٹی عزت کیسے گنوائی اور دوسروں کی عزت کیسے اتاری جاتی ہے۔ تجوریوں کے قفل کس صفائی سے توڑے جاتے ہیں۔ ڈاکے کس ڈھٹائی سے ڈالے جاتے ہیں۔ مکان کس بیدردانہ پھرتی سے پھاندے جاتے ہیں، جذباتِ جوانی کس طرح قبل از وقت بیدار کئے جاتے ہیں۔ (رسالہ ہذا صفحہ ۴۲ مولانا احمد علی مرحوم)

(ایک ایکٹرس کو پچانوے ہزار روپیہ اجرت ملی (ماخوذ از سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور $15\frac{5}{42}$)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرماتے ہیں۔ لاہور میں بیس سنیما گھر ہیں۔ ان میں تخمیناً پچاس ہزار یومیہ خرچ ہوتا ہے۔ اخبار "صدق" کے حوالے سے رقمطراز ہیں:۔

"صدق ۱۷۰ میں نیٹ کا تذکرہ تھا۔ اب ایک اور مصیبت کا تذکرہ سنیے۔ لاہور میں تقریباً بیس سنیما ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے ایک شو ہفتہ میں عورتوں کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ سہ پہر کے وقت اس کو سینی شو کہتے ہیں۔ اس کا وقت ۳ سے ½۶ بجے شام تک ہے۔ ان اوقات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ہی مسلمان برقع پوش عورتیں سنیما دیکھنے جاتی ہیں۔ جس وقت تمام شو ختم ہو جاتا ہے، عورتوں کا وہ ہجوم سڑکوں پر ہوتا ہے کہ شریف آدمی کے لیے راستہ چلنا دشوار ہوتا ہے اور لاہور کا مسلم پریس ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ یہ سیلاب جو ہمارے گھروں تک پہنچ گیا ہے۔ لاہور ہی تک محدود نہیں ہے۔ چھوٹا بڑا ہر شہر اس کی زد میں آچکا ہے۔"

سیاسی رہنماوں کے لیے صحیح راہِ عمل

انتخاب کا غلط طریقہ

"امیدوار[1] برادری کو برادری کا واسطہ دے کر ووٹ لیتا ہے۔ برادری اس کی قابلیت اور عدم قابلیت کو نہیں دیکھتی۔ امیدوار ووٹ خریدتا ہے جلسوں پر ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ برباد، وقت ضائع، ووٹروں میں باہمی منافرت، حیب جیبی اور سب سے بڑھ کر یہ چیز کہ ایسے امیدواروں کی اللہ تعالیٰ[2] مدد نہیں کرتا:

اب مولانا آیاتِ قرآنی سے انتخاب کا صحیح طریقہ اور لیڈر کے اوصاف بیان کرتے

[1] - رسالہ نجات دارین کا پروگرام ص ۴۳۔ از مولانا احمد علی مرحوم

[2] - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں کوئی عہدہ مانگ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں اور مشورہ دیتے ہیں کہ:

لوکل بورڈوں، میونسپل کمیٹیوں، اسمبلیوں یا دوسرے موقعوں پر اپنے نمائندے اعلیٰ درجے کے عقل مند، مآل اندیش، اور اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کو سمجھنے والے بہادر، شجیع اسلام کے جانباز سپاہی، ناموسِ نبوگی کے جاں نثار فدائی منتخب کیا کریں، تاکہ اسلام کا بول بالا ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ - اللہ تعالیٰ کے نبی نے راہنما کا انتخاب کیا - وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (گویا ساری قوم یا قوم کی نمائندہ جماعت سیاسی راہنما کا انتخاب کرے۔)

قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (سرمایہ داروں کے خیال میں رہنما کے لیے سرمایہ داری شرط ہے)

نبی اللہ نے جواب دیا۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (گویا راہنما کے لیے سب سے زیادہ عقل مند، ہوشیار، معاملہ فہم کمل اندیش ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ وہ بہادر بھی ہو۔ خداداد جرأت و شجاعت رکھتا ہو۔)

استحکام پاکستان

قولہ تعالیٰ: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ[1]۔

حضرت مولانا پاکستان کے وجود کا دنیا کے نقشے پر ابھرنا پروردگارِ عالم کے احسانِ عظیم سے تعبیر فرماتے ہیں۔

مسٹر لیاقت علی خاں مرحوم نے جو قرارداد پاکستان ۷ مارچ ۱۹۴۹ء کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کی تھی، اس کے متعلق مولانا کا ارشاد ملاحظہ ہو:۔

[1] (سورہ محمدؐ پارہ ۲۶ آیت ۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"وہ درحقیقت میرے دل کی آواز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں پورے طور پر اس کا مؤید ہوں اور میری معروضات کا عنوان "استحکام پاکستان" بھی اسی قرارداد کی تائید ہے"۔ اب قرارداد[1] کو من وعن نقل کرتے ہیں اور وزیراعظم لیاقت علی مرحوم[2] کی تقریر کے اقتباسات نقل فرماتے ہیں۔

اس کے بعد مبارکباد کے عنوان سے چند سطور پیش کرتے ہیں:-

"میں وزیراعظم پاکستان ڈاکٹر لیاقت علی خاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں صحیح راستہ سجھایا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ انہیں ان پاکیزہ خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ وہ قدامت پسندی اور رجعت پسندی کے طعنوں سے نہ گھبرائیں اور اللہ تعالےٰ ان کو ان پاکیزہ خیالات پر قائم رکھے۔[3]

"پاکستان کی گراں قیمت" کے عنوان سے ۱۹۴۷ء کے خونچکاں المیہ کا نقشہ نہایت جانگداز اسلوب سے پیش کرتے ہیں۔

"لیکن اس نعمت کے حاصل کرنے کے لیے جو قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔ اس کے تصور سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ آنکھوں میں اندھیرا آ جاتا ہے۔ دماغ چکرا جاتا ہے اور بدن لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ دس لاکھ مسلمان مردوں اور عورتوں کی تڑپتی ہوئی لاشوں کا تصور کیجئے، جو خون میں لت پت ہوں۔ ان کی بے گور و کفن لاشیں جنگلی درندوں کی خوراک بنا دی جائیں۔ عمر رسیدہ ماؤں کو موت کے گھاٹ اتار کر جوان عورتوں کو لعین جبراً پکڑ کر لے جائیں۔ ساٹھ ہزار جوان مسلمان عورتیں، وہ

---

[1] - رسالہ استحکام پاکستان ص۱۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

[2] باجازت علامہ صاحب۔

[3] باجازت علامہ صاحب

[4] رسالہ استحکام پاکستان ص۔ مولانا احمد علی مرحوم۔

بے ایمان، خبیث آزاد پاکستان کی قیمت کے سلسلے میں ہم سے چھین کر لے جائیں۔ دہلی کے شہر میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا اور ارد گرد چالیس ہزار کا قتل ہونا، صوبہ بہار میں مسلمانوں کا قتل عام، مشرقی پنجاب میں دس لاکھ مسلمانوں کا قتل اور ساٹھ ہزار عورتوں کے اغوا ہونے کے علاوہ ۶۵ لاکھ مسلمانوں کا اپنے وطن و دیار سے بے خانماں ہو کر حدود پاکستان میں آ جانا بھی ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہے، جس کی مثال تاریخ میں کم ملے گی"۔ (رسالہ استحکام پاکستان ص۱۰۔ مولانا احمد علی مرحوم)

آگے مولانا[1] پاکستان کے عروج و ارتقا کے وسائل پر تبصرہ کرتے ہیں۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک مادی اور دوسرے روحانی وسائل۔

مادی وسائل میں غذا، کپڑا، چمڑہ، ادویہ اور پٹ سن کی پیداوار اور ان اشیاء کا ضروریات زندگی کی کفالت کرنا نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر روحانی وسائل و ذرائع پر نظر ڈالتے ہیں تو قرون اولیٰ کی سعادت کے نزول کا باعث روحانی ذرائع پر منحصر یقین کرتے ہیں۔ یہ روحانی وسائل بفضلہ تعالیٰ پاکستان کے لیے مخصوص ہیں۔ نہرو اور پٹیل کی حکومت کے لیے یہ وسائل مفقود ہیں۔ یہ روحانی وسائل اگر ہاتھ آ جائیں اور مادی وسائل کمزور ہوں تو بھی مسلمان سلطنت مادی وسائل والی سلطنت پر یقیناً فتح پا لیتی ہے۔ یہی وہ وسائل تھے جنہیں مہیا کر کے عرب کا بادیہ نشین بدو کسریٰ اور قیصر کی تربیت یافتہ فوجوں کے مقابلے میں جاتا تھا اور اپنے سے پچاس گنا فوج کو شکست دے کر حمد و ثنائے الٰہی کے گیت گاتے ہوئے واپس آتا تھا۔[2]

---

[1] - رسالہ استحکام پاکستان ص۱۲۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم

[2] - خالد بن ولید نے جنگ موتہ کے موقعہ پر اپنے سے پچاس گنی فوج کو جو سلطنت روما کی قواعد دان اور آہنی فوج تھی اپنے رضاکاروں کی معیت و معاونت سے شکست دی تھی (رحمۃ للعالمین جلد سوم ص۲۳ مطبوعہ شیخ غلام علی۔ مصنفہ قاضی سلمان منصورپوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب مولاناؒ کے سامنے استحکام پاکستان کا مسئلہ درپیش ہے۔ آپ نہایت تدبر و تفکر کے بعد پانچ چیزوں کو خدا داد مملکت پاکستان کے احیاء و استحکام کے بنیادی پتھروں میں شمار کرتے ہیں۔ ان کی تفصیل و توضیح میں اپنی دینی فراست و بصیرت سے کام لے کر مسلم قوم کے سامنے آخری لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ذاتی مفادات کی قربانی۔

۲۔ آئندہ الیکشن میں پابند صوم و صلوٰۃ متدین شخص کو ووٹ دینا۔

۳۔ تعلیم قرآن لازم ہو۔

۴۔ نماز۔

۵۔ جہاد۔

ذاتی مفادات کی قربانی کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ذمہ دارانِ حکومت[سہ] پاکستان دل میں اس بات کا عہد کریں کہ ہم ہر موقعہ پر ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر قربان کر دیں گے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سرسبز و شاداب کریں۔ ہم مسلمان قوم کو سربلند دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم حاکمانہ اقتدار کے ذریعے سے اقربا نوازی اور دوست پروری کی لعنت سے پرہیز کریں گے اور ہر موقعہ پر حق بحق دار رسید کو اپنا شیوہ بنائیں گے۔

سہ۔ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا (سورہ نساء ۴۔ آیت ۵۸)

جب قوم کے ہر فرد کو قومی مفاد اور قومی نقصان کا احساس ہونے لگے۔ ان کے تمام طبقوں کا ہر ایک رکن اس شوکت اور غلبہ سے آگاہ ہو جائے جو وہ اتفاق کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں، اس اتفاق میں وہی لذت محسوس کرنے لگیں جو دنیا کی کسی اور مرغوب ترین چیز میں وہ محسوس کر سکتے ہیں، یہ احساس ہر فرد کو قومی مسائل پر بطور خود غور کرنے کیلئے مجبور کرے گا اور اپنے ذاتی اور انفرادی مسائل کی فکر میں پڑے رہنے سے وہ کہیں زیادہ ان مسائل کو اہمیت دیگا۔ (مضامین سید جمال الدین افغانیؒ)

دوسری چیز جو پاکستان کو استحکام اور بقا کے دوام دینے کی ضامن ہے وہ یہ ہے

"برادران اسلام! اگر آپ نے پاکستان میں اسلام کی تعمیر اور اس کو از سر نو زندہ[لہ] کرنے کے لیے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں باگ ڈور دے دی، جو قرآن مجید اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے بہرہ ہوں تو یہ اسلام پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا۔ لہٰذا میں مشورہ دیتا ہوں کہ پاکستان کے آئندہ الیکشن میں ماضی کی طرح سرمایہ داروں اور زمینداروں کے دسترخوانوں سے زردہ، پلاؤ اور قورمہ کھا کر اور نقد روپیہ وصول کر کے ووٹ نہ دیں، بلکہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یونیورسٹی کا سند یافتہ ہو۔ اس کے علاوہ اس کی گزشتہ زندگی عملاً اس بات کی گواہ ہو کہ یہ سرکار مدینہ کا سچا نام لیوا ہے۔ نمازی ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، حج فرض ہے تو حج کر چکا ہو۔"

تیسرے نمبر پر آپ قرآنی تعلیمات کے لازمی ہونے پر زور دیتے ہیں۔ قرآن مجید[کہ] کی جامعیت کے سلسلے میں مولاناؒ قائد اعظمؒ مرحوم کے خط کے دو فقرے نقل فرماتے ہیں جو انہوں نے اگست ۱۹۴۴ء کو مسٹر گاندھی کو لکھے تھے اور پھر اسی نہج کا پیغام[سہ] عید کے موقعہ پر مسلمانانِ پاکستان کو دیا تھا۔

لہ۔ رسالہ ہذا ص ۲۱، ۲۲ مصنفہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم۔

کہ۔ قرآن مسلمانوں کا ضابطۂ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک۔ روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر قول و فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

سہ۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات و اخلاقیات تک محدود نہیں، بلکہ قرآن کریم مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانونِ حیات ہے۔ یعنی مذہبی، معاشرتی، تجارتی، تمدنی، عسکری عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔" (قائد اعظم مرحوم کا پیغام عید ۱۹۴۵ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا فرماتے ہیں: "اے پاکستان کے مسلمان! قائداعظم مرحوم کے ان اعلانوں کے بعد تیرے لیے ہرگز زیبا نہیں کہ تو اس رہنمائی کے لیے کارل مارکس، لینن اور سٹالن کے دروازے کو کھٹکھٹائے۔"

حکومت خداداد پاکستان کا فرض ہے کہ وہ پرائمری سے بی کے ایم۔ اے تک قرآن مجید کی تعلیم کو لازم کر دے۔"

اب آپ قرآنی تعلیمات کے معجز نما نتائج کے اثبات کے لیے تاریخی شواہد پیش کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم کے سحر حلال پر مولانا یوں مؤرخانہ قلم اٹھاتے ہیں: "اسلام نے دنیا میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔ اس کی کوئی نظیر اقوام و ادیان عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ تہذیب و تمدن کے مرکزوں سے دور عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں ایک قوم آباد تھی۔ اچانک اس میں ایک جنبش نظر آتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے

۱؎ رسالہ ہذا ص۲۵ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

۲؎ "خطاب کا بیٹا عمر فاروقؓ جو باپ کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور پھر بھی باپ کی سخت و درشت خوئی سے سہما رہتا تھا، اپنی خلافت کے ایام میں بائیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی معدلت گستری اور عدل پروری اور رعایا نوازی اور دین داری کا درجہ ہمیشہ ہر ایک کے لیے موجب غبطہ رہا۔ غور کرو کہ حکمرانی کی یہ قابلیت اور کشورکشائی کی اہلیت کہ دنیا کے تین بڑے براعظم اس کے زیر نگین تھے۔ اس قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کا نتیجہ تھی۔"
(رحمۃ للعالمین جلد سوم ص۲۰۰ مصنفہ قاضی سلمان منصورپوری) (ماخوذ از رسالہ استحکام پاکستان)

"یاد رکھو۔ قرآن مجید زندہ کتاب ہے کبھی نہیں مٹے گی۔ جس کو قرآنی معاہدہ کا کچھ حصہ ملے گا وہ محمود اور قابل تعریف ہے اور جو قرآنی حقائق کی مخالفت میں کسی درجہ میں بھی مستحق غضب ہوگا۔ وہی دراصل مستحق غضب ہے۔ خدا کی کتاب ابھی منسوخ نہیں ہوئی۔ اس کی طرف آؤ اور اس کو اپنے حالات اور اپنی طبیعت پر حاکم بنا دو۔ وما اللہ بغافل عما تعملون" (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص۵۹)

۳؎ رسالہ "استحکام پاکستان" ص۲۵ ۔ مصنفہ مولانا احمد علی مرحوم۔

وہ صحرا سے نکل کر ساری دنیا پر چھا جاتی ہے۔ نہ افریقہ کے بہادر، نہ ایشیا و یورپ کے رومی تن اس کو روک پاتے ہیں۔ روم و ایران اس وقت دنیا کی دو با جبروت و عظیم الشان شاہنشاہیاں تھیں۔ یہ دونوں اپنی پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھیں، تاکہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیں۔ لیکن تنکے کی طرح بہہ گئیں۔ قادسیہ کے میدان میں ایران کے سطوت و جبروت کا آفتاب غروب ہوگیا۔ یرموک کے کنارے رومی شکوہ و اقتدار کا خاتمہ ہوگیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت ہائے عزت و جلال سرنگوں ہوگئے۔ عرب کے بدوؤں نے حکومت و فرمانروائی کی باگیں اپنے ہاتھ میں لے لیں اور گلہ بان نگہبان عالم اور چوپان جہانبانی کے فرائض انجام دینے لگے۔"

قرآن حکیم کے معجزہ نما اثرات و نتائج کے بعد مولانا کی نگاہیں استحکام پاکستان کے سلسلے میں چوتھے اصول پر پڑتی ہیں۔ ہم سابقہ اوراق میں مولانا کے رسالہ "فلسفہ نماز" کے فردوسی پھولوں کی خوشبوؤں سے اپنے مشام جان معطر کر چکے ہیں۔ اس جگہ بھی آپ نے چند اضافات ضروریہ کے ساتھ اس مقدس فریضہ کے خصائص، فوائد، اسرار و غوامض اور اسلام کے تمام عناصر و ارکان میں اس کی روحانی فوقیت کو نہایت پرعظمت الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

مسلمان کی اقتصادی، سیاسی، تمدنی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی بلکہ اخروی فیروزمندی کی ضمانت نماز کی ادائیگی کے صلہ میں ہی میسر آسکتی ہے۔ مولانا نے

۱؎ شوکت و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ عباسی خلیفہ کی زبان پر ایک تہدید آمیز کلمہ کے آتے ہی ادھر فغفور چین کا سر فوراً جھکتا ہے اور ادھر یورپ کا عظیم ترین بادشاہ زرہ براندام ہوتا۔ انہیں میں محمود غزنوی، ملک کشا سلجوقی اور صلاح الدین ایوبی گذرے جو قرون متوسطہ کی کتاب تاریخ میں سرنامہ کی حیثیت کے مالک ہیں۔ مشرق میں امیر تیمور گورگان مغرب میں سلطان محمد فاتح، سلطان سلیمان عثمانی جیسے بارعب شہنشاہوں کے طنطنے اب بھی کانوں میں گونج پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے ناقابل تسخیر بیڑے بحر ابیض، بحر احمر اور بحر ہند میں اقتدار و تصرف کے واحد مالک رہے۔ (مضامین جمال الدین افغانی مرحوم ص۵۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے ایک خط کی نقل پیش کی ہے۔

عَنْ عمر بن الخطاب انه کتب إلی عمّاله إنَّ اَهمّ امورکُم عندی الصَّلٰوۃ مَنْ حَفِظَہَا وَحَافَظَ علیها حَفِظَ دِینَهٗ وَمَنْ ضَیَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاھَا اَضْیَعُ (حدیث)

ترجمہ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے تمام سرکاری ملازموں کو حکم بھیجا کہ تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے جس نے خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرائی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ ضائع کرتا ہوگا۔"

حضرۃ مولانا علیہ الرحمۃ کی پاکیزہ نگاہوں میں پانچویں چیز جو پاکستان کو زندہ و پائندہ بنا سکتی ہے اور اس کو ناقابلِ تسخیر قوتوں سے ہمکنار کر سکتی ہے، وہ فریضۂ جہاد ہے۔

جہاد جِہد للبقاء کا نام ہے۔ جس طرح دوسری قومیں اپنی لقا کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی حق ہے کہ اپنی قوم کو زندہ رکھنے اور سربلند و سرفراز کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں ہلائیں۔ غیر مسلم اقوام قومیت اور وطنیت یا بعض اپنے خود ساختہ نظریات کے ماتحت جان دیتی ہیں۔ لیکن مسلمان اپنے حقیقی مولےٰ عزّ اسمہٗ و جلّ مجدہٗ کی رضا کے لیے جیتا ہے اور اسی کی رضا حاصل کرنے کے لیے مرتا ہے۔ قُلْ إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ

سہ ۔ رسالہ استحکام پاکستان ص۳۵ ۔ مولانا احمد علی مرحوم ۔

"خبردار! اس مخلوق میں شمار کیے جانے کی کوشش نہ کرو، جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے فتح کا جھنڈا دینا پسند نہ کیا اور ان کو اپنے اقدام سے پیچھے ہٹا کر بٹھا دی گئی کہ جب دے ہے جی چرانے والوں میں شامل ہو کر بیٹھے رہو۔ خبردار! اللہ منافقوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ رَضُوا بِأَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ۔ (اتحادِ اسلامی سید جمال الدین افغانی علیہ الرحمۃ ص۲۵)

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حسنِ خاتمہ کے طور پر فرماتے ہیں جو "اگر حکومتِ پاکستان کے ذمہ دار حضرات اِن پانچ چیزوں کو سنگِ بنیادِ پاکستان قرار دے کر ان پر اس کی تعمیر کریں تو اللہ تعالیٰ کی زمین و آسمان کی قوتیں اِن کی پشت پناہ ہوں گی۔ اور یہ ناقابلِ تسخیر بن جائے گا۔"

مولاناؒ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے طعن و تشنیع سے بے نیاز ہو کر اربابِ حکومت کو صدیقی و فاروقی طرزِ حکومت پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کو کتاب و سنت کی حاکمیت میں شعائر اللہ کی حفاظت و صیانت، اسلام کا غلبہ و استیلاءؔ امتِ مسلمہ کی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کے باوثوق مژدہ قرآنی اور نجاتِ دارین کے تابندہ نقوش نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے ضعیف دل و دماغ سے نصف صدی تک بے لوث خدمتِ دین کے بعد اہلِ دین سے فقط یہی صلہ مانگتے ہیں کہ مملکتِ خداداد کا "قانون" "المُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ" کا آئینہ دار ہو۔

درویشانہ زندگی

نہیں مُنعم کو اس کی بُوند نصیب
مینہ برستا ہے، جو گداؤں پر
(مولانا حالی)

مردِ مومن

جہاں تمام ہے۔ میراث مردِ مومن کی
مرے کلام پہ حجّت ہے۔ نکتۂ لولاک
(اقبال)

سہ سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا، تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
(علامہ اقبال مرحوم، بانگِ درا ص۳۰۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (اپنے پروردگار کی عبادت کی دعوت نہایت حکمت اور شیریں کلامی سے دو اور جب ان سے متنازع امر میں بات کریں، تو آپ نہایت عمدہ اخلاق سے کریں

کسی کی آنکھ میں جادو، تری زبان میں ہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

بحیثیت خطیب

فنِ خطابت

فنِ خطابت انسانی کمال کا دوسرا نام ہے۔ مذہبی مسائل ہوں یا سیاست کے میدان میں فکر وعمل کی جولانیاں ہوں، فتح وکامرانی کا سہرا ہمیشہ حسنِ خطابت کے سر پر سجتا ہے۔ احساسات وہیجانات، جذبات وعواطف اور گردوپیش کی کیفیات وقرائن کی عکاسی کا انحصار متکلم اور خطیب کی خداداد استعداد پر مبنی ہے۔ ہم نے حسنِ تکلم کے ساحروں کو بارہا دیکھا ہے کہ وہ ہر موقع پر اپنے بلیغ وفصیح انداز میں سامعین کو وجد میں لا سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کے پیش کردہ دلائل وبراہین کو فلسفہ ومنطق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو وہ چنداں وقیع نہیں ہوتے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کا فریضہ ابلاغ بھی خطابت سے شروع ہوتا ہے اور ان کا حسنِ کردار، نیابتِ الٰہی کا منصب، انابت الی اللہ کا شرف ان کے قول کی تصدیق میں سونے پر سہاگہ کا کام دیتا ہے۔ تمام کائنات کے سائنس دان مل کر بھی قیامت تک انسان کی تخلیق سے قاصر رہیں گے کیونکہ ہر لمحہ نئے سے نئے احساسات وواردات کی ترجمانی کے لیے زبان کا کھولنا صرف انسان کا خاصہ ہے۔ گویا تمام حواس ظاہری وباطنی کے مدرکات کو الفاظ کا جامہ پہنانا۔ اور کلماتِ وحی کو من وعن بیان کرنا محض انسان کے ساتھ مختص ہے۔

نہایت اختصار سے خطابت کے ضمن میں چند ایک عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

فرانسیسی مصنف موسیو ڈاکٹر لیبان کی کتاب جس کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے اور اس کا نام روح الاجتماع اور انگریزی میں اس کتاب کا نام CROWD ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عربی زبان میں فتحی پاشا زغلول نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب میں جماعتہائے انسانی کے اصول نفسیہ پر بحث کی گئی ہے۔ دنیا کے لٹریچر میں یہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے نادرات کی فہرست میں ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر لیبان سے پہلے اس علم (نفسیات) کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ ابن خلدون کی منتشر عبارتیں اس علم کی بعض جزئیات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ڈاکٹر لیبان صاحب خطیب کی کامیابی کے وسائل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جو شخص جماعت کو اثر پذیر کرنا چاہتا ہے، اس کو چاہیے کہ جماعت کو اثر پذیر کرنے کے لیے حسب ذیل وسائل اختیار کرے۔

(الف) استدلال سے گریز کرے۔
(ب) تمثیل بیانی یعنی کسی واقعہ کو تشبیہات یا استعارات کی صورت میں بیان کرے۔
(ج) بعض خاص الفاظ کا جو جماعت کے نزدیک پسندیدہ ہیں، ان کو زیادہ استعمال کرنا اور جو الفاظ اور جملے جماعت ناپسند کرتی ہے، ان کے استعمال سے حتی الامکان احتراز کرنا۔
(د) جماعت کو آمادۂ عمل اور اثر پذیر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے مذہبی عقائد یا موروثی خیالات سے زیادہ استدلال کرے۔
(ط) مدعیانہ اور تحکمانہ طرزِ خطابت۔
(ظ) الفاظ اور معانی کی تکرار۔

اسی دیباچہ کی چند سطور بھی درج ذیل کی جاتی ہیں۔

"البتہ یہ ضروری ہے کہ ابن سینا نے شفاء میں خطابت پر نہایت زور سے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"خطبہ دیتے وقت خطیب کو کون سے الفاظ اور کس قسم کے جملوں کا استعمال کرنا

له - روح الاجتماع ص۲۹ - مقدمہ مترجم۔
ﮯﻪ روح الاجتماع دیباچہ ص۲۱ - ڈاکٹر لیبان فرانسیسی مترجم۔

چاہیے قیاسات جدلی اور قیاسات خطابی میں کیا فرق ہے۔ خطیب جو استدلال پیش کرتا ہے، اس کی کیا نوعیت ہوتی ہے۔ تمثیل اور استقراء میں کس کا جماعت پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تشبیہات و استعارات سے مجمع کس طرح اثر پذیر ہوتا ہے۔ مدح و ذم یا رغبت و نفرت کے جذبات پیدا کرنا ہوں، تو اس کے لیے خطیب کیا کیا تدابیر اختیار کر سکتا ہے"۔

اب ہم خطابت پر تبصرہ کرتے ہوئے، ان قدسی الاصل آداب خطابت پر بھی طائرانہ نظر ڈالتے جائیں گے، جن پر ہمارے اسلاف کرام اور اخلاف عظام نے عمل کر کے اپنی مبلغانہ زندگیوں میں کامیابی حاصل کی۔ وہ آداب قرآنی اوراق کے چند قصص میں تلاش و تجسس سے مل سکتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو معجزات سے لیس کر کے فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا ہے، تو موسیٰ علیہ السلام اپنی بے بضاعتی کا احساس کرتے ہوئے بے ساختہ محوِ دعا ہو جاتے ہیں۔ ان کی دعا انشراحِ صدر، فریضہ

له - ڈاکٹر لیبان فرانسیسی کے نزدیک جماعت کی نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے حسب ذیل تصویر ہے۔

"چونکہ جماعت کیفیت نیم شعوری کا مکمل مظہر ہوتی ہے اس لیے حالتِ اجتماعی میں آ کر افراد کی عقلی خصوصیتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور حالتِ اجتماع میں ہر سطوہ کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اور عامہ افراد کی طرح بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اثر پذیری، ضعفِ عقلی، تلون مزاجی، مبالغہ پسندی، اور غیظ و غضب یہ تمام اوصاف جو ناقص العقل افراد کی خصوصیتیں ہیں، حالتِ اجتماع میں اگر یہی سب اوصاف تمام افراد میں پیدا ہو جاتے ہیں اور چونکہ جماعت میں آکر عقل کند ہو جاتی ہے، اس لیے جماعت میں استدلال کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی"۔ (روح الاجتماع ص۳۱ فصل دوسری ڈاکٹر لیبان)

ﮯﻪ - قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ۝ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ۝ يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝ (طٰہٰ ۲۰ - آیت ۲۵ تا ۲۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابلاغِ حق میں غائبانہ اعانت اور حسنِ تکلم کے ثمرات حاصل کرنے کے علاوہ تعالیٰ[۱] قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی کے مقامِ رفیع تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود فرستادگانِ الٰہی کو حکم ہوتا ہے کہ میرے ذکر میں ہرگز ہرگز تساہل نہ برتنا[۲] اور فرعون سے خطاب کرتے ہوئے، مرسلانہ شفقت اور فلاحِ خلق کا والہانہ اور حریصانہ جذبہ پیشِ نظر رہے۔ تاکہ فرعون کو قبولِ حق (دعوت) میں اپنی شکست و اہانت کی بجائے سرفرازی اور عزت کا احساس پیدا ہو۔[۳]

قرآنِ حکیم نے کائناتِ ارضی کے مبلغِ اکبر سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف بایں الفاظ کرایا۔[۴]

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ" (سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۵۹)

معلوم ہوا کہ نرم خوئی کا سحرِ حلال پتھر دلوں کو بھی موم کر سکتا ہے اور اس کے برعکس خصلت کی درشتی سے تالیف (داتی) کا تصور بھی ناممکن ہے۔ گو سر پر تاجِ ختم المرسلین چمک رہا ہو۔ لیکن اگر حسنِ تخاطب میں وہ ملکوتی تاثیر نہ ہو، جس کے اجزائے ترکیبیہ عفو، نرم خوئی، شفقت اور مروت تلطف ہوتے ہیں، سامعین میں تنفر و تعثر کے پیدا ہونے کا خدشہ باقی رہتا ہے۔[۵]

دعوت و تبلیغ کو حکمتِ مرسلانہ اور موعظتِ محسنانہ سے وابستہ (منوط) کیا گیا

---

[۱] پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ آیت ۳۶۔

[۲] وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِكْرِیْ (سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۲)

[۳] فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی (سورہ طٰہٰ ۲۰ آیت ۴۴)

[۴] لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (سورہ توبہ ۹ آیت ۱۲۸۔)

[۵] یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (متفق علیہ، بخاری شریف باب الادب)

ہے۔ بلکہ مجادلہ کے موقع پر بھی آقائے مدنی اپنے خلقِ عظیم کے اقتضاء سے فریقِ ثانی کے مقابلے میں احسن نظر آئیں۔ تاکہ اتمامِ حجت کا کوئی پہلو تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔[۶]

اب ہمارے پیشِ نظر حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کے اندازِ خطابت ہیں۔ مولانا ہمارے نزدیک وہبی طور پر اپنے اکابر کی تربیت کے نتیجہ کی وجہ سے یا پچاس سال کی درس و تدریس کی مہارت و مزاولت کی بناء پر مولانا بالا آدابِ خطابت پر بڑی حد تک حاوی تھے۔ آپ کے سامنے مختلف ادوارِ حیات میں مختلف اذہان کے لوگ آتے رہے۔ وہ بھی آئے، جو آپ کے درسِ قرآن کے حلقہ کو، بلکہ آپ کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھے اور وہ بھی آئے، جو آپ کے پاؤں تلے آنکھیں بچھاتے تھے۔ مگر زمانے نے پوری نصف صدی آپ کو مبلغانہ استقامت مربیانہ مروت و مدارت اور پیکرِ للہیت بن کر اپنے مقصد کو نباہتے ہوئے دیکھا آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ خطبۂ جمعہ کے لیے اس شخص کو منبرِ رسول پر بیٹھ کر خطاب کرنا چاہیے، جو اپنے سامعین کے روحانی امراض کی نباضی و تشخیص کر سکے اور پھر کتاب و سنت کی روشنی میں ان کے لیے صحیح علاج بھی پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت رکھتا ہو۔

دوسری چیز جو متعدد دفعہ راقم الحروف نے مولانا کی زبانِ حقیقت ترجمان سے سنی وہ یہ ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ ایک جمعہ کی تقریر اور ایک درسِ عمومی میں جو کچھ مجھ سے کہلوائے سامعین میں سے جو کوئی میرے معروضات کو لوحِ دل پر لکھ کر لے جائے اور اس پر صادقانہ جذبہ سے زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ اگرچہ تا مرگ دوبارہ کتاب و سنت کا وعظ سننے کا اس کو موقع میسر نہ ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نجاتِ دارین حاصل کرے گا۔"

---

[۶] اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط (سورہ النحل ۱۶ آیت ۱۲۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم نے آپ کے مذکورہ بالا دعویٰ کو ہر لحاظ سے بجا پایا۔ آپ کے ارشادات نہایت جامع ہوتے تھے۔ کتاب و سنت کا نچوڑ اور احکام دینیہ کے اکثر و بیش تمام اجزاء کی تشریح آپ کی تقاریر میں پائی جاتی تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے "پورے قرآن حکیم اور صحاح ستہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بندہ خدا کو عبادت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھے۔"

آپ کے جذبات میں صدق و صفا، انداز تکلم میں بزرگانہ تشویق و ترغیب، مصلحانہ متانت، سادگی اور جاذبیت کے انوار ہوتے تھے۔ عام شعلہ بیان مقررین کی طرح سامعین کو اقبالؒ و رومیؒ کے اشعار سے خوش تو نہیں کر سکتے تھے لیکن اہل لاہور کی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی میل سفر کر کے آپ کے فرمودات سننے کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ آپ کے خطبۂ جمعہ میں علماء کرام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہوتی تھی۔ تقریر کا ہر جملہ مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوتا تھا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد اور اکثر حقوق العباد میں حقوق والدین اور حقوق اولاد پر اکثر نظر رہتی تھی۔ اصلاح احوال کا پہلو ہر موقعہ پر نمایاں ہوتا تھا۔ توحید رسالت اور معاش و معاد کے مہتمم مسائل پر عام فہم زبان میں نہایت مؤثر طریق سے تبصرہ ہوتا تھا۔ آپ جب تک تقریر فرماتے تھے، حاضرین کا ذوق سماعت لمحہ بہ لمحہ تیز تر ہوتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

قوم کی بدحالی، بدذوقی، کور باطنی، بے راہروی، فرنگیانہ تہذیب کی کورانہ تقلید، دینی تعلیم سے محرومی، عوام اور حکام کا لاابالیانہ رویہ، رسومات قبیحہ کی مسلمانوں میں ترویج اور عقائد باطلہ کی تعمیم پر جب لب کشائی فرماتے تو بعض نفروں پر ایک لمحہ کے لیے خاموش ہو جاتے تھے۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا کہ شاید طیش میں آکر بددعا کریں گے یا کسی آنے والے عذاب الٰہی کی پیش گوئی فرمائیں گے۔ مگر آپ جب دوبارہ زبان کھولتے تو رشد و ہدایت کے پھول آپ کے منہ سے جھڑتے تھے۔ اصلاحی تدابیر کا ایک ناقابل فراموش درس ہوتا تھا۔ ہم نے سادگی میں اتنی جاذبیت کم ہی دیکھی ہے۔ ایک کھدر پوش، بزرگ صورت، سفید ریش،

تہذیب صحابہؓ کا نقیب، ہاتھ میں قرآن حکیم، چہرے میں سنجیدگی کے انوار، زبان کے کلمات نذیری و بشیری کے آئینہ دار اور حاضرین میں ہر ذوق کا آدمی اور کبھی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور کبھی خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد مرحوم جیسی عدیم المثال شخصیتیں۔

فکر عاقبت، رزق حلال، تعلیم قرآن پر زور، علماء کی محبت، اولیاء امت سے عقیدت، سنت نبویؐ پر نجات دارین کا مدار اور باقی مسائل حاضرہ کے مختلف ابواب کی تشریح و توضیح آپ کے پسندیدہ موضوعات (خطبات جمعہ) ہوتے تھے۔ ہفت روزہ خدام الدین کے اجراء کے بعد حضرتؒ کے خطبات ہر شمارے میں چھپ جاتے تھے اور ہزاروں گھروں میں مشعل ہدایت کا کام دیتے تھے۔ بعض عنوانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دنیا میں ہمیشہ سے انسانوں کی دو ہی قسمیں رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں ان کے نام یہ ہیں حزب اللہ، حزب الشیطان۔

۲۔ مرتے دم تک مسلمان رہنے کا حکم۔

۳۔ اسلام نظام رحمت ہے۔

۴۔ ہر فرقہ کے علماء کرام اور ہر فرقہ کے دیندار عوام سے ایک دردمندانہ اپیل۔

۵۔ انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم۔

۶۔ قرآن مجید سے فیض حاصل کرنے کی شرائط۔

۷۔ دربار الٰہی سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحمۃ للعالمین کا لقب عطا ہوا ہے۔ رحمۃ للعالمین کی شان کے شواہد۔

یہ خطبات رسالہ خدام الدین میں چھپ کر پاکستان کے مختلف شہروں اور بیرون ملک لندن، کویت، مدینہ منورہ اور باقی ممالک میں علم و عرفان کے بادل برساتے رہے۔ ان کی تعداد تقریباً تین سو ہے۔

اگر حضرت شیخ التفسیرؒ کی حیات طیبہ کے آخری چھ سال کی تبلیغی سرگرمیوں کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو آپ کے خطبات جمعہ کا بنظر تعمق مطالعہ کیجئے۔ ان کے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر سطر میں حضرتؒ والا جاہ کے خونِ جگر کی چاشنی ہے۔ بلاشک و ریب آپ کی پیرانہ سالی میں خدمتِ دین کے یہ زندۂ جاوید شاہکار ہیں۔ ان کو کتابی صورت میں شائع کرایا جا چکا ہے جن کے مطالعہ سے ہر طالب صادق کتاب و سنت کی تجویز کردہ پاکیزہ زندگی کا سراغ لگا سکتا ہے۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے ! (زبورِ عجم)

راقم الحروف کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ نیلا گنبد کی جامع مسجد میں "رحمت للعالمین" کے عنوان پر آپ گوہر افشانی کر رہے تھے۔ دورانِ تقریر آپ کی زبانِ مبارک سے نکلا۔

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔

اللہ اللہ وہ کس قدر اندوہناک جذبات تھے کہ جن کے غلبہ و استیلا سے حضرت مولانا کی گھگھی بندھ گئی اور آنِ واحد میں ہزاروں انسان آبدیدہ ہو کر رہ گئے۔ اسی طرح شیرانوالہ کی جامع مسجد میں واقعاتِ کربلا موضوعِ تقریر تھا۔ غلبۂ رقت سے آپ چپ ہو گئے۔ چند لمحات کے لیے سامعین بھی اشکباری میں آپ کے ہم نوا رہے۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ شیرانوالہ دروازہ سے باہر باغ کے وسیع و عریض صحن میں ہوتا تھا۔ شامیانوں کا بڑا پرشکوہ انتظام کیا جاتا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مریدین اور معتقدین بیرونِ شہر سے حاضر ہوتے۔ شہریوں کی شمولیت بھی بڑی بھاری تھی۔ ان علمی اور روحانی بہاروں کو دیکھ کر یقیناً ایک صاحبِ دل کہہ اٹھتا تھا۔

الٰہی! اس سینماؤں کی دنیا (لاہور) میں قرآنی قانون کو کون الہامی قوتوں سے بلند کر رہا ہے، جس کی آواز سے اُمتِ مسلمہ کا بھولا بھٹکا کارواں پھر سے ٹھٹھک گیا ہے اور ہمہ تن گوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام سن رہا ہے۔

اکثر و بیشتر آپ کی زبان پر دعوت الی اللہ اور قوم کی خوشحالی کی دعائیں ہوتی تھیں۔ بعض اوقات فرماتے کہ آپ مجھ سے اچھے ہیں۔ میں نے کتاب و سنت اور اس کے متعلقہ علوم و معارف کی برسوں تحصیل کی، پھر مسجد میں آیا ہوں۔ آپ نے ان الہامی علوم کو حاصل بھی نہیں کیا، مگر آپ مسجد میں نہایت شوق سے تشریف لائے

ہیں۔ مجھ میں اور آپ میں صرف یہ فرق ہے کہ میں یہاں قرآن مجید سنانے کے لیے آیا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے سننے کے لیے بلایا ہے۔ آپ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (متفق علیہ) پر ہر موقعہ نگاہ رکھتے تھے یہی وجہ تھی۔ آپ کی محفل میں قرآن فہمی، ترکِ معصیت، حسنِ عمل، ذکرِ الٰہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ بیدار ہوتا تھا۔

دینی کمالات

زیرِ بحث عنوان میں حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے ذاتی کمالات اور متابعتِ سنت کے واقعات کا نقشہ پیش کیا جائے گا لیکن ہم تمہید و تعلیہ کے طور پر مقامِ سنت پر مختصر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کے اکثر گوشے آنکھوں کے سامنے آ جائیں۔

مَقَامِ سُنّت

- اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۔

(سورہ النور ۲۴ آیت ۵۱، ۵۲)

دوسری جگہ اطاعتِ رسولؐ کی تاکید نصوصِ قرآنیہ میں بایں الفاظ وارد ہوئی ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۔

(سورہ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسولِ خدا کے تمام فیصلے منصفانہ ہوتے تھے اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کے فیصلوں کی تسلیم میں حکمِ خدا کی اطاعت مضمر ہے۔ سابقہ عبارت کی وضاحت کے سلسلے میں[۱] "یہ اطاعت اور مطلقاً سرافگندگی اور تمام فیصلوں کے قطعی حق اور منصفانہ فیصلہ ہونے کی ربانی ذمہ داری ہر حاکمِ وقت اور سلطانِ زمانہ کے لیے نہیں۔ یہ انبیاء کے لیے خاص ہے۔ دو شخصوں کے باہمی جزئی و شخصی مقدمات کا فیصلہ بلا واسطہ خود اللہ تعالیٰ وحیِ قرآنی کے ذریعہ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ رسولؐ کے فہمِ نبوت، فیضِ حکمت، شرحِ صدر، تبیینِ حقیقت، وراثت دکھانا اور سوجھانا، کے ذریعہ فرماتا تھا۔ لیکن کلیات کی حیثیت سے وہ یقیناً وحیِ قرآنی کے مطابق ہوتا تھا اور ان کلیات کے مطابق ان جزئیات کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ آپ کو سوجھاتا تھا۔ آپ کے ان قضایا اور فیصلوں کی رضامندانہ اطاعت ہر مسلمان پر قیامت تک ضروری ہے۔ آپ کے فیصلے بحکمِ خدا غلطی سے پاک، ظلم سے بری اور بے انصافی سے منزہ تھے اور دنیا میں رسولؐ کے سوا کسی انسان کو اس بےگناہی اور عصمت کا درجہ اور رتبہ حاصل نہیں۔"

سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے دوسرے مقام پر[۲] رسولِ پاکؐ کے وجودِ مسعود اور آپ کے عمل کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ سابقہ آیات و دلائل سے ثابت ہوا کہ صحائفِ سماوی کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کے وجودِ مسعود کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ مشیتِ الٰہی کی ترویج و اشاعت کا مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب افرادِ قوم میں سے (مِنْھُمْ وَمِنْکُمْ) ایک برگزیدۂ الٰہی احکامِ خداوندی

۱۔ سیرۃ النبیؐ مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم ص۔۔ جلد چہارم۔

۲۔ وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُهٗ۔ آیت کے آخری ٹکڑے سے ثابت ہوا کہ کفر سے بچانے والی دو مستقل چیزیں ہیں۔ آیاتِ الٰہی اور خود رسولؐ کا مستقل وجود۔ اگر صرف کتابِ الٰہی اس کام کو انجام دے سکتی تو رسولؐ کے ذکر کی حاجت بلکہ خود بعثت کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے واضح ہوا کہ اللہ کی کتابِ صامت (قرآن) اس کی کتابِ ناطق (رسولؐ) سے مل کر اپنے فرائض کو انجام دیتی ہے (سیرۃ النبی جلد چہارم ص۱۹۶)

کو عملی جامہ پہنائے اور قوم کو اپنی متابعت کی دعوت دے۔ بنی نوعِ انسان کی ساری تاریخ میں یہ سنت اللہ جاری و ساری رہی ہے۔ حتیٰ کہ ربّ السمٰوٰت والارض نے منشائے تخلیقِ عالم کے ظہور کا ارادہ فرمایا۔ یہ وہ مبارک ساعت تھی جب یہ تمام عہودِ گذشتہ کی سعاداتِ قدسیہ اور معارف و علومِ ابدیہ مجموعی حیثیت سے مکہ مکرمہ کے دُرِّ یتیم کے دل پر نازل[۱] ہونے شروع ہوئے۔ نبوت و رسالت کا یہ آخری عہد تھا۔ جس کے مطلع سے آفتابِ ختمِ نبوت طلوع ہوا۔ جس کی شعاعوں نے عالمِ علوی اور سفلی کے تمام گوشوں کو رحمت و ہدایت[۲] کے انوار سے منور کر دیا۔

اب تمام دنیا کو ایک پیغام دیا گیا اور محبوبیت[۳] کا یہ معیار تا یوم الحشر قائم رہے گا۔ ختمِ نبوت کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک الفاظ میں بھی یہی تصریح[۴] فرمائی ہے۔ قرآنِ حکیم نے اپنے تئیس سالہ نزول میں محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں حال اور مستقبل کی تمام قسموں کو ختم کر کے فرمایا وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ[۵] فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ دوسرے مقام پر مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

الغرض! رسولِ انس و جانّ مقصودِ تخلیق اور محبوبِ خدا ہیں اور آپ اسوۂ حسنہ کے حامل ہیں۔ لہٰذا آپ کی متابعت ہی عین دینِ اسلام ہے۔

۱۔ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ۔ (پارہ اول رکوع ۱۲ شروع)

۲۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

۳۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (سورہ آلِ عمران ۳ آیت ۳۱)

۴۔ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بخاری شریف باب کتاب الایمان، مسلم شریف کتاب الایمان)

۵۔ پارہ ۲۸ سورہ الحشر آیت ۷۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب ہم محولہ بالا حقائق کے آئینے میں حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں۔ اتباعِ سنت آپ کا حال تھا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں آپ اپنے ہر فعلِ حیات کو حضورِ اکرمؐ کی سیرتِ مبارکہ کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر میں رہتے تھے۔ ہم واقعات اور ارشادات سے اس عنوان کو زیبِ داستان بناتے ہیں۔ ہم حضرت مولانا محمد شعیب[۵۴] صاحب کے تعاون اور مشورے کا اس سلسلے میں تہِ دل سے احترام کرتے ہیں۔ کیونکہ اس موضوع کی طرف انہوں نے ہماری رہنمائی فرمائی۔

"آداب لباس"

اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو رضاء خوشنودیٔ الٰہی کا وسیلہ یقین کیا اور حضورِ اکرمؐ کی فعالی شخصیت کے اثر و نفوذ نے ان کی روحوں میں اسلام و ایمان کی ایسی تخم ریزی کی تھی کہ وہ اتباعِ رسالتمآبؐ کو ہی عین دین سمجھتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سادہ اور موٹا لباس پسند فرماتے تھے۔[۵۵] آپؐ کا لباس چادر، قمیص اور تہبند ہوتا۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں فرمایا۔ لیکن امام احمدؒ اور اصحابِ سُنن اربعہ نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ پہنا بھی ہوگا۔ موزوں کی عادت نہ تھی۔ لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے، آپؐ نے استعمال فرمائے۔ عمامہ کا شملہ کبھی دوشِ مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ، عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔

ارشادِ نبویؐ ہے:۔ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ مِنْ أُمَّتِي وَحُرِّمَ[۵۶]

---

[۵۴] ۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب دیوبند کے فاضل ہیں اور حضرت مولانا لاہوریؒ کے ممتاز خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

[۵۵] ۔ سیرۃ النبیؐ جلد دوم ص ۲۰۱، ۲۰۲ مصنفہ شبلی نعمانی مرحوم۔

[۵۶] ۔ ترمذی شریف ابواب اللباس ص ۲۱۵ ۔ منشی نولکشور۔

عَلٰی ذُکُورِهَا۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے ساری زندگی سادہ اور سفید لباس پہنا۔ آپ کھدر کا کرتہ، کھدر کی شلوار، کھدر کی ٹوپی اور اس پر کھدر کا عمامہ پہنا کرتے تھے۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ كَانَ قَمِيصُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ[۵۷] (حضورِ اکرمؐ کے مبارک کرتے کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں) حضرت مولاناؒ کو ساری زندگی آپ کے متعلقین نے ایسا ہی کرتہ زیبِ تن کرتے دیکھا، جس کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں۔ مولانا عجز و انکساری کا نادر المثال پیکر تھے۔ ارشادِ مصطفویؐ ملاحظہ ہو:[۵۸] "جو شخص باوجود قدرت کے عاجزی کی وجہ سے کسی مجبوری کیلئے یا قیمتی لباس کو ترک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے روز تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اس کو اختیار دے گا کہ ایمان والوں کے لباس میں سے جو لباس چاہے، پہن لو۔ تم نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لیے قیمتی لباس ترک کیا۔ اب جنت کے بہترین لباسوں میں جو پسند کرو! پہنو۔" سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

"سفید کپڑے[۵۹] پہنا کرو، کیونکہ سب سے اچھا لباس ہے اور اسی سفید کپڑے میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔"

مولانا لاہوریؒ نے تمام زندگی سفید موٹا کھدر پہنا اور اسی مشابہت اور متابعت ملبوسات کو دیکھ کر سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مرحوم نے فرمایا تھا: "مولانا لاہوریؒ عہدِ صحابہؓ کے نقیب ہیں۔"

ملبوسات کے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی ترجمان الفاظ

---

[۵۷] ما بیننا و بین المشرکین عمائم علی القلانس (ترمذی شریف ابواب اللباس ص ۲۲۵)۔

[۵۸] ترمذی شریف آداب لباس باب ما جاء فی القمص ص ۲۲۲۔

[۵۹] ۔ " " " منقول از جوامع الکلم ۔ ص ۱۹۷

[۶۰] " " باب ما جاء فی لبس البیاض ص ۲۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

سخیہ :- ملہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی مَنْ یَجُرُّ اِزَارَہٗ بَطَرًا ۔ مولانا لاہوریؒ ساری زندگی اس مبارک سنّت پر عمل پیرا رہے ہزاروں عقیدتمندوں اور تلامذہ نے آپ کی روش کو عین سنّت نبویؐ سمجھ کر اس پر عمل کیا۔

مولاناؒ عصا اور پاپوش کی سنّت پر بھی عمل فرماتے تھے۔ سردیوں میں مشکلیں جرابیں پہنا کرتے۔ ایک چمڑے کا چھوٹا سا تھیلا اور طیلسان (رومال) آپ کے پاس ہوتا تھا۔ آپ کی سادگی میں جاذبیت تھی۔ ہر وقت مسترشدین کی نگاہیں آپ کے دیدار کی منتظر رہتی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ التفسیر کو حضور اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ میں ایمان و اخلاقِ حمیدہ کی جھلکیں نظر آتی تھیں۔ آپ عاشقِ سنّت تھے اور آپ کے گرویدہ حضرات آپ کی اسی خوبی کی بنا پر آپ پر جان تک چھڑکتے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق کی امتیازی شان بایں الفاظ پیش کی ہے

عاشقاں او ز خوباں خوب تر
خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

کھانے پینے میں اتباعِ سنّت

پروردگارِ عالم نے رسولِ انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت کے سانچے میں ڈھالا ہے اور ہر وہ خوش بخت انسان جو محبوبِ خدا کے افعال، اقوال اور ارشادات کا اتباع کرے گا، محبوبِ خدا بن جائے گا۔

حضورِ اکرمؐ نے بھی مکمل اتباعِ سنّت کو ہی پختہ ایمان کی علامت فرمایا

ـــ ۵ - موطا امام مالک باب ما جاء فی اسبال الرجل ثوبہ ص ۳۶۳

سلہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (سورہ آل عمران ۳ آیت ۳۱)

ہے۔ دوسری جگہ اپنی اتباع اور نافرمانی کو خدا تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے تعبیر فرمایا۔

اب ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کے آئینہ میں مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کے اعمالِ حیات کا جائزہ لیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ فِیْہِ بِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَرُ (بخاری شریف ص۳۲ کتاب الاطعمہ)

دوسری جگہ :- لَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِھَا فَاِنَّھَا لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ (ارشاد فرمایا بخاری شریف ص۳۲۹ ج۲)

اکل و شرب کے سلسلے میں یہ بھی فرمانِ نبویؐ ہے :-

لَا یَاْکُلَنَّ اَحَدُکُمْ بِشِمَالِہٖ وَلَا یَشْرَبَنَّ بِھَا فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ یَاْکُلُ بِشِمَالِہٖ وَیَشْرَبُ بِھَا ۔ (موطا امام مالک النہی عن الاکل بالشمال ص۳۶۹ مطبع مجتبائی دہلی)

حضرت مولانا اکثر پند و نصائح کی مجالس میں حاضرین اور مسترشدین کو رزقِ حلال کی تاکید فرماتے تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے کہ رزق سے جسمانی قوتیں نشوونما پاتی ہیں اور اعمال و افعال کا صدور ارادہ اور قوت سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔ لہٰذا رزقِ حلال سے پیدا شدہ قوت نیک اعمال کی طرف مائل ہوتی ہے۔ حرام اور مشتبہ مال کے استعمال سے ذکرِ الٰہی کی لذت سلب ہو جاتی ہے۔ بلکہ فطرتِ سلیم کے انوار بجھ جاتے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ پروردگارِ عالم اولیائے کرام کو اگر چاہے تو وہ نورِ فراست اور چشمِ بصیرت عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ حلال اور حرام سے ملی ہوئی اشیا کو ھٰذَا حَلَالٌ وَھٰذَا حَرَامٌ کہہ کر جدا کر سکتے ہیں۔

مولاناؒ کو ہمیشہ سنّتِ نبویؐ کے مطابق کھانا کھاتے ہوئے پایا گیا۔ سادہ برتنوں میں کھانا۔ دائیں ہاتھ سے کھانا تناول فرمانا۔ بسم اللہ سے شروع کرنا۔ بیٹھ کر کھانا، ہاتھ صاف کرنا اور بعد از طعام ہاتھوں کو صاف کرنا۔ اور اسی طریق سے

ـــ
سلہ ۔ سیرۃ نبویؐ حصہ ششم ص۳۶۰ ۔ آدابِ طعام مصنف سید سلیمان ندویؒ (برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہٗ ابوداؤد)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیٹھنا جو مسنونہ نشست ہے۔[1] کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے صاف کرنا۔[2] اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر تین[3] سانس میں پینا چاہیے۔ پانی کے برتن میں سانس نہیں لینا چاہیے۔[4]

مذکورہ بالا آدابِ طعام کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت لاہوریؒ ان سنّتوں پر عمل پیرا تھے۔

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی سے پتہ چلتا ہے کہ مل کر[5] کھانے میں برکت ہے۔ کیونکہ یہ عادت تمام افرادِ خانہ میں تالیف و موانست کے جوہر کو چمکاتی ہے۔

مولاناؒ ہمیشہ اپنے صاحبزادوں (مولانا عبیداللہ انور، حافظ حمیداللہ مرحوم) اپنے پوتوں (محمد اجمل، محمد اکمل) اور اپنی پوتی رقیّہ کو اپنے ہمراہ شریکِ طعام فرماتے۔ حافظ حبیب اللہ (آپ کے بڑے صاحبزادہ) کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ ہمارا انتظار فرماتے اور جب سب اکٹھے ہو جاتے، تب کھانا کھاتے۔

کھانے میں عیب[6] نہیں نکالنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے گھر والوں اور کام کرنے والوں میں تفریق پیدا ہوتی ہے۔ حضرت لاہوریؒ بھی کھانا نہایت رغبت سے تناول

---

[1] لا آکل متکئا (بخاری شریف کتاب الاطعمہ باب ۲۳۸)

[2] بخاری شریف کتاب الاطعمہ باب ۲۴۸۔

[3] بخاری شریف کتاب الاشربہ۔

[4] کتاب الاشربہ۔ بخاری شریف باب ۳۶۸، ۳۶۹

[5] قالوا: اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یا رسول اللہ انا نأکل ولا نشبع۔ قال فلعلکم تأکلون متفرقین۔ قالوا نعم! قال فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ۔

(باب ۲۲۵ بخاری شریف کتاب الاطعمہ)

[6] سیرۃ النبی ص۲۰۴ جلد ششم۔ بخاری شریف کتاب الاطعمہ، باب ۲۳۶

فرماتے۔ اگر کھانے میں کوئی خامی بھی ہوتی، تو آپ ذکر نہ فرماتے۔ ایک دن نمازِ عشاء کے بعد آپ نے کھانا کھایا۔ امّاں جان کے علاوہ افرادِ خانہ سو چکے تھے۔ تقریباً دو دن بعد پتہ چلا کہ آپ کو جس برتن میں سالن ڈال کر دیا گیا تھا، اس میں پسا ہوا نمک تھا۔

امّاں جان کی چارپائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا جاتا۔ بچے بھی ہمراہ ہوتے۔ اور آپ خوش طبعی سے فرمایا کرتے کہ ہم آپ کی چارپائی پر اس لیے بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ چیونٹیاں[1] آپ کی سہیلیاں ہیں۔ لہٰذا ان کو آپ کی چارپائی پر ہی آجانا چاہیے۔

کھانے کی چیزوں کو ڈھانک کر رکھنے کی تاکید فرماتے۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے اور کھانے کے بعد دعا[2] بھی پڑھتے۔

مذکورہ آدابِ طعام کے اثرات تمام افرادِ کنبہ اور رشتہ کا رطعام پر نہایت احسن نتائج پیدا کرتے۔ دراصل آپ کی زندگی کے یہ پہلو سنّتِ مصطفویؐ پر عمل کرنے والوں کے لیے ہزاروں برکات کا باعث تھے۔

آدابِ ملاقات

ہم اس باب کے شروع میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس احادیث نقل کرتے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی زندگی پر غور و خوض کرتے ہیں۔

عالمِ ربّانی بفضلِ ایزد متعال پیغمبرِ وقت کی متابعت میں فنا ہوتا ہے اور نبوت کے سراجاً منیراً سے ہمیشہ کسبِ ضیا کرتا ہے۔ حسنِ سلوک کے متعلق ارشادِ نبوی ہے۔

---

[1] راوی جمیلہ کوثر حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی نواسی۔

[2] الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔

(سیرۃ نبوی۔ بخاری شریف۔ کتاب الاطعمہ باب ۲۶۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(حدیث قدسی) کہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ۔ (موطا امام مالک باب فی المتحابین فی اللہ ص۳)

معلم اکبر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبَسُّمُکَ اِلٰی وَجْہِ اَخِیْکَ لَکَ صَدَقَۃٌ (ترمذی شریف باب البر والصلۃ ص۲۴)

دوسرے مقام پر فرمایا:۔ "اپنے بھائی کے سامنے تیرا مسکرانا بھی صدقہ ہے"

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں اور نہ شہید۔ مگر مگر اس مرتبہ کی وجہ سے جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا ۔نبی اور شہید ان پر رشک کریں گے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمیں بتائیں۔ وہ کون حضرات ہیں۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں۔ نہ ان کے اندر کوئی قرابت داری ہے اور نہ مال و دولت کا لین دین۔ پس خدا کی قسم ان کے چہرے سراپا نور۔ وہ خود نور علیٰ نور ہوں گے اور جب لوگ قیامت کی ہولناکیوں سے خوفزدہ ہوں گے تو ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور جب لوگ اپنے اعمال کی وجہ سے غمزدہ ہوں گے۔ تو ان کو کوئی غم نہیں ہوگا"

حضرت مولانا مدظلہ العالی اپنے آشناؤں اور ناآشناؤں سے نہایت عمدہ[1] اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپ کی ملاقات کے لیے علما کرام سے لے کر ہر عامی حاضر ہوتا تھا۔ لیکن چند منٹوں کی صحبت کے بعد جب واپس ہوتے تو اس کو یہی گمان غالب

[1] اِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَیَبْلُغُ بِہٖ دَرَجَۃَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلٰوۃِ
(ترمذی باب حسن الخلق ، دوسرا شاہد ۔ اسلام کے پانچ ارکان پر عمل کرنے سے اگر اخلاق حسنہ ظاہر نہ ہو، تو سمجھ لیجئے کہ وہ درخت ہیں، جن میں پھل نہیں۔ وہ پھول ہیں جن میں خوشبو نہیں، وہ قالب ہیں، جن میں روح نہیں۔ (سیرۃ النبی حصہ ششم سید سلیمان ندوی)

ہوتا تھا کہ حضرت مولانا نے میرے ساتھ خصوصی مروت و تلطف کا سلوک کیا ہے۔ حضرت کا اخلاق آپ کی تعلیمات کی ہم نوائی کرتا اور یہی خوبی امراء و غرباء کی گرویدگی کا باعث بنتی۔

وزراء پیشانیوں پر آکر نہایت ادب سے بیٹھتے تھے اور ان سے نہایت خوش کلامی[1] خندہ پیشانی، نرم خوئی اور لہجے کی آہستگی سے پیش آتے تھے۔ وہ لوگ جو آپ کے حلقہ محبت کے اسیر تھے وہ یوں محسوس کرتے تھے۔ جیسے کوئی خوش نصیب بچہ مادر مشفق کی آغوش عاطفت میں مسرور ہو۔

آپ پر فالج کے اثرات رہتے۔ جسم مبارک میں تکان اور عضلات میں درماندگی کا احساس ہوتا تھا۔ نوجوان مریدین آپ کے پاؤں، شانے، پنڈلیاں، ہاتھ، بازو اور کمر دبانے کے لیے قریب ہوتے، تو ان کو ہدایت فرماتے کہ جب تک میرے پاس بیٹھے، ذکر قلبی[3] میں مشاغل رہیے۔

ملاقات کے اوقات متعین نہیں تھے۔ آپ ہر نماز کے بعد مل سکتے تھے۔ آپ ساری نمازیں باجماعت پڑھتے۔ تکبیر سے پہلے مسجد میں تشریف لے آتے۔ سنتیں پڑھتے۔ بابا خاتم الدین[5] مرحوم نے ساری زندگی آپ کے شانہ بشانہ داہنے طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

[1] ۔ اَلْکَلِمَۃُ الطَّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ (بخاری شریف باب ۵۹۱ کتاب الادب)

[2] اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ (" " ۵۹۱ " ")

[3]

در پہ بیٹھے ہیں ترے بے زنجیر

کس طرح کی یہ پابندی ہے

[4] ۔ بلکہ جب ہم ذکر قلبی میں غفلت کرتے تو حضرتؒ ایک دفعہ جہر سے اللہ فرما دیا کرتے۔ (راقم الحروف اٹک)

[5] ۔ ایک بہرہ اور گونگا مزدور جو گھاس بیچ کر گذر اوقات کرتا تھا۔ اس نے مسجد میں رہنا شروع کیا۔ روٹی کا انتظام حضرت کے گھر سے لیا گیا۔ یہ شخص باوجود اپنی فطری کمزوریوں، (توتلی زبان، بہرہ پن) کے نماز، حتیٰ کے بعد قرآن مجید کا ترجمہ کرتا (راقم الحروف اٹک)

toobaa-elibrary.blogspot.com

باہر سے آنے والے لوگ السلام علیکم کے بعد آپؒ سے مصافحہ کرتے اور بیٹھ جاتے۔ آپ نہایت مشفقانہ انداز میں خیریت پوچھتے اور اپنے حکمت اثر بیان سے سامعین کو محظوظ فرماتے۔ عام جلسوں، جمعہ کے اجتماعوں اور خصوصاً جمعۃ الوداع کی نماز کے بعد مصافحہ کا سلسلہ اتنا طویل ہو جاتا کہ ہم گھبرا جاتے تھے۔ لیکن حضرت مولاناؒ عین دھوپ، شدید سردی، عین پیرانہ سالی میں کسی شائق کو ہرگز محروم نہیں رکھتے تھے۔ خلق خدا کی دل جوئی ہر حال میں پیش نظر رہتی تھی بعض حضرات سے معانقہ فرماتے۔

دوسروں کی حاجت براری میں ہر وقت مدد فرماتے۔ اگر کوئی تخلیہ میں ملنا چاہتا تو آپ فوراً قبول فرما لیتے۔ کسی کی در پردہ بات دوسرے آدمی کے سامنے بیان نہ فرماتے۔ جب آپ حجرہ سے باہر تشریف لاتے، السلام علیکم کہنے میں ہمیشہ تقدیم فرماتے۔ اپنے سے چھوٹی عمر، بلکہ بچوں تک کو وہ آپ کے لفظ سے مخاطب فرماتے اور یہی وہ خلق عظیم کا سحر حلال تھا، جس کی برکت سے آپ دلوں پر حکومت کرتے تھے اور اغیار بھی آپ کے حسن مروت کو دیکھ کر

ط۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کا تکملہ، ہاتھ کا پکڑنا یعنی مصافحہ ہے مدینہ میں سب سے پہلے یہ تحفہ اہل یمن لائے۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب فی المصافحہ)

ک۔ حدیث قدسی۔ یقول اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی (موطا امام مالکؒ باب فی المتحابین فی اللہ ص۳۰۳)

ع۔ مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِنْ اُمَّتِیْ حَاجَةً یُرِیْدُ اَنْ یَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِیْ وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ (مشکوٰۃ)

قَالَ اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا (بخاری شریف باب تعاون المؤمنین ا ب ۲۹۲)

دل بدست آور کہ حج اکبر است ۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کعبہ بنیاد خلیلؑ آزر است ۔ دل گذرگاہ جلیل اکبر است

(مولانا روم)

آپؒ کے مسلک کی پیروی کرنے لگتے تھے۔

آپؒ پہلا کر نہ بولتے۔ نہایت باوقار طریق سے گفتگو فرماتے۔ لایعنی کلام آپ کی زبان سے کبھی نہ سنا گیا۔ صرف ہدایت کے کلمات آپ کی زبان پر جاری ہوتے تھے۔ ہر شخص کی استعداد کے مطابق کلام فرماتے۔ جہاں تک استیذان کا تعلق ہے، آپ کسی کے گھر جاتے ہوئے، اگر صاحب خانہ آپ کے ہمراہ ہوتا تو اس کو پہلے گھر جانے کا اشارہ فرماتے۔ جب وہ باہر آکر عرض کرتا تو پھر اس کے گھر میں قدم رنجہ فرماتے تھے۔

میری اہلیہ جمیلہ کوثر (حضرتؒ کی نواسی) کا بیان ہے کہ جب حضرت ہمارے گھر میں تشریف لاتے تو سیڑھیوں سے نیچے کھڑے ہو کر میرے بھائی عبداللہ یا عبدالواحد کا نام لے کر آواز دیتے۔ ہم سب متنبہ ہو جاتے۔ بچے حضرت ماناجان مرحوم کے استقبال کے لیے سیڑھیوں کی طرف لپکتے۔ آپ کے چہرے پر پدرانہ تبسم ہوتا تھا اور بار بار ہم

ط۔ ایک مولوی صاحب ہماری مسجد موضع بہا لیکے میں تشریف لائے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کا ذکر چھڑا، تو فرمانے لگے کہ میں مرزائی تھا آپ سے حجرے میں ملاقات ہوئی۔ بڑی شفقت سے ملے اسی طرح دوسری دفعہ اور اسی طرح تیسری دفعہ مجھ کو شرف ملاقات ہوا۔ مجھ پر حضرت کی عادت کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے حضرت کے سامنے مرزائیت سے توبہ کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (راقم۔ انگم)

ک۔ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (لقمٰن ۲۱۔ آیت ۱۹)

ع۔ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ (موطا امام مالکؒ باب ما جاء فی حسن الخلق ص۳۹۲)

ف۔ لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ فَتَقْسُوْ قُلُوْبُكُمْ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ لَبَعِيْدٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

(موطا امام مالکؒ باب ما یکرہ، الکلام بغیر ذکر اللہ ص۳۸۴ مطبع مجتبائی دہلی)

ہر کہ از سیر نبیؐ دارد نصیب
ہم بہ جبریل امیں گردد قریب

مثنوی مسافر — اقبال علیہ الرحمہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سب کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے آگے بڑھتے۔ ہمارے کھانے کے لیے ضرور کچھ لاتے اور ریزگاری بھی ہم سب میں تقسیم فرماتے۔

باقی امور میں اتّباع

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ اذانؐ [1] کے موقعہ پر رسولِ انس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل فرماتے اور باجماعت نماز [2] پڑھنے اور تکبیرِ اولیٰ میں شامل ہونے کا نہایت مستعدی سے اہتمام کرتے۔ آپ کے مہمانوں میں متعدد تحقیقیں موجود ہوتیں۔ لیکن آپ باجماعت نماز میں ہرگز ہرگز تساہل نہ برتتے۔ مسجد میں تشریف لانا، مسجد میں داخل ہونا، جوتا اتارنا اور جوتا پہننا۔ اِن تمام مواقع میں آپ کو عین سنتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ مسجد میں کسی طرح کی خرید فروخت نہ کرتے، اپنی اولاد کی تربیت میں دینِ اسلام کو ملحوظ رکھا۔ اُن کی پیدائش وفات اور شادی کے اوقات سنت کے مطابق گذارے۔

اپنی بیٹیوں کی شادی کے موقعہ پر حسب ونسب کے بتوں [3] کو پاش پاش کرکے

---

[1] إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا عليّ فانّه من صلّى عليّ صلوةً صلّى الله عليه بها عشراً ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلةٌ في الجنة لا تنبغي إلّا لعبدٍ من عباد الله وأرجو أن أكون أنا هو فمن سأل لي الوسيلة حلّت له الشفاعة (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضل الاذان ص۶۴)

[2] لقد هممت إن آمر فتيتي ان يجمعوا حزم الحطب ثمّ آمر بالصلوٰة فتقام ثمّ احرّق على اقوامٍ لا يشهدون الصلوٰة۔

(ترمذی شریف۔ باب فضل الجماعۃ ص۳)

[3] علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے لوحِ مزار پر یہ رباعی کندہ ہے۔ جو دینِ اسلام کی حقیقت ابدی کی ترجمان ہے

نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم - چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیزِ رنگ و بو بر ما حرام است - کہ ما پروردۂ یک نوبہاریم

(پیامِ مشرق ص۱۲۳ علامہ اقبالؒ)

دینِ حق کی مردہ روح (مساوات ومواخات) کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ بڑے بڑے دیندار لوگوں کو نسلی امتیاز میں جکڑا ہوا دیکھا گیا۔ لیکن حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی شخصیت ایسی خباثت سے پاک تھی۔

حضرت مولاناؒ اور شعائر اللہ

امام المفسرین حجۃ اللہ البالغہ علی الارض حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں شعائر اللہ کی عظمت وحرمت کے متعلق ایک عارفانہ تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم اس کے اقتباس پیش کرتے ہیں اور پھر مولانا لاہوریؒ کے حالاتِ زندگی سے کچھ نظائر پیش کریں گے۔ جن سے شعائر اللہ کے ساتھ آپ کا عشقِ صادق ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

"معلوم [1] ہونا چاہیے کہ شعائر اللہ کی عبارت، شعائر الٰہیہ کی تعظیم اور اُن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے پر قائم ہے۔ وہ طریقہ جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے مقرر کیا ہے یعنی عالمِ تجرّد میں جو امور و اشیاء ہیں۔ ان کی نقل وحکایت ایسے امور اور ایسی اشیاء کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ جن کا اخذ کرنا اور استعمال کرنا انسان کی قوتِ بہیمیہ کے لیے آسان ہو۔ شعائر اللہ سے ہماری مراد وہ ظاہر محسوس امور و اشیاء نہیں، جن کا تقرر اس لیے ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ ان امور و اشیاء کو خدا کی ذات سے ایسی مخصوص نسبت ہے کہ ان کی عظمت وحرمت کو لوگ عین اللہ تعالیٰ کی عظمت وحرمت سمجھتے ہیں اور ان کے متعلق کسی قسم کی کوتاہی ذاتِ خداوندی کے متعلق کوتاہی سمجھتے ہیں۔ ان شعائر الٰہیہ کی عظمت وحرمت انسانی قلوب کی پنہائیوں میں اس طرح راسخ ہو جاتی ہے کہ قلوب کو کاٹ دیا جائے، تب بھی وہ ان سے نہیں نکل سکتی۔"

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول باب ۷۰ شعائر الٰہیہ کی تعظیم واحترام ص۱۴۹۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد ایک طویل تشریح و توضیح کے بعد فرماتے ہیں : بڑے بڑے شعائر اللہ چار ہیں۔ کتاب اللہ، رسول اللہ، کعبۃ اللہ اور صلوٰۃ اللہ۔ پھر ان کے اعظم شعائر اللہ ہونے کے اسرار و معارف بیان فرماتے ہیں۔

کلام اللہ اور حضرت مولانا مرحوم

اس سلسلے میں ہم نے "مولانا بحیثیت مفسر قرآن" کے عنوان پر قدرے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ لہٰذا ان خیالات و استدلالات کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مولانا بفضل ایزد تعالیٰ ان تمام علوم و معارف سے کما حقہ واقف تھے۔ جن کی تحصیل ایک عالم ربانی کے لیے لابدی ہے اور اہل فن نے تفسیر کے لیے مندرجہ ذیل پندرہ علوم میں مہارت کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

۱۔ اول لغت
۲۔ نحو
۳۔ صرف
۴۔ اشتقاق کا جاننا۔
۵۔ علم معانی۔
۶۔ علم بیان۔
۷۔ علم بدیع
۸۔ علم قرارت
۹۔ علم عقائد
۱۰۔ اصول فقہ
۱۱۔ اسباب نزول۔
۱۲۔ ناسخ و منسوخ کا علم۔
۱۳۔ علم فقہ
۱۴۔ علم حدیث
۱۵۔ ان سب کے بعد علم وہبی ہے جو حق سبحانہٗ و تقدس کا عطیہ خاص ہے۔ وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے، جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ "مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ" ؟

ے۔ الاتقان حصہ دوم ص ۱۷۳ تا ص ۱۷۵ مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ۔

الاتقان قرآن فہمی کیلئے بنیادی کتاب ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے صدہا کتب کے علمی جواہرات اور بیش بہا معلومات سے مزین کیا ہے۔ اس میں قرآن مجید کے اسی انواع علوم کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب اپنی افادیت اور جامعیت کی وجہ سے ہر دور میں مقبول رہی ہے۔

حُبِ مصطفےٰؐ اور حضرت مولاناؒ

مذکورہ بالا عنوان کی تشریحات و توضیحات کے لیے "اتباع سنت" کے عنوان کی طرف رجوع فرمائیے۔ لہٰذا اب ہم "کعبۃ اللہ اور حضرت لاہوری" کے عنوان کے ضمن میں چند سطور شامل مقالہ کرتے ہیں۔ تعارف و تمہید کے طور پر کعبۃ اللہ کے چند فضائل درج ذیل ہیں

زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
اقبال مرحوم

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ [1]

دوسری جگہ :

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ [2] ۔ کعبۃ اللہ کائنات ارضی کے لیے دارالامان ہے۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۔

اس سے زیادہ اس کی عظمت و رفعت شان کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس عمارت کی تعمیر کے لیے خداوند عالم نے ملت مسلمہ کا مؤسس اکبر خلیل الرحمٰن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بطور مزدور کام پر لگایا۔ کیا چشم فلک نے ایسا جلیل القدر معمار، ایسا حلیم الفطرت مزدور اور ایسا رفیع المرتبت مکان دیکھا ہے؟ کیا معمار و مزدور کی محنت و جانفشانی کی نگرانی کے فرائض خداوند قدوس ادا نہیں کر رہا تھا۔ اب مکان کی تعمیر کے بعد مالک مکان کے حضور میں وہ کون تھے جو ہاتھ پھیلا کر اور گردنیں جھکا کر عرض پرداز تھے، کہ الٰہی! ہماری سعی اور ریاضت کا یہی اقتضا تھا کہ

---

[1] ۔ پارہ ۴ ۔ سورہ آل عمران ۳ ۔ آیت ۹۶ ۔

[2] " " " " ۹۷ ۔

[3] وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۔ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۷

ہم اس مکان کو ہر لحاظ سے مکمل کریں۔ لیکن بڑا ممکن ہے کہ اس میں چند ایک خامیاں رہ گئی ہوں۔ لہٰذا تو اپنے فضل و کرم سے اس کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔

قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک مکان نے ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری ادا کردی اور دانگی سے پہلے ان کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اپنی مزدوری مانگیں۔ لہٰذا ان دونو باپ بیٹے نے درِ کعبہ پر کھڑے ہو کر ربِّ کعبہ سے وہ کچھ مانگا کہ زمین و آسمان کی تمام تر نعمتیں (دنیا کی نعمتیں اور آٹھوں بہشت) اور عرش و کرسی کے فضائل و کرم اگر لاکھوں بار بھی ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں تو پھر بھی وہ نعمت اپنی عظمت و رفعت میں ممتاز نظر آتے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول و محبوب بندوں سے اپنے گھر کی پاسبانی و صفائی کا عہد بھی لیا۔ آیات و احادیث سے کعبۃ اللہ کے فضائل بے شمار ثابت ہوتے ہیں اور ان مقامات کا پتہ چلتا ہے جہاں بندوں کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔

لے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پارہ الٓمّٓ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۷)

لے۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۲۹)

لے۔ وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (پارہ ۱ سورہ البقرہ آیت ۱۲۵)

لے۔ عن ابن عباسؓ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الملتزم موضع یستجاب فیہ الدعاء وما دعا اللہ فیہ عبد الا استجابہ۔ کذا فی مسلسلات للشاہ ولی اللہ دہلوی و ذکرہ المقدسی فی الحصن الحصین

(منقول از فضائل حج ص ۱۵۲ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) حضرت حسن بصریؒ نے جو خط مکہ والوں کو لکھا اس میں تحریر فرمایا کہ وہاں پندرہ جگہ دعا قبول ہوتی ہے۔ طواف کرتے وقت، ملتزم پر، میزاب رحمت کے پاس، کعبہ شریف کے اندر، زمزم کے کنویں کے پاس، صفا اور مروہ پر، ان کے درمیان دوڑتے ہوئے، مقام ابراہیم کے پاس، عرفات کے میدان میں، مزدلفہ میں اور منیٰ میں اور تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارتے وقت (حصن حصین، کتاب فضائل حج ص ۱۵۲ مصنفہ مولانا زکریا) علاوہ اور مقامات کا بھی ذکر آتا ہے۔

اس مبارک تمہید کے بعد ہمارا مقصد چند سطور میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ حج بیت اللہ کے لیے بارہ دفعہ تشریف لے گئے۔ اکثر آپ کے اہل و عیال بھی آپ کی معیت میں ہوتے۔ ان کو مکہ معظمہ کی روحانی کشش بے قرار رکھتی تھی۔ آپ بیت اللہ شریف کے دیوانوں میں سے ایک دیوانہ تھے۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ مکہ معظمہ سے جدہ شریف آکر خبر ہوئی کہ آپ کو جدہ شریف میں پانچ دن قیام کرنا ہوگا۔ آپ نے اسی وقت واپسی کا پروگرام بنایا اور مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ فرمایا میں اس قدر خسارے میں کیوں رہوں۔

"ابا جان مرحوم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفہا کے قیام میں طواف کعبہ کی کثرت فرماتے اور جب تھک جاتے تو لیٹنے یا بیٹھنے کے وقت بھی اپنی نگاہیں حرم پاک پر ہی گاڑے رکھتے تھے اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکثر روزے رکھتے تاکہ بول و براز کی تکلیف نہ ہو۔ مدینہ منورہ کی طرف سفر شروع ہوتا تو درود شریف کی کثرت فرماتے اور سارے ہمراہیوں کو بھی بھی

لے۔ کعبہ وہ مقام ہے، جو مسلمان عرفا کے خیال کے مطابق عرشِ الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا سمت اقدم ہے۔ وہ ازل سے اس دنیا کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز تھا۔ سب سے بڑے پیغمبروں نے اس کی زیارت کی اور بیت المقدس سے پہلے اپنی عبادتوں کی سمت اس کو قرار دیا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران۔ سیرۃ النبی علیہ جلد ۳ ص ۱۴۳ سید سلیمان ندوی)

لے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ نور جانشین حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ (راوی)

لے

(. . . . .

لے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ کی ایک سو بیس رحمتیں روزانہ اس گھر پر نازل ہوتی ہیں، جن میں ساٹھ طواف کرنے والوں پر، چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر

(منقول فضائل حج ص ۱۴۳ مصنفہ حضرت مولانا محمد زکریا)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ بد فرماتے ۔ تمام نمازیں بیت الحرام اور مسجد نبویؐ میں پڑھتے ۔ منیٰ میں ہمارے اباجان اور امی جان بہت سی قربانیاں کرتے تھے ۔ گھر کے تمام افراد کی طرف سے قربانیاں کی جاتیں ۔ حضرت اباجان اپنے والدین ماجدین ، حضرت امروٹی علیہ الرحمۃ حضرت دین پوریؒ ، باقی اساتذہ کرام اور خصوصیت سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی طرف سے ہمیشہ قربانیاں پیش کرتے تھے "

آپ کی یہ انتہائی سعادت تھی کہ آپ کی زندگی کے تمام لمحات میں آپ کے قلب و دماغ پر ارضِ مقدس کا تصور ہی مسلط رہتا تھا ۔

کیسا وہ خواب تھا کہ ابھی تک ہوں خواب میں

صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوریؒ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے صلوٰۃ اللہ کو اعظم شعائر اللہ میں شمار فرمایا ہے ۔ ہمیں اس موقعہ پر صلوٰۃ کی فرضیت احادیث نبویؐ میں اس کی تاکید و ترغیب اور حضرت لاہوری کی اس مقدس فریضہ پر مزاولت اور مداومت کی تشریح و توضیح منظور ہے ۔

نماز تمام انسانی رذائلؑ سے روکنے والی قوت پیدا کرتی ہے ۔ انسان بہیمیت اور ملکیت سے مرکب ہے ۔ بہیمیت رذائل کی محرک ہے ۔

قرآنؐ پاک میں مختلف دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید ہے ۔ خدا کی تسبیح و تحمید کا حکم

ؑ ۔ جھوٹ ، وعدہ خلافی ، خیانت ، غداری ، بہتان تراشی ، چغل خوری ، بدزبانی ، بدگمانی ، بخل ، حرص ، چوری ، دھوکہ بازی ، رشوت ، سود خوری ، غیظ و غضب ، کینہ ، غرور ، ریا ، حسد ، فحش گوئی اور شہوت وغیرہ ۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط (سورہ عنکبوت ۲۹ - آیت ۴۵)

ؐ ۔ سیرۃ النبی جلد پنجم ص ۹۲ مصنفہ سید سلیمان ندوی ۔

ہے ۔ دعا اور استغفار کی تعلیم ہے ۔ دل کے خضوع و خشوع کا فرمان ہے ۔ رسولِ خدا پر درود شریف بھیجنے کا امر ہے ۔ اس لیے نماز کی تشکیل اس طرح کی گئی ہے کہ اس ایک عبادت کے اندر قرآن پاک کی تمام جسمانی ، لسانی اور روحانی عبادتوں کے احکام یکجا ہو گئے ۔ گویا مذکورہ تمام احکام کی مجموعی تعمیل کا نام نماز ہے ۔

اسی نماز کی برکت سے اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک چہروں پر سیمٰہمؑ انوار چمکتے ہیں ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مومنوں کے حق میں معراج سے تعبیر فرمایاؐ اور عابد بارگاہِ کبریا میں قریب ترین مقام حاصل کرتا ہے ۔ محققین اسلام نے نماز کے صفات نہایت عمدہ طریق سے بیان فرماتے ہیں ۔

الغرض ! حضرت لاہوری نوراللہ مرقدہٗ کی عملی زندگی قرنِ اول کے فدائیانِ اسلام کے رنگ میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی تھی ۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ آپ کو شبانہ روز فراغت ہی فراغت ہے ۔ آپ کے رکوع و سجود اور قیام و قعدہ میں عجیب محویت کا عالم ہوتا تھا ۔ گویا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۔ پر پوری تندہی سے عمل ہو رہا ہے اور ہم جو کچھ مذہبی کتابوں میں نماز کے اثرات اور محاسن پڑھتے ہیں ۔ حضرت لاہوریؒ کی نماز ان سب کا ایک جامع مرقع ہوتی تھی ۔

حضرت مولانا علیہ الرحمہ نے اپنے رسالے "حقیقت نماز" میں ایک غیر مسلم کی شہادت نقل فرمائی ہے ۔

ؑ ۔ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط (سورہ فتح ۴۸ - آیت ۲۹)

ؐ ۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (حدیث ، نسائی ، باب عشرۃ النساء ۔

ؒ ۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سورہ علق ۹۶ آیت ۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(نوٹ)

> شہادت کا انگریزی متن کتاب ہذا کے صفحہ ۲۹ پر درج ہے
> اور اس کا اردو ترجمہ آخر میں ضمیمہ میں ملاحظہ کریں

اسلام سے پہلے عبادت کا مفہوم

حضرت مولانا لاہوری علیہ الرحمۃ کو بحیثیت پیر طریقت متعارف کرانے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ چند امور پر تبصرہ کیا جائے ۔ مثلاً اسلام کی آمد سے پہلے لفظ عبادت کی کیا تعبیرات تھیں ؟ اسلام نے ان کی اصلاح و تصحیح کے بعد حسن عبادت کا کیا معیار پیش کیا ؟ ان کا ماخذ کیا ہے ؟ احسان کیا ہے ؟ کشف و کرامت کا کیا معیار ہے ۔ مقامات و احوال علم تصوف میں کس کو کہتے ہیں اور پھر نبوت و ولایت کا باہمی ربط ، استفادہ اور حسن نتائج ۔

یہ کچھ امر تکوینی ہے کہ مرور زمانہ میں ہر ایک آسمانی مذہب میں بھی تحریف[1] لفظی و

ـــــــــ

ـــ ـ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ـ (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۱۳)

معنوی روا پاتی رہی ۔ ہوا پرست پیشواؤں نے تلبیس[1] حق اور کتمان حق سے اپنی دنیاوی اغراض کو پورا کیا ۔

مسیحیت کو دیکھ لیجئے ۔ وہ جیسے علیہ السلام جو اپنی والدہ مریم صدیقہ کے پاکیزہ بطن سے پیدا ہوتے ہی "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ"[2] کا اعلان فرماتے ہیں ۔ ان کی امت کے احبار و رہبان نے ان کو الوہیت کا استحقاق بخشا اور پھر پروردگار عالم کی توہین سے بھی نہ ڈرے ۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابنیت کی گدی پر لا بٹھلایا ۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا گیا ۔

یہودیوں[3] اور عیسائیوں کو چھوڑ کر خاص عرب کے لوگ اللہ نام ایک ہستی سے ضرور واقف تھے ۔ مگر اس کی عبادت کے مفہوم سے بے خبر تھے ۔ لات ، ہبل ، عزیٰ اور اپنے اپنے قبیلہ کے جن بتوں کو حاجت روا سمجھتے تھے ، ان پر جانور قربان کرتے ، اپنی اولاد کو بھینٹ چڑھاتے ۔ میلوں میں شریک ہوتے ۔

بت پرست[4] یونانی اپنے بادشاہوں ، ہیروز کے مجسمے اور ستاروں کے ہیکل پوجتے تھے ۔ روم ، ایشیائے کوچک ، یورپ ، افریقہ ، مصر ، بربر ، حبشہ عیسائی ملکوں میں حضرت عیسیٰ ، حضرت مریم اور سینکڑوں ولیوں اور شہیدوں کی مورتیاں پوجی جا رہی تھیں ۔ زردشت کی مملکت میں آگ کی پرستش جاری تھی ۔ ہندوستان سے لے کر کابل ، ترکستان چین ، جزائر ہند تک بودھ کی مورتیوں اور اس کی جلی ہوئی ہڈیوں کی راکھ کی پوجا ہو رہی تھی ۔ ہندوستان میں سورج دیوتا ، گنگا مائی اور اوتاروں کی پوجا ہو رہی تھی عراق

ـــــــــ

ـلہ ـ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ـ

ـلہ سورہ مریم پارہ ۱۶ آیت ۳۰

ـلہ ـ سیرۃ النبی حصہ پنجم ص ۳۲ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ ـ

ـلہ [illegible] ۲۴۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے صابئی سبع سیارہ کی پرستش کی تاریکی میں مبتلا تھے۔ باقی تمام دنیا درختوں، پتھروں بھوتوں اور دیوتاؤں کی پرستش کر رہی تھی۔ غرض عین اس وقت جب تمام دنیا خدائے واحد کو چھوڑ کر آسمان اور زمین تک کی مخلوقات کی پوجا میں مصروف تھی۔ ایک بے آب و گیاہ ملک کے ایک گوشہ سے آواز آئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ	اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے اس
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ	پروردگار کی جس نے تم کو اور ان کو
قَبْلِكُمْ۔ (سورہ بقرہ)	جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا۔

علاوہ ازیں[1] اسلام کی آمد سے پہلے یہ عام خیال تھا کہ بندہ جس قدر اپنے اوپر تکلیف اٹھاتا ہے اسی قدر خدا خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ یونانی فلسفیوں میں اشراقیت، عیسائیوں میں رہبانیت اور ہندوؤں میں جوگ اسی اعتقاد کا نتیجہ تھا۔ کوئی گوشت نہ کھاتا، کوئی ہفتہ میں یا چالیس دن میں ایک دفعہ غذا کھاتا۔ کوئی سر تا پا برہنہ رہتا۔ کوئی کھڑا رہتا، یا بیٹھا رہتا، کوئی اپنا ہاتھ کھڑا رکھتا کہ سوکھ جائے، کوئی غاروں میں رہتا تجرد اور ترک دنیا کو خدائی محبت کا نشان بنایا جاتا۔ مگر نبوت محمدی نے یہ راز آشکار کیا کہ ان میں کوئی چیز عبادت نہیں۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم

چونکہ جن و انس کی تخلیق کا منشا وہی عبادت ہے، لہٰذا اسلام نے اس منشاء الٰہی کو وحی کے ذریعے نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں پیش کیا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (سورہ الذاریات)

عبادت کے لفظی معنی اپنی عاجزی اور درماندگی کا اظہار ہے۔ ہر وہ عبادت جس میں ریاکاری کا شائبہ بھی پایا جائے، قابل قبول نہیں۔ اسلام میں وہی عبادت

[1] سیرۃ النبی، حصہ پنجم ص۲۲، سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

شرف قبولیت حاصل کرتی ہے جس میں نیت کا اخلاص اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ موجود ہو۔ (اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ صحیح بخاری کتاب الایمان)

پروردگار عالم نے عبادت کی غرض و غایت محض حصول تقویٰ پر رکھی ہے نماز روزہ اور باقی تمام عبادتیں اور انسان کے وہ تمام مشروع افعال و اعمال جن سے شریعت کی نظر میں یہ غرض (تقویٰ) حاصل ہو، سب عبادت ہیں۔ دین اور دنیا کی حیثیت اسلام میں دو حریف کی نہیں، بلکہ دو دوست کی ہو جاتی ہے۔ دین و دنیا کے کاموں میں کوئی تفرقہ نہیں، بلکہ غرض و غایت اور نیت کا تفرقہ ہے۔

اپنے[1] بیوی بچوں اور اپنے نفس کا حق ادا کرنا۔ غریب اور بے کس انسانوں کی امداد، بلکہ اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا بھی صدقہ و عبادت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں چار ارکان میں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ہر طرح تعبیرات مضمر ہیں۔ حلال روزی[2] کمانا اور کھانا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل[3] کرنا، جہاد کرنا۔ راستہ سے کسی ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا۔ حقوق والدین سے لے کر مسافر کے حقوق تک کی ادائیگی۔ آپس میں اچھے تعلقات رکھنا۔ تمام رذائل سے اجتناب اور تمام فضائل کو اپنانے کی کوشش بھی عبادت کے دائرے میں شامل ہے۔ دراصل اسلام میں عبادت کا مفہوم ہر نوع حسنات کو محتوی ہے جس کی شرح میں علماء محققین لاکھوں صفحات احاطۂ تحریر میں لا چکے ہیں

[1] آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو آرام دو، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کو کچھ دیر سونے دو۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی تسلی کرو اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے کہ اس کی خدمت کے لیے کچھ وقت نکالو۔ (صحیح بخاری نمبر ۱۶۴۰)

[2] يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (بقرہ ۲ آیت ۱۷۲)

[3] فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (ہود ۱۱ آیت ۱۲۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں اور ولایت خاصہ کی بعض خصوصیتوں کے بیان میں مخلص محمد صدیق صاحب کی طرف لکھا" (مکتوب ۲۵۰) از حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ۔

" جاننا چاہیے کہ ولایت فنا اور بقا سے مراد ہے۔ اور وہ عام ہے۔ یا خاص۔ اور عامہ سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ کہ جس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے۔ اور جو شخص اس بڑی نعمت سے مشرف ہو۔ اس کا بدن اطاعت کے لیے نرم ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لیے کھل جاتا ہے۔ اس کا نفس مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہوتا ہے اور اس کا مولیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کا دل دلوں کے پھیرنے والے کے لیے صحیح و سالم ہو جاتا ہے اور اس کی روح پورے طور حضرت صفات لاہوت کے مکاشفہ کی طرف پرواز کرتی ہے اور اس کا سِر شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کا خفی کمال تنزہ اور تقدس اور کبریا کے باعث متحیر ہوتا ہے اور اس کے اخفیٰ کو بلا تکیف و بلا مثال اتصال ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مثال اس کے حق میں صادق ہوتی ہے

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها
مبارک منعموں کو مال و دولت

اور وہ بات کہ جس کا جاننا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ ولایت خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج و نزول کی دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے۔ لیکن عروج کی طرف اس وجہ سے کہ اخفیٰ کا فنا و بقا دونوں اسی ولایت خاصہ سے متحقق ہیں اور باقی ولایتوں کا عروج فقط خفی تک ہے۔ ان کے درجوں کے اختلاف کے موجب یعنی بعض ولایت والوں کا

عروج مقام روح تک اور بعض کا سِر تک اور بعض کا خفی تک ہے اور یہ درجہ ولایت عامہ کے درجوں میں سے زیادہ اعلیٰ ہے۔ لیکن نزول کی طرف میں اس وجہ سے کہ اولیائے محمدیہ علیہ السلام کے جسموں کے لیے اسی ولایت کے درجوں کے کمالات سے کچھ حصہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات جسد کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، سیر کرائی اور جنت اور دوزخ آپ کو پیش کیے گئے اور اس کی طرف وحی بھیجی گئی۔ جیسے کہ حق تھا اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے اور اس قسم کا معراج حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مخصوص ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابع فرمان اولیائے کرام اور آپ کے زیر قدم سالکوں کے لیے بھی اس مرتبہ مخصوصہ سے کچھ حصہ ہے۔ — وللارض من کاس الکرام نصیب — ہے کاسۂ کرام سے حصہ زمین کو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں رویت کا واقع ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے مخصوص ہے اور وہ حالت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم اولیاء کو حاصل ہوتی ہے وہ رویت نہیں۔ اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور ظل کے درمیان ہے۔ جو اصل اور فرع اور شخص اور ظل کے درمیان ہے۔ اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نبوّت اور ولایت

نبوّت کے خصائص اور ولایت کے صفات پر قلم اٹھانا ائمہ دین اور حکماء اسلام کا حق ہے۔ ان کا شعور قرآن فہمی میں راسخ اور احادیث کے ادراک کی فطری استعداد ان میں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا کتاب و سنّت کی روشنی میں ان کی عبارات و تعبیرات کو مسلّمات کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اس باب میں حکماء امت کے چند اقوال نقل کریں۔ تاکہ مسئلہ زیر نظر کے اکثر پہلو اجاگر ہو جائیں۔ اب رہی یہ بات کہ ہم اس مقالہ میں اس باب کو کیوں شامل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں ثابت کرنا ہے کہ ولایت نبوّت و رسالت کے نیّر اعظم سے مستنیر ہوتی ہے۔ نبوّت کے انوار وہبی ہوتے ہیں اور ولایت کے کمالات کا تعلق کسبیات سے ہے۔

عقلِ ہرزہ کار کو نبوّت کے اسرار و حکم، ما بعد الطبیعیات، پر غور و فکر کی ہرگز توفیق نہیں ہے کیونکہ یہ ظن و تخمین کے پردوں پر اڑتی ہے۔ لہٰذا ہم ان حضرات کی چند سطور حوالۂ قلم کرتے ہیں جن کو خدا نے وہّاب نے مجتہدانہ صلاحیت سے نوازا ہے۔ عبارت میں تلخیص کا خیال رکھا جائے گا۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ مختلف قسم کے لوگوں کے طبقات میں سب سے اعلیٰ اور بالا طبقہ مفہّمین کا ہے۔ یہ مفہّمین ایک خاص صلاحیت اور مخصوص طریق اصلاح کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی ملکی قوت انتہا درجہ بلند ہوتی ہے۔ مابعد حقائق جذباتِ حق کے ساتھ نظام مطلوب کا قائم کرنا ان کے لیے آسان اور سہل ہوتا ہے اور یہ لوگ نظام مطلوب کے قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ ملاءِ اعلیٰ سے ان پر علوم عالیہ اور احوالِ الٰہیہ مترشح ہوا کرتے ہیں ہمیشہ معتدل مزاج ہوتا ہے۔ اس

لہ حجۃ اللہ البالغہ فی حقیقۃ نبوّت اور اس کے خواص صفحہ ۲۱۵ بمصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

کی خلقت اور اخلاق و عادات بالکل صحیح و درست اور ہموار ہوا کرتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ سنّت راشدہ اور طریقِ ہدایت کو لازم پکڑنے والا ہوتا ہے۔ عبادات میں وہ بہت اونچا درجہ رکھتا ہے۔ معاملات میں لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف برتنے میں بہت بلند معیار رکھتا ہے۔

تدبیرِ کلّی اور نظامِ اصلی کو بہت پسند اور محبوب رکھتا ہے۔ فوائدِ عامہ سے اس کو انتہائی رغبت ہوتی ہے۔ کسی کو تکلیف و ایذا پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ عالمِ غیب کی طرف مائل اور راغب رہا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلام چہرے اور پیشانی کے تیور سے بھی میلان و رغبت کے اثرات مترشح ہوتے ہیں۔ وہ اپنے کو ایسا پاتا ہے کہ عالمِ غیب سے اس کی تائید و مدد ہو رہی ہے! سے ادنیٰ سے ادنیٰ ریاضت پر قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے اور قربِ الٰہی سے سکون و طمانیت کے دروازے مفتوح ہو جاتے ہیں اور اس طرح پر کسی دوسرے پر نہیں ہو سکتے۔"

"سلفِ صالحین میں سے بعض نے اس کو (القاء فی الروح، دل میں ڈالنا) نبی کی حکمتِ قلبیہ، توفیقِ ازلی اور قوّتِ تبیین سے تعبیر کیا ہے۔ امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور دوسرے متکلمین نے اس کو ملکۂ نبوّت سے ادا کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب اور علماء اصول نے اس کو پیغمبرانہ قوّتِ اجتہاد کہا ہے اور صوفیہ کی عام پسند اصطلاح میں اس کو "علمِ لدنی" کہا جاتا ہے۔ مگر ان سب کے معنی تقریباً ایک ہی ہیں یعنی نبی کے اندر وہ پیغمبرانہ عقلی قوت ہے، جو بشری قوّت سے فوق ہے، اور جس کے ذریعہ سے وہ وحی کی تشریح اسرارِ شریعت کا بیان اور دقائقِ حکمت کی اپنی زبان سے توضیح کرتا ہے۔"

"انبیاء کرام علیہم السلام کے ان ربّانی انعامات کی فہرست پڑھ چکے، جن کا تذکرہ قرآن مجید نے جابجا کیا ہے، تو وحی کی مخصوص نعمت کے بعد فہرست میں جو چیز نظر

لہ سیرۃ النبیؐ جلد چہارم صفحہ ۱۴۹، ۱۴۷ مصنفہ سید سلیمان ندویؒ

سہ 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۲۰ 〃 〃 〃 〃 ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آتی ہے وہ علمِ نبوت ہے، جس کو کہیں ذکر، کہیں حکم (حق و باطل میں تمیز کا ملکہ)، کہیں حکمت (دانائی)، کہیں شرحِ صدر، کہیں تفہیم، کہیں تعلیم، کہیں اراءت (دکھا دینا، سوجھا دینا) کہا گیا ہے۔ ان سب مختلف الفاظ کا مفہوم وحی سے نیچے اور عقلِ بشری سے اوپر عقلِ نبوی کے سوا اور کیا ہے۔ ان سے مراد وحی ہے۔ اس لیے نہیں کہ ان کا ذکر وحی سے الگ ہوتا ہے اور عقلِ بشری اس لیے نہیں کہ عقلِ بشری خاص نبی پر کوئی انعام نہیں کہ یہ نعمت تو ہر انسان کو کچھ نہ کچھ ملی ہے۔ اس بنا پر اس سے مراد عقلِ نبوی اور حکمتِ نبوی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔"

انبیاء کرام کی تعلیم کا امتیازی عقیدہ توحید ہے اور وہی نبوت کے ساز کا اصلی اور ازلی ترانہ ہے۔

ولایت

اسی موضوع کی تفہیم میں ولایت کے مقام کی اہمیت اور عظمت کا اظہار بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس موقعہ پر بھی چند عرفائے امت کے اقوال ہی نقل کرتے ہوں گے کیونکہ اس جگہ عام مضمون نگاری کی قوتیں شل ہو کر رہ جاتی ہیں۔

"العارفُ اِذا کَمُلَ اِنْصَقَلَتْ روحهُ بالملاء الاعلیٰ"

"استاذنتهُ صلی اللہ علیه وسلم فی ردِّ ما اورده علماء الحرمین علیٰ بعض الصوفیة فلم یاذن لی، ورایت العلماء العاملین وفق علمهم مشتغلین بنوع من التصفیة للناشرین للعلم والدین اقرب الیه واکرم واحبّ عنده من هؤلاء الصوفیة وکانوا من اهل الفناء والبقاء والجذب بشیٔ من صمیم النفس من طبقة التوحید وغیر ذالک من المقامات الشامخة عند الصوفیة۔"

۵ه - فیوض الحرمین ص۱۵ مشہد نمبر ۲ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔

۶ه مشہد ۲ فیوض الحرمین ص۱۹ مصنفہ ... (باقی آگے صفحہ)

"حاصلِ کلام یہ ہے کہ مقامِ ولایت، مقامِ نبوت کا ظل ہے اور ولایت کے کمالات کمالاتِ نبوت کے ظلال ہیں۔"

حضرت شاہ اسمعیل شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب منصبِ امامت میں نہایت شرح و بسط سے نبوت و ولایت پر تبصرہ فرمایا ہے۔

اس موقعہ پر قاری محمد طیب صاحب کی عبارت کی چند سطور ضروری معلوم ہوتی ہیں:-

"اب اگر اللہ جلّ ذکرہٗ کے وہ لامحدود کمالات جن کے اکتساب سے آدمی خلیفۂ الٰہی قرار پاتا ہے، اصولی نقطۂ نگاہ سے تین نوعوں پر منحصر نظر آتے ہیں

۱- کمالاتِ علم و ادراک

۲- کمالاتِ وصف و اخلاق۔

۳- کمالاتِ صنعت و افعال۔

اس لیے قدرتی بات ہے کہ انسان اللہ کا نائب یا خلیفہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک ان سہ گانہ کمالات میں اسی کے طرزِ کمال کا نمونہ بن کر نہ دکھلائے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (مشہد آخر علماء کرام کا مقام۔ رسول اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے) ترجمہ:-

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اعتراضات کی تردید کرنے کی اجازت چاہی۔ جو علماء حرمین نے بعض صوفیائے پر کئے ہیں۔ تو مجھے اس چیز کی اجازت نہ ملی اور میں نے علماء عاملین کو دیکھا کہ جن کا علم مشتغلین تصفیہ کے موافق ہے۔ وہ نشرِ علم و دین کرتے ہیں اور آپ کو عزیز ہیں۔ ان صوفیہ سے آپ کو محبوب ہیں۔ اگرچہ یہ اہلِ فنا اور بقا اس جذبہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ جو کہ بعض ناطقہ میں سے ظہور کرے اور اہلِ توحید وغیرہ میں سے ہوں۔ جو صوفیہ کے ہاں اعلیٰ مقامات ہیں۔"

۷ه - مکتوبات مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ مکتوب نمبر ۱۲ دوم دفتر ص۲۳۱

۸ه - آیاتِ قرآن۔ مصنفہ قاری محمد طیب صاحب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اولیائے امت کے متعلق ارشادِ نبوی ملاحظہ ہوں۔ خداوند عالم اپنے بندوں کو کس قدر رحمت و رافت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

"[۱] اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَہْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ"

حدیث قدسی نے بندگانِ الٰہی کے تقرب و تخلق (با خلاق اللہ) کو یاں الفاظ پیش کیا ہے۔

[۲] لَا یَزَالُ یَتَقَرَّبُ عَبْدِیْ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا۔ وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ

حدیث قدسی۔

[۳] مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ	جس نے میرے دوست سے عداوت کی۔
اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ	اس نے میرے ساتھ اعلانِ جنگ کر دیا۔

---

[۱] ۔ موطا امام مالک باب فی المتحابین فی اللہ ص۲۷۹

[۲] ۔ ترجمہ۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ قرب حاصل کرنے میں کمی نہیں کرتا یہاں تک کہ میں سے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ جب وہ میرا دوست بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں، جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں، جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگیں بن جاتا ہوں، جن سے وہ چلتا ہوں اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے پورا کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں پناہ دیتا ہوں (بخاری شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ فصل اول)

[۳] منقول از منصب امامت مصنفہ شاہ اسماعیل شہید ص۴ باب اول ذکر کمالات انبیاء علیہم السلام۔

حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے دیدارِ کرم کا تعارف کرایا ہے۔

[۱] بندۂ مومن سرافیلی کند	بانگ او ہر کہنہ را برہم زند
بندۂ صاحب نظر پیرِ اُمم	چشم او بینندۂ تقدیرِ امم
زندہ از اندیشۂ آں پختہ کار	حادثات اندر بطون روزگار

"خدا تمہیں سعادت بخشے۔ تم پر واضح ہو کہ لفظ ولی بالعموم مشہور ہے اور کتاب و سنت بھی اس کے لیے گواہ ناطق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

[۲] اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَعِبَادًا یَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ وَالشُّھَدَاءُ۔ قِیْلَ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صِفْھُمْ لَنَا لَعَلَّنَا نُحِبُّھُمْ۔ قَالَ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰہِ مِنْ غَیْرِ اَمْوَالٍ وَلَا اکْتِسَابٍ وُجُوْھُھُمْ نُوْرٌ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ لَا یَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا یَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ ثُمَّ تَلَا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

ذکر اللہ کے برکات و ثمرات

اس باب میں چند نصوصِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کا پیش کرنا ضروری ہے تاکہ ذکر الٰہی کی فضیلت واضح ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام میں کائنات کی سعید روحوں کو اپنے تقرب کی دعوت حسب ذیل الفاظ میں دی ہے:۔

[۳] فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا	پس تم میرا ذکر کرو اور تم میرا شکر ادا کرو
لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ	اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔

---

[۱] ۔ مثنوی مسافر ص۲۵ ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ۔ بر مزار حضرت احمد شاہ بابا علیہ الرحمۃ

[۲] ۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کشف المحجوب ص۲۰۴ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ لاہور

[۳] ۔ سورہ بقرہ آیت ص۱۵۲ ۲: ۱۵۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

لہ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ

اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح و شام تسبیح بیان کرو۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو حکم ہوتا ہے۔

کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

اور جو لوگ اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور نہ کر۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں

وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

سہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو اس کو حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد کرو اور اسے ڈر اور طمع سے پکارو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہے۔

کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ

بے شک ایمان والے وہی ہیں۔ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب اس کی آیات ان پر پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

لہ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۵۲

کہ سورۃ آل عمران ۳ آیت ۴

سہ سورہ الانعام رکوع ۶ آیت ۵۲۔

کہ سورۃ الاعراف ۷ آیت ۵۵، ۵۶۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ نور ۲۴: ۳۷)

ایسے آدمی جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

سورہ الرعد ۱۳ آیت ۲۷، ۲۸

اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔ مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

چند احادیث مقدسہ کا اسی ضمن میں شامل مقالہ کرنا موضوع زیر بحث کی توثیق و تحسین کا باعث ہوگا۔

لہ عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس یتحسر اھل الجنۃ الا علی ساعۃ مرت بھم لم یذکروا اللہ تعالیٰ فیھا۔

کہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم وان تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا وان اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ۔

علاوہ ازیں بزرگان ملت نے بھی فضائل بیان فرمائے ہیں۔ مشہور عالم محدث حافظ ابن قیم کی تصنیف "الوابل الصیب" میں فضائل ذکر کی تعداد سو کے قریب ہے۔

اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کو بحیثیت پیر طریقت دیکھنا چاہتے ہیں۔

لہ۔ اخرجہ الطبرانی والبیہقی۔

کہ۔ مشکوۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ فصل اول ص۱۹۶ مطبع سعیدی کراچی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

شجرۂ خاندانِ عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الہدیٰ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روضۃ المطہرہ مدینہ منورہ

الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	مزار نجف شریف عالیاً
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	طرطوس
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری قرشی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی اول رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	
الٰہی بحرمت حضرت سید صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	〃

الٰہی بحرمت حضرت سید شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید شمس الدین جیلانی بغدادی حلبی اول رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد غوث گیلانی الحسنی حلبی اچی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت عبدالقادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر رابع رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش ثانی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید شمس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ	〃
الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالقادر جیلانی خامس رحمۃ اللہ علیہ	پیرکوٹ سدھانہ
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ	پیر لوڑھ پگارا
الٰہی بحرمت حضرت سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ	
الٰہی بحرمت حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ	سوئی شریف
الٰہی بحرمت حضرت شیخ حافظ ... رحمۃ اللہ علیہ	پیر جھنڈو شریف
الٰہی بحرمت حضرت ... خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	
الٰہی بحرمت حضرت ...	مزار مدینہ پور طریقہ شریف بہاولپور لاہور
الٰہی بحرمت حضرت مرشدنا مولانا ... قدس سرہ	

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا بحیثیت پیر طریقت

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک امت مسلمہ میں یہ مبارک سلسلہ جاری و ساری ہے کہ مشائخ کرام اپنے عقیدت مندوں سے بیعت لیتے ہیں۔ شجرۂ حسب و نسب کی طرح شجرۂ صحبت کا یہ روحانی نظام پورے حزم و احتیاط سے محفوظ و مستند ہے۔ علماء ربانی نے نبوت کے مناصب اربعہ کے اجراء و احیاء کے لیے جہاں شریعت طاہرہ کے علوم و حکم پر لاکھوں کتب مختلف زبانوں میں لکھی ہیں اور دینی تعلیمات کے لیے اسلامی درسگاہیں قائم کی ہیں۔ وہاں انہی پاکباز، نیکو فطرت علماء کرام کے فیض صحبت سے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کا کام زندہ و تابندہ ہے۔ اگرچہ یہ گروہ اب نہایت قلیل ہے۔ لیکن ان کے وجود سے انکار کرنا پیغمبر انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض نبوت سے سوء ظنی کے مترادف ہوگا۔ حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے۔

"کہ اللہ والے نایاب نہیں ہیں، کمیاب ضرور ہیں، اور ان کی صحبت میں وہ موتی ملتے ہیں، جو شہنشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے"

بیعت کا طریقہ

حضرت مولاناؒ مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنے مریدین سے بیعت لیتے تھے بیعت ہونے والے حضرات آپ کے ساتھ یہ فقرات کہتے۔

"توبہ کی[1] میں نے شرک سے، کفر سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے۔ اے اللہ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں، تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما۔ اپنا نام

---

[1] آنحضرت کو ۱۹۲۰ء میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹی علیہ الرحمۃ نے حکم فرمایا۔ احمد علی بیٹا۔ تم خلق خدا کو بیعت کے لیے دور دراز کا سفر طے کرنے کی تکلیف نہ دیا کرو۔ آئندہ لاہور ہی میں خود بیعت لے لیا کرو۔ (راقم الحروف جلال الدین، اختر)

[2] مرد مومن ص۔ مصنفہ عبدالحمید خاں صاحب۔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ۔ لاہور۔

نصیب فرما اور مجھ سے وہ کام کرا جن سے تو راضی ہو۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں، اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے، اس کو مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا اور اس بات پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں"

ان الفاظ کے بعد آپ نہایت شفقت سے مصافحہ کے لیے اپنے دونو ہاتھ مریدین کی طرف بڑھاتے۔ اب ذکر قلبی کا طریقہ تلقین فرماتے۔ آپ اپنے دست مبارک سے ان کے قلوب کی نشاندہی فرماتے، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث[3] تلاوت کرتے۔ اب اللہ، اللہ (اسم ذات) کا ورد کرتے اور مریدین کو بھی اپنے ساتھ کہنے کی ہدایت فرماتے اور اکثر ارشاد ہوتا تھا کہ دل پر اللہ کی خفیف سی ضرب بھی لگائی جائے۔ پھر فرماتے کہ اللہ ہو کا ورد خاموشی سے کرنا ہوگا۔ صبح سے شام تک ایک ہزار دفعہ ذکر کی تاکید فرماتے۔ علاوہ ازیں چلتے پھرتے اور دستی کاروبار کے وقت ذکر قلبی کی مداومت کی فضیلت بیان فرماتے۔ آپ کو فرصت کم ہوتی یا زیادہ، بیعت کے طریقہ کی وضاحت نہایت اطمینان سے کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی آپ کے ارشادات گرامی ذہن نشین کرنے میں دقت محسوس نہ کرتا تھا۔ بعد ازاں بیعت کی غرض و غایت نہایت اختصار سے بیان فرما کر ہاتھ اٹھاتے اور استقامت کی دعا کرتے، جس میں تمام حاضرین شامل ہوتے تھے۔ جاہل ہوں یا عالم ہوں، بیعت لینے کے بعد مریدین کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ ہماری جماعت میں پانچ وقت نماز پڑھنا اور کسی کو دکھ نہ دینا شرط ہے۔

ذکر قلبی کی تکمیل کے چند ماہ بعد باقی اذکار کی اجازت مرحمت ہوتی، جو کو طریقہ

---

[3] اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۳۹ (فضل من استبرأ لدینہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قادریہ رشیدیہ میں مروج رہیں۔ ذکر روحی، سری، نفسی، خفی، اخفیٰ، پاس انفاس، ذکر ۔۔ بیع صفت یا مراقبۂ فنا ثبت، سلطان الاذکار، نفی اثبات، مراقبہ، اسم ذات نورانی۔

تحولیات لطائف کی تکمیل کے بعد باطنی استعداد کے مطابق کشفِ قبور، کشفِ قلوب اور حلال وحرام اشیاء کی طرف توجہ دلائی جاتی۔ خاص خاص وظائف و اوراد کا تعلق ان حضرات سے ہوتا تھا۔ جو اپنے اخلاص و ذوقِ روحانی کی بناء پر خلیفہ مجاز بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

خلعتِ خلافت کی تفویض کا معیار بھی بڑا بلند تھا۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب فاضل دیوبند خلیفہ مجاز حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میں بعض حضرات کو خلافت دینا چاہتا ہوں۔ مگر اجازت نہیں ملتی۔

آپ کے حلقۂ رشد میں مستورات بھی شامل ہوتی تھیں۔ آپ ان سے زبانی بیعت لیتے تھے، مصافحہ نہیں کرتے تھے۔

اپنی وفات سے چند ماہ پہلے آپ نے ایک رات مجلس ذکر کی تقریر میں فرمایا:

"الحمد للہ: میری روحانی بیٹیاں جو اب تک وفات پا چکی ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جہنم سے نجات عطا فرمائی ہے۔"

ے "مجمعہ بیعت ہونے والی مستورات کی قبریں جنت کا نمونہ ہیں" (مرد مومن ص۲۸۷ مصنف حمید کیہ خان صاحب) آپ نے مجلس ذکر کی وعظ میں فرمایا کہ میری روحانی بیٹیاں جو اب تک انتقال کر گئی ہیں، ان کی قبریں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہیں۔ ان میں سے ایک بھی جہنم میں نہیں گئی (رسالہ ولایت ص۱۲ مصنف للاجین) کہ "حضرت! میری اب یہ حالت ہے کہ جسم کا رونگٹا رونگٹا ذکر میں مشغول ہے اور بعض دفعہ میں اپنے اعضاء کے ذکر کو اپنے کانوں سے سنتی ہوں۔ حضرت: میں اب نہ کھاتی ہوں نہ پیتی ہوں تاکہ مجھ کو بول و براز کی حاجت نہ ہو۔ کیونکہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ مجھ پر بارش کی طرح انوار برس رہے ہوں اور میں بول و براز میں مشغول ہو جاؤں" (ضمیمہ ذاکرہ کا خط مقالات و طالب ص۔ علمی و روحانی کمالات مولانا احمد علی)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں کی ایک نیک خاتون کا ہمارے ساتھ بیعت کا تعلق تھا۔ وہ ہر وقت اذکار و اوراد میں مستغرق رہتی تھی۔ اس نے اپنی قلبی کیفیت کو ایک خط میں لکھ کر ہم کو اطلاع دی۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا "بیٹی! سلمک اللہ! تجھ کو لاکھوں بار مبارک ہو۔ تو میری تمام جماعت سے سبقت لے گئی ہے۔"

حضرت علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پاس جو کوئی آتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ لہٰذا ہم اس کو اللہ تعالیٰ کا نام بتا دیتے ہیں۔

حضرت مولانا اپنے مریدوں کو ایک کارڈ عطا فرمایا کرتے تھے۔ جس پر حسب ذیل وظائف چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ ان وظائف کے فضائل کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں۔ بعض وظائف کو لسان مصطفوی نے باقیاتِ الصالحات فرمایا ہے۔ بعض کو مقالید السموات والارض اور کسی کو اسم اعظم سے تعبیر فرمایا ہے۔

پہلا وظیفہ جو کارڈ پر نقل ہوتا تھا۔

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

ے تکبیر (اللہ اکبر) تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) کذا اور ولا حول ولا قوۃ الا باللہ، الحدیث (باقیات الصالحات) موطا امام مالک باب ذکر اللہ

(۲) مقالید:۔ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا اللہ ھو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیء قدیر۔

ے۔ انت اللہ لا الٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد۔ (حجۃ اللہ البالغہ حصہ دوم ص۳۴ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

اللہ۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظم سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ سے بھی یہی نقل ہے۔

ے عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان (باقی اگلے صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا وظیفہ :۔ استغفر اللّٰہ[1] الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ

تیسرا وظیفہ :۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمدن النبی الامی و علیٰ الہ و بارک و سلم۔

مذکورہ بالا کارڈ کے پہلے وظیفہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم ایک سو دفعہ یومیہ پڑھا جائے۔ دوسرا وظیفہ دو سو دفعہ یومیہ اور تیسرا وظیفہ درود شریف کم از کم تین سو دفعہ روزانہ پڑھا جاتے۔ علاوہ ازیں اور کئی اوراد و وظائف تھے جو اہل حاجت مرد و زن حضرت مولاناؒ سے اجازت لے کر پڑھا کرتے تھے۔ جن میں عبادت الٰہی، ان کے مصائب و نوائب کا حل اور بفضل خدا آسائش حیات کے اسباب و نتائج برآمد ہوتے تھے۔ حضرت کے تعلیم کردہ وظائف وہی ہوتے تھے، جو فخر الانام فخر الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ کو باذن اللہ ارشاد فرمائے۔ اس طرح سے احیائے سنت کا کام بھی سرانجام پاتا تھا اور خلق خدا کو اہل دجل و فریب پیرانِ باطل سے نجات بھی ملتی تھی۔

آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی لیکن آپ کسی کا پتہ وغیرہ نہیں لکھواتے تھے۔ آپ کی للّٰہیت، منہاجِ نبوت پر استقامت، استغنا عن الخلق کا وصف حسنِ خلق، فقراء، مساکین، یتامیٰ، بیوگان، طلباء اور مستحق غریب علماء پر بذل و ایثار[2] کی عادتِ شریفہ، تمام متوسلین سے نرم خوئی، خوش کلامی، خندہ پیشانی بقدر استطاعت

علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، باب التسبیح حدیث ۲۹)

من قال استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ غفرت ذنوبہ و ان کان قد فر من الزحف ۔ (ترمذی، ابوداؤد)

[1] التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکوٰۃ شریف باب استغفار و توبہ فصل ۳ حدیث ۲۲۵۳)

---

[2] آپ نے انجمن کے زکوٰۃ فنڈ سے غرباء کے ماہانہ وظائف مقرر کئے ہوئے تھے۔ تقریباً چالیس مرد و زن مستحقین مالی مدد حاصل کرتے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ (دفتر انجمن خدام الدین رجسٹر زکوٰۃ فنڈ از منشی گلزار احمد صاحب)

مہمان نوازی، عامۃ الناس کی خیر خواہی کا جذبہ۔ غرضیکہ آدمیت کا احترام، اپنوں اور بیگانوں کی گرویدگی کا باعث بنا ہوا تھا۔ لوگ سینکڑوں میلوں سے سفر کر کے شیرانوالہ کی مسجد لائن سجان خاں میں حاضر ہوتے۔ آپ کے جمعہ اور درس عمومی کے فرمودات سے مستفیض ہوتے اور روحانی اشتغال و اوراد میں رہنمائی حاصل کر کے چلے جاتے۔ بعض لوگ مہینوں تک مسجد کے حجروں میں رہائش پذیر ہوتے اور روحانی اسباق کی تکمیل آپ کی عارفانہ صحبت میں رہ کر کرتے۔ یہ لوگ اپنے کھانے پینے کی چیزیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دکھا کر پھر استعمال کرتے۔ بیعت کے لیے عوام کی درخواست فوراً منظور کی جاتی تھی۔ لیکن علماء کرام کو بیعت کرنے سے پہلے استخارہ کرنے کے متعلق فرماتے اور بعض حالات میں بلا استخارہ بھی حلقۂ رشد میں داخل فرما لیتے۔

آپ کی خدمتِ اقدس میں علماء، طلباء، گریجوایٹ، وزراء، فقراء، حضری اور بدوی دیہاتی، حاضر ہوتے۔ لیکن ہر شخص کو یہ یقین ہوتا تھا کہ حضرت مولاناؒ جس محبت اور اخلاق سے مجھ سے ملے ہیں شاید ہی ایسا مشفقانہ برتاؤ کسی کو نصیب ہوا ہوگا ؎

ہر کہ اندر دستِ او شمشیر لا ست

جملہ موجودات را فرمانرواست

علامہ اقبالؒ

مجلس ذکرِ جہر

کلمہ توحید اسلام کے ارکانِ خمسہ میں اولین حیثیت رکھتا ہے یہی وہ مبارک اقرار ہے جس کی برکت سے شرک و کفر کی تاریکیاں اور اعمالِ بد کی کثافتیں انسانی قلوب سے یک قلم کافور ہو جاتی ہیں اور انسان سابقہ عدوان و عصیان سے یوں بری

---

[1] ۔ عمرو بن العاصؓ، حضور اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں اسلام لانے کے لیے حاضر ہوتے ہیں اسے یوں فرماتے ہیں :۔ و قال اردت ان اشترط قال تشترط ماذا، قال ... اما علمت یا عمرو ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ ... (مسلم شریف)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جاتا ہے۔ جیسے اس کا وجود عالم کتم سے آج ہی عالم شہود میں ظہور پذیر ہوا ہے بکلمہ توحید کے فضائل سے احادیث نبوی کا مقدس ذخیرہ لبریز ہے۔ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو افضل الذکر۱؎ فرمایا ہے۔ آپ اسی تحمید و تہلیل میں ہمیشہ ذاکر و شاغل رہتے تھے۔۲؎ کیونکہ ذاکرین و ذاکرات کے صفات کا بارگاہِ ایزدی سے اعلان ہوتا رہتا تھا۔

۳؎ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ — وہ لوگ جو قیام و نشست اور اپنے پہلوؤں پر لیٹ کر بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

۴؎ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ایک۵؎ دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی ورد تعلیم فرمائیے۔ جس سے آپ کو یاد کروں اور آپ کو پکاروں۔ ارشادِ خداوندی ہوا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار! یہ تو ساری دنیا کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ عرض کیا۔ میرے رب میں تو کوئی مخصوص چیز مانگتا ہوں، جو فقط مجھ کو ہی عطا ہو۔ ارشاد ہوا۔ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک

۱؎ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (مشکوٰۃ شریف)

۲؎ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ اور ہر لمحہ اللہ کی یاد میں مصروف رہتے تھے (ابوداؤد کتاب الطہارۃ) ربیعہ بن کعب اسلمیؓ آپ کے آستانہ پر پہرہ دیتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتے سنتے میں تھک جاتا اور مجھے نیند آجاتی تھی (مسند ابن حنبلؒ)

۳؎ پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۹۱ ۴؎ سورہ النور ۲۴ آیت ۳۷، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، وضو کرتے، نئے کپڑے پہنتے، سوار ہوتے، سفر میں جاتے، واپس آتے، گھر میں داخل ہوتے، مسجد میں قدم رکھتے۔ غرض ہر حالت میں آپ کے دل و زبان ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ اسی بنا پر احادیث میں مختلف اوقات کے لیے کثرت سے ادعیہ ماثورہ منقول ہیں اخیر زندگی میں جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ اتری، جس میں تحمید و تسبیح کا حکم ہے تو امہات المومنین کا بیان ہے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں زبانِ مبارک پر تسبیح و تہلیل جاری رہتی تھی۔ (ابن سعد جزء الوفاۃ)

۵؎ رواہ نسائی۔ ابن حبان والحاکم۔

پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو رکھ دیا جائے، تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا جھک جائے گا:

ان مختصر فضائل و ثمرات کے تذکرہ کے بعد اب ہم حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی مجلسِ ذکر کا بیان زیب قرطاس کرتے ہیں:۔

نمازِ مغرب کے بعد ہر جمعرات کو مولاناؒ اپنے مریدین کی ایک معتد بہ جماعت کے ساتھ مسجد کی کسی علیحدہ جگہ میں بیٹھ کر ذکرِ جہر کی مجلس منعقد فرمایا کرتے تھے۔ سب سے پہلے اعوذ باللہ اور بسم اللہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی تھی۔ اس کے بعد تمام حاضرین ہاتھ اٹھا کر حضرت مولاناؒ کے ارشاد کے مطابق دعا کرتے تھے کہ الٰہی سورۃ اخلاص کا ثواب سیدنا عبدالقادر جیلانی پیرِ سبحانی کی روح پر فتوح کو پہنچے۔

اب حضرتؒ تین دفعہ افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے اور حاضرین بھی پڑھتے۔ اس کے بعد دس تسبیح کے وقفے کے برابر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد شروع ہوتا۔ پھر اتنے ہی وقت کے لیے اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر کیا جاتا۔ پھر اتنے ہی لمحات کے لیے اَللّٰهُ کا ورد کیا جاتا اور بعد ازاں ھُو کا ذکر ہوتا اور ذکرِ جہر اختتام پذیر ہوتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہر وقفے اور حصۂ ذکر کی تبدیلی کے موقع پر اپنی تسبیح کو زمین پر مارتے تاکہ حاضرین بھی آپ کی اقتداء میں ذکر کے دوسرے حصے میں مشغول ہو جائیں۔ ھُو کے ذکر کے بعد کچھ ساعت کے لیے مراقبہ ہوتا۔ اس میں لطیفۂ قلبی پر توجہ ہوتی اور اللّٰه بھی کہا جاتا۔ آپ کی مجلس میں چلا کر ذکر کی اجازت نہیں تھی۔ آپ نہایت خفیف اور دبی ہوئی عاجزانہ آواز سے ذکر کرتے اور حاضرین بھی آپ کی پیروی میں اپنی آواز کو دھیما رکھتے تھے۔ مراقبہ کے بعد دعا۱؎ ہوتی اور مختصر تقریر بھی کی جاتی۔

۱؎ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ لِيْ بِسِتْرِكَ الْجَمِيْلِ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

(باقی اگلا صفحہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقریر میں امراضِ روحانی کے اسباب وعلل اور مناسب علاج و پرہیز بتایا جاتا۔ احوال و کیفیاتِ قلبی کا احساس رکھنے والے حضرات کو دلی طور پر اعتراف تھا کہ حضرت مولانا روحانی معالج ہیں یہی وجہ تھی کہ لوگ ہمہ تن اشتیاق بن کر ان مجالس میں حاضری دیتے تھے۔ دراصل حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے اس دورِ الحاد و زندقہ میں روحانیت کے چمنستان کی آبیاری فرما کر مسلمانانِ ہند و پاک پر بہت بڑا احسان و امتنان فرمایا۔ کیونکہ کلمہ طیبہ کا ورد ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کے اعلانِ توحید کا ایک جامع اور سچائی نچوڑ ہے۔ اکابرِ ملت اور حکماءِ اسلام نے اس مبارک کلمہ توحید کو نہایت پسندیدہ اور پرمغز حسین و جمیل الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ مجالس ذکر کے بعد کی تقاریر کے عنوانات اکثر مندرجہ ذیل ہوتے تھے۔ رزق حلال، صدق مقال، ذکر الٰہی کی اہمیت، اخلاص، خشیتِ الٰہی نجات تزکیہ پر موقوف ہے۔ باطن کی بصیرت حاصل کرنے کا طریقہ، حسد، بغض، کینہ، جاہ طلبی، زرطلبی غیبت، بدنظری، بدظنی وغیرہ روحانی امراض پر نہایت بصیرت افروز تبصرہ ہوتا تھا اور نمازِ عشاء کے لیے مجلس ذکر برخاست ہو جاتی تھی۔

شجرۂ خاندانِ عالیہ قادریہ راشدیہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام

مندرجہ ذیل حضرات حضرت مولانا شیخ المشائخ علیہ الرحمۃ کے خلفاء مجاز ہیں۔

۱۔ الحاج مولانا حافظ محمد حبیب اللہ علیہ الرحمۃ (حضرت مولانا احمد علی کے خلف اکبر مکہ مکرمہ)

۲۔ الحاج مولانا عبدالہادی خلف الرشید سلطان العارفین حضرت دین پوری (خانپور)

۳۔ الحاج مولانا ابوالحسن ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ... المسلمون علیک سکرات الموت۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی و عمل احب و خیراً من الاولی (ماہنامہ مومن ص ۱۳ بحوالہ عبدالحمید خان مرحوم)

نے کلمہ توحید، کلمہ اخلاص، کلمہ تقویٰ، کلمہ طیبہ، عروۃ الوثقیٰ، دعوۃ الحق، ثمن الجنۃ (احیاء العلوم امام غزالی علیہ الرحمۃ)

۴۔ مولانا الحاج عبدالعزیز علیہ الرحمۃ خلیفہ مجاز شیر ربانی میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہ ثم خلیفہ مجاز حضرت لاہوری

۵۔ الحاج حضرت مولانا بشیر احمد مرحوم و مغفور۔ جامع مسجد پسرور۔ سیالکوٹ۔

۶۔ جانشینِ حضرت شیخ التفسیر حضرت مولانا قاری عبیداللہ انور مدظلہ العالی۔ لاہور

۷۔ مولانا حافظ حمید اللہ علیہ الرحمۃ خلف الرشید حضرت لاہوریؒ۔ لاہور

۸۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب (میاں علی شیخوپورہ)

۹۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب۔ جامعہ مدنیہ۔ کیمبل پور۔

۱۰۔ حضرت مولانا عرض محمد صاحب (کوئٹہ)

۱۱۔ سید احمد شاہ بخاری مرحوم و مغفور چوکیرہ۔ سرگودھا۔

۱۲۔ مولانا ہارون صاحب تقریباً پانی۔ سکھر۔

۱۳۔ حضرت مولانا گل محمد صاحب (ایران)

۱۴۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب (خانیوال)

۱۵۔ مولانا قاضی عبداللطیف صاحب (جہلم)

۱۶۔ حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب۔ ڈیرہ اسماعیل خان

۱۷۔ جناب قاری عبدالکریم صاحب ترکستانی۔ حال کراچی۔

۱۸۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب۔ سرگودھا۔

۱۹۔ مولانا عبدالمجید صاحب۔ رحیم یار خاں۔

۲۰۔ مولانا احمد شاہ صاحب دیوانی (سندھ)

۲۱۔ حاجی میر محمد صاحب۔ چونگل۔

۲۲۔ حضرت مولانا امین الحق صاحب۔ شیخوپورہ۔

۲۳۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب۔ ملتان

۲۴ حضرت مولانا محمد حسن صاحب۔ سندھ۔

۲۵۔ حضرت مولانا دوست محمد صاحب۔ غوث پوری۔

۲۶۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب۔ دین پور (سندھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ تمام خلفاء عظام تعلیمات اسلامی میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اور ان لوگوں نے حضرت شیخ المشائخ کی ہدایت کے مطابق رضائے الٰہی کی خاطر خلق خدا کی فلاح و بہبود کو رات دن پیش نظر رکھا اور اپنی اپنی جگہ اعلائے کلمۃ اللہ اور اصلاح احوال میں نہایت مستعدی سے کوشاں ہیں۔

حضرت شیخ التفسیرؒ معمولات قادریہ کی روزانہ تکمیل فرماتے۔ آپ اس وقت تک چارپائی پر استراحت نہیں فرماتے۔ جب تک آپ کے اوراد وظائف ختم نہیں ہو جاتے تھے۔ معمولات یومیہ سے کبھی زائد پڑھے گئے اذکار حسب ذیل ہیں۔

۱۔ استغفار۔	۱۲۵۰۰۰ بار
۲۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔	۱۲۵۰۰۰ بار
۳۔ لا الٰہ الا اللہ	۱۲۶۰۰۰ بار
۴۔ رب اغفرلی بفضلک	۱۲۵۰۰۰ بار
۵۔ یاستارُ یاغفار	۱۲۵۰۰۰ بار
۶۔ یارحمٰنُ یارحیم	۱۲۵۰۰۰ بار

معمولا بالا یاد الٰہی کی مشغولیت اور محویت پوری مواظبت کے ساتھ مولانا کو اولیاء اللہ کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتی تھی۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بڑے بڑے[2] صاحب ثروت اور اہل علم و فضل آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ لیکن فرط ادب سے ان کی گردنیں جھک جاتی تھیں آپ کے نورانی چہرے پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ خدا کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، اور علم و دولت کے سارے نشے ہرن ہو جاتے تھے۔

آپ اولیاء کرام کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے۔ نبوت[3] کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن کمالات نبوتؐ کے حاملین قیامت تک رہیں گے۔ ان کی صحبت میں اصلاح حال ہوتی ہے

[1] ۔ راوی حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ۔

[2] ۔ ہیبت مرد خدا از لا الٰہ! — از علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

[3] ۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب خلیفہ مجاز حضرت لاہوری۔

اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہوتے ہیں۔ موتی ملنے ارزاں، لیکن اللہ والے ملنے گراں۔ وہ نایاب نہیں ہیں، کمیاب ضرور ہیں۔ اگر کامل مل جاتے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

کشف و کرامت

خوارق[1] و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں۔ کیونکہ ولایت قرب الٰہی سے مراد ہے جو ماسویٰ کے نسیان کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں۔ لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں بخشتے اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں۔ نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْکٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِکْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (سورۃ المجادلۃ ۵۸ آیت ۱۹)

پہلی اور دوسری قسم کے لوگ جو دولت قرب سے مشرف ہیں، اولیاء اللہ ہیں۔ نہ غائبانہ امور کا کشف ان کی ولایت کو بڑھاتا ہے نہ عدم کشف ان کی ولایت کو گھٹاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عدم کشف والا باعث زیادہ قرب کے جو اس کو حاصل ہوتا ہے۔ کشف والے شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے۔"

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی شاہ علیہ الرحمۃ تھانوی نے التکشف[2] میں اولیاء کرام کی اقسام پر سیر حاصل نظر ڈالی ہے۔ "جاننا چاہیے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کے متعلق خدمت، ارشاد و ہدایت، اصلاح قلوب، تربیت نفوس، تعلیم طرق اور

[1] ۔ مکتوبات دفتر دوم امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ص۲۶۶ مکتوب ۹۲

[2] ۔ التکشف ص۹۲ ۔ مصنفہ حضرت سید اشرف علی تھانوی حکیم الامت علیہ الرحمۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرب و قبول عند اللہ ہے۔ اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو۔ اور اس کا فیض تام و اعم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں۔

دوسرے وہ ہیں، جن کے متعلق خدمت و اصلاح معاش، انتظام امور دنیویہ و دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں۔ ان میں جو اعلیٰ و تولی اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے۔ اس کو قطب التکوین کہتے ہیں۔"

اب ہم حضرت مولانا کے واقعات زندگی پر غور کر کے ان کے احوال و مقامات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں، جن سے آپ کا مقرب الٰہی ہونا مدلل اور مستقل طور پر ثابت ہو سکے۔ یہ باب واقعات پر مبنی ہے۔ اس میں نہایت ثقہ اور متقی رواۃ کی شہادت کو حسب استطاعت حزم و احتیاط سے درج کیا جا رہا ہے تاکہ "پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند" کے غبار سے اس کے جزئیات کو ہر طرح محفوظ و مصئون رکھا جا سکے۔

فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ساکن کوئٹہ[1] کے دو خواب

پہلا خواب:۔ میں نے خواب میں محراب کی شکل کا ایک دروازہ دیکھا جس پر جلی حروف سے "قطب الاقطاب" کے الفاظ تحریر تھے۔ میں نے اپنے پاس ایک مجذوب کو دیکھا

---

[1] حضرت مولانا عبدالغفور صاحب کوئٹہ سے شیرانوالہ تشریف لائے۔ یہ دونوں خواب آپ نے میرے سامنے بیان فرمائے۔ میں ان دنوں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت کا دوسرا حصہ "مقامات ولایت" لکھ رہا تھا۔ مولانا فرماتے تھے کہ ان خوابوں کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ چند دنوں سے میں حضرت لاہوری علیہ رحمۃ کے روحانی مقام کے متعلق علمائے کرام اور صوفیہ عظام سے سوال کر رہا تھا۔ جس کا حل پروردگار عالم نے اپنے لطف خاص سے رویائے صادقہ کی صورت میں مجھ احقر الانام پر منکشف فرما دیا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک (احقر راقم الحروف انگر)

جس کو میں پہلے سے بھی جانتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ حضرت! یہ دروازہ آپ کا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا۔ کیا یہ دروازہ میرا ہے؟ تو پھر بھی اس کا یہی جواب تھا۔ بعد ازاں میں نے استفسار کیا کہ حضرت فرمایئے۔ یہ دروازہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی ذات گرامی قدر سے منسوب ہے؟ تو میں نے دیکھا کہ اس مرد حق آگاہ کے چہرے پر بشاشت کے انوار دمکنے لگے اور وہ اثبات کے انداز میں مسکرانے لگے۔

دوسرا خواب:۔ میں نے خواب میں ایک نورانی چہرہ بزرگ کو دیکھا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک حضرت شیخ التفسیر کا روحانی مقام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ قطب عالم ہوں گے۔ لیکن میں نے ان سے عرض کیا کہ میرا تو یقین ہے کہ حضرت لاہوری ہمارے عہد کے قطب الاقطاب ہیں۔ میری یہ بات سن کر وہ مثبت اور مسرت آگیں طریق سے مسکرانے لگے اور خاموش ہو گئے۔

تائید ایزد متعال

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک دن نماز مغرب کے بعد مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ تو راقم الحروف کو فرمایا کہ آ جاؤ۔ میں بڑی مسرت سے اپنے آقائے روحانی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ آپ یکی دروازے کے پولیس اسٹیشن سے کچھ آگے ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ قریب ہی دائیں جانب ایک مسجد نظر پڑی۔ حضرتؒ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ حافظ صاحب کہاں ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ حافظ صاحب بیمار ہیں۔ آج نماز ظہر کے بعد ان کو گھر لے گئے ہیں۔ حضرتؒ یہ الفاظ سن کر واپس ہو گئے۔ اب حضرت نے بازار میں پہنچ کر احقر کو ساتھ ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا۔ جب میں قریب ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دن صبح درس قرآن مجید کے بعد ایک سادہ پوش آدمی مسجد میں ایک طرف کھڑا پایا گیا۔ میں نے اس کے قریب جا کر سلام کے بعد پوچھا کہ آپ کو میرے ساتھ کوئی کام ہے؟ وہ اب میرا بازو پکڑ کر قدرے اور خلوت میں لے گئے اور فرمانے لگے۔ حضرت مولانا! آج میں آپ کے درس میں تمام وقت بیٹھا رہا۔ اس سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیشتر اور مساجد میں بھی درس سن چکا ہوں۔ مگر آپ کے درس میں ایک محیر العقول منظر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ جتنا عرصہ درسِ قرآنِ حکیم میں مشغول رہے۔ آپ کے دائیں بائیں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کھڑی رہی۔ آپ جب کوئی فقرہ ختم کرتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے "صَدَقْتَ صَدَقْتَ"۔ درس کے ختم ہونے پر وہ نورانی منظر ختم ہو گیا۔"

مولانا محمد صابر صاحب جو حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں برسوں حاضری کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ واقعہ بیان فرمایا تو کہا کہ حضرت نے یہ واقعہ اپنے پیرِ طریقت حضرت مولانا سید تاج محمود قدس سرہٗ سے بیان فرمایا تھا تو آپ نے سن کر جواب دیا "کہ وہ شخص کوئی ابدال ہوگا یا ابدال ہونے والا ہوگا۔"

ایک دن آپ درس قرآن حکیم میں حسبِ معمول مشغول تھے۔ حاضرین پر آیاتِ الٰہی کے اثرات نمایاں تھے۔ اس ملکوتی فضا میں آپ نے نہایت مسرت زا لہجے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ احقر الانام سے لاہور میں چار مسجدیں تعمیر کروائی ہیں۔ ان کی تعمیر میں مردوں اور عورتوں کا مساویانہ حصہ ہے۔ فرمانے لگے کہ اگلے دن ایک آدمی آیا تھا اس نے اپنا خواب یوں بیان کیا: "حضرتؒ خواب میں میں نے میدانِ حشر کا منظر دیکھا۔ تمام لوگوں کے اعمال میزان میں تولے جا رہے تھے۔ اتنے میں آپ کی مساجد کو لا کر میزان میں رکھا گیا۔ میں نے دیکھا کہ مساجد کی عمارات بقعۂ انوار بنی ہوئی تھیں۔

اسی دن درس میں فرمایا کہ ایک دن ایک آدمی نے آکر اپنا خواب بیان کیا۔ کہنے لگا "حضرت! میں آپ کے خدام میں سے ہوں۔ ایک رات میں نے خواب میں احکم الحاکمین رب العزۃ کا دربار دیکھا۔ قیامت بپا تھی اور لوگ خوف و ہراس سے بھاگتے پھرتے تھے۔ اب لوگوں کے اعمال نامے تلنے لگے۔ لوگ باری باری اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہو رہے تھے۔ حضور باری تعالیٰ میں جو شخص پیش ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پہ آگ رکھ دیتے۔ میں وحشت سے کانپ رہا تھا۔ حتیٰ کہ میری باری بھی آگئی۔ میں ڈرتے ڈرتے قریب ہوا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر جنت کے پھلوں کا

ایک خوشہ رکھا۔ جس کی وجہ سے میری روح فردوسی فضاؤں میں محو ہو گئی۔" یہ وہ واقعات ہیں جن کا تعلق بندگانِ خدا کے رویائے صادقہ سے ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تمام مجاہدات کا مقصد یہ ہے کہ طالب کے دل میں جلا پیدا ہو جائے۔ دل کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے پاک نام کی برکت سے روشن ہو جائیں۔ ظاہری آنکھوں کا کیا ہے، یہ تو کتوں اور بلیوں کی بھی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد آیاتِ قرآن پڑھتے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا
يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا
يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْغَافِلُونَ ۔ (سورۃ الاعراف ، ایت ۱۷۹)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ کا ضروری حوالہ پیش فرمایا کرتے تھے۔

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ [1] (بیشک وہ لوگ من حیث القوم اندھے تھے)

اسی لہجہ میں فرمایا کرتے تھے۔ اگر انسان کے دل کی آنکھیں بینا ہوں تو ان سے دیکھ کر چلے۔ ورنہ اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں پکڑا دے۔ تاکہ وہ اس کو منزلِ مقصود تک لے چلے۔ دورِ حاضر کے نباضِ فطرت اور اسلامی حقائق کے مفکر علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے بھی دل کی آنکھوں پر زور دیا ہے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی [2]
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

تمام ادیان و شرائع کے ظہور و نمود کی غرض و غایت یہی ہے کہ خلقِ خدا

---

[1] ۔ پارہ ۸ سورۂ اعراف آیت ۶۴۔

[2] "بانگِ درا" غزلیات ص ۱۰۵۔ علامہ اقبال۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی دنیوی و اخروی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کی جائے، تاکہ اولادِ آدم دارین میں کامیاب ہو سکے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔[1]

الغرض! مولانا لاہوریؒ اپنے عہد کے ایک ممتاز عالمِ ربانی تھے تادمِ واپسیں اپنے حلقۂ اثر کے مرد و زن کو کفر و شرک اور بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے نورانی ماحول میں لاتے رہے۔

"ہفت روزہ خدام الدین" کا اجراء ہو چکا تھا۔ حضرت مولانا علیہ الرحمۃ نے ایک دن فرمایا "اگلے دن ایک آدمی مجھ کو ملنے کے لیے آیا۔ مسجد کے حجرے میں علیحدہ وقت لیا۔ ملاقات کے ساتھ ہی اپنی بغل سے رسالہ خدام الدین نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا۔ حضور! میں کنجر ہوں اور ہمارا کنبہ اتنے افراد پر مشتمل ہے۔ ہم چند مہینوں سے اس رسالے کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ہم تمام مردوں اور عورتوں نے بدکاری سے توبہ کر لی ہے۔ اب ہم اپنا مکان چھوڑ کر دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ حضرت! آپ ہمارے لیے استقامت کی دعا فرمائیں"۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے[2]

---

[1] سورہ ابراہیم شروع پارہ ۱۳ آیت ۱

[2]
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں
جلا سکتی ہے، شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
(علامہ اقبال "بانگِ درا" ص ۱۰۵)

کشفِ قلوب

پروردگارِ عالم کے الطاف و کرم نے حضرت شیخ التفسیرؒ کو نورِ بصیرت اور مومنانہ فراست سے نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عامۃ الناس، علماء، نیز مصلحینِ امت اور اولیاء امت آپ کو نہایت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ مجالسِ اذکار کی مختصر مگر جامع و مانع تقریروں میں صاحبِ دل سامعین کو حق الیقین تک احساس ہوتا تھا کہ ہمارے قلوب کا تزکیہ و تصفیہ ہو رہا ہے۔ ہم چند ایک واقعات کے درج ذیل کرنے سے پہلے حضرتؒ کے اپنے فرمودات گرامی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

"میں[1] نے بفضلِ ایزدی سندھ سے بڑی نعمتیں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے ایک دل کی بصیرت ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ چار سال کا خرچ بیوی بچوں کو دے کر میرے پاس آجاؤ۔ مسجد لائن والی میں نیم کے پیڑ کے نیچے بیٹھاؤں گا اور صرف وہ چیزیں کھانے کو دوں گا، جو حلال ہوں گی۔ حرام کھانے سے یہ نور حاصل نہیں ہوتا میں نے خود چالیس سال صرف کئے ہیں۔ لیکن تم کو چار سال میں بفضلِ ایزد متعال سکھا سکتا ہوں"۔

اگر یک قطرہ خوں داری۔ اگر مشتِ پرے داری
بیا من با تو آموزم طریقِ شاہبازی را[2]

ایک دفعہ ایک شخص بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ تین دن تک رہا اور بیعت ہونے کی درخواست کرتا رہا۔ مگر حضرت مولاناؒ انکار ہی فرماتے رہے۔

---

[1] ۔ مولوی عبدالواحد بیگ۔ خادمِ خاص حضرت لاہوریؒ۔

[2] ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ۔ زبورِ عجم ص ۱۴۹۔ مطبوعہ مقبول عام پریس۔ لاہور۔
پرورشِ دل کی اگر مدِّ نظر ہے، تجھ کو
مردِ مومن کی نگاہِ غلط انداز ہے بس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ حضرت! جو کوئی آتا ہے، آپ اس کو بیعت کر لیتے ہیں۔ لیکن مجھ کو انکار کرتے ہیں۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا؟ آپ یہ سن کر اس کو اندر لے گئے اور پوچھا کہ سچ بتاؤ، تم کس لیے بیعت ہوتے ہو۔ اس نے عرض کیا۔ حضرت! میں ایک آدمی سے رشتہ مانگتا ہوں، مگر وہ لوگ آپ کے مرید ہیں۔ رشتے کی شرط یہ ہے کہ میں آپ کا مرید ہو جاؤں۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا: "میں نے بار بار تیرے دل کی طرف توجہ کی ہے، مگر اس کو انکار کرتے ہوئے پایا۔ اگر میں اندھا ہوتا، تو تجھ کو بیعت کر لیتا!"

ایک دفعہ راقم الحروف (لال دین اختر) نے ارادہ کیا کہ میں حضرت سے پوچھوں گا۔ اگر کسی مرید کو خواب میں اپنے روحانی پیشوا سے کچھ ارشادات غیبیہ سننے کا موقعہ ملے تو کیا اس کی اطلاع پیر صاحب کو بھی ہوتی ہے۔ میں نے ابھی سوال بھی نہیں کیا تھا کہ رستے میں چلتے چلتے مجھ کو قریب بلا کر فرمانے لگے: "کہ خواب میں اگر کسی کو اپنے مرشد کامل کی زیارت ہو اور کوئی اطلاع و بشارت کی صورت بھی وقوع پذیر ہو، تو اس کی اطلاع پیر صاحب کو ہونا ہرگز ضروری نہیں۔ دراصل خدا تعالےٰ کی طرف سے صحیح خبر کا القاء مرید صادق کے دل میں کیا جاتا ہے اور پیر کی صورت میں اس لیے ظہور ہوتا ہے کہ میرے پیر صاحب جب بیداری میں ہر بات سچی کرتے ہیں تو خواب میں بھی صحیح اطلاع دے رہے ہیں۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور مجبورین[1] کے پاس ایسے واقعات کی کمی نہیں۔ لیکن خوفِ طوالت سے ان کو درج نہیں کیا جا رہا۔

---

[1] حضرت مولانا محمد صابر صاحب۔ ساکن کوٹ عبدالملک (خادم خاص)

کشفِ حالات

ایک دفعہ آپ نے کسی کے ہاں کھانے کی دعوت قبول فرمائی۔ کھانے کے بعد پھل کے ساتھ چلغوزہ کی گریاں بھی رکھی گئیں۔ آپ نے ان سے زیادہ شوق فرمایا۔ صاحبِ خانہ جو پہلے سے ہی حضرتؒ کے کشفِ حال کا قائل تھا، عرض پرداز ہوا "حضرت! آپ کو دوسرے پھلوں کی نسبت چلغوزے زیادہ پسند آتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "ان میں نورانیت زیادہ دکھائی دیتی ہے۔" دراصل یہ گریاں صاحبِ خانہ کی چھوٹی صاحبزادی نے وضو کر کے اور دو نفل پڑھنے کے بعد ذکرِ قلبی میں مشغول رہ کر تیار کی تھیں۔

ایک دفعہ حج و عمرہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا۔ اس سال تمام حجاج کرام میں جس کا مقام سب سے زیادہ ارفع تھا۔ وہ بزرگ حبشہ کے رہنے والے تھے۔

قطب التکوین

راقم الحروف کے ہمدمِ دیرینہ مولوی حیات محمد صاحب ساکن ریحانوالہ ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ میری زمین میں مزارع مجھ کو ناجائز تنگ کرتے تھے۔ میں نے بڑی کوشش کی، کہ ان سے نجات ملے لیکن کوئی صورت بن نہ آئی۔ ایک دن میں حضرت علیہ الرحمۃ کی معیت میں آپ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ میں حضرتؒ سے دعا کے لیے عرض کروں۔ لیکن ہر بار طبیعت رک جاتی تھی۔ حتیٰ کہ آپ اپنے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔ میں نے حضرتؒ سے مؤدبانہ مصافحہ کیا۔ حضرتؒ پردے کے اندر قدم رکھتے ہی باہر تشریف لائے۔ میں ٹھہر گیا۔ میرے قریب تشریف لا کر فرمانے لگے: "آپ فکر نہ کریں، کام ہو گیا ہے، اطمینان سے جائیں۔" میں نے حضرتؒ سے یہ بھی نہ پوچھا کہ کونسا کام ہو گیا ہے۔ بہر صورت آپ کے ارشاد میں ایک روحانی مسرت کا پیغام تھا۔ آخر شام تک میں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا۔ میری بیوی خلافِ معمول خوش تھی۔ روٹی وغیرہ میرے سامنے لائی اور الحمدللہ کہہ کر بتانے لگی کہ آج وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مزارع ہماری زمین چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ بلکہ اپنا چھپر اور مویشیوں کے کیلے بھی اکھاڑ کر لے گئے ہیں۔ بیوی کی یہ باتیں سن کر حضرت والا شان کے اطمینان بخش الفاظ یاد آئے اور میرے یقین میں کیفاً معتدبہ اضافہ ہوا۔

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم شجاع آبادی نے راقم الحروف کے سامنے یہ واقعہ بیان فرمایا:۔

"ایک دفعہ میرا بازو ٹوٹ گیا اور علاج کے بعد درد وغیرہ جاتا رہا لیکن میرا ہاتھ منہ تک نہیں پہنچتا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتاریاں ہوئیں، تو ملتان جیل میں میرے بعد حضرت لاہوریؒ بھی گرفتار ہو کر تشریف لائے اور علماء کرام بھی وہاں موجود تھے۔ لیکن حضرتؒ نے مجھ کو فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ نماز پڑھایا کریں۔ میں نے تعمیل حکم میں نمازیں پڑھانی شروع کر دیں۔ ایک دن جماعت میں حضرت مولاناؒ عین میرے پیچھے کھڑے تھے۔ جب سجدے میں گئے تو آپ کی مبارک ٹوپی کی نوک میرے پاؤں کے تلوے میں لگی۔ مجھ پر یہ واقعہ بڑا شاق گذرا۔ میں نے اگلی نماز کی جماعت نہ کرائی۔ ایک دو دن کے بعد حضرتؒ نے مجھ کو دوبارہ فرمایا۔ قاضی صاحب! آپ نماز پڑھایا کریں۔ میں نے خادمانہ عرض کیا۔ حضرت! تعمیل ارشاد میں مجال عذر نہیں۔ لیکن یہاں آپ کے خدام میں اچھے اچھے علماء موجود ہیں۔ میں تو اچھی طرح وضو کرنے سے بھی معذور ہوں۔ میرا ہاتھ منہ تک نہیں جاتا۔ یہ سن کر حضرتؒ نے نہایت شفقت سے میرا بازو پکڑا، اپنے دست مبارک کو میرے ٹوٹے ہوئے بازو پر پھیرا اور فرمایا۔ اللہ تعالٰے قادر ہے۔ شفا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ اور اسی قسم کے چند ایمان افروز کلمات آپ کی زبان سے صادر ہوئے میں خاموشی سے سنتا رہا۔ نماز عشاء پڑھی گئی۔ سونے کا وقت آیا سب سو گئے۔

پروردگار عالم کی قسم! اگلی صبح کو میں نے نماز کے لیے وضو کیا۔ میرے دونوں ہاتھ بالکل ٹھیک تھے۔"

اللہ! اللہ! انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء امت کے خوارق و کرامات

قدرت ایزدی کے مظاہر ہیں۔ قرآن پاک نے خوارق عادت کی اطلاع مختلف مقامات پر دی ہے۔[۱]

"حضرت! میرے پیٹ میں کنسر تھا۔ ایکسرے لیا گیا۔ میو ہسپتال میں داخلے کا فیصلہ ہوا۔ میں حضرت اقدس سے دعا کرانے کے لیے حاضر ہوئی۔ پدرانہ شفقت سے میری بات سنی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ شفا اللہ تعالٰے کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالٰے پر بھروسہ رکھو۔ جلد شفا ہو جائے گی۔ رخصت ہونے پر مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ میں تندرست ہو گئی ہوں۔ اگلے دن میں نے ہسپتال میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ شام کو ڈاکٹر صاحب آئے۔ مجھ کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی۔ میں نہ مانی۔ آخر کار دوبارہ ایکسرے کا فیصلہ ہوا۔ دوبارہ ایکسرے کرایا گیا بفضل ایزد متعال پھوڑے کا نشان تک بھی موجود نہیں تھا۔"[۲]

"سکھر کے حکیم محمد رمضان صاحب جو حضرت امروٹیؒ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ ایک دفعہ حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضرت! میں بہت سے بزرگان دین کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ مگر حسنین رضی اللہ عنہما کی زیارت سے تاحال محروم ہوں۔ میں سکھر سے حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں حضرتؒ یہ عرض سن کر مسکرائے اور اپنے خادم خاص مولانا محمد صابر صاحب کو فرمانے لگے کہ حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر سلا دیں۔ حکیم صاحب حضرتؒ کے لحاف میں حجرے کے فرش پر سو گئے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت لاہوریؒ بھی آپؐ کی معیت

---

[۱] وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي

(پارہ ۷، سورہ المائدہ آیت ۱۱۰)

[۲] حضرت مولانا عبید اللہ انور جانشین حضرت شیخ التفسیرؒ کے سامنے بیگم محمودہ لغاری کا بیان۔

[۳] مرد مومن ص ۱۴۵۔ مصنفہ عبد الحمید خاں فیروز سنز لمیٹڈ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضور اکرمؐ چارپائی پر رونق افروز ہوئے اور صاحبزادگان بھی آپؐ کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت مولاناؒ نے مجھ کو خواب کے دوران فرمایا کہ حکیم صاحب! یہ امام حسنؓ ہیں اور یہ امام حسینؓ ہیں۔

حضرتؒ کی قلندرانہ توجہ کے واقعات دیکھنے ہوں تو آپ کے سوانح حیات کے دوسرے حصے مقاماتِ ولایت کے ص ۲۳۵ پر سلطان بابا چک شاہداد و عبدالواحد بیگ صاحب پنشنر ملتانی کے واقعاتِ زندگی کا مطالعہ کیجیے۔

حضرت مولانا حافظ غلام رسول صاحب (ڈیرہ اسماعیل خاں) مولانا لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ حضرتؒ کے پاس تربیتِ باطنی کے لیے حاضر ہوئے۔ مجاہدہ میں حافظ صاحب کا قدم بہت آگے تھا۔ زہد و ریاضت سے جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا علاوہ ازیں تمام انقباض کی کیفیت طاری ہوئی۔ حضرتؒ کے حجرے میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے فرمایا۔ مولانا کوئی کام ہے۔ عرض کیا۔ حضرتؒ میں تباہ ہو گیا تین دن سے انقباض کی سخت شکایت ہے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میری بات سن کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے میری چھاتی پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی پھیری۔ اسی وقت میری کیفیت ٹھیک ہو گئی۔

قبولیتِ دُعا

بجلوت اند و کمندے بہ مہر و ماہ پیچند[1]
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

اولیاءاللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ان کی برکاتِ روحانیہ سے شجر و حجر بھی متمتع ہوتے ہیں۔ استجابتِ دعا، عنایاتِ غیبیہ اور تقربِ الیہ کا ثمرہ ہوتی ہے۔ حضرت مولاناؒ کی زندگی کے ایک دو واقعات اس ضمن میں درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

"مولانا محمد صابر صاحب حضرت لاہوریؒ کے دامنِ شفقت سے لڑکپن سے

[1] علامہ اقبال علیہ الرحمۃ۔

ہی وابستہ رہے۔ بابا قائم دین مرحوم گھاس فروخت کر کے اپنی روزی کمانے والا مزدور تھا۔ اب عرصہ بیس سال سے حضرتؒ کی مسجد میں درویشانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ ہر دو گوہر حضرتؒ کی صحبت میں انوارِ فیض سے دمکتے رہے۔ یہ چند ایک ایسے لوگ تھے جن کی درویشی پر اصحابِ صفہ کی محویت کا گمان ہوتا تھا۔

ایک دن حضرتؒ اپنے حجرے کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اتنے میں بابا قائم دینؒ حاضرِ خدمت ہو کر اپنی توتلی زبان میں کہنے لگا۔ مولوی جی! دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہر کو حج کرائے۔ حضرتؒ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور ہم دونوں کا نام لے کر حج کی دعا فرمائی حضرتؒ کی دعا ہمارے حق میں حرف بحرف قبول ہوئی۔ ہم دونوں اگلے سال ایک ہی جہاز میں حج و زیارت حرمین شریفین کے لیے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔

"خواجہ نذیر احمد مرحوم حضرت لاہوریؒ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے بھائی خواجہ لطیف اکبر صاحب محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ ایک دفعہ ان کا تبادلہ ایسے اسٹیشن پر ہونے والا تھا، جہاں تین اسٹیشن ماسٹروں کو قتل کیا جا چکا تھا۔ بھائی صاحب حضرتؒ کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرتؒ نے دعا فرمائی اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد کیا۔ بھائی صاحب اب متعلقہ افسر کے پاس حاضر ہوئے۔ بمنت عرض کیا کہ میرا تبادلہ وہاں نہ کیا جائے۔ اس نے ایک دستی آرڈر لکھنے شروع کر دیے۔ لکھنے کے بعد دیکھا تو کسی اور آدمی کا نام لکھا گیا۔ کاغذ پھاڑ ڈالا اور اسی طرح دو اور کاغذوں پر آرڈر لکھنے کی ناکام کوشش کی۔ بار بار کسی اور آدمی کا نام لکھا جاتا۔ آخر کار کہنے لگا۔ بھائی صاحب! جائیے آپ اسی اسٹیشن پر کام کریں، جہاں پہلے سے کام کرتے ہیں۔ آپ کا مرشد بڑا کامل معلوم ہوتا ہے۔"

بہ دیر میکدہ آں مردِ قلندر باشند
کہ ستانند و دہند تاجِ شہنشاہی را

[1] راوی مولانا محمد صابر صاحب۔ اب کوٹ عبدالمالک میں مقیم ہیں۔
[2] مقاماتِ ولایت ص ۲۳۵۔ سوانح حیات مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانی پت کے ایک ظالم عامل کے متعلق وہاں کے ایک قلندر نے اس علاقہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھا تھا ۔

بازگیر آں عاملِ بد گوہرے
ورنہ مادم ملکِ تو با دیگرے

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ[1] نے ۱۹۵۸ء و مکہ معظمہ میں غلافِ کعبہ کو تھام کر عکسی قرآن حکیم کی طباعت کے لیے دعا مانگی تھی ، جس کو رب العزۃ نے نہایت پر اسرار طریق سے قبول فرمایا ۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے حجرے میں بیٹھا تھا ۔ اتنے میں دو مخیر حضرات میرے پاس تشریف لائے ۔ میں ان سے واقف نہیں تھا ۔ انہوں نے انجمن خدام الدین کے کسی کارِ خیر میں معاونت کی پیش کش کی ۔ میں نے ان کے سامنے عکسی قرآن مجید کی طباعت کا ذکر کیا ۔ وہ تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے ۔ چند دن کے بعد آئے ۔ پچاس ہزار کی رقم خطیر طباعتِ قرآن کی خاطر میرے حوالے کر گئے ۔ آپ اس واقعہ پر دلی مسرت محسوس کر رہے تھے ۔ آپ کا رونگٹا رونگٹا محوِ تشکر معلوم ہوتا تھا ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت لاہوریؒ مستجاب الدعوات تھے اور متوکل علی اللہ تھے اکثر درس میں فرمایا کرتے تھے ۔

خدا خود میر ساماں است اربابِ توکل را

کشفِ قبور

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے کشفِ قبور کی نعمت سے نوازا تھا ، بلکہ آپ کے بعض خلفاء کو بھی یہ روحانی دولت میسر ہے ۔

حضرت[2] کی ایک مریدہ کے دو بیٹے فوت ہو گئے ، اس نے حضرت سے دونوں

[1] ۔ مولوی عبدالواحد بیگ صاحب ملتانی (راوی) ، بیگ صاحب حضرت والا شان کے بڑے مقرب اور آپ کے دفتر میں بطور محرر کام کرتے تھے ۔

[2] ۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب (راوی)

بیٹوں کی قبروں کا حال پوچھا ۔ آپ نے مکاشفہ کے بعد فرمایا کہ ایک جنتی ہے اور دوسرا دوزخ میں ۔ اس عورت نے عرض کیا حضور ! آپ نے ٹھیک فرمایا ۔ ایک بیٹا شہادت کی موت جاں بحق ہوا ۔ دوسرا خودکشی سے مرا ۔"

مولانا سید گل بادشاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی کی موجودگی میں حضرت لاہوریؒ سے پوچھا حضرت ! آپ مولانا اسماعیل شہیدؒ اور مولانا سید احمد بریلویؒ کے مزارات پر تشریف لے گئے تھے ۔ کیا وہاں کچھ باتیں کشفاً معلوم ہوئیں ؟ آپ نے فرمایا وہاں میں نے مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ کے مزار پر مراقبہ کیا تو یہ فی الواقع انہی کا مزار تھا ۔ لیکن جب سید احمد بریلوی کی قبر پر مراقبہ کیا تو صاحبِ قبر نے بتایا کہ میں سید احمد بریلوی نہیں ہوں ۔ لوگ غلطی سے مجھ کو سید احمد بریلوی کہتے ہیں ، انہوں نے اپنا نام سید احمدؒ بتایا ۔

راقم الحروف نے خود حضرت لاہوریؒ کی زبانِ مبارک سے سنا ۔ آپ فرماتے تھے[1] کہ میں نے سفینۃ الاولیاء مصنفہ دارا شکوہ میں پڑھا کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا مزار لاہور کے قلعے کے اندر غربی کونے میں ہے ۔ میں نے اپنے چھوٹے لڑکے حافظ حمید اللہ صاحب کو ساتھ لیا اور قلعے میں چلے گئے ۔ وہاں جاکر ادھر ادھر سیاحت کی مگر کہیں مزار کا سراغ نہ ملا ۔ آخر کار ہم قلعہ کے اندر داخل ہو گئے ۔ شاہ جہان کی مسجد کے دروازے سے باہر مجھ کو خدائے ذوالمنن کے فضل سے انوارِ ولایت نظر آئے اور اب میں بتا سکتا ہوں کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کا سر مبارک کہاں ہے اور پاؤں مبارک کہاں ہیں ۔ لیکن عامۃ الناس میں فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے ، اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے صاحبِ قبر کے ساتھ جو مکاشفہ و مراقبہ میں گفتگو ہوئی ۔ اس کو دہرایا جو کہ حسبِ ذیل ہے ۔

[1] ۔ راوی ۔ حضرت مولانا محمد صابر صاحب ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

- اصل علی ہجویری منم۔ از غزنی آمدہ بودم۔ اینجا برلب دریا نشستہ بودم۔ الٰہی جا مُردم وایں جا دفن کردہ شدم۔ او ہم کہ مشہور است۔ ہمنام من است واز شہر ماست۔"

مذکورہ بالا واقعہ کے بعد ہم جناب احسان قریشی صابری پرنسپل گورنمنٹ کالج کمرشل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ سیالکوٹ کا اپنا بیان قدرے اختصار سے نقل کرتے ہیں، جو کہ آپ نے محولہ بالا حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ والے واقعہ کے ضمن میں ہفت روزہ خدام الدین میں ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء کے شمارہ میں شائع کروایا تھا۔

سر خدا کہ عارف و سالک بکس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

"حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا کشفِ قبور" از احسان قریشی صابری صاحب

شمارہ ہفت روزہ خدام الدین ۱۵ مارچ ۱۹۶۲ء

خلاصہ:۔ "راقم الحروف (احسان قریشی)، کو حضرت شیخ التفسیر سے عمر بھر صرف ایک ہی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا اور وہ ملاقات ہی ایسی ملاقات ہے۔ جس پر ہزاروں ملاقاتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ چھ سات سال ہوئے کہ احقر نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ حضرت شیخ التفسیرؒ نے اپنے کشف کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی قبر لاہور کے قلعہ میں ہے۔ میں اس خبر کو پڑھ کر بڑا حیران ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی جمعرات کو لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب سے ضرور ملاقات کروں گا۔ حضرتؒ کی زیارت بھی ہو جائے گی اور اپنے دل کے شکوک بھی رفع کر لونگا۔ چنانچہ اگلی جمعرات کو لاہور روانہ ہو گیا۔ حضرت اقدس مفتی حسن محمد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ احقر اُن کے ہاتھ پر بیعت تھا۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا احمد علی صاحب سے ملنا ہے۔ اور فلاں بات کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔

حضرت مفتی حسن محمد صاحب کے ارشادات گرامی

مفتی صاحب نے میری عرض سن کر فرمایا۔

"میاں احسان! وہاں شوق سے جاؤ۔ لیکن ادب ملحوظِ خاطر رہے۔ جتنا تم میرا ادب کرتے ہو۔ اس سے دس گنا زیادہ ان کا ادب کرنا۔ یاد رکھو۔ اس وقت سلسلہ عالیہ قادریہ کا کوئی شیرِ بیشہ اور ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں۔ جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں۔ تمہاری باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہیں ہے۔ تم شوق سے ان سے سوالات پوچھو مگر ادب ملحوظِ خاطر رہے۔ مولانا احمد علی صاحب کی آواز سے زیادہ اونچی آواز بھی مت نکالنا۔ تم انگریزی خواں انسانوں میں میں نے ایک کمی دیکھی ہے کہ جب کوئی شیخ پکڑتے ہو تو اس کا ادب تو بہت کرتے ہو۔ لیکن دوسرے سلاسل کے بزرگوں کا ادب کماحقہ نہیں کرتے ہو۔"

میں نے مفتی صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت! مولانا صاحب کی جوتیوں کی خاک کو بھی اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ احقر بڑے ہی ادب سے گفتگو کرے گا۔

القصہ! احقر نمازِ عصر کے وقت شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں حاضر ہوا اور حضرتؒ سے پانچ منٹ تخلیہ میں بات کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا "قلعہ میں مدفون بزرگ اور بھاٹی گیٹ میں دفن شدہ بزرگ دونو ایک ہی نام، ایک ہی شہر اور ایک ہی محلہ کے رہنے والے ہیں اور میں دونو کو اہل اللہ سمجھتا ہوں۔"

میں نے سمجھا۔ حضرتؒ اس کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے چنانچہ میں نے اجازت چاہی۔ لیکن حضرتؒ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں آیا کہ ایک اور علی ہجویری بھی قلعہ میں مدفون ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں نے عرض کیا۔ حضرت اگر میں ہاں میں جواب دیتا ہوں تو سوءِ ادب ہے۔ جس سے میرے مرشد نے مجھے منع فرمایا ہے۔ اگر نہ میں جواب دوں، تو کذب بیانی ہے۔ فرمانے لگے۔ آپ کس کے مرید ہیں؟۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت مفتی حسن محمد صاحب سے ارادت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ آپ کے شیخ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ ان کے مدارج بحمداللہ بڑے بلند ہیں۔ پھر فرمایا۔ میری بات صحیح تھی یا آپ کو میری بات میں شک ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت سوءِ ادب کی شماتت کی اماں پاؤں تو عرض کروں؟ فرمایا "نہیں نہیں۔ صاف صاف بات کریں۔ اس میں کوئی سوءِ ادب نہیں" اب میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے شک ہے کہ علی ہجویری نامی کوئی بزرگ موجود ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ "آپ نے ٹھیک کہا ہے اور اپنے دل کی بات کھول کر کہی ہے۔ اب آپ اس طرح کریں کہ دو تین منٹ مراقبہ میں بیٹھیں اور دل میں اس بات پر غور کریں کہ علی ہجویری نامی کوئی بزرگ لاہور کے قلعہ میں مدفون نہیں ہیں۔ چنانچہ احقر نے آنکھیں بند کرلیں اور مراقبہ میں چلا گیا۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ میں قلعہ لاہور میں بیٹھا ہوں ایک قبر شق ہوئی اور ایک سفید لباس نورانی صورت بزرگ وہاں سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے "وہ علی ہجویری میرے ہم نام ہیں۔ ہم شہر اور ہم وطن ہیں"

اتنا کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے اب حضرتؒ کے ہاتھ چومے اور واپس آ گیا۔ فی الواقع حضرتؒ کا کشف اکمل تھا۔ حضرتؒ کا کمال تھا کہ بیداری میں ہی احقر کو قلعہ والے بزرگ کی زیارت کرا دی۔"

> بیکے بدامن مردان آشنا آویز
>
> زیارہ اگر بگنہ عمرانہ مے خواہی (اقبال علیہ الرحمۃ)

یہ اولیاء کرام کا گروہ ہے۔ یہ نہ ہوں تو ایک زون کھلتا نہ کن ہیں۔ ان کا وجود دین حق کی دلیل ہے۔ ان کی صحبت خزف ریزوں کو دُرِ شاہوار کی تابناکی عطا کرتی ہے۔

> وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
>
> جو ہر نفس سے کرے عمرِ جاوداں پیدا (اقبال علیہ الرحمۃ)

> بزیر کنگرۂ کبریاش مردانند
>
> فرشتہ صید و پیامبر شکار و یزداں گیر

زبدۃ العارفین حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت اقدس میں خوش نصیب صاحب دل مرید حاضر ہوا آپ اس وقت محویت کے عالم میں تھے۔ اور مندرجہ ذیل شعر آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا ؎

> اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
>
> تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اور بار بار "از الٰہ" "از الٰہ" "از الٰہ" فرماتے جاتے تھے۔

حقوق و فرائض

تمام آسمانی شرائع کے دو اعظم ترین ارکان ہیں "حقوق اللہ اور حقوق العباد" ان ارکان کی تشریح و توضیح کے لیے اقتضاء ازمنہ کے مطابق انبیاء و مرسلین کو مبعوث کیا گیا۔ عقیدہ اور نیت کے اخلاص کو ہر عملِ حیات کی روحِ رواں مانا گیا عجز و انکسار کو عبدیت کی معراج کمال حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ طریق یقین کیا گیا۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ میں اخلاص و للہیت کے جذبات کو ہر شریعت میں سراہا گیا۔ سب کے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جماعت تیار کی۔ جس کے ہر فرد (مرد و زن) نے بلندئ کردار کا وہ ثبوت پیش کیا کہ ان کے خوش نصیب اخلاف (تابعین اور تبع تابعین) ان کے نقوشِ قدم پر چل کر تمام دنیا کے پیشوا اور امام بن گئے۔

ہم مذکورہ بالا نظائر و بصائر کی روشنی میں ہر ممتاز و کامیاب شخصیت کو کامل تمام کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز کی زندگی ہمارے مقالہ کا موضوع ہے۔ حقوق العباد کا جہاں تک تعلق ہے مولاناؒ کی حیاتِ طیبہ کے سابقہ صفحات اور آئندہ اوراق آپ کے عبد منیب، شب بیدار، عالم باعمل

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اخلاص کا پیکر ہونے پر شاہدِ مطلق ہیں اور اسی طرح حقوق العباد کے باٹ سے جب آپ کے اعمالِ زندگی کا وزن کیا جاتا ہے تو آپ کی سیرت کا ہر پہلو اسلامی معیار پر پورا اترتا ہے۔

حقوقِ والدین

حقوق العباد میں حقوقِ والدین کو اوّلیت حاصل ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت لاہوریؒ کو اپنے والدین کی جوتیوں کو بوسے دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا۔ لیکن آپ کی زندگی کے واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حقوقِ والدین کی ادائیگی میں آپ کا مقام لاکھوں انسانوں میں بھی ممتاز و نمایاں تھا۔

کم سنی کے ایام میں مولانا عبدالحق علیہ الرحمۃ آپ کے اوّلین اتالیق ہونے کا شرف رکھتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی طبیعت میں فرزندانہ تسلیم و انقیاد کے جوہروں کو بھانپا اور آپ کو اپنے گھر پر اپنے بچوں کے ہمراہ تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

حضرت دین پوریؒ قطبِ عالم تھے۔ انہوں نے پہلی نظر میں ہی آپ کو اپنے حلقۂ ارشاد میں شامل کر لیا۔ حضرت امروٹیؒ علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں قیام کے دوران آپ کی حُسنِ خدمت نے حضرتِ موصوف کی آغوشِ ولایت آثار کو آپ کے لیے خالی کر دیا۔

ابتداء عمر سے لے کر جوانی ڈھلنے تک مولاناؒ کو حضرت سندھیؒ کی سرپرستی میں رہنے کا موقعہ ملا۔ آپ اس عرصہ دراز میں آدابِ فرزندی کا ایک حسین و جمیل مرقع تھے۔ حضرت سندھیؒ کے کپڑے دھونا۔ گھر کی ضروریات کے لیے سر پر اٹھا کر باہر سے پانی اور لکڑیاں لانا اور راقم الحروف نے خود حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے درسِ قرآن میں اپنے کانوں سے سنا۔ آپ فرماتے تھے "میں اُس وقت سندِ فراغت حاصل کر کے معلمی کے فرائض ادا کر رہا تھا کہ ایک دن حضرت مولانا سندھیؒ کی والدہ ماجدہ

لہ۔ انوارِ ولایت ص۱۰۱۔ سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ۔

(سکھ مذہب کی پیروکار) نے میرے خلاف شکایت کی۔ حالانکہ میں اس معاملے میں حق بجانب تھا۔ لیکن مولانا سندھیؒ نے مجھ کو جوتوں سے مارنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر ایک شخص شریفانہ طور پر آگے بڑھا۔ تو میں نے اس سے عرض کیا۔ کہ آپ مداخلت نہ کریں۔ وہ میرے باپ ہیں اور میں ان کا بیٹا ہوں۔" یہ اسماعیلی جذبات کا غلبہ و استیلاء تھا، جس نے آپ کو اس قدر بڑی آزمائش میں ثابت قدم رکھا۔ آپ نے حضرت سندھیؒ کے اس رویّہ کو صرف پدرانہ کارروائی سے تعبیر ہی نہیں فرمایا، بلکہ آپ پورے خلوص سے رَبِّ ارحمھما کما ربّیانی صغیرا کا ورد بھی کر رہے تھے۔

جمعہ کے خطبات، روزانہ درسِ قرآن مجید اور دیگر مناسب موقعوں پر آپ حقوقِ والدین کو نہایت مؤثر انداز میں بیان فرماتے تھے اور نہایت جوش میں کہ اعلان کرتے تھے: "عالمِ دین ہو، حافظِ قرآن ہو، حج بھی کر آیا ہو، زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے، تہجد گذار ہو، فرائض و حقوق میں مثالی زندگی بسر کر رہا ہو۔ اگر مر جائے اور ضعیف والدین اپنے رعشہ دار ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں شکایت کریں کہ مولا کریم! ہم تو اپنے نافرمان لڑکے پر ناراض ہیں تو احمد علی فتویٰ دیتا ہے کہ وہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔ اس پر آٹھوں بہشت کے دروازے بند کیے جائیں گے۔ ہاں اگر ایمان محفوظ ہوا، تو سزا کے بعد نجات ہو جائے گی۔"

راقم الحروف نے حضرتؒ کی تقاریر کی خوشہ چینی کر کے آپ کی زندگی میں ہی "محسنۂ کائنات" کتاب مرتب کی۔ آپ نے اس[لہ] پر تقریظ لکھی۔

لہ۔ "مجھے یقین کامل ہے کہ پتھر دل انسان بھی "محسنۂ کائنات" پڑھے گا تو اس کا دل موم ہو جائے گا۔ پہلی حالت میں وہ دوزخ کی طرف جا رہا تھا، تو محسنۂ کائنات پڑھنے سے اپنی والدہ کے پاؤں کی خاک کو بھی سرمۂ چشم بنائے گا۔ بفضلہ تعالیٰ اس تبدیلی کے باعث رضائے الٰہی کا تمغہ حاصل کرے گا اور سیدھا جنت میں جائے گا۔"

(تقریظ مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ بر محسنۂ کائنات مصنفہ لال دین اخگر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اولاد کا حق

اسلام[1] سے پہلے دوسری آسمانی کتابوں میں اولاد کے حقوق والدین پر نہیں ملتے۔ صرف والدین کے غیر محدود اختیارات اولاد پر ملتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت چھوٹے سے فقرے میں وہ اصول بتا دیا ہے، جو تمام حقوق کا نہایت جامع متن ہے۔ ان حقوق کی جس قدر تشریح کی جائے۔ یہ متن ان سب پر محیط ہے۔ فرمایا:

"لیس منا من لم یرحم صغیرنا۔ ولم یوقر کبیرنا" (ترمذی)

اہلِ عرب[2] کے ظالم وسفاک ہاتھوں کو حضورِ اکرمؐ نے یہ الفاظ فرما کر روکا "خدا نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام کیا ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ہم مولانا لاہوریؒ کی زندگی کے خدوخال پر نظر ڈالتے ہیں۔ آپ صاحب اولاد تھے۔ آپ کی اولاد میں اناث وذکور موجود تھے۔ مقالہ کے پہلے حصے میں ہم آپ کی اولاد کے متعلق قدرے تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ان حقائق کے پیشِ نظر ہم آپ کو ایک مثالی باپ تسلیم کرتے ہیں۔

حقوقِ زوجین

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ[3]

دوسری جگہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[4] کے ارشاد نے مردوزن

۱۔ سیرۃ النبیؐ حصہ ششم ص۲۴۹ مصنفہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

۲۔ صحیح بخاری، مسلم شریف (کتاب الآداب بخاری شریف حقوق الوالدین من الکبائر باب ۵۰۲)

۳۔ سورہ روم ۳۰ آیت ۲۱۔

۴۔ سورہ بقرہ ۲ آیت ۱۸۷۔

کے صرف اجساد کو نہیں۔ بلکہ دونوں کی روحوں کو محبت، وفاداری، زینت اور محافظت جانبین کے رشتہ میں باندھ دیا ہے۔ سرورِ کونینؐ کے ارشاداتِ گرامی نے اس سلسلے میں دونوں کی خوب دستگیری فرمائی ہے۔[1]

حضرت مولاناؒ اپنے اہل وعیال کے لیے بھی بے حد شفیق تھے۔ آپ منکسر المزاج صدق واخلاص کے پیکر اور بردباری کا مجسمہ تھے۔ ادھر آپ کی اہلیہ محترمہ میں اطاعت شعاری، وفاداری، تحفظ مال وآبرو کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مولانا اپنے نوجوان صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کو فرمایا کرتے تھے: "تمہاری اماں جان بڑی صابرہ وقانعہ ہے۔ اگر میں ایک دھیلہ بھی خرچ کرنے کو دوں، تو پھر بھی حرفِ شکایت زبان پر نہیں لاتیں۔"

اور ساتھ ہی اولاد میں والدہ کے احسانات کا احساس پیدا کرنے کے لیے جب کبھی اماں جان کا ذکر فرماتے تو یہ الفاظ زبان پر لاتے "تمہاری پیاری اماں جان"۔[2] اماں جان بیمار ہوتی تھیں تو حضرت ابا جان ہر طرح ان کی دلجوئی فرماتے۔ دوا اور غذا کا انتظام کر جاتے اور اپنی مصروفیات کے باوجود گھر تشریف لاتے۔

اگر اماں جان کو کسی سفر پر جانا ہوتا تھا تو آمد ورفت کا انتظام بطریق احسن انجام دیا جاتا۔ بعض کھانے کا وقت ہوتا تو آپ اماں جان کی چارپائی پر بیٹھ جاتے اور مسکرا کر (خوش طبعی) فرمایا کرتے تھے۔ چونٹیاں آپ کی سہیلیاں ہیں۔ ان کا آپ کی چارپائی پر اکٹھا ہونا ہی ٹھیک ہے۔"[3] بہر صورت جانبین کی حق شناسی نے حضرت مولاناؒ کے گھر کو رشکِ جنت بنا رکھا تھا۔ اماں جان عابدہ تھیں، پاکدامن تھیں، خادمہ تھیں، مخدومہ تھیں اور علم وعمل کی جامعہ تھیں۔ باقی اوراد ووظائف کے

۱۔ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (ابن ماجہ)

۲۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب جانشین حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ

۳۔ عائشہ بی بی دخترِ نیک، اختر حضرت لاہوریؒ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

علاوہ قرآن خوانی کا جذبہ دیوانگی کی حد تک تھا - ہر ہفتہ مکمل قرآن حکیم ختم کرتی تھیں اور تادمِ آخر یہ عمل جاری رہا۔

قرابت داروں کے حقوق

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ[1]

قرآنِ عزیز میں تقریباً بارہ جگہ حقِ قرابت اور صلہ رحمی کی تاکید فرمائی ہے ۔

مولانا علیہ الرحمۃ کو جب ہم واقعات کے آئینہ میں دیکھتے ہیں تو آپ کی سیرت میں قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے درخشندہ جوہر پاتے ہیں ۔

والدِ محترم شیخ حبیب اللہ علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد چھوٹے بھائیوں (حافظ محمد علی، مولانا عزیز احمد اور حکیم رشید احمد) کی کفالت کی ذمہ داری بطریق احسن نبھاتے رہے ۔ حکیم رشید احمد صاحب کو درسِ قرآن مجید کے بعد ہم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیتے دیکھا ہے اور وہ صبح کا ناشتہ بڑھاپے تک مسجد کے حجرے میں حضرتؒ کے ساتھ کرتے تھے ۔

آپ کے داماد حضرت مولانا عبد المجید ایڈیٹر رسالہ "مسلمان" سوہدروی دو لڑکیوں (حمیدہ بی بی، سعیدہ بی بی) اور ایک لڑکے عبد الوحید کو کم سنی میں چھوڑ کر راہیٔ ملکِ عدم ہوئے ۔ آپ نے ان سب کی پرورش میں دینی معیار کو قائم رکھا ۔ لڑکیوں کو دینی تعلیم کے علاوہ ان کی شادیوں کا انتظام کیا ۔ لڑکے کو قرآن مجید حفظ کرایا ۔ علاوہ ازیں ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی، مساکین اور یتامیٰ کی پرورش کرنا آپ کی زندگی کے واقعات سے ثابت ہے، جس کے نتیجے میں خلقِ خدا آپ کے حسنِ سلوک کی گرویدہ تھی ۔ نواسی (حمیدہؓ بی بی) آپ کی کنگھی کے بال سینت سینت کر رکھا کرتی تھی ۔[2]

---

[1] - سورہ بقرہ ۲ - آیت ۲۱۵

[2] سعیدہ - حضرت لاہوریؒ کی نواسی راوی ہے ۔

حسنِ خلق اور اسلام

اسلام حسنِ خلق کا دوسرا نام ہے ۔ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد حسنِ خلق کی تکمیل فرمایا ہے ۔ فی الواقع حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ادوارِ حیات کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبوت کے آفتابوں کی مجموعی تابانی سے زیادہ درخشندہ رکھی گئی اور اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا تمغہ آپ کو عطا کیا گیا ۔ آدمؑ وَمَادُوْنَهٗ تَحْتَ لِوَائِیْ۔[1]

دوسری جگہ ارشادِ نبویؐ ملاحظہ ہو ۔ كُنْتُ اِمَامَ النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبَهُمْ[2]

اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپؐ کے اخلاق کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جواب آپ اپنی مثال ہے ۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن ۔ حضرت ابی ذر غفاریؓ کے بھائی نے مکہ معظمہ میں آپ کی زیارت کی ۔ واپس جا کر اپنے برادرِ مکرم سے عرض کیا کہ داعیٔ نبوت کی شان یہ ہے کہ رَاَیْتُهٗ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ ۔[3]

اسلام نے اخلاقِ حسنہ کا نہایت بلند تخیل پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اخلاقِ حسنہ درحقیقت صفاتِ الٰہی کا سایہ اور ظل ہے اور اسی کی ذات کاملہ کے ادنیٰ ترین مظاہر ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ۔ حسن الخلق خلق اللّٰہ الاعظم ۔[4]

---

[1] - صحیح حدیث ماخوذ از رحمۃ للعالمین جلد سوم ص ۲۰۵ مصنفہ سلمان منصور پوری

[2] - حدیث الشفاعت ۔

[3] - صحیح مسلم مناقب ابی ذرؓ جلد دوم ص ۲۹۴ مصر ۔

[4] سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۲۶ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"[1] دنیا کے آخری معلم کی تعلیم میں حکمِ خداوندی اور عقلی دقیقہ رسی، فرمانِ الٰہی اور اخلاقی نکتہ وری، امرِ ربانی اور حکمِ فطرت، کتاب اور حکمت دونوں کی آمیزش ہے اور آج زمین کے کرہ پر جہاں کہیں بھی حُسنِ اخلاق کی کوئی کرن ہے، وہ نبوت ہی کے کسی مطلعِ انوار سے چھن کر نکل رہی ہے۔"

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازوں میں دعا مانگتے۔ [2] وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ۔

اسلام نے باقی اعمالِ حسنہ کی طرح اخلاقِ حسنہ کی روحِ رواں بھی نیت اور اچھے ارادہ کو ہی قرار دیا ہے۔ یہی علماء جو جدید فلسفۂ اخلاق میں ممتاز حیثیت کے حامل ہیں، ان کی تصانیف[3] سے بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے۔

محولہ بالا نظریات کے آئینہ میں ہم ہر کسی بلند شخصیت کی زندگی کے ایام و شہور کو پرکھ سکتے ہیں لیکن مسلمان کا وہی عمل درجہ قبولیت کو پہنچ سکتا ہے جو متابعت رسول اللہ سے نقدِ جاں حاصل کرے۔

بمصطفٰی[4] برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

---

[1] ۔ سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۳۱ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ۔

[2] ۔ مسلم شریف۔ باب الدعا۔

[3] ۔ "جس چیز پر حکم لگایا جاتا ہے وہ صاف ہے یعنی فعلِ ارادی۔ جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے یہی وہ چیز ہے جس سے اخلاقیات میں شروع سے آخر تک بحث ہوتی ہے۔ اس کا کام تمام تر ارادہ کی صحیح جہت ہی کا بتلانا ہے۔ جو اخلاقی احکام ہم لگاتے ہیں ان کا تعلق بھی ارادہ ہی سے ہوتا ہے۔ جس فعل میں ارادہ شامل نہیں، اس کی اخلاقی حیثیت نہیں۔

(جان ایس میکنزی مینول آف ایتھکس کتاب اول باب ششم)

"اسی لیے کینٹ نے اپنی اخلاقیات کی کتاب کو جس مشہور و معروف دعویٰ کے ساتھ شروع کیا ہے، اس کی ہم کو تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بجز اچھے ارادے کے دنیا بھر میں بلکہ دنیا سے باہر بھی کوئی ایسی شئی نہیں ہے جس کو علی الاطلاق بلا کسی قید و شرط اچھا کہا جا سکے۔"

(علم اخلاق کتاب اول باب ششم مینول آف ایتھکس از جان ایس میکنزی مترجمہ مولانا عبدالباری ندوی جامعہ عثمانیہ ص ۲۳۱)

اب حضرت مولانا لاہوری کے اخلاقِ حسنہ اور فضائل و شمائل کا مختصر خاکہ ملاحظہ ہو۔ چونکہ آپ کی زندگی کے واقعات سے حوالہ جات پیش کرنا پڑیں گے۔ لہٰذا موجودہ باب کو (REPITITION) شمار نہ کیا جائے۔

جرأتِ ایمانی

ایمان باللہ کا اقتضاء ہے کہ مومن کے دل میں غیر اللہ کا خوف و ہراس نہ ہو۔ جرأتِ ایمانی مرسلانہ عزیمت و پامردی کا دوسرا نام ہے۔ شاہی بت خانے کی شکست و ریخت اور تذلیل و تحقیر کے بعد جب خشمناک قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر الزام[1] لگایا تو آپ نے حکومتِ نمرود اور بپھرے ہوئے عوام کو مخاطب ہو کر فرمایا أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ[2]۔ فرعون کے بلائے ہوئے جادوگروں نے جب حضرت کلیم اللہ اور ہارون علیہما السلام کی پیغمبرانہ وجاہت اور تائید غیبی کے اسباب (اژدہا) کو منظرِ عام پر دیکھا تو پکار اٹھے[3]۔ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ۔ فرعون یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ مختلف انتقامی کارروائیوں[4] کی دھمکیاں دینے لگا لیکن نو مسلم گروہ نے فرعون کی خدائی کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا فَاقْضِ[5] مَا أَنْتَ قَاضٍ۔ اہل مکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی سرگرمیوں سے خائف ہوئے تو آپ کے چچا ابوطالب سے شکایت کی اور شرائط صلح پیش کئے۔ آپ کو بلایا گیا۔ آپ کے

---

[1] ۔ قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ (سورہ انبیاء آیت ۶۲)

[2] ۔ سورہ انبیاء آیت ۶۷۔

[3] فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ (سورۃ طٰہٰ آیت ۷۰)

[4] ۔ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۷۱)

[5] پارہ ۱۶ آیت ۷۲ سورہ طٰہٰ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

چچا صاحب نے نہایت دردمندانہ انداز میں کہا "محمد! میں بھی اکثریت کے مقابلے میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گا؟"

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شانِ رسالت کے شایانِ شان جواب دیا۔[۱] اور آپ کے چچا نے آپ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور برادرانِ قوم مایوس ہو کر چلے گئے۔ ہمیشہ انبیاء کرام کا ورثہ کمالات اولیاء امت کو ملتا رہا ہے۔ مولانا لاہوری امام انقلاب (حکومت برطانیہ کے باغی و تاغی) حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے پروردۂ صحبت تھے۔ حضرت سندھی نے باطل کی تاریک گھٹاؤں میں بھی ہمیشہ چراغِ حریت جلایا۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ ساری زندگی اپنے مربی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

(د) برطانوی ماہرین سیاست نے جب بھانپا کہ حکومت ہند کی خیریت اسی میں ہے کہ آزادیٔ ہند کے دیوانہ وار سپاہی مولانا سندھی کو ملک بدر کر دیا جائے۔ اس وقت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ مولانا سندھی کے ارشاد کے مطابق مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں معلمی اور نگرانِ اعلیٰ کے فرائض ادا کر رہے تھے۔ آپ کو فوری طور پر وہاں گرفتار کر لیا گیا۔ یہ ریشمی خطوط کی سازش کا نتیجہ تھا جس میں آپ کو ملک کی مختلف جیلوں میں چکر لگوائے گئے۔

ایں سعادت بہرہ شہباز و شاہین کردہ اند

---

[۱] "چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہیں ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہیں کروں گا اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔" (سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۶۵)

[۲] حضرت مولانا عبدالستار نیازی نے حضرت لاہوری کی تعزیت کے جلسے میں فرمایا "حضرت سے ہر تحریک میں اپنی توم کی قلندرانہ ترجمانی کی ہے۔ وہ ایک فرد نہ تھے بلکہ ایک جماعت تھے۔ ان کی ذات کام کرنے والوں کیلئے ایک تپائی تھی ایک مشعل میں بھی سہارا ہوتا۔ حضرت مولانا کا ایک فتویٰ بھی ہماری ہمتوں کو شہ دیتا تھا۔ ان کی زندگی میں تسلسل تھا۔ آپ آج سے پچاس سال پہلے جس منہاج صداقت پر گامزن تھے آخری دم تک اسی پر قائم رہے۔ ہماری روحوں کے حوالے انہی کی صحبت کے مرہونِ منت ہیں۔ دل میں سمائی ہی قیامت کی شوخیاں۔ دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں"
مقامات ولایت ص ۲۰۲

(ب) خاکساروں کی تحریک کا وقت آیا۔ پنجاب کے گورنر سر سکندر حیات نے تمام علماء کرام کو خاکساروں کے خلاف فتویٰ لینے کے لیے بلایا۔ سر سکندر حیات نے حضرت مولانا کو شاہانہ تمکنت سے کہا آپ نے ہماری سرکار کے باغیوں کو اپنی مسجد میں کیوں پناہ دے رکھی ہے۔ جس پر حضرت نے شیرِ غراں کی طرح گرج کر جواب دیا۔ خاکسار آپ کی سرکار کے باغی ہوں گے۔ میری سرکارِ مدینہ کے تو باغی نہیں ہیں۔

خیالِ ما کہ او را پرورش دادند طوفانہا
ز گرداب سپہر نیلگوں بیرون شود روزے[۱]

حضرت، گورنر پنجاب کی مجلس سے ناراض ہو کر اٹھے تو اس نے اٹھ کر اپنی کار کی پیش کش کی تو مولانا نے فرمایا "آپ کی کار میں قدم رکھنا میرے جوتے کی توہین ہے"۔ اگلی صبح آپ کو گرفتار کرا کے یوپی (سی پی) بھیج دیا۔ لیکن آپ اخبارات میں اپنا فتویٰ شائع کروا چکے تھے: "مسلمان مصیبت کے وقت مساجد کو بطور قلعہ استعمال کر سکتا ہے۔"

[۲] نہ آستانِ سلطان کنارہ مے گیرم
نہ کافرم کہ پرستم خدائے بے توفیق

دوسری جگہ:

قوموں[۳] کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

(ج) میکلیگن انجینئرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے حبیب رسول اکرم[۴] کے حق میں گستاخی کی تو آپ عیسائیوں کی شرارت، ہندوؤں کی خباثت، سکھوں کی جہالت اور

---

[۱] مقامات ولایت ص ۲۰۲۔

[۲] ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمۃ۔ زبور عجم ص ۱۶۱

[۳] " " " "

[۴] مقاماتِ سوانح حیات حضرت لاہوری ص ۲۰۲۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حکومتِ وقت کی متمردانہ روش کے خلاف سینہ سپر ہو کر میدان میں آ گئے۔ آسمانی نصرت نے آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو نوازا اور برِ عظیم ہند میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ اسلام کو پہلے سے بھی زیادہ سربلندی حاصل ہوئی ؎

عزتِ ملتِ بیضا کی حفاظت کے لیے
دوش پہ لاکھ بھی سر ہوں تو کٹاتے جاؤ — مولانا ظفر علی خاں

(د) ایک مختصر رسالہ "اصل حنفیت" کے نام سے لکھ کر مولانا نے شائع کروایا۔ اس میں حنفیت کی اہمیت، باقی مسالک پر اس کی ترجیح، مولانا کا اپنے مسلک کا اعلان اور بدعات موضوعات کی تردید کا مواد ملتا ہے۔ ماحول کے مطابق یہ بھی ایک بڑا علمی جہاد تھا۔

(ح) علامہ عنایت اللہ مشرقی نے اسلام کے چند حقائق کی تعبیرات میں اسلافِ کرام کی روش سے اختلاف کیا۔ پشاور میں جلسہ ہوا۔ حضرت مولاناؒ کے ذمہ لگایا گیا کہ آپ ان کے عقائد کی تردید فرمائیں۔ آپ نے ایک ہاتھ میں قرآن کریم اور دوسرے میں علامہ مشرقی کی تصنیف "تذکرہ" کو پکڑا۔ لوگوں سے پوچھا آپ کس کو صحیح مانتے ہیں۔ جلسہ کا اندازِ فکر ہی بدل گیا۔ سب نے قرآن پاک کی صداقت کی تصدیق کی۔ آپ نے مصلحِ قوم کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نہایت باوقار طریق پر "تذکرہ" کی عبارت پر تنقید کی۔

غلام احمد پرویز نے احادیثِ نبوی، روایات اور رواۃ پر پھبتیاں کہیں۔ حضرت لاہوریؒ نے دیال سنگھ کالج میں طلبہ اور دانشورانِ ملت کی موجودگی میں پرویزی مذہب کے خرمنِ باطل کو برقِ خاطف بن کر بھسم کر دیا۔ حضرتؒ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ تمام اہلیانِ لاہور کی زبان پر جاری تھے:

"منکرِ حدیث منکرِ قرآن ہے۔ منکرِ قرآن خارج از اسلام ہے۔"

قادیانی فتنہ عہدِ حاضر کی تحریکِ ارتداد ہے۔ اس کے استیصال کے لیے آپ نے زعمائے ملت کے ساتھ مل کر تحفظ ختم نبوت

کے ہراول دستے میں کام کیا۔ قید و بند کی صعوبتوں کو نہایت پامردی سے جھیلا۔ ۱۹۵۳ء میں اسی سلسلے میں گرفتار ہوئے۔ کسی صاحبِ نظر نے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگی ہوئی دیکھیں تو فرمایا۔ ضعیفی نے مولاناؒ کے قوائے جسمانی کو مضمحل کر دیا تھا۔ پولیس کی حراست میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ عصرِ حاضر کا کوئی امام احمد بن حنبلؒ ہے۔"

دراصل مولاناؒ کی زندگی کی یہ تمام تر مجاہدانہ سرگرمیاں حضرت سندھی اور شیخ التفسیر مولانا محمود حسنؒ کی تربیت کی مرہونِ احسان تھیں۔

تواضع و انکساری

قولہٗ تعالیٰ: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورہ حجر) ترجمہ (اور اپنا بازو مومنوں کے لیے جھکا دو)

انسان کے ضمیر میں عجز و انکساری کے جوہر خلقی و فطری طور پر ودیعت کیے گئے ہیں۔ عاجزی و فروتنی حکمرانوں میں رعایا کے قلوب کی تسخیر اور حکومت کے استحکام کا باعث اور عوام میں آلفت باہمی کی ضامن اور علماء و صلحاء میں تقربِ الٰہی پر منتج۔

علم کی دولت نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر فضیلت دلائی تو عجز و الحاح اور توبہ و انابت کے وصف نے ابلیس اور اس کی ذریت کے مقابلے میں ان کو قرب و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ قرآن حکیم نے ابلیس لعین کے تمرّد کو اور آدم علیہ السلام کی انکساری کو کئی مواقع میں بیان فرمایا اور مفسرین حضرات نے انابت الی اللہ اور تضرع الی اللہ کے خصائص تفصیلاً بیان فرماتے ہیں۔ حافظ شمس الدین ابن القیم علیہ الرحمۃ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف بدائع الفوائد میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ دورِ حاضر کے ممتاز ترین مفسر مولانا عثمانیؒ نے حواشی میں "خلقتنی من نار و خلقتہٗ من طین" کی تفسیر میں نہایت معنی خیز نکات پیدا کیے ہیں۔

---

[1] فی الحقیقت جس چیز پر اسے بڑا فخر تھا۔ کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے۔ وہی

حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ آپ نے منبر پر فرمایا۔ اے لوگو! متواضع ہو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ اس کو سرفراز کرے گا۔ وہ اپنے خیال میں ذلیل ہوگا۔ لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوگا اور جس شخص نے تکبر کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا۔ وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور اپنے خیال میں بڑا ہوگا جہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہاں کتے اور خنزیر سے زیادہ ذلیل ہوگا۔

صحابہ کرامؓ کی طبیعتوں کا سارا جمال فروتنی میں ہی تھا۔ درویشی و شاہی میں انہوں

(حاشیہ پچھلا صفحہ) اس کی ہلاکت ابدی کا باعث ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت و حدت، سرعت فرش اور غلو و افساد ہے۔ بخلاف مٹی کے کہ اس میں مستقل مزاجی، متانت اور تواضع، علم و تثبت پایا جاتا ہے ابلیس جو ناری الاصل تھا، سجدہ کا حکم سن کر آگ بگولا ہوگیا اور رائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی۔ آخر تکبر و تعلی کی راہ سے آتشِ حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ ان کی استقامت و انابت نے ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ و ھدیٰ کا ثمرہ پیدا کیا۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعویٰ میں ٹھوکر کھائی۔ (پارہ ۸ آیت ۱۲ حاشیہ قرآنِ حکیم از مولانا شبیر احمد عثمانی ص۱۹۲)

سلہ۔ درحقیقت ان کی عظمت و شان کے تاج پر سادگی کا طرہ نہایت خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ ان کی زندگی کی تصویر کا ایک رخ یہ ہے کہ روم و شام میں فوجیں بھیج رہے ہیں۔ خالد اور امیر معاویہؓ سے باز پرس ہورہی ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ بدن پر بارہ پیوند کا کرتہ ہے۔ سر پر پھٹا سا عمامہ ہے، پاؤں میں پھٹی جوتیاں، کندھے پر مشک لیے جارہے ہیں کہ بیوہ عورتوں کے گھر پانی بھرنا ہے مسجد کے گوشے میں فرشِ خاک پر لیٹے ہیں۔ اس لیے کہ کام کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور نیند کی جھپکی سی آگئی ہے۔ (الفاروق۔ مولانا شبلی نعمانی ص۲۹۰۔ عنوان تواضع و سادگی)

دوسری جگہ :۔ اضلاع کے عمال باقی باتوں کے علاوہ پوچھے جاتے تھے کہ ان کا غلاموں سے کیسا سلوک ہے۔ اگر معلوم ہوتا کہ فلاں گورنر غلاموں کی عیادت (باقی اگلا صفحہ)

نے عجز کے دامن کو نہیں چھوڑا ہے

پکڑ کر عجز کا دامن پہنچ عرش معلیٰ تک
نگاہوں کو نظر اس بام کا زینہ نہیں آتا

مذکورہ بالا اوصافِ انسانیت کو ملحوظ رکھئے۔ اب حضرت مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کی زندگی پر غور کیجئے۔

"مولاناؒ کا تصور آتے ہی ہماری آنکھوں کے سامنے سادگی و تواضع۔ انکساری و خاکساری کا ایک ملکوتی مرقع آجاتا ہے۔ سر پر کھدر کی ٹوپی اور اس پر لٹھے کی دستار ولایت، جس کے عموماً چار پیچ ہوتے تھے۔ کھدر کا لمبا سا کفنی نما کرتہ، جس کے موٹے موٹے دھاگے نمایاں نظر آتے تھے۔ ٹخنوں کے اوپر کھدر کی شلوار۔ کندھوں پر یا ہاتھوں میں دو اڑھائی گز کا طیلسان، چمڑے کا لمبا سا بٹوہ، مسجد سے گھر یا گھر سے مسجد آتے جاتے ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ سردیوں اور گرمیوں میں وہی کھدر کا لباس۔ تصنع و تکلف سے تمام زندگی بیزاری۔ اب اس روشِ حیات میں منکسر المزاجی اور خدمتِ خلق کا جذبہ نہ ہو تو کیا ہو"۔

سروری در دینِ ما خدمت گری - عدلِ فاروقیؓ و فقرِ حیدریؓ

دیہاتوں میں بطور پیرِ طریقت مدعو کیے جاتے، امراء و غرباء سب کے ساتھ مساویانہ حسنِ مروت سے پیش آتے۔ مسجد کے درویشوں کی ہر طرح دیکھ بھال اور خورد و نوش کی فکر دامن گیر رہتی۔ بابا قائم الدین ایک گھسیارا تھا بعد میں مسجد میں رہنے لگا۔ مولانا محمد صابر درویش طالب علم اور حضرت کے خادمِ خاص تھے۔

(بقیہ پچھلا صفحہ) کو نہیں جاتا تو اس جرم پر معزول کردیا جاتا۔ غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلایا کرتے تھے اور حاضرین کو سنا سنا کر کہتے تھے۔ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے سے انکار ہے۔ سرداران فوج کو لکھ بھیجا کہ تمہارا غلام کسی قوم کو امان دے تو وہ اُن کو تمام مسلمانوں کی طرف سے بھی جائیگی اور فوج کو اسکا پابند ہونا پڑیگا (الفاروق۔ مولانا شبلی نعمانی)

سلہ۔ مقامات طہارت ص۲۳۲ حضرت مولاناؒ کے علمی اور عملی کمالات

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے راقم الحروف کی موجودگی میں بابا قائم الدین کو پانی پینے کا اشارہ فرمایا۔ وہ اپنی الماری سے اپنا مٹی کا برتن لائے۔ مٹکے سے پانی بھر کر حضرتؒ کو پلایا۔ اس وقت آپ کے چہرہ نورانی پر مربیانہ تبسم تھا۔ ایک دن تنہائی میں بابا قائم الدین سے پوچھا کہ آپ نے وعدہ فرمایا تھا، کیا آپ نے میرے لیے دعا کی ہے یا نہیں؟

بابا فضل دین مسجد کا جاروب کش تھا۔ جمعہ کے دن پردے اور قنات وغیرہ کا انتظام بھی ان کے ذمہ تھا۔ ایک دن مستورات کی آمد سے پہلے پردے کا انتظام نہ ہو سکا آپ نے فضل دین کو بلا کر تنبیہ فرمائی۔ نماز جمعہ کے بعد حجرے میں بلا کر اس سے معافی مانگی۔

آپ اکثر درسِ قرآن میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاکِ بے جان کر دے

"العجز فخری"[1] کے ارشاد نے حضرت مولانا کو اسوۂ نبویؐ کی متابعت کی توفیق ارزاں فرمادی تھی۔ انبیاء کرام اور تمام امم سابقہ کے صالحین کی زندگی کا مطالعہ کیجئے آپ کو عجز و انکساری کا جوہر ہر مقام پر نمایاں نظر آئے گا اور ان کے حق میں وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا کی سند نصِ قرآن سے ثابت ہے۔

عدل و انصاف

قولہ تعالیٰ: "اِنَّ اللہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ - (نحل) بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور نیکی کا حکم دیتا ہے"

یہ کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح بانٹا جائے کہ ان میں سے کسی میں

۱۔ عام طور پر مشہور تو یہ الفاظ ہیں۔ الفقر فخری۔ لیکن ماہرین علم الحدیث نے ظاہر کر دیا ہے کہ الفقر فخری کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ صاحب مجمع البحار نے بھی والعجز فخری کے الفاظ کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ حدیث زیرِ شرح میں موجود ہے۔
(رحمۃ للعالمین - حصہ سوم)

ذرا بھی کمی یا بیشی نہ ہو، تو اس کو عربی میں عدل کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض حضرات[1] نے اپنے الفاظ میں عدل کی تعریف کی ہے۔

انسانی روح کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ جہاں رہے، اس کے ساتھ عادلانہ برتاؤ ہو۔ عدل و انصاف کا جوہر خصائصِ نبوت سے ہے۔ کوئی صاحبِ ایمان جو اس وصف میں جتنا اچھا ہوگا، اتنا ہی خدا تعالیٰ کی رحمت کے سایہ[2] میں ہوگا۔ کیونکہ اسلام کا تقاضا[3] ہے کہ رشتہ داروں کے تعلقات تو اس راہ میں کیا حائل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ خود اپنی جان اور والدین پر بھی زبانِ عدل کو گویائی کرتے ہوئے اعراض و تلوین کی اجازت نہیں۔ قرآن عزیز میں حق و انصاف کا بار بار حکم آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام جس کا محیط انسانی حیات کے آخری سانس تک وسیع ہے، اس کا مرکزی نقطہ یہی عدل و انصاف[4] کا وصف ہے۔ عادل بلا امتیازِ[5] مذہب و ملت سب کے لیے عادل ہوتا ہے۔

۱۔ یہ جو بات ہم کہیں یا جو کام کریں اس میں سچائی کی میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے اور وہی بات کہی جائے اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اترے (سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی حصہ ۶)

۲۔ رسول خدا نے فرمایا۔ قیامت کے دن جبکہ خدا کے سایہ کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سات شخصوں کو خدا اپنے سایہ میں لے گا، جن میں ایک امام عادل ہوگا (بخاری شریف کتاب المحاربین باب من ترک الفواحش)

۳۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ اِنْ یَّکُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِہِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْہَوٰۤی اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا (نساء ۱۳۵)

۴۔ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَہُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (مائدہ ۵ : ۴۲)

۵۔ حمص فتح ہو چکا تھا۔ فوجی تجویز کے مطابق حمص کو چھوڑ کر دمشق جانا ضروری تھا۔ وہاں حضرت خالدؓ تھے۔ حرب کی سرحد بھی قریب تھی حضرت ابو عبیدہؓ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ کو بلا کر فرمایا عیسائیوں کو جزیہ یا خراج کی تمام رقم واپس کی جائے کیونکہ اب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے چنانچہ کئی لاکھ روپیہ کی رقم واپس کی گئی۔ عیسائی روتے جاتے تھے اور جوش سے کہتے تھے کہ خدا تم کو پھر لائے۔ یہ صرف حمص والوں کے ہی ساتھ نہیں کیا، بلکہ ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم واپس کر دی جائے (فتوح البلدان مصنفہ بلاذری ص ۱۳۶۔ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج ص ۸۱، وزدی فتوح الشام ص ۱۳۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب ہم حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کی سیرت میں عدل و انصاف کے جواہرات کا انتخاب کرتے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی عدل و انصاف کی صحیح تعبیر ہے۔ یہی کل کی بات ہے آپ کی شبانہ روز حیاتِ بابرکات کے تقریباً بیس گھنٹے خاص و عام کی نظروں کے سامنے گذرتے تھے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی اور حقوق العباد کی ادائیگی کا ذکر آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکا تھا۔ آپ والدین اور اساتذہ کرام کے حق میں آدابِ فرزندی کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ اولاد کے حق میں شفیق باپ اور اپنی اہلیہ محترمہ کے حق میں مونس و غمخوار سرپرست۔

منشی سلطان احمد (برسوں تک دفتر خدام الدین میں کام کرتے رہے) کا بیان ہے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مدنی کسی معاملے میں مجھ سے ناراض ہو گئے اور انھوں نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے میری شکایت کر دی۔ جب مجھ کو علم ہوا تو میں بڑا خائف تھا۔ لیکن جب ہم دونو کو آپ کے سامنے حاضر ہونے کا موقعہ ملا تو آپ نے حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا "حبیب اللہ! منشی صاحب ان تم سے بڑے ہیں۔ لہٰذا تم ان سے معافی مانگو۔ لہٰذا صاحبزادہ صاحب نے فوراً تعمیلِ ارشاد کی۔

علامہ عنایت اللہ مشرقی سے آپ کو دینی نظریات میں اختلاف تھا۔ جیسا کہ ابقہ اوراق میں تفصیلاً ذکر آچکا ہے۔ لیکن آپ نے پنجاب کے حاکمِ اعلیٰ سر سکندر حیات خاں کو خاکساروں کی حمایت میں مسکت جواب دے کر عدلِ اسلامی کی تائید فرمائی۔

ہفت روزہ خدام الدین جاری کیا گیا۔ آپ ہی بانیٔ انجمن تھے۔ لیکن آپ کے گھر جو پرچہ جاتا تھا اس کا سالانہ چندہ ادا کیا جاتا تھا اور حافظ حبیب اللہ کو مدینہ منورہ میں جو پرچہ بھیجا جاتا اس کی قیمت اور ترسیل کے اخراجات حضرت اپنی گرہ سے ادا فرماتے۔

ایک دفعہ[1] انجمن خدام الدین کے شائع کردہ قرآن حکیم میں بے شمار اغلاط رہ گئیں۔ شرکاءِ انجمن نے بحث و تمحیص کے وقت منشی سلطان احمد کو اس قصور کا مورد ٹھہرایا۔ آپ کو یہ فیصلہ ناگوار گذرا۔ فرمانے لگے یہ قصور تو سارا میرا ہے۔

---

[1] - مقامات ولایت ص ۳۴۱ راوی منشی سلطان احمد صاحب

منشی سلطان احمد بیچارے کا کیا گناہ ہے؟" اب حاضرین چپ ہو گئے۔ اس سے ایک دیرینہ وفا شعار کارکن پر آئی ہوئی بلا ٹل گئی۔ مختصراً آپ کی ساری زندگی عدل و انصاف کے فردوسی پھولوں سے معطر تھی۔

جود و سخا

خدا تعالےٰ کے آخری پیغام ہدیٰ میں مسلمان کے لیے موت سے پہلے[1] وصف سخاوت کا حکم ہے۔ کیونکہ سخاوت[2] دخولِ جنت اور بخل دخولِ جہنم کی دلیل ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کا مسئلہ تب ہی نتیجہ خیز اور مثمر ہو سکتا ہے، جب انسان کی طبیعت میں فطری طور پر فیاضی اور بذل و ایثار کے محرکات کارفرما ہوں۔

قرآنِ حکیم نے حسن و خوبی کے متلاشیوں کو پیغام دیا ہے:-

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا	تم ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے۔ جب تک
مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا	تم اس میں سے خرچ نہ کرو۔ جو تم کو پسند
مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ	ہے اور جو بھی تم خرچ کرو خدا جانتا
(آل عمران سو آیت ۹۲)	ہے۔

مومنین میں صفت بذل و سخا پیدا کرنے کے لیے قرآن عزیز میں ترغیبات و

---

[1] - يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ۲۵۴)
ترجمہ: اے مومنو! خرچ کرو اس سے جو ہم نے تم کو دیا۔ اس دن سے پہلے جس میں خرید و فروخت، دوستی اور سفارش نہیں ہے اور کافر ہی ظالم ہیں۔

[2] - السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس و بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ (از ترمذی باب سخا ص ۲۴۲)

[3] "الجنۃ دار الاسخیاء" جنت اہل جود و سخا کا گھر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

انعامات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ نظر آتا ہے۔

من ذا الذی یقرض اللّٰہ قرضًا حسنًا فیضٰعفہ لہٗ اضعافًا کثیرۃ۔	کون ہے ایسا جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض۔ تو اس کے واسطے وہ اس کو بہت گنا کر دے۔

حضرت مولاناؒ کی زندگی کو اب مذکورہ نظائر کے آئینے میں دیکھئے۔

آپ کی زندگی جہاں اشاعتِ اسلام کے لحاظ سے فیاض اور قابلِ رشک تھی، وہاں غربا پروری اور مساکین نوازی میں بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

ایک دن آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مجھ احقر کو بلا کر فرمایا۔ اس نسخہ کی قیمت کسی انگریزی دوائی فروش کی دکان سے دریافت کرو۔ میں حسبِ ارشاد تعمیل کے بعد حاضر ہوا۔ کوئی سولہ سترہ روپے بنتے تھے۔ آپ نے مطلوبہ رقم نکال کر فرمایا کہ فلاں شخص کو نسخہ اور رقم دے دو۔

اسی دن ایک نہایت اپاہج شخص پر آپ کی نظر پڑی، جو نہایت مشکل سے مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھا ہوگا۔ آپ نے مجھ کو چار روپے دے کر فرمایا کہ اس بوڑھے شخص کو میرا سلام کہو اور یہ چار روپے بھی اس کے حوالے کر دو۔ وہ آگے آنے کی زحمت گوارا نہ کرے۔

ایک دن حسبِ معمول چند اشخاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے تھے۔ باتوں باتوں میں ایک ہندوستانی بزرگ نے مجھ کو بتایا کہ تقریباً چھ ماہ گذرے ہیں، میں حضرتؒ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا۔ مجھ کو اپنی بیٹی کی شادی کے اخراجات کے لیے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔ حضرتؒ نے میری گذارش سن کر مجھ کو حجرے میں بلا کر مبلغ تین سو روپے مرحمت فرمائے۔ آج میں پھر اسی سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔

مولوی عبدالواحد بیگ ملتانی جن کو آجکل حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے اشاعتِ قرآن کے سلسلے میں ملتان سے بلایا ہے۔ عائلی قوانین کی خلاف ورزی (دیواروں پر لکھنا یا پوسٹر چسپاں کرنا) کے تحت گرفتار ہوئے۔ جب حضرت لاہوریؒ

کو خبر ہوئی، تو فرمایا۔ بیگ صاحب نے تمام علمائے کرام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے اور ساتھ ہی آپ نے ان کے بچوں کے لیے اڑھائی سو روپے اور پارچہ جات کے چند ایک تھان ملتان روانہ فرمائے۔

ماسٹر شیر محمد ساکن نتھو والا چک[؟] راوی ہیں کہ میں ایک تبلیغی جلسے میں جھرہ ضلع لائل پور گیا۔ جلسے کے اختتام پر چند علماء حضرات مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا گیا کہ حضرت! ہم کو کوئی نصیحت فرمائیے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری پونجی مسکینوں، غریبوں اور یتیموں پر خرچ کر دیتے تھے۔ بلکہ قرضِ حسنہ لے کر بھی اہلِ حاجت کی مدد فرماتے۔ میں نے کئی دفعہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے گھر کا دروازہ کھول دوں اور مساکین سے کہوں کہ جو جس کے ہاتھ لگے، لے جائے مگر ہمت نہیں پڑتی۔ لہٰذا عزیزو! جو شخص خود ایک سنت پر عمل کرنے سے قاصر ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔

اللہ۔ اللہ! یہ آپ کی کسرِ نفسی و تفویض تھی۔ ورنہ آپ کی فطرت میں مروت و فیاضی کے جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ آپ کی سیرت جود و سخا کی ایک حسین داستان تھی۔ آپ کی زبان میں سخاوت تھی، آپ کی نگاہ میں سخاوت تھی۔ آپ کے ہر عملِ حیات میں جذبۂ سخاوت کارفرما تھا۔ اصحابِ صفہ کی طرح علماء اور درویش آپ کی مسجد میں توکل و درویشی کے ایام بسر کرتے اور تا زندگی مسجد کو چھوڑ کر نہ جاتے۔ انجمن خدام الدین سے بیوگان، یتامیٰ اور اپاہج لوگوں کے ماہانہ وظائف مقرر تھے۔ وہ مقررہ تاریخوں پر وصول کرتے اور دعائیں دیتے ہوئے چلے جاتے تھے اور یہ کار خیر اب تک جاری ہے۔

فقر و زہد

لفظ فقر کی معنوی وسعت پر مشائخ امت اور عارفینِ راہِ سلوک کے چند اقوال و فرمودات کا پیش کرنا ضروری ہے۔ تاکہ موضوع پیش افتادہ کی حقیقت بوضوح کمال و تمام سامنے آجائے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت رویمؒ بن محمد فرماتے ہیں:۔ "من نعت الفقر حفظ سرّہ وصیانت نفسہ و اداء فریضتہ۔ (فقر کی تعریف یہ ہے کہ فقیر کا باطن اغراض سے اور نفس آفات سے محفوظ ہو۔ وہ احکام کی تعمیل اور فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہے۔)

حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں:۔ "نعت الفقیر السکون عند العدم والبذل عند الوجود (فقیر کی تعریف یہ ہے کہ چیز نہ ہو تو خاموش رہے اور اگر موجود ہو تو خرچ کرے")

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں:۔ "الفقر بحر البلاء و بلاءہ کلہ عزّ" (درویشی مصائب کا سمندر ہے اور اس کی تمام مصیبتیں درویش کے لیے باعث عزت ہیں")

شیخ المشائخ ابوالقاسم جنید بن محمد البغدادیؒ فرماتے ہیں:۔ "الفقر خلو القلب عن الاشکال (فقر یہ ہے کہ دل ماسوی اللہ کی صورتوں سے خالی ہو جائے")

دراصل "یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ۔ واللہ ھو الغنی الحمید" کی توضیح و تشریح ہی تمام عبارات کا نفس مضمون ہے جیسا کہ ترجمہ (لوگو! تم اللہ کے دروازے کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیروں، درویشوں کے حق میں بہت سی بشارتیں دی ہیں۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ میں خدا کے دروازے کا غلام (فقیر) ہوں۔ مولانا کی طالب علمی کے ایام سے ہم آپ کو حضرت سندھیؒ جیسے جفاکش اور جفاکش کی معیت میں دیکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ یقیناً فقر و ریاضت کے مذاق چشیدہ تھے اور پھر طلبہ میں

لہ۔ کشف المحجوب صفحہ ۳۳۔۲۴ مصنفہ علی ہجویری علیہ الرحمۃ (باب فقر و صفا)

لہ۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ میری امت کے محتاج لوگ تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے (کیمیائے سعادت امام غزالیؒ صفحہ) ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو اور امیروں کے ساتھ مل بیٹھنے سے دور رہو اور جب تک پیوند نہ لگا لو تب تک کوئی کپڑا نہ اتارو (کیمیائے سعادت امام غزالی صفحہ)

ایسے لوگ کم ملتے ہیں، جن کو بھوک اور پیاس نے کبھی نہ ستایا ہو۔

دابھوں ضلع جالندھر میں نظربندی کے ایام میں مولانا سراسر فقر و فاقہ کی ایک حیرت انگیز تصویر تھے۔ پولیس کے کھانے سے انکار فرمایا کیونکہ ان کا ایندھن (اوپلے) رشوت کا تھا۔ اب متبادل کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ ایک ضعیفہ اور عفیفہ عورت نماز عصر کے بعد آپ کو مکی کے بھنے ہوئے دانے اور گڑ دے جاتی اور بس۔

لاہور میں مولاناؒ کے جسم پر صرف ایک باریک کرتہ تھا اور اس پر ایک عربی عبا زیب تن تھی۔ بچھونے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نومبر دسمبر کی یخ بستہ راتیں آپ نے صرف ایک عبا میں بسر کیں۔ حقیقت ہے اس مبارک اور متوکلانہ زندگی کو سمجھنے کے لیے محبان الٰہی کا دل و دماغ چاہیے۔ وہ کھونے کو پانا اور پانے کو کھونا سمجھتے ہیں۔ اس منزل میں قدم رکھنا ولایت کی انتہا ہے اور رضیت باللہ ربّاً کی معنوی تفسیر ہے۔

۱۹۱۸ء کے اوائل میں آپ کا سفر حج کی تیاری کرنا اور پھر درخواست میں تمام اہل و عیال کا نام بھی درج کروانا۔ دراصل آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے عازم حجاز ہو رہے تھے۔ حالانکہ آپ کے پاس زاد راہ تک بھی موجود نہ تھا۔

افغانستان کی ہجرت کی ساری داستان فقر و فاقہ اور توکل و تسلیم کی روداد ہے۔ پھر ۱۹۴۸ء میں سفر حجاز ہمارے موجودہ موضوع کی جان ہے۔ کیونکہ جہاز میں کھانا پکانے والے بے نشان تھے۔ اردو، فارسی اور سندھی میں درس و تدریس کا انہماک۔ جلوہ شریعت

لہ۔ یہ تمام واقعات مولانا کی زندگی کے ابتدائی حالات میں شامل مقالہ کئے جا چکے ہیں۔

لہ فقر کار خویش را سنجیدن است ۔ بر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست ۔ ما امینیم این متاع مصطفیٰ است

مثنوی مسافر صفحہ ۲۳ ۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

لہ مرد حق چوں اشتراں بارے برد ۔ مرد حق بارے برد خارے خورد (۔ صفحہ ۲۳)

ارشاد نبوی: لقطع جائع احب الی اللہ تعالیٰ من سبعین عابد أغ قبل ۔ (کشف المحجوب)

toobaa-elibrcry.blogspot.com

میں جا کر ایک بھنی ہوئی مچھلی کے کھانے پر ایک ماہ تک ہیضے کے عارضہ میں مبتلا رہنا۔ اور پھر ان مصائب و آلام پر اظہارِ مسرت و تشکر کہ الحمدللہ دل تو سیاہ ہونے سے بچ گیا ہے۔"

آجکل تبلیغی دوروں پر عجیب سودا بازی ہوتی ہے۔ میزبانوں کی زبان پر خوشامد و تملّق۔ بڑے بڑے خطابات (علامہ، ضیغم بیشہ خطابت، سحبانِ عصر، خطیبِ پاکستان وغیرہ)، علماءِ سُو کی ہوسناکیاں، خوش پوشی، خوش خوری اور ناموری و شہرت کی تمنا اور آپس میں رقابت۔ خدا کی پناہ۔

مگر مولاناؒ کی زندگی کا ہر سانس تعمیری سرگرمیوں کے لیے وقف تھا۔ رضائے مولا آپ کی منزلِ مقصود تھی۔ مصلّے میں بیٹھے ہوتے چنے اور گڑ باندھ کر تبلیغی دوروں پر جانا۔ اُمراء کے گھروں میں سات سات دن قیام لیکن ان کے گھر کا ایک لقمہ بھی نہ کھانا اور پھر قلندرانہ انداز میں فرمانا "دنیا داروں کی غرور کی گردن کاٹنے کے لیے میں نے استغناء سے تیز تر آلہ کبھی نہیں دیکھا ہے"۔ اب علماءِ سوء کی فریب کاریوں کا تسلسل اور مولاناؒ کی مخلصانہ روشِ حیات کا موازنہ کیجئے تو دونوں کے درمیان تضاد و تباین کا ایک جہنم زار نظر آئے گا۔

[1] اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖ — کیا بھلا جو الٹے پاؤں چلتا ہے
اَهْدٰی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا — زیادہ ہدایت یافتہ ہے اس سے جو
عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ — رشد و ہدایت کی سیدھی راہ پر گامزن ہے۔

[2] پرواز ہے دونو کی اسی ایک فضا میں
شاہیں کا جہاں اور ہے، کرگس کا جہاں اور (اقبالؒ)

اگرچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ پر فالج کا اثر تھا۔ لیکن اطباء اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے باوجود دینی مشاغل میں سرِ مُو فرق نہ آتا تھا۔ صاحبزادوں سے خوراک کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ صبح سے صرف ایک پیالی چائے کی

---

[1] پارہ ۲۹، آیت ۲۲، سورہ الملک ۶۷۔

نوشِ جاں فرمائی ہے۔ گیارہ بج گئے ہیں۔ ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا۔

سبحان اللہ! یہ اولیاء امت ہیں۔ زندگی کے حقائق[1] سے آشنا ہیں۔ فطرت کی ترجمانی ان کے عمل میں پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل اَیُّکُمْ مِثْلِیْ[2] کا مظہر بننے کی سعیِ مرضیہ ہے۔

ہم مندرجہ ذیل واقعہ کے بعد اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

روزنامہ "جنگ" ۲۶ فروری ۱۹۸۳ء بروز ہفتہ "شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ" کے عنوان سے پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے حوالے سے جناب محمد ظہیر میر رقمطراز ہیں کہ:۔

یہ واقعہ ۱۹۲۹ء کا ہے جس سال انجمن حمایتِ اسلام لاہور نے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی فرمائش پر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے "اشاعتِ اسلام کالج" قائم کیا تھا تاکہ آریوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمان مبلّغین اور مناظرین تیار

---

[1] جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر — تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
یہ زورِ دستِ و ضربتِ کاری کا ہے مقام — میدانِ جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات — فطرت "لہو ترنگ" ہے غافل! نہ جل ترنگ

[2] فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی — یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

[3] میانِ امتاں والا مقام است — کہ آں امت دو گیتی را امام است
نیا ساید ز کارِ آفرینش — کہ خواب و خستگی بر وے حرام است
(اقبالؒ)

[2] صحابہ کرامؓ کو فاقہ کی شدتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے حضور اکرمؐ ان کو فرمایا کرتے تھے: لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی، تم سے میری طرح کوئی نہیں۔ جب مجھ کو بھوک لگتی ہے تو میرا پروردگار مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے (بخاری شریف کتاب الصیام باب ۴۹، ۲۶۳)۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کئے جاسکیں۔ کالج کی کمیٹی کے صدر مولانا احمد علی مرحوم اور سیکرٹری شیخ عظیم اللہ مرحوم ایڈووکیٹ منتخب ہوئے۔ بحیثیت پرنسپل میرا تقرر کیا گیا۔

کالج نیا نیا قائم ہوا تھا۔ اس لیے انتظامی معاملات میں ہدایات لینے کے لیے مجھے اکثر اوقات حضرت لاہوریؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ ایک دن میں حسب معمول حضرتؒ کی خدمت میں پہنچا تو دیکھا کہ سینکڑوں لوگ حضرتؒ کے مکان کے سامنے جمع ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خفیہ پولیس حضرت اقدس کے گھر کی تلاشی لے رہی ہے کیونکہ کسی مخبر نے حکومت کو اطلاع دی ہے کہ حضرتؒ کا پنجاب کی "دہشت پسند تحریک" سے خفیہ تعلق ہے اور ان لوگوں نے چند خطرناک بم حضرت کے گھر چھپا رکھے ہیں۔

حضرتؒ گھر کے سامنے ایک چارپائی پر اپنے بچے حمید اللہ انورؒ کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ میں سلام کے بعد پائنتی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں پولیس افسر (ایک سکھ انسپکٹر اور دو ہندو سب انسپکٹر تھے) باہر آئے اور حضرتؒ سے کہا کہ مستورات جو کہ باورچی خانے میں ہیں، ان کو اوپر پہنچا دیجئے، تاکہ ہم باورچی خانہ بھی دیکھ لیں۔

تلاشی کے بعد سکھ سب انسپکٹر نے حضرتؒ سے کہا "مولوی صاحب ہمیں بہت افسوس ہے کہ مخبر نے جھوٹی اطلاع دی تھی۔ آپ کے گھر میں کوئی بم نہیں ہم بہت شرمندہ ہیں کہ ہم نے بلا وجہ آپ کو زحمت دی۔ ہمارے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے، مگر ملازمت کی مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے۔ اب آپ زبان سے کہہ دیجئے کہ میں نے تم لوگوں کو معاف کر دیا، تاکہ ہم کو اطمینان ہو جائے لہٰذا آپ نے ویسا ہی فرما دیا۔"

انہوں نے حضرتؒ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد سکھ انسپکٹر نے حضرت سے کہا "حضرت جب ہم نے آپ کے باورچی خانے کی تلاشی لی تو سب برتن خالی تھے۔ نہ آٹا تھا، نہ دال، نہ ترکاری، بلکہ کسی ڈبے میں ہلدی

مرچ اور نمک تک نہیں تھا۔ تو آپ کھاتے کیا ہیں؟"

حضرت مسکرائے اور فرمایا: "داروغہ جی! ہم اپنے اللہ کے مہمان ہیں جب وہ غذا بھیج دیتا ہے۔ ہم سب گھر والے اس کا شکر ادا کر کے کھا لیتے ہیں۔ جب وہ کچھ نہیں بھیجتا تو ٹھنڈا پانی پی لیتے ہیں۔"

یہ سن کر سکھ انسپکٹر پر رقت طاری ہو گئی اور رومال سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا:

"واہ گرو کی کرپا سے آج ایک رشی مہاتما کے درشن ہو گئے"

ع
نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی
سما سکا نہ وہ عالم میں مردِ آفاقی

رحم و شفقت

رحم صفتِ الٰہی ہے۔ ارحم الراحمین کا لقب اسی کی ذاتِ بابرکات کو زیبا ہے اور ہر وہ شخص جو اس صفت سے متصف ہو گا متخلق باخلاق سمجھا جائے گا۔ کیونکہ رحمان اور رحیم کے صفاتی اسماء کے انوار اس کی ضمیر پر مستط و محتوی سمجھے جائیں گے فرشتے خدا تعالےٰ کے حضور اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا[1] اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرقِ اقدس پر رحمۃ للعالمین کا مرصع و مزین تاج رکھا گیا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے ہر ذی حیات کو صفتِ رحم سے

---

[1] سورہ مومن آیت نمبر ۷ ۔ [2] اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ جُزْءًا وَّاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَّلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ (بخاری شریف کتاب الادب باب ۵۴۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

افسردہ دل - افسردہ کند انجمنے را

حیوانات پر بھی آپ کی شفقت عام تھی - درسِ قرآن میں ایک دو دفعہ آپ کی زبان سے سنا کہ کسی جگہ دو ملزم پکڑے گئے۔ ان میں سے ایک بے گناہ تھا اور ایک قاتل تھا۔ بے گناہ خدا تعالٰے سے عدل و انصاف کی اپیل کیا کرتا اور گناہگار اپنے گناہوں کی معافی کے علاوہ رحم کی اپیل کرتا۔ جج نے جب فیصلہ سنایا تو قاتل کو بری کیا گیا اور بے گناہ کو تختہ دار پر لٹکایا گیا - اس علاقہ کے ایک عارف باللہ نے حضور باری تعالٰے میں استدعا کی کہ مولا کریم یہ کیا ماجرا ہے ؟ - جواب ملا گناہگار ہمیشہ ہمارے سامنے اقرارِ جرم کرتا اور رحم کی التجا کرتا رہا۔ ہم نے اس پر رحم کیا - بے گناہ ہمیشہ عدل و انصاف کی درخواست کرتا رہا، ہم نے اس کے ساتھ انصاف سے کام لیا۔ یہ شخص ایک دن بہتے ہوئے پانی کے کنارے پر بیٹھا تھا۔ اس نے ایک چیونٹی کو ایک تنکا پر چڑھایا۔ تنکے کو پانی میں کھڑا کر دیا۔ چیونٹی نیچے آئے، تو ڈوب جاتے اوپر جائے تو پریشان ہو۔ آخر اسی تماشہ کے دوران تنکا بہہ نکلا اور چیونٹی بھی ڈوب گئی - لہٰذا آج کے فیصلہ میں ہم نے رحم کی بجائے انصاف سے کام لیا ہے۔ اس شخص نے ہماری مخلوق (چیونٹی) کو ڈبو یا۔ آج ہم نے بروئے انصاف اس کو تختۂ دار پر لٹکا دیا۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا کرتے، جب سے میں نے یہ سنا ہے۔ پیشاب کے وقت بھی اگر کوئی چیونٹی نظر آ جائے تو میں اس کو تنکے سے نکالتا ہوں اور اگر تنکا نہ ملے تو اپنی انگلی سے اس کو بچاتا ہوں۔

خواجہ نذیر احمد مرحوم نے بیان فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ ایک دفعہ کسی جلسے میں شمولیت کے لیے اسٹیشن پر پہنچ گئے - گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے خیال آیا کہ میرے حجرے میں چڑیوں کے گھونسلے ہیں اور میں دروازے، کھڑکیاں اور روشندان بند کر کے آیا ہوں - لہٰذا آپ نے فوراً جلسے کے منتظم کو تار دیا کہ میں اس گاڑی کی بجائے اگلی گاڑی پر انشاء اللہ آؤں گا۔ اسٹیشن سے واپس آ کر آپ نے روشن دان کھولے

کسی ذی نفس حد تک ضرور نوازا ہے۔ بلاشک و ریب اس مبارک وصف کی ہمہ گیری سے انس و آفاق میں سکون و طمانیت کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔

حضرت لاہوریؒ پدرانہ شفقت کا ایک حسین پیکر تھے - آپ کی نرم خوئی، خوش کلامی اور نظرِ تلطف آپ کے متوسلین کو مسحور کرنے کے لیے کافی تھے۔ آپ کی تربت کی سامنے والی دیوار پر یہ شعر آپ کی سیرت کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔

ہجوم ہے، تیری تربت پہ دردمندوں کا
یتیم ہیں، تیری شفقت کو یاد کرتے ہیں — داغگی

یہ شعر لاکھوں مجبور و مجروح دلوں کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔ یتیم نواسے اور نواسیاں گھر پر موجود تھیں۔ ان سے پوچھئے کہ آپ کے نانا جان مرحوم کس قدر شفیق تھے۔ آپ کی وفات پر بڑے بڑے حوصلہ مند انسانوں کو بچوں کی طرح آہیں بھرتے اور روتے دیکھا گیا۔

قوم کی بداخلاقی، دین سے اعراض اور عیاشی کی دلدادگی کو دیکھ کر آپ پورے قاہرانہ جلال سے رذائل و قبائح کے خلاف بولتے تھے۔ مگر ساتھ ہی فرمادیا کرتے تھے۔ "ہم آپ کے بدخواہ نہیں ہیں، ہم تو کافروں کے حق میں بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں"۔

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں، تو بنتا ہے مسلمان

آپ کو گناہ سے ضرور نفرت تھی - لیکن آپ گناہگاروں کو ابلاغِ ہدایت میں حریص تھے۔ آپ برتنوں کو صاف کرنے کے متمنی تھے، ان کو توڑنا نہیں چاہتے تھے۔

نیلہ گنبد لاہور کی جامع مسجد میں "رحمۃ للعالمین" عنوان پر تقریر فرما رہے تھے۔ قوم کی زبوں حالی کا خیال آتے ہی آپ پر رقت طاری ہوگئی، آنسو بہنے لگے کچھ وقفے کے بعد زبان کھولی تو یہ الفاظ سنائی دیئے گئے ؎

دارِ ہستی کچھ سہی، لیکن یہی دیکھا گیا
بے خبر ہنسا کیے اور باخبر رویا کیے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور پھر دوسری گاڑی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے۔

ہم بنظرِ اختصار حضرت مولانا کے باقی فضائل و محاسن کو بالتفصیل بیان نہیں کرتے۔ اگرچہ مقاماتِ ولایت جو کہ آپ کے علمی و عملی کمالات پر قدرے مبسوط کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں تقریباً سو صفحات آپ کے مواعد کے لیے مختص ہیں اور کوئی عنوان بھی ایسا نہیں ہے جس کو آپ کی زندگی کے واقعات سے مدلل اور مصدقہ نہ بنایا ہو۔ استغناء ایفائے عہد، مہمان نوازی، پاکیزگیٔ فطرت، امانت، احسان بر خلق، طلب رضا کے اور علاوہ ازیں عام صفاتِ حسنہ کا تذکرہ اخلاقِ حمیدہ کا ایک چمن زار ہے۔ جس کے مطالعہ سے ایمان کی کیفیت میں نورانیت اور جذبۂ عمل میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے۔

مقامِ والدہ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّکَ ۔ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ۔
قَالَ اُمَّکَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ ۔ قَالَ اُمَّکَ ۔ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ
قَالَ اَبَاکَ ثُمَّ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ (ترمذی، ابوداؤد)

ترجمہ

ایک صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں سب سے زیادہ کس سے نیکی کروں۔ فرمایا۔ اپنی ماں سے۔

عرض کیا۔ پھر کس سے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ اپنی ماں سے۔ پھر عرض کیا، پھر کس سے۔ فرمایا۔ اپنی ماں سے۔

پھر اس نے پوچھا، کس سے تو فرمایا اپنے باپ سے، پھر قریبی رشتہ داروں سے، بعد میں دوسرے رشتہ داروں سے۔

فارسی، اردو اور ہندی کے وہ اشعار اور مصرع جو حضرت علیہ الرحمۃ کی مبارک زبان سے درسِ قرآن یا خطبہ میں بے ساختہ نکل جاتے تھے

مصرع

ع ۔ بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

ترجمہ۔ میوہ میوہ سے رنگ لیتا ہے۔

ع ۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

ترجمہ۔ جو خود رستہ سے بھٹک گیا ہو، وہ دوسروں کی رہنمائی کیسے کر سکتا ہے۔

ع ۔ بے ادب محروم گشت از فضلِ رب۔

ترجمہ۔ بے ادب پروردگار کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔

ع ۔ نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین۔

ترجمہ۔ وہ شاخ جو پھل دار ہو، وہ زمین کی طرف جھکتی ہے۔

اشعار

۱۔ تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ترجمہ، جو لوگ مقدر کے اعتبار سے بدنصیب ہوں، ان کو ہادی کی صحبت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ مثل مشہور ہے کہ سکندرِ اعظم کو خضر علیہ السلام کی رہنمائی کے باوجود آبِ حیات کا چشمہ دریافت نہ ہو سکا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔ صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے۔ خاکِ بیجان کر دے

۳۔ خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ:۔ دنیا کے غربا، درویش لوگوں اور سادہ پوش صالحین کو نفرت کی نگاہ سے مت دیکھئے تجھ کو کیا خبر ہے کہ اس گروہ میں کوئی محبوبِ خدا بھی ہو۔

۴۔ بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

ترجمہ:۔ انسان کو دنیا میں خدا تعالےٰ کی عبادت کے لیے بھیجا گیا۔ اگر زندگی بسر کرنے والا معبودِ حقیقی کی بندگی کی اہمیت نہیں جانتا تو ایسی زندگی باعثِ شرم ہے۔

۵۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ:۔ یہ خیر دمین انسان کی اپنی محنت کا نتیجہ نہیں۔ یہ خدا کے وہّاب کی عطا ہے۔

۶۔ رنگی کو نارنگی کہیں اور دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رو دیا

۷۔ قال را بگذار مردِ حال شو
پیش مردے کاملے پامال شو

ترجمہ:۔ زبان سے اظہارِ محبت کو ترک کر دے تیری حالت ہی سے صاحبِ فراست معلوم کر لے کہ تو یادِ الٰہی میں مستغرق ہے۔ اور اس عمدہ باطنی کیفیت کی طلب ہے، تو کسی مردِ کامل کی صحبت میں طالبِ صادق بن کر زندگی بسر کر۔

۸۔ یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

ترجمہ:۔ اولیاء اللہ کی صحبت میں کچھ وقت گذارنا سو سال کی بے ریا عبادت سے اولیٰ تر ہے۔

۹۔ دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

ترجمہ:۔ اے ربِ کریم۔ تو اپنے چاہنے والوں کو رحمت سے محروم نہیں رکھتا تیرا تو دستور ازلی ہے کہ تو مخلوق میں اپنے نافرمانوں کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔

۱۰۔ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

۱۱۔ خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

ترجمہ:۔ جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی عمل کرتا ہے وہ کسی صورت میں اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا۔

۱۲۔ چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

ترجمہ:۔ آنکھیں بند کرو، لایعنی کلام سننے کی عادت چھوڑ دو اور واہی تباہی باتوں کو کرنا ترک کر دو اور نہایت توجہ سے ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ اگر اس سعی کا نتیجہ دیدارِ الٰہی پر منتج نہ ہو تو میری نصیحت کو بے شک بے سود جانیو۔

۱۳۔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

۱۴۔ آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است، احتیاج است، احتیاج

ترجمہ:۔ شیروں جیسے غیور انسان کو جو خوشامدی بناتی ہے وہ فقط مفلسی اور غریبی ہے۔

۱۵۔ دائرہ ہستی کچھ سہی لیکن یہی پایا گیا
بے خبر ہنستے رہے اور باخبر رو دیا کئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت علیہ الرحمۃ کا ہمعصر بلندپایہ شخصیتوں سے تعلق

ہم اس موقع پر ان ممتاز اور مبارک شخصیتوں کا ذکرِ خیر کریں گے، جو بُعد مکانی کے باوجود سید العارفین حضرت لاہوریؒ سے قلبی طور پر مخلصانہ رابطہ رکھتے تھے۔ یہ لوگ، اپنے زمانے کے اپنے اپنے مقام پر خاص و عام نگاہوں میں وحید العصر تھے۔ اور ارشادِ نبویؐ کے مطابق یہی لوگ ابرار و اخیار تھے۔ خیر الناس من انفعھم للناس" بہترین انسان وہ ہے، جو سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچائے۔"

حضرت علیہ الرحمۃ کی زندگی خود فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی۔ اس کی سوتیں عرب و عجم تک وسیع تھیں اور آپ کے حلقۂ احباب میں وہ نادرۂ روزگار مردانِ حق آگاہ تھے۔ جن کے باقیات الصالحات تا قیام قیامت تابندہ اور درخشندہ رہیں گے۔ انہیں لوگوں کے دم قدم سے اس عہد میں نیر اسلام کی کرنیں عالم ناسوت کے کونے کونے میں پہنچیں۔ وہ لوگ صاحبِ حال تھے۔ ان کے دلی واردات تائید ایزدی کی خصوصی رحمت و رافت کا نتیجہ تھے۔ ان کے دائرہ رشد و ہدایت سے خلقِ خدا مستفیض ہوتی تھی۔ ان میں سے چند کے متعلق کچھ حوالۂ قلم کیا جاتا ہے۔

قطب دوراں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ

خاندانِ نقشبندیہ کے سرخیلِ اولیاء، شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد نور اللہ مرقدہٗ اکثر و بیشتر حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے درسِ قرآن میں تشریف لاتے اور فرماتے "یہ مولانا احمد علی صاحب اللہ تعالیٰ کا نور ہیں۔ میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے لے کر عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں۔"

حضرت لاہوریؒ اکثر فرماتے تھے کہ "پنجاب بھر میں حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ کا کوئی مثیل نہیں۔" ایک دفعہ جب آپ شرق پور تشریف لے گئے۔ جمعہ مبارک کا دن تھا۔ آپ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے کہ حضرت شرقپوری علیہ الرحمۃ نے ایک

آدمی کو بھیجا کہ آپ جمعہ پڑھائیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں جمعہ پڑھنے کے لیے آیا ہوں۔ لہٰذا حضرت شرقپوری علیہ الرحمۃ نے خود آ کر آپ کو نمازِ جمعہ، وعظ اور خطبہ کے متعلق فرمایا۔ لہٰذا آپ نے نمازِ جمعہ پڑھائی۔ واپسی پر حضرت مرحوم نے آپ کے لیے کار کا انتظام کیا حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے، خدا جانے شرقپور میں کار کہاں سے آ گئی۔ قطب دوراں شیرِ ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈرائیور کو سات روپے دے کر فرمایا کہ مولانا کو مسجد کے دروازے پر اتار دیں، کیونکہ ان کو واپس جا کر قرآن پاک کا درس دینا ہے۔

حضرت علامہ محدثِ عصر مولانا انور شاہ کاشمیری

محدث موصوف علیہ الرحمۃ کے معمولات کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ ہم شمائل نبویؐ کی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ عام عادات، اطوار بلکہ سر سے پاؤں تک سنت نبویؐ کا رنگ غالب تھا۔ روزانہ پانچ سو صفحات کا مطالعہ فرماتے۔ لیکن نہایت تعظیم اور ادب آپ پر غالب ہوتا تھا یہی وہ عاشقِ سنت تھے، جن کے متعلق ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے فرمایا تھا۔ ع

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت لاہوریؒ کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔

حضرت مولانا مدنیؒ

مجاہد کبیر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ حضرت لاہوریؒ کے ساتھ دلی رابطہ رکھتے تھے۔ آپ دورۂ حدیث کے اختتام پر دارالعلوم میں علماء کو سندِ فراغت دے کر فرمایا کرتے تھے۔

"علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا احمد علی صاحب کے دورہ تفسیر میں ہو گی۔ اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوالہ میں بیٹھا ہوا ماشاءاللہ، اللہ کی ضربوں سے کائنات کے دل مسخر کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اللہ کا ایسا بندہ ہے کہ اس کے درس قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے۔"

یہی وجہ تھی کہ حکیم الامت علامہ قاری محمد طیب اور علامہ ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جیسے اصحاب فکر و نظر آپ کے دورۂ تفسیر کی شمولیت سے مستفیض ہوئے اور آسمانِ ثقاہت و روحانیت پر مہر و ماہ بن کر چمکے۔

حضرت رائے پوریؒ

حضرت لاہوریؒ کے وصال پر جنید پاک کے عارف باللہ حضرت عبدالقادر رائپوریؒ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور عالم بے قراری میں فرمایا کہ مجھ کو لاہور لے چلو۔ لیکن ڈاکٹر کا مشورہ مانع ہوا۔ آپ نے لفظاً تعزیت نامہ بھیجا:۔

"حضرت اقدس سیدی و مولائی احمد علی نوراللہ مرقدہٗ کی خبر وصال سن کر سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مرحوم بہت ہی بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ہمیں اس بات کا شدید صدمہ ہے کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے۔ مگر کیا کریں۔ یہ بات ایک نہ ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔ سب کو اسی راستہ سے گزر کر اپنے مولائے حقیقی کے ہاں حاضر ہونا ہے اور محلِ تعجب کے بعد فراق نہیں۔ اس کے واسطے اس راستے سے گذرنا ناگزیر ہے حق تعالیٰ ہم کو بھی خاص اخص قرب سے نوازے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔"

امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری مرحوم

حضرت شاہ جی مرحوم نے حاجی دین محمد مرحوم سے فرمایا۔ کہ آپ کے شیخ کا رتبہ کیا عرض کروں۔

"ایک سو سال پہلے اور ایک سو سال بعد تک مجھے ان جیسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔"

شاہ جی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ میں اور کسی کے تعویذ کا قائل نہیں ہوں۔ لیکن حضرت لاہوری کے تعویذ کا ضرور قائل ہوں۔

اور حضرت لاہوریؒ بھی امیر شریعتؒ پر دل و جان سے عاشق تھے۔ ایک دفعہ منبر پر کھڑے کھڑے حضرت لاہوریؒ نے دیکھا کہ شاہ جی مرحوم مسجد میں بغیر صف کے بیٹھے ہیں۔

تو آپ نے منبر سے اتر کر اپنا جانماز لے کر شاہ جیؒ کو پیش کیا۔ لیکن شاہ جیؒ تیزی سے محراب میں پہنچے اور اپنے سر مبارک کا رومال اتار کر حضرتؒ کے قدموں میں بچھا دیا۔

حضرت داؤد غزنویؒ

مولانا داؤد غزنویؒ نے حضرت کی وفات پر فرمایا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ کی وفات میرے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ مرحوم ملک کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے۔ ان کے سانحۂ ارتحال سے ملتِ اسلامیہ کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابلِ تلافی ہے۔ مولانا مرحوم نے توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات کو مٹانے کے لیے جو تکالیف برداشت کی ہیں۔ آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب تک انگریز رہا مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ میں نے انہیں ہر مرحلہ پر مخلص اور ہمدرد رفیق پایا۔

آج ملت اسلامیہ ایک عالم باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ، عابد و زاہد اور علوم قرآن کے مبلغ و معلم سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمۃ

انجمن حمایت اسلام لاہور کے وقتاً فوقتاً اجلاس کی شمولیت نے علامہ علیہ الرحمۃ کو حضرت لاہوریؒ کے کردار اور سیرت کے مطالعہ کا موقعہ فراہم کیا۔ علامہ مرحوم کا آئینۂ دل توحید و رسالت اور مقاماتِ ولایت کا جائزہ لینے کا مافوق الفطرت ملکہ رکھتا تھا۔ ادھر حضرت لاہوریؒ کو خالقِ کائنات نے ان فطری اور وہبی عطیات سے نوازا تھا کہ آپ عہد حاضر کے بیک وقت مفسر، محدث، فقیہہ، مجاہد فی سبیل اللہ، خطیب اور مرشد روشن ضمیر تھے۔

ہم اس وقت خواجہ نذیر احمد مرحوم کا بیان کردہ واقعہ قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ملت اسلامیہ کا حکیم و فیلسوف حضرت لاہوریؒ کے ساتھ کس قدر عقیدت رکھتا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خواجہ نذیر احمد مرحوم نے جو علامہ اقبال مرحوم کے خصوصی حلقۂ احباب کے ممتاز ممبر تھے اور ادھر حضرت لاہوریؒ پر جان و دل سے فدا تھے۔ ارشاد فرمایا کہ حکومت برطانیہ کے نصف النہار کے موقعہ پر مغربی تہذیب کا عروج اس حد تک بڑھ گیا کہ بڑے بڑے گھرانے اسلامی روایات کو فراموش کر چکے تھے۔ ہائی سکولز اور کالجز ایسے لوگوں سے آباد تھے، جن کو مذہب اسلام سے صرف پیدائشی اعتبار سے تعلق تھا ورنہ ۹۵ فیصد ان کا معاشرتی اور تمدنی رجحان مغربی تہذیب کے اثرات کو قبول کر چکا تھا۔ نوجوان طبقہ کی شبانہ روز زندگی میں اسلامی اقدار کا ذوق بالکل مفقود ہو رہا تھا۔ لہٰذا ہم نے اس لادینی کے طوفان سے مسلم قوم کے نونہالوں کو بچانے کی یہ تجویز سوچی کہ چند ماہ میں تمام کالجوں کے مسلمان نوجوانوں سے انفرادی طور پر مل کر ان سے وعدہ لیا جائے کہ وہ علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں، تاکہ ان کے قلوب مغربی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں۔ تقریباً تین ماہ کی جدوجہد سے ایک فہرست تیار کی گئی اور ہم چند احباب علامہ مرحوم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تہذیب نو کے سیلاب کی روک تھام کا مسئلہ ہوتا رہا اور علامہ مرحوم نہایت دردمندانہ انداز سے شاملِ گفتگو رہے۔ مگر جب ہم نے اپنی تجویز پیش کی تو آپ نے نوجوانوں سے بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ ہم نے ہر لحاظ سے آپ کو مجبور کرنے کی کوشش کی مگر آپ نے اپنے مؤقف سے ایک انچ بھی انحراف نہ کیا۔ آخر کار علامہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نفسِ بیعت کا منکر نہیں ہوں۔ بلکہ اس تجویز سے جو جماعت میں پختہ اتفاق و اتحاد پیدا ہوتا ہے، اس کا بدل و جان قائل ہوں۔ لیکن میں آپ کو اپنے سے بہتر شخصیت کا پتہ دیتا ہوں۔ کیونکہ میں برسوں سے ان کے کردار، عزیمت، للّٰہیت اخلاص اور مصلحانہ جذبہ کا بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ میری بصیرت کا فیصلہ ہے کہ اس روحانی اور علمی قیادت کی اہلیت حضرت مولانا احمد علی صاحب میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اہلِ محفل نے چند ساعت کے بعد اسی فیصلہ پر اتفاق کیا اور حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے نمازِ عشاء کے بعد گریجوایٹ حضرات کے لیے درسِ قرآن کا کام جاری فرمایا۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ علامہ مرحوم کے متعلق فرمایا کہ جب ہمارے حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ لاہور تشریف لائے تو آپ کی چارپائی رات کو تالاب کے پاس بچھائی گئی۔ سحری کے وقت جو سب سے پہلے آپ کی چارپائی کے پاس زانوئے ارادت تہ کر کے بیٹھا وہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم تھے۔

حضرت لاہوریؒ کے فیوض و برکات کی وسعتیں

حضرت لاہوریؒ کا حلقۂ احباب و متوسلین سات براعظموں تک پھیلا ہوا تھا۔ ہم اس جگہ چند شواہد کے نقل کرنے کے بعد دنیا کا نقشہ پیش کرتے ہیں، تاکہ آپ کو حضرت کے فیوض و برکات کی وسعتوں کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

حضرت مولانا لاہوری قدس سرہ العزیز اگست ۱۹۱۶ء کو ریشمی خطوط کی سازش کے انکشاف کے سلسلے میں ایک باغی کی حیثیت سے گرفتار ہوئے اور مختلف جیلوں میں اسیری کے ایام بسر کر کے لاہور میں چند شرائط اور پابندیوں کے ساتھ رہا کیے گئے۔ فرنگی حکومت کے اس باغی و تائب مرد آہن نے لاہور کے ام القریٰ میں نصف صدی درسِ قرآن حکیم کی مشعل جلا کر اسلامیانِ عالم میں وہ نام پیدا کیا کہ آپ اپنے وقت کے ممتاز ترین مفسرین میں شمار ہونے لگے۔

قرآن مجید کے درس سے کون کون مستفیض ہوئے۔ اس کا علم خداوندِ عالم کو ہی ہے۔ مگر انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے رجسٹرات جن کے مندرجات اس مردِ حق آگاہ کے خود دستِ مبارک کی جنبشِ قلم کا نتیجہ ہیں، سے پتہ چلتا ہے کہ ہند و پاک کے تمام شہروں، قصبوں اور قریوں میں سے علمِ دین کے پیاسے شیرانوالہ کے چشمۂ صافی سے آ کر علم و عرفان کی تشنگی بجھاتے رہے۔ راقم الحروف نے ان علماء کرام کے تعارفی پتے خود اپنی آنکھوں سے پڑھے، جو حضرتؒ سے سندِ فراغت حاصل کر کے گئے۔ اب ہم بیرونی ممالک سے آنے والے حضرات کی فہرست میں سے چند ایک بزرگوں کے نام مع پتہ درج کرتے ہیں۔

toobaa-elibrcry.blogspot.com

۱ - حاجی محمد معروف۔ ضلع طرفان (ملک چین)

۲ - مولوی حاجی عبدالخیر صاحب۔ ضلع طرفان (ملک چین)

۳ - مولوی عبداللہ صاحب۔ بخارا (ترکستان)

۴ - مولوی محمد اسحاق صاحب۔ جلال آباد (افغانستان)

۵ - مولوی عبدالمنان (ملک تبت)

۶ - مولوی محمد حنیف صاحب ساکن ڈربن۔ (جنوبی افریقہ)

بعض علماء ضلع اکیاب (برما)

۷ - مولوی عبداللہ صاحب ولد حاجی اماع نوع (ملایا)

ساٹرا، پورٹ لوئیس، جزائر مارشیش کے علماء کرام بھی شامل درس ہوئے۔

۸ - مولوی یار محمد صاحب، شہر زاہدان (ایران)

تقریباً پانچ ہزار علماء کرام کو دورۂ تفسیر کے سلسلے میں آپ کے ساتھ شرف تلمذ حاصل ہوا

دوسرا شاہد! "ہفت روزہ خدام الدین" کے اجراء پر حضرت شیخ التفسیر فرطِ احسان مندی سے مسرور ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفت روزہ جاری کروا کر انجمن خدام الدین سے وہ کام لیا ہے، جو اس سے پیشتر نہیں لیا تھا۔ حالانکہ انجمن مذکورہ کتاب و سنت کے احیاء و فروغ کے لیے ہزاروں روپے سالانہ خرچ کر رہی تھی۔ یہ مبارک اور موقر جریدہ مولانا کی زندگی میں ہی شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کر گیا تھا۔ تمام شہروں میں نیوز ایجنسیاں اس کی خریدار بنیں۔ اسکولوں کالجوں، جیلوں اور مدارس عربیہ میں بڑے شوق سے پڑھا جاتا تھا۔ اس کی قبولیت عامہ کا یہ عالم تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں اس کی طباعت سترہ ہزار اور پھر چونتیس ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ پرچہ مندرجہ ذیل بیرونی مقامات پر بھی بھیجا جاتا ہے۔

نقل رجسٹر "ہفت روزہ" خدام الدین

سعودی عرب (مکہ معظمہ، مدینہ منورہ (حضرت مولانا حافظ محمد اسحاق صدیقی صاحب)
(مولانا حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و مدنی)

کویت، عربیہ گلف۔ ایڈیٹر ماسکو نیوز۔ (روس)

قاری محمد شفیع صاحب، پوسٹ آفس نمبر ۱۲۲۲۔ ابوظہبی

امیر جاوید۔ ۴۸ پر یمیر۔ ویسٹ لنڈن پارک۔ لنڈن۔

مسقط (عمان) ہانگ کانگ، آسٹریلیا، کینیڈا کے خریداروں کے پتے بھی رجسٹر میں درج ہیں۔

تیسرا شاہد:۔ حضرت لاہوریؒ کے فرزند اکبر حافظ حبیب اللہ مرحوم مہاجر مکی و مدنی ۱۹۴۴ء سے اٹھائیس سال تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ملکوتی فضاؤں میں مقیم رہے۔ مسجد نبویؐ، باب صدیق میں بیٹھ کر درس قرآنِ حکیم کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ حج کے ایام میں مکہ معظمہ تشریف لاتے اور کعبۃ اللہ، زادھا اللہ شرفہا کے سامنے بیٹھ کر درس دیا کرتے۔ ان کے دروس ارشاد و ہدایت میں تمام اسلامی ممالک کے حجاج کرام وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر مستفیض ہوتے اور اس طرح سے آپ کے مہر ولایت کی کرنیں تمام مسلمانانِ اسلام کے قلوب و ارواح کو منور کرتیں۔

چوتھا شاہد:۔ محترم جناب پروفیسر علامہ علاؤ الدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور کی شہادت ہے کہ "میں نے مغربی ممالک کی سیاحت کے دوران نہایت اہم مراکز میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے شاگردوں کو درسِ قرآن حکیم میں مشغول پایا۔"

پانچواں شاہد:۔ ہم دنیا کے نقشے میں ان مقامات کی خصوصی علامات سے نشاندھی کرتے ہیں۔ جہاں آپ کے علم و عرفان کی بارش ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

خط کی نقل

یہ خط جو بطور سوالنامہ کے ہوتا تھا ۔ دورۂ تفسیر کے تمام فارغ علماء کو بھیجا جاتا اور ان کی طرف سے جواب حاصل کیا جاتا ۔

۱ ۔ کیا آپ درسِ قرآن مجید دیتے ہیں ؟

۲ ۔ درس کب سے جاری ہے ؟

۳ ۔ درس کے اوقات ؟

۴ ۔ ماہ زیر رپورٹ میں درس قرآن حکیم کے کس حصے سے شروع کیا گیا اور کہاں ختم ہوا ؟

۵ ۔ حاضرین کی تعداد تخمیناً اور اوسطاً کتنی رہی ؟

۶ ۔ حاضرین زیادہ تر کس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ؟

۷ ۔ کیا درسِ قرآن مجید میں لوگوں کی دلچسپی بڑھی یا کم ہو رہی ہے ؟

"اکحیث"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ۔ (ترمذی)

ترجمہ

لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو کثرت سے سلام کیا کرو ۔ مسکینوں غریبوں کو کھانا کھلایا کرو ۔ جب لوگ رات کو سو جائیں ۔ تم نماز پڑھا کرو ۔ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ

چند مشاہیر اور صلحائے اُمت کی نظر میں

۱۔ محدث اعظم حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی۔
جلال وجمال نبوت کے انوار جو عہد رسالت سے منتقل ہوتے آرہے تھے، حضرت لاہوریؒ ان کے یقیناً حامل تھے۔

۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی:۔ مولانا جب لاہور آئے یا لائے گئے تو تن تنہا تھے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درس قرآن کا آغاز کیا تھا۔ لیکن جب اس شہر کو داغ مفارقت دیا، تو خدا کے لاکھوں بندے سوگوار ان کے فراق میں اشکبار تھے۔

۳۔ مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ (مبارک ہستی کا مبارک ذکر) حضرت ان لوگوں میں سے تھے، جن کی شان میں وارد ہوا۔ اذا رأوا ذکر اللہ، ھم قوم لا یشقی بھم جلیسھم (جب ان پر نظر پڑے، تو خدا یاد آئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بھی سعادت مند بن جاتا ہے۔) الغرض! مولانا پاکیزہ اخلاق، نیک سیرت، سخی النفس، مہمان نواز، ذکر اللہ میں ہمہ وقت مشغول، حق گو، بے طمع، متوکل علی اللہ، متبع سنت، اعلائے کلمۃ اللہ میں ساعی، ولی اللہ، صاحب کشف و کرامات۔

۴۔ مولانا غلام غوث ہزارویؒ: قطب زماں حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ: میں اگر سو سال بھی حضرت لاہوریؒ کے پاس رہوں، تو مجھ کو ان سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ جب آپ حجرہ مبارک سے مسجد میں تشریف لاتے، گویا ایک فرشتہ آگیا ہے ساری مسجد بقعۂ نور بن

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاتی۔ بلکہ نورٌ علیٰ نور کا سماں بندھ جاتا۔

۵۔ **حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب**: "ایک مجاہدِ اہلسنّت"

حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی کافر سے پرورش کی طرح ایک غیر مسلم گھرانے سے ایک بچہ منتخب کیا۔ اسلام بخشا، نیکی و تقویٰ بخشا، خدمتِ دین کا جذبہ بخشا، بے سروسامانی میں ایمانی حوصلہ بخشا، بے مائیگی میں یہ دو سلم نمادشمنانِ اسلام اور تمام غیر مسلمین کے لیے سینہ سپر ہونے کا جذبہ بخشا، علم نام جہالت کے لیے درسِ قرآن سے جہاد کا حوصلہ بخشا۔ یہی بچہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے نام سے تمام ملک کے افق پر چمکا۔ چاروں طرف کے جہادوں میں دن رات تا وفات منہمک رہا اور حق تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ نے وہ قبول بخشا کہ سو سالہ لاہور اور پنجاب کفر و شرک اور بدعات کی ظلمتوں سے نکل کر شیرانوالہ کے مرکز میں توحیدِ خالص، اتباعِ سنت اور اولیاء کرام کی محبت کے انوار سے منور ہونے لگا۔

۶۔ **ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب**: "عصرِ حاضر کے زعیمِ اسلام"

شیخ التفسیر مولانا احمد علی علیہ الرحمہ اپنی ذات میں ایک شخصیت نہیں، ایک ادارہ تھے۔ ایک واقعہ نہیں ایک تاریخ تھے، آپ کی دعوت قرآن پاک کی پکار اور آپ کی ہمت ایک مجاہدانہ للکار تھی۔ آپ میں نظر و فکر، علم و عمل تقویٰ و ذکر اور ہمت و سیاست کے گرانقدر جوہر بیک قالب جمع تھے۔ فضائل اخلاق کے یہ موتی علیحدہ علیحدہ تو کئی جگہ دیکھے جاتے ہیں، لیکن ان کا شیرازہ ایک شخصیت میں شاید و باید۔

۷۔ **سید ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب**: "حکمت ولی اللٰہی کا نمائندہ عظیم"

تبلیغ میں مولاناؒ کے نزدیک ضرورت سے زیادہ سخت گیری کرنا ٹھیک نہ تھا، فرمایا کرتے تھے۔ دین سے وابستگی ذات باری تعالیٰ کا انعام ہے وہ جسے چاہتا ہے۔ اس کے دل میں عقیدہ راسخ پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن

عقائد کی اشاعت اور اخلاقِ فاضلہ کی تربیت کے لیے نبی مبعوث ہوئے۔ مولانا کا ارشاد تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تربیت تیسیر اور تدریج تھا۔ قرآن مجید نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاص یہ بتائی ہے کہ ان میں غلظت اور سخت دلی نہ تھی۔ مولانا علیہ الرحمہ کو دیکھا گیا ہے۔ ان کے ارشادات میں بھی تالیفِ قلب اور شفقت کا پہلو بہت نمایاں ہوتا تھا

۸۔ **علامہ انور صابری صاحب**: حضرت مولانا احمد علی مرحوم، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہؒ کو دیکھ کر اور ان کی چلتی پھرتی زندگیوں کو پڑھ کر مجھے وہ اسلام ملا جو آج کی بداعمالیوں کے اندھیروں میں تقریباً گم ہو چکا ہے۔ مولانا اپنے زمانے میں "سیرت اقدس" کے مبلغ جدید تھے۔ اس لیے ان میں انقلاب کا جلال، سالکین کا جمال اور نظر شناسانِ رسولؐ کا مزاج شامل تھا۔

۹۔ **آغا شورش کاشمیری مرحوم**: مولانا احمد علیؒ علمائے حق کی اسی جماعت کے فرد تھے، جن کا تعلق جہاد و غزا اور نظر و فکر کے اس سلسلے سے تھا جو مجدد الف ثانیؒ سے نسبت خصوصی رکھتا تھا۔ جس کے سرخیل شاہ ولی اللہؒ تھے۔ جس کی نیو سید احمدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اٹھائیں۔ جس کی شاخیں، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ ہائے دار و رسن سے پھوٹیں۔ وہ شاہ ولی اللٰہی ٹہنی کے پتا تھے۔ اس درخت ہی کا ایک پھول تھے، جو مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اگایا۔ شیخ الہندؒ کے ہاتھوں میں پروان چڑھا اور ان کے نیک نفس جانشینوں نے سرسبز کیا۔

۱۰۔ **جناب محمد اسحاق بھٹی** (اہل حدیث) "ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور"

"چند تاثرات و چند مشاہدات" میانہ قد، متوسط جسم، نورانی چہرہ لمبی داڑھی، روشن آنکھیں ذہانت کی آئینہ دار، چلیں تو عالمانہ وقار کے حامل بولیں تو موتی برسائیں، صاف ستھرا مگر سادہ لباس میں ملبوس، ہونٹوں پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر آن مسکراہٹ چھائی ہوئی۔ یبوست سے دور، حبوست سے نفور، تعصب سے متنفر، گفتگو میں نرم، عمل میں گرم، کردار میں پاکیزہ، حمیدہ خصائل، خوش مزاج، اخلاق میں قرآن کے قالب میں ڈھلے ہوئے، مہمان نواز، معاصرین کے احترام میں بے مثال، چھوٹوں کے مشفق، متبع سنت، قاطع بدعت، مبلغ توحید، تحریک آزادیٔ برصغیر کے بطلِ جلیل، تفسیرِ قرآن میں یکتا، عمل بالحدیث میں اپنی مثال آپ، فقہ میں ماہر کامل، تصوف میں عدیم النظیر، طریقت میں منفرد، وعظ و تبلیغ دین میں پوری ایک جماعت کے قائم مقام، ایثار پیشہ، نصح و خیر خواہی کے پیکر۔ اعتدال و توازن کا مرقع، ذکر و فکر کا دلنواز مجموعہ، ہر پہلو سے عاملِ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تھے مولانا احمد علیؒ مذکورہ مجتبیٰ صاحب حضرت مولانا کے وعظ کے چند فقرات نقل فرماتے ہیں جو کی تقریر تھی:۔

"پاکستان اسلام کے لیے بنایا گیا ہے۔ حکمرانو! اسے اسلام کے حوالے کر دو۔ اس ملک سے غیر اسلامی طور طریق مٹا دو۔ اس میں فقط اسلام ہی کی ترویج کرو۔ اگر اسلام نہیں لاؤ گے، تو میں اللہ کے حضور میں تمہارے خلاف گواہ بنوں گا اور اس کے دربار میں عرض کروں گا کہ انہوں نے وعدہ پورا نہیں کیا۔ جو لوگ لٹ پٹ کر یہاں آئے ہیں۔ وہ قیامت کے روز تمہارا دامن پکڑیں گے اور میدانِ محشر میں تمہیں کھینچیں گے۔ وہ بڑا نازک وقت ہوگا۔ تم اللہ کو کیا جواب دو گے۔"

کچھ عرصہ بعد "الاعتصام" جاری ہوا اور اس کی ادارت میرے سپرد ہوئی۔

"کشفِ قبور کے متعلق ایک اداریٔ شذرہ"۔ مولانا احمد علی مرحوم اور مولانا سید داؤد غزنوی کے باہمی تعلقات بہت زیادہ تھے۔ اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔

ایک واقعہ:۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے ایک دفعہ مجلس ذکر میں

کشفِ قبور کے متعلق اپنے کچھ تجربات اور مشاہدات بیان فرمائے۔ اور کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو، اس کا انہیں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ میں نے "الاعتصام" میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے چند سطور میں حضرت مولانا کے نقطۂ نظر سے اختلاف کی جرأت کی۔

اس سے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا غزنویؒ نے مجھ سے فرمایا۔

ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب کے کشفِ قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے کہ اگر مولانا احمد علی صاحب اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشفِ قبور ہونے لگے، تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس ایک ہی جملے میں میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہیں تھا کہ بلا تامل عرض کر دوں "کوئی اعتراض نہیں"۔ اس سے ان دونوں بزرگوں کی ذہنی ہم آہنگی، فکری مطابقت، مسائلِ تصوف میں موافقت اور تعلقات کی انتہائی نزاکت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مولانا معاصرانہ رقابت سے بالکل مبرا تھے۔ اقبال پارک میں عیدین کی نماز سید داؤد غزنویؒ کے پیچھے صفِ اوّل میں جا کر پڑھتے تھے۔ ان کی بھرپور علمی اور عملی زندگی کے کسی گوشے میں بار بار نظر دوڑانے کے باوجود کوئی خلا دکھائی نہیں دیتا۔ کتنے ہی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے، کوئی خامی نظر نہیں آ سکے گی۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ۔ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيرٌ۔

(پھر دوبارہ نگاہ کر۔ کیا تجھ کو کوئی دراڑ نظر آتی ہے؟ پھر لوٹا کر نگاہ کر۔ وہ دوبارہ لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۔ **حمید اصغر نجید صاحب:** "ایک عاشق قرآن": ۲۳ فروری اہل اسلام کے لیے ماتم کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو نامور فرزند توحید حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اس دارِ فانی سے انتقال کر گئے۔

۱۲۔ **خطیب جامع مسجد عثمانیہ سول لائینز راولپنڈی: حضوت اور تواضع:** ۱۹۴۳ء کے اوائل کا ذکر ہے کہ بندہ نے حضرت لاہوری کی خدمت میں حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کا بوجہ ان کی تصنیف "التقصیر فی التفسیر" کے کچھ غیر مناسب اور مکروہ الفاظ میں ذکر کیا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو طاقت برداشت نہ رہی۔ مجھے سخت سست کہا اور سخت ڈانٹ پلائی اور مجھ سے توبہ کرائی اور فرمایا کہ وہ میرے بزرگ ہیں اور مقتدا ہیں مجھے ان پر کوئی شکوہ نہیں۔ مگر تم کیوں اتنے جری ہو گئے کہ حکیم الامت پر یوں زبان طعن دراز کرنے لگے۔ جاؤ۔ میں تم سے ناراض ہوں۔ بڑی منت سماجت کے بعد اس شرط پر راضی ہوئے کہ میں حضرت تھانویؒ سے لکھ کر معافی مانگوں۔ چنانچہ میں نے معافی نامہ حضرت تھانویؒ کو لکھا حضرت تھانویؒ نے میرے اسی خط پر لکھ دیا "معاف ہے" اور جہاں میں نے حضرت لاہوریؒ کا یہ ذکر لکھا۔ وہاں تحریر فرمایا: "الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جزاھم اللہ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزاء" اور میرا عریضہ واپس فرما دیا۔ وہ عریضہ میں نے حضرتؒ کو دکھایا تو حضرت نے مجھ سے میرا وہ عریضہ لے لیا اور مجھ سے خوش ہو گئے۔

تصرّف کا واقعہ: میرے ایک قریبی رشتہ دار بیس ہزار روپے کا سونا لے کر بھاگ گئے۔ میرے والد صاحب نے یہ واقعہ بڑی گریہ وزاری سے حضرتؒ کے سامنے پیش کیا۔ حضرتؒ نے دعا فرمائی اور ایک تعویذ دیا۔ "فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ" مع مفرور کے نام کے لکھ کر عطا فرمایا۔ جسے سائیکل کے پچھلے پہیے کے ساتھ باندھ کر الٹے چکر دیئے گئے، تو دوسرے دن مفرور مع سونا کے واپس آیا اور سخت نادم ہوا۔ بعد میں اسے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرتؒ نے اس سے توبہ کرائی اور اپنا پڑھا ہوا پانی پلایا۔ الحمد للہ ہمارے اس رشتہ دار کی حالت بدل گئی۔ اب صالح اور ثقہ آدمی ہے۔

غرض! کیا عرض کروں۔ آج سولہ سال گذر گئے ہیں، کہ حضرتؒ انتقال فرما گئے ہیں، لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں ان کی آواز اب بھی سن رہا ہوں"

۱۳۔ **مولانا عبدالحمید سواتی۔ مدرسہ نصرۃ العلوم۔ گوجرانوالہ:** "چند تاثرات": آپ کی کون کون سی ادا کا ذکر کیا جائے۔ وعظ و نصیحت، جمعہ کا خطبہ، بیعت، تلقین، مجلس ذکر و ارشاد، سیاست میں فرنگی استبداد کے خلاف ثبات و استقلال، قرآن کریم کی نشر و اشاعت، رسومات باطلہ کی تردید، شرک و بدعت کی بیخ کنی، غرض اس سلسلۃ الذہب کی کڑی کی کونسی خوبیوں اور کمالات کا تذکرہ کیا جائے۔ وقت کی پابندی، حسبۃ للہ کام، اکابر کے ساتھ خصوصی تعلق اور انتہائی ادب، چھوٹوں پر غایت درجہ شفقت، مقام عزیمت میں اعلیٰ درجہ کی صلابت، بے تعصبی، انصاف پسندی، بے مثال تواضع، کشف و کرامات حق گوئی و بے باکی میں بے نظیر، تحریک آزادی کی جماعتوں کے پشت پناہ تبلیغ کا جذبہ از حد قوی، جفاکشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ نماز میں انتہائی خشوع و خضوع، غرض کہ اسوۂ نبوی کا حسین مرقع ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جاست

۱۴۔ **محمد یونس صاحب۔ راولپنڈی:** آپ میں تمام صفاتِ نبوت پائی جاتی تھیں وہ معلم بھی تھے، مفسر بھی تھے، متوکل بھی تھے، مزکی بھی تھے، مجاہد بھی تھے۔ ایک بریلوی مسلک کا شخص میرے سامنے یہ قصہ بیان کر رہا تھا، کہ میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے بڑے بڑے اولیائے کرام کی زیارت کی ہے۔ مگر جب میں شیرانوالہ دروازہ گیا، تو میں اس نتیجہ تک پہنچا کہ جو کچھ دوسرے اولیاء کرام کی صحبت میں ملتا ہے۔ حضرت لاہوریؒ کی جوتیوں میں بیٹھنے سے اس سے کہیں زیادہ ملتا ہے۔

جب احباب کی صحبت میں بیٹھا جاتا ہے، تو مختلف لوگ مختلف بیان کرتے ہیں کوئی کہتا ہے میں ڈاکو تھا (یا بشاملہ) کوئی کہتا ہے کہ میں شرابی وزانی تھا، کوئی کہتا ہے کہ میں سنیما کے بورڈ لکھا کرتا تھا۔ (عبدالواحد بیگ پینٹر ملتان)، کوئی کہتا ہے کہ میں قبور پر سجدہ کرتا۔ لہٰذا ہر شخص حضرت کی تقریر۔ ۴۰۰ رسائل کا مطالعہ، حاضری، مجلس ذکر یا جمعہ کی وعظ کا ذکر کرکے اپنے تائب ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

ایک ضروری خواب:۔ حافظ حبیب اللہؒ صاحب مکی و مدنی:

حضرتؒ نے ایک دفعہ درسِ قرآن حکیم میں اپنے بڑے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ مرحوم کا خواب بیان فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں دور دور تک خیمے لگے ہوئے ہیں۔ ان خیموں میں انسان ہی انسان ہیں۔ پھر اچانک سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا، حبیب اللہ تمہیں معلوم ہے کہ ان خیموں میں کون لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! مجھ کو معلوم نہیں ہے۔ لہٰذا آپؐ نے خود ہی فرمایا کہ دائیں جانب میں رہنے والے لوگ وہ ہیں، جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے قرآن سیکھا اور بائیں جانب والے وہ ہیں، جنہوں نے آپ کے والد صاحب سے اللہ تعالےٰ کا نام سیکھا۔"

یہ خواب سن کر ہماری جماعت کے ایک شخص نے کہا "پھر میں تو انشاء اللہ دونو طرف کے خیموں میں ہوں گا۔ میں نے حضرتؒ سے قرآن حکیم بھی سیکھا اور اللہ تعالےٰ کا نام بھی سیکھا۔

۱۵۔ حافظ محمد امین صاحب ہیڈ ماسٹر بوسٹل جیل لاہور۔

حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ جیل میں پند و نصائح کی دعوت دی گئی۔ جب آپ واپس آ رہے تھے۔ تو ایک محمد رفیق نامی سزائے موت کے قیدی نے آپ کی زیارت کی خواہش کی حضرت اس کی دلداری کے لیے پھانسی کی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے۔ پھانسی والے نے دعا کی التجا کی۔ میں اور افسران جیل بھی ساتھ تھے۔ آپ نے اسی وقت نہایت محویت سے دعا مانگی اور واپس تشریف لے گئے۔

دُعا کا اثر:۔ اس قیدی کی تمام اپیلیں خارج ہو چکی تھیں۔ تاریخ کا تعین ہو چکا تھا۔ مگر حضرت کی دعا کے بعد ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۹ء کو حکومت کی طرف سے فرمان جاری ہوا۔ کہ یوم انقلاب کی خوشی میں تمام پھانسی والوں کی سزائے موت معاف کی جاتی ہے۔ دیکھئے! یہ ایک مرد درویش مولاناؒ کی دعا کی برکت تھی کہ ایک محمد رفیق کیا۔ خدائے قدوس نے حضرتؒ کی دعا سے سب سزائے موت والوں کو دوبارہ زندگی بخشی۔ فی الواقع ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

یاد رہے۔ فاعلِ حقیقی قادرِ مطلق ہے۔ کرامات کا ظہور اسی کی قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ معجزات کا تعلق انبیاء کرام اور کرامات کا تعلق اولیاء عظام سے ہے لیکن ہر دو خوارق کا فاعل حقیقی خود اللہ تعالےٰ کی ذات ہے۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا لیکن اللہ تعالےٰ نے پھینکا تھا۔

۱۶۔ پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی۔ ماہر اقبالیات:۔

مجاہد فی سبیل اللہ، واقف اسرار خفی و جلی، سیدی و مرشدی حضرت مولانا احمد علیؒ ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندۂ حق وارث پیغمبراں
او نگنجد در جہان دیگراں

فرماتے ہیں کہ آپ کو حضرت مدنیؒ سے بڑی عقیدت تھی، لہٰذا فرمایا کرتے تھے "حضرت مدنیؒ کی جوتیاں بھی ملکۂ انگلستان کے تاج سے ہزار گنا زیادہ قیمتی ہیں، جس میں دنیا کا سب سے زیادہ قیمتی ہیرا کوہِ نور، لگا ہوا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے اپنی داڑھی کے وہ بال جو کہ کنگھی کرتے وقت اس میں آ جایا کرتے تھے، مولوی عبیداللہ انورؒ کو دے کر تعطیلات کے بعد جب تم دیوبند جاؤ، تو حضرت اقدس مولانا مدنیؒ کے پاپوش کے تلے میں سلوا دینا تاکہ میرے بالوں کو عزت نصیب ہو جائے۔

بعض اوقات درس میں فرمایا کرتے۔ مولانا مدنیؒ کے جوتوں کے تلوں میں وہ علم ہے، جو احمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔ پھر مثال دے کر سمجھایا کرتے کہ بجلی کا اثر بجلی کے کھمبوں کی وجہ سے بارش کے قطرات میں بھی ہوتا ہے۔ مولانا مدنیؒ کو جب پسینہ آتا ہے اور وہ پسینہ دماغ سے جسم کے ذریعہ آپ کے جوتوں تک جاتا ہے تو جوتوں میں یہ علم سرایت کر جاتا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ احمد علی کا سر اگر حضرت مدنیؒ کے پیشاب تک پہنچ جائے تو نجات ہو جائے گی یہ پیش مردِ کامل پامال شوقؒ کے ملفوظات ہیں۔

۱۷۔ حضرت مولانا عبدالمالک نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

میں مشہور نقشبندی مجددی شیخ مولانا عبدالمالک صدیقی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دورانِ ملاقات انہوں نے حضرت شیخ قطب عالم حضرت لاہوریؒ کے بارہ میں فرمایا "کہ دورِ حاضر میں ان کی نظیر نہ تھی۔ ان کا قلب مبارک اتنا نورانی تھا کہ اہل کشف بھی نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے اور روحانی کمالات بھی انتہا پر تھے۔ سب سے بڑا کمال اکل حلال تھا۔

۱۸۔ مفکر ملت مفتی عتیق الرحمان صاحب۔

مولانا احمد علی لاہوری کا تعلق علمائے حق کے اس گروہ سے تھا۔ جن کا روشن کردار تاریکیوں کے دور میں ہم لوگوں کے لیے ہمیشہ روشنی کا مینار رہا ہے۔ ملک میں ان دنوں جتنے بھی نامورِ اسلام کے مفکر مذہبی اور دینی اکابر و اصاغر افقِ شہرت پر جگمگا رہے ہیں۔ ان سب کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں حضرت مولانا لاہوریؒ سے رہا ہے۔

۱۹۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان۔ راولپنڈی۔

یہ بات بلاشک و ارتیاب کہی جا سکتی ہے کہ حضرت لاہوریؒ وقت کے ایک مفسر، محدث، فقیہہ، مجاہد اور عارفِ کامل تھے۔ ان کی شخصیت پر اسلاف و اخلاف، اکابر و اصاغر سب کو ناز ہے۔ آپ توحید و سنت کے ایک پرجوش علمبردار تھے۔ الحاد و زندقہ کے لیے تلوار کی تیز دھار تھے اور اپنے اسلاف کی روایات کے حامل و امین

۲۰۔ احقر الانام لال دین اختر مولف "کتاب الحسنات"

آپ ہزاروں ماؤں سے زیادہ شفیق تھے۔ خلقِ خدا کی گرویدگی ان کے حسنِ اخلاق اور مربیانہ سلوک کی وجہ سے تھی۔ آپ "حریص علیکم" کے مظہرِ اتم تھے۔ بالمؤمنین رؤف رحیم۔ مومنین پر شفقت کرنے والے اور مہربان، نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ خاص تھا۔ لہٰذا علماء ربانی جو منہاجِ نبوت پر گامزن ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب بھی خلائق کے لیے نصح و خیر خواہی کے جذبات سے بھرپور ہوتے ہیں اور مولانا کو اس سے وافر حصہ ملا ہوا تھا۔ مجھ سیاہ کار کو دیکھئے۔ ۱۹۴۸ء سے آج تک آپ کی پاکیزہ سیرت کے انوار اور آپ کی ملکوتی سیرت کے پھول چننے میں مصروف ہوں اور جب تک جیوں گا۔ بفضل ایزد تعالیٰ عزم راسخ ہے کہ یہی فریضہ ادا کرتا رہوں گا۔ کیونکہ مجھے یقین

کامل ہے کہ آپ کے لیل و نہار اُسوۂ نبوی کی زندۂ جاوید تصویر تھے۔ آپ کا قلبِ سلیم، حیاتِ طیبہ اور آپ کے نفسِ مطمئنہ پر دین حنیف حقہ کی نہایت پختہ چھاپ تھی۔ لہٰذا پروردگارِ عالم کے حضور میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتِ واسعہ سے صلحائے امت کے پاؤں کی خاک کو سرمۂ چشم بنانے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
درعصرِ ما جنیۂ تو ئی قصہ مختصر

۴۱۔ مسلک کی غائبانہ تائید:۔ جناب عبدالقادر راج کی شہادت۔
فرماتے ہیں کہ میں نے حضرتؒ کی زندگی میں خواب دیکھا۔ کہ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، خدام الدین کے دفتر میں تشریف فرما ہیں اور حضرت لاہوریؒ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو زانو بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے ایک ساتھی کو پیش کیا، جو مسلک کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کیا کرتا تھا اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ موجودہ فرقوں میں کونسا گروہ صداقت پر ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں حق ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔
۴۲۔ "حضرت مفتی حسن محمد علیہ الرحمۃ نے اپنے مرید احسان قریشی صابری کو فرمایا" "میاں احسان۔ وہاں شوق سے جاؤ۔ لیکن ادب ملحوظِ خاطر رہے جتنا آپ میرا ادب کرتے ہیں۔ اس سے دس گنا زیادہ ان کا ادب کرنا۔ یاد رکھو۔ اس وقت سلسلہ قادریہ کا کوئی شیر بیشہ اور پھر ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں، جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں؟"

متفرقات
حضرت مدنیؒ اور حضرت لاہوریؒ

۱۹۵۵ء میں نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ کریم پارک۔ لاہور حضرتِ والا مقام سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم کی عارفانہ صحبت میں بیٹھا تھا، کہ حسنِ اتفاق سے پروردگارِ عالم نے ہمارے اسلاف کرام کے ہم نشین حضرت قاری عبدالسمیع صاحب مہتمم جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا کو وہاں بھیجا۔ ان کے بزرگانہ و مربیانہ اندازِ تکلم میں جاذبیت تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے نہایت شفقت سے مجھ احقر الانام کا تعارف کروایا اور جناب قاری صاحب نے حسنِ مروت سے فوری طور پر اعتراف کیا کہ میں ان کو "ہفت روزہ خدام الدین" کی وجہ سے جانتا ہوں۔ جب قاری صاحب کو بتایا گیا کہ میں حضرت لاہوریؒ کے سوانح حیات "کتاب الحسنات" طبع کرا رہا ہوں۔ تو آپ نے مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا جس کو شاملِ کتاب کیا جاتا ہے۔

سید الاحرار مجاہد کبیر حضرت مدنی علیہ الرحمۃ حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم سرگودھوی کی دعوت پر گنجیال ضلع خوشاب تشریف لے جا رہے تھے۔ الحمد للہ میں بھی ان کی معیت میں تھا۔ راستے میں حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کے پاس قیام کرنا قرار پایا۔ لہٰذا لاہور پہنچ کر حضرت مدنیؒ اور میں تانگے میں سوار ہو کر شیرانوالہ پہنچے۔ تانگہ جب مسجد کے دروازے کے قریب آیا، تو میں نے احتیاطاً عرض کیا کہ شاید حضرت مسجد میں ہوں گے۔ جس پر حضرت مدنیؒ نے بڑے وثوق سے فرمایا۔ نہیں، نہیں، مولانا مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں۔ اب تانگہ مدرسہ کی جانب آگے بڑھا ہی تھا کہ مدرسہ قاسم العلوم سے حضرت لاہوری نہایت تیزی کے ساتھ عجیب والہانہ انداز میں ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے تانگے کے پاس پہنچ

toobaa-elibrary.blogspot.com

گئے۔ میں دل ہی دل میں محو حیرت تھا۔ الٰہی یہ لوگ اپنے اکابر کی تعظیم میں کس قدر دیوانہ ہیں۔ حضرت مدنی ؒ نے مولانا لاہوری کو تانگے میں بیٹھنے کے متعلق فرمایا۔ لیکن آپ اسی خادمانہ انداز سے ننگے پاؤں تانگے کے ساتھ ساتھ مدرسے تک پہنچے۔ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کو انتہائی ادب و تکریم سے بٹھلایا۔ میں

دیکھ رہا تھا کہ حضرت لاہوری کا رونگٹا رونگٹا فرطِ مسرت سے رقص کر رہا تھا اور پھر میزبانی کے فرائض بلا تاخیر و تاجیل سر انجام دیئے جا رہے تھے۔ مجھ کو وہ واقعہ یاد آ رہا تھا کہ ملائکہ کی آمد پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ (پس دیر نہ کی اور تلا ہوا بچھڑا لے آیا) اس کے بعد قاری صاحب نے حلفیہ بیان کیا کہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کا نہایت وثوق سے فرمانا کہ حضرت لاہوری مدرسہ قاسم العلوم میں ہیں اور ادھر حضرت لاہوری کا فوراً حضرت مدنیؒ کے استقبال کے لیے ننگے سر اور ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے تشریف لانا ظاہری اطلاع کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جا سکتا اور اس میں بھی گویا اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ کے انوار ہی تھے۔

اللہ! اللہ! نبوت کے سراجِ منیر اسے ولایت نے کیا کچھ کسبِ ضیا کیا۔ وہی جانے، جو اس منزل کا راہی ہو۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ تو ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نبوت کا دروازہ بند ہے۔ لیکن کمالاتِ نبوت، صلحائے امت میں ہمیشہ جاری و ساری رہیں گے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ارشادِ گرامی:

گہے بر طارم اعلیٰ نشینیم
گہے بر پشت پائے خود نبینیم

اس واقعہ سے ہم کو نہایت ایمان افروز سبق ملتا ہے کہ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ جن کی عزت و تکریم کا شہرہ تمام مسلمانانِ عالم میں ہے۔ وہ اپنے اکابر کی تعظیم میں کس قدر تیز گام تھے۔ حضرت لاہوریؒ کو مخدومِ جہانیاں بنانے

والے کیا چیز تھی۔ ع
ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

صاحبِ دل، صاحبِ حال سالک بھی حضرت لاہوریؒ کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ حضرت عرض محمد مرحوم فاضل دیوبند کوئٹہ سے روحانی تربیت کے لیے حاضر ہوئے تو فرمایا "خواب میں مجھ کو عہدِ نبوی کے شیخ التفسیر حضرت ابن عباسؓ کی زیارت ہوئی ہے۔ لہٰذا لاہور میں میری حاضری اس غیبی اشارہ کی بنا پر ہے یہاں بھی کچھ لینے کے لیے آیا ہوں۔

استقامت علی الدین

"یورپ کے سنگین مجرم" جناب ضیاء الرحمٰن فاروقی صاحب کی تصنیف ہے۔ وہ اپنی کتاب کے ص ۴۲ پر ایک دہلی کے روزنامہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:۔

"مولانا احمد علی لاہوریؒ اس قدر انگریز کی نگاہ میں کھٹکتے تھے کہ ایک دفعہ جیل میں انہیں برف کی سلوں پر لٹایا گیا۔ مگر ان کی زبان سے صرف یہی کلمہ سنا گیا: برف کے تودوں سے جسم ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایمان کی چنگاری میں کوئی فرق نہیں آیا۔"

۱۹۵۳ء میں ملتان جیل کے داروغہ نے بار بار عرض کیا کہ مولاناؒ، آپ اس تحریک کو واپس لے لیں۔ آپ ہر بار جواب میں فرماتے تھے۔ میرے اکابر سے بات چیت کریں۔ میں تو اس تحریک کا ایک ادنیٰ سپاہی ہوں۔ ؎

خدا نے اس کو دیا ہے، شکوہ سلطانی
کہ اس کے فقر میں ہے، حیدری و کراری

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شیخ التفسیرؒ کے روحانی درجات

حضرت مولانا حبیب اللہ انور علیہ الرحمہ نے ایک دن مجلس ذکر کے بعد فرمایا کہ ایک صاحب دل بزرگ نے "اباجان مرحوم و مغفور کے مزار کے پاس مراقبہ کیا، تو مجھ سے آکر فرمانے لگے کہ میں چند ماہ پہلے حضرت اقدس کی تربت پر حاضر ہوا تھا لیکن آج کی حاضری میں مجھ کو معلوم ہوا کہ اس دن سے اب تک چند ماہ میں آپ کے مقامات میں ہزار گنا اضافہ ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ ہزاروں علماء کرام نے ان سے قرآن حکیم کے مطالب و معارف حاصل کیے۔ لاکھوں مرد و زن نے ان کے مواعظِ حسنہ سے استفادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام سیکھا۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ میں نے درجات میں اس قدر جلد ارتقاء و عروج کہیں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا اباجانؒ سے اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مساجد تعمیر کرائی ہیں اور علاوہ ازیں میرے بڑے بھائی حافظ حبیب اللہ کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً میں ہر لمحہ ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور پھر میرے بھائی پر کیا موقوف ہے، خدا جانے کس قدر لاتعداد بندگانِ خدا حضرتؒ کی روحانی اولاد ہیں جو ہمیشہ آپ کی بلندئ درجات کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

دراصل روحانی کیفیت کی یہ روز افزوں ترقی انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (آپ کی آئندہ زندگی سابقہ زندگی سے زیادہ افضل و برتر ہوگی) یقیناً اولیائے امت جن کی ارواح بوجہ اتباعِ سنت انوارِ نبوت سے مستنیر ہوتی ہیں۔ ان کو بھی پروردگارِ عالم اپنے فضل و کرم سے مرسلین کے خصوصی عطیات میں سے بقدرِ ظرف نعمت مرحمت فرماتے ہیں۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ (بے شک ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھتے ہیں جو

آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے)

مذکورہ آیت کے اس حصے کے متعلق امام المفسرین مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ارشاد فرماتے ہیں "یعنی نیک و بد اعمال جو آگے بھیج چکے اور بعض اعمال کے اچھے اور برے اثرات یا نشان جو پیچھے چھوڑے مثلاً کوئی کتاب تصنیف کی یا علم سکھلایا یا عمارت بنائی، یا کوئی رسم ڈالی نیک یا بد سب اس میں داخل ہیں۔ بلکہ الفاظ کے عموم سے وہ نشانِ قدم بھی شامل ہو سکتے ہیں، جو کسی عبادت کے لیے چلتے وقت زمین پر پڑتے ہیں۔ چنانچہ بعض احادیثِ صحیحہ میں تصریح ہے۔ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ۔

سورہ مزمل میں ارشاد ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا (اور جو کچھ نیکی اپنے واسطے آگے بھیجو گے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ پاؤ گے۔

اک شرعِ مسلمانی اک جذبِ مسلمانی
ہے جذبِ مسلمانی سرِ فلک الافلاک

(اقبالؒ)

حلم و بردباری

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو وصفِ حلم سے نوازا ہے اور اولیاء کرام میں بھی یہ جوہر ایک خاص درجے تک موجود ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حیاتِ طیبہ صبر و حلم کی ایک حسین و جمیل تفسیر ہے۔ مکی زندگی کی ہر صبح اور ہر شام ہزاروں کربلاؤں کا منظر بنی ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے طائف کے خون آشام ماحول میں بھی سفاکی اور جلادی کے مقابلے میں، رَبِّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اے میرے پرورش کرنے والے اہلِ طائف نے میرے مقامِ نبوت کو پہچانا نہیں۔ لہٰذا ان کی حرکت پر گرفت نہ کیجیے، بلکہ اس قوم کو ہدایت کرنے کی مجھکو ور مہلت عطا فرما۔) قوم کی ہدایت کے لیے ہی دعا مانگی۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی ابتدائی زندگی کا مندرجہ ذیل واقعہ حلم و بردباری کا ایک نمایاں باب ہے۔ بابو رحمت اللہ نواں محلہ اندرون شیرانوالہ دروازہ خود بیان کرتے ہیں:۔

"جب حضرتؒ نے شیرانوالہ مسجد میں درسِ قرآن مجید شروع کیا، تو مخالفین نے آپ کو وہابی وہابی کہہ کر پریشان کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ میں مخالفین کے سرغنہ لوگوں میں پیش پیش تھا۔ لہٰذا میری ڈیوٹی لگائی گئی کہ حضرتؒ کو کسی مناسب وقت میں قتل کر دیا جائے۔ اس منحوس منصوبے کی تکمیل کے لیے میں نے درسِ قرآن حکیم میں آنا جانا شروع کر دیا۔ حضرتؒ کے مخالف آپ کو دشمنِ رسولؐ کہہ کر بدنام کرتے تھے، لیکن چند دن کے درس نے احقر کو اس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا، جس کے ایک طرف بولہبی کا جہنم زار شعلہ زنی کر رہا تھا۔ اور دوسری طرف فاروقی مقام کا فردوس بریں اپنی بہاریں دکھا رہا تھا۔ خدا تعالیٰ مقلب القلوب کو شاید میرے والدین پر رحم آیا اور مجھ کو اپنے اس خبیثانہ عزم سے مکمل توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں نے حضرت کو حقیقی معنوں میں فنافی الرسولؐ

دیکھا۔ مخالفین کو جب میری متغیر حالت کا علم ہوا، تو انھوں نے ایک اور اکھڑ مزاج آدمی کو اس فعلِ شنیعہ کے لیے تجویز کیا۔ بلکہ باقاعدہ طور پر حضرتؒ کو اس دن کی اطلاع دی گئی۔ مجھ کو اس چیز کی خبر ہوئی۔ میں اس دن نمازِ عصر کے وقت مسجد میں بندوق لے کر آیا۔ حضرتؒ جب نماز کے بعد گھر جا رہے تھے، تو میں آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا آپ میرے قتل کے ارادے سے آئے ہیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضور! آج میں آپ کی حفاظت کے ارادے سے مسلح ہو کر حاضر ہوا ہوں اور میں نے مخالفین سے کہہ دیا ہے کہ جو شخص اس کام کا ارادہ رکھتا ہے، اس کو پہلے میرا سر قلم کرنا ہوگا۔"

المختصر! حضرت لاہوریؒ نے ایسے حالات میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو بفضلِ خدا جاری رکھا اور وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (اور اللہ تجھ کو لوگوں کے مجرمانہ حملے سے محفوظ رکھے گا) میں علماءِ خیر کو بھی مشیّتِ ایزدی سے حصہ ملتا ہے۔

متفرق۔

صوفی عبدالرشید الملک پریس لاہور نے راقم الحروف کو بتایا۔ کہ اگلے دن ٹی۔وی پر ملک چین کی مختلف مساجد دکھا رہے تھے۔ ایک نہایت ضعیف امام مسجد سے پوچھا گیا۔ آپ نے قرآن پاک کہاں سے پڑھا۔ تو اس نے کہا۔ میں نے ۱۹۲۱ء میں مولانا احمد علی لاہوریؒ سے پڑھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک ناقابلِ فراموش واقعہ

(از فضل حق فاروقی۔ سانده کلاں۔ لاہور)

چند سال گذرے کہ انجمن خدام الدین لاہور نے "امام الاولیاء حضرت لاہوری نمبر" نکالا۔ اس کے ۵۵ پر مذکورہ واقعہ نظر آیا۔ وہ واقعات جن کا تعلق اسباب عادیہ سے ہو، ان کا تسلیم کرنا بلا تامل و تردد ہوتا ہے۔ لیکن معجزات و خوارق کا ماننا ابتداء سے ہی بعض لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ واقعہ دسمبر ۱۹۷۷ء میں پیش آیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۷ء نماز عصر کے بعد میں اور میری اہلیہ جس کا نام ارشاد بیگم ہے، اپنے گھر کے بالائی کمرے میں اپنی اپنی چارپائیوں پر بیٹھے تھے کہ میری اہلیہ کے بائیں ہاتھ کی انگشت میں کچھ درد سی محسوس ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس کا اثر ہاتھ اور بازو تک بھی پہنچ گیا۔ گھر میں روغن زیتون تھا۔ میں نے اس کی مالش کی۔ اس پر رضائی اوڑھا دی۔ ہیٹر لگا دیا۔ نماز مغرب میں نے اس کے پاس کمرے میں پڑھی۔ اس کو نماز کے لیے کہا۔ مجھ کو کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے رضائی ہٹا کر دیکھا، تو میری چیخ نکل گئی۔ لقوہ ہو چکا تھا۔ اور آنکھیں بھی کھچی ہوئی تھیں۔ سارے گھر والے رونے لگے۔ ڈاکٹر محمد اقبال کو بلایا۔ انہوں نے فرمایا۔ بائیں طرف فالج کا شدید حملہ ہے۔ میں ادویات بھیجتا ہوں۔ آپ رات اس کے پاس جاگتے رہیں۔ رات ایسے ہی گذری اور پورے گیارہ دن اسی پریشانی میں کٹے۔ اب رات کے تقریباً دس بجے مجھے سنائی دیا کہ میری اہلیہ باتیں کر رہی ہے۔ میں نے قریب جا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا "کہ حضرت مولانا احمد علی میرے پیر و مرشد تشریف لائے تھے اور کہتے تھے کہ تو میری روحانی بیٹی ہے، تیری خبرگیری کو آیا ہوں۔ تو جو روزانہ کلام اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتی تھی، وہ اب تمہیں پہنچ رہا تھا۔ فرمایا بیٹی! بالکل نہ گھبراؤ۔ تم انشاء اللہ صحت یاب ہو جاؤ گی۔ اب اور علاج بالکل

چھوڑ دو۔ یہ علاج کرو" گائے کے دودھ میں دار چینی ڈال کر دو تین اُبال دے لو۔ اس دودھ پر ایک دفعہ سورۂ یٰسین پڑھ کر دم کرو۔ سات لونگ پیس کر ایک ٹکیہ سی بنا لو۔ ٹکیہ منہ میں ڈال کر دودھ پی لیا کرو اور لیٹ جایا کرو۔ انشاء اللہ تعالٰے سات دن میں شفا ہو جائے گی۔

علاج فوری شروع کیا گیا۔ تیسرے دن فالج زدہ حصۂ جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔ سات دن کے بعد اللہ تعالٰے نے صحت کاملہ عطا فرمائی الحمد للہ علی ذالک یہ واقعہ میری زندگی کا ناقابل فراموش واقعہ ہے"۔

ایسے واقعات کا تعلق خوارق و کرامات سے ہے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ کا اس ذاکرہ عابدہ کو خواب میں نسخہ بتانا در اصل من جانب اللہ غیبی نصرت ہے فاعل حقیقی اللہ تعالٰے کی ذات ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اولیائے امت کی جوتیوں میں وہ موتی ملتے ہیں، جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے۔

كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ

(ترمذی)

ترجمہ

تمام انسان (بجز انبیاء علیہم السلام) گنہگار ہیں اور اچھے گنہگار وہ ہیں، جو توبہ کرنے والے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس سلسلے میں ہم اپنے ایک بزرگ حاجی خیرالدین صاحب ساکن شیخوپورہ کا واقعہ بھی بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

چند دن ہوئے، مجھ کو حاجی خیرالدین صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حاجی صاحب سید علاؤ الدین مدظلہ العالی خلیفہ مجاز سید العارفین حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مکی مرحوم کے مرید خاص ہیں۔ آپ کی سیرت پر اللہ والوں کی صحبت کا رنگ غالب ہے۔ وہ حضرت لاہوری علیہ الرحمہ کے جنازے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"شیخوپورہ میں حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی وفات کی خبر سن کر ہم چند احباب آپ کے جنازہ میں شمولیت کرنے کے لیے دروازہ شیرانوالہ لاہور پہنچ گئے۔ اس وقت آپ کا جسد مسعود آپ کے در دولت کے سامنے گلی میں چارپائی پر عام زیارت کے لیے رکھا ہوا تھا۔ ہجوم کی کثرت کی وجہ سے ہم آگے نہ جاسکے جنازہ اٹھایا گیا۔ جب آپ کی چارپائی ہمارے قریب آئی، تو میں نے فرط شوق سے حضرتؒ کے مبارک بدن کو چھونے کی سعادت حاصل کی۔ میرا ہاتھ آپ کی مبارک پنڈلی کو لگا اس سے مجھ کو طمانیت قلبی حاصل ہوئی۔ لاکھوں کا مجمع تھا۔ ہم جنازے کے ہمراہ یونیورسٹی گراؤنڈ تک پیدل گئے نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور وہاں سے شیخوپورہ واپس آگئے۔

دوتین دن کے بعد رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرتؒ کی قبر مبارک کھلی ہوئی ہے اور آپ کی دونوں پنڈلیوں کے درمیان میں موتیا کا ایک فردوسی پودا اگا ہوا ہے اس پر نہایت ہی خوشنما نورانی پھول کھلے ہوئے ہیں اور بعض ابھی کلیوں کی صورت میں ہیں۔ خوشبو کا یہ عالم تھا کہ ساری فضا مشکبار تھی۔ میری روح کی کیفیت حد بیان سے باہر تھی اور دل اس لاثانی مسرت سے سرشار تھا بس کے کئی دن بعد عالم بیداری میں مجھ پر یہ حالت طاری رہی اور اب تک اس منظر کی عطر بیزیوں کو یاد کرکے روحانی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا رہتا ہوں

کیسا وہ خواب تھا کہ ابھی تک ہوں خواب میں

صاحب موصوف حضرت لاہوریؒ کے مرید نہیں تھے۔ لیکن ان کے عقیدتمندوں میں سے تھے۔

دُعائے نُور

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّ تَحْتِیْ نُوْرًا وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ دَمِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ شَعْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَشَرِیْ نُوْرًا وَّ اجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔ (حدیث شریف)

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ:۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کونین کی عظمت ہیں۔ جو شخص آپ کے در رسالت کی خاک کو اکسیر نہیں سمجھتا اور آپ کی غلامی کا دم نہیں بھرتا۔ دارین کی رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

اے اللہ!

تو بر نخل کلیمے بے محابا شعلہ ریزی
تو بر شمع یتیمے صورت پروانہ آئی

(علامہ محمد اقبالؒ)

ترجمہ:۔ اے اللہ! حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ندا تھے "رب ارنی" کے جواب میں آپ نے تجلیات کا ظہور فرمایا! سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کی تاب نہ لاسکے اور بے ہوش ہوگئے۔ لیکن اے اللہ! جب تو حضرت آمنہ کے یتیمؐ کی شمع رسالت پر آتا ہے، تو پروانہ وار ہی آتا ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سجستانی
۲	احکام شب برأت	حضرت مولانا احمد علیؒ
۳	احیاء العلوم	ابوحامد محمد بن محمد الطوسی امام غزالیؒ
۴	ارمغانِ حجاز	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۵	الردی فتوح الشام	حافظ عبدالغنی بن سعید الازدی
۶	اسرار و رموز	علامہ محمد اقبالؒ
۷	اسلام سخت خطرہ میں	مولانا احمد علی لاہوریؒ
۸	اسلام اور استعمار	• • •
۹	استحکام پاکستان	• • •
۱۰	اصلی شخصیت	• • •
۱۱	آئینہ کمالات اسلام	مرزا غلام احمد قادیانی
۱۲	اصول تفسیر	شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم امام ابن تیمیہؒ
۱۳	روزنامہ "آفاق"	۲۴ فروری ۱۹۶۲ء
۱۴	آفات مہدی	بیگم مہدی
۱۵	رسالہ "اقدام"	۴ مارچ ۱۹۶۷ء
۱۶	اکسیر فی اصول تفسیر	نواب صدیق حسن خان مرحوم

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱۷	الحرب فی القرآن	امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ
۱۸	اخبار "الصدق"	لکھنؤ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء
۱۹	الاتقان	امام جلال الدین سیوطیؒ
	الحدیث النبوی فی	حافظ نصیر الدین فاضل
۲۰	تدوین الفقہ	دیوبند
۲۱	الاجتہاد والتقلید	علامہ قاری محمد طیب
۲۲	التکشف عن مہمات التصوف	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۲۳	الفاروق	حضرت مولانا شبلی نعمانی مرحوم
۲۴	السعی والمشکور	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
۲۵	انوار ولایت	[illegible]
۲۶	ایک مفسر قرآن	چوہدری محمد یوسف صاحب
۲۷	ایک قرآن	قاری محمد طیب مرحوم
۲۸	بال جبریل	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۲۹	بانگ درا	• • •
۳۰	صحیح بخاری شریف	امام الحافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بخاری
۳۱	اخبار "بدر"	جلد دوم ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۳۲	بہشتی احمدی کی کہانیاں	حضرت مولانا احمد علی مرحوم
۳۳	بیس بڑے مسلمان	مرتبہ عبدالرشید ارشد
۳۴	بیضاوی شریف	حضرت عبداللہ بن عمر
۳۵	اخبار پاکستان ٹائمز	۲۵ فروری ۱۹۶۲ء
۳۶	پرانے چراغ	مولانا ابوالحسن علی ندوی
۳۷	پیامِ مشرق	علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۳۸	پیرو مرید کے فرائض	حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
۳۹	پیغام رسولؐ	• • • •
۴۰	تاریخ اسلام	پروفیسر حمیدالدین صاحب
۴۱	تاریخ الفقہ	قاضی عبدالصمد صارم الازہری
۴۲	تاریخ التفسیر	• • • •
۴۳	تاریخ القرآن	• • • •
۴۴	تاریخ الحدیث	• • • •
۴۵	تبلیغ رسالت	مرزا غلام احمد قادیانی
۴۶	تجدید و احیائے دین	مولانا مودودی صاحب
۴۷	تحفہ معراج النبیؐ	حضرت مولانا احمد علیؒ
۴۸	ترجمان القرآن	مولانا آزادؒ
۴۹	تریاق القلوب	مرزا غلام احمد قادیانی
۵۰	جامع ترمذی شریف	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰؒ
۵۱	تذکرۃ البلاغت	مولوی ذوالفقار علی مرحوم
۵۲	تذکرۃ الاسلام للاسلام	مولانا احمد علی لاہوریؒ
۵۳	تفسیر کبیر / مفاتیح الغیب	امام فخر الدین رازی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۵۴	تفسیر زبدی	شیخ محمد زاہد بخاری
۵۵	تمدن عرب	مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامیؒ
۵۶	توحید معقول	حضرت مولانا لاہوریؒ
۵۷	جاوید نامہ	ڈاکٹر محمد اقبالؒ
۵۸	جماعت اسلامی	علامہ ارشد نعمانی سیکرٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ
۵۹	جوامع الکلم	مولانا سمیع الحق مرحوم
۶۰	حجۃ اللہ البالغہ (اول)	حضرت شاہ ولی اللہؒ
۶۱	• • • (دوم)	• • • •
۶۲	حقیقۃ الصلوٰۃ	مولانا ابوالکلام آزادؒ
۶۳	خدا کی نیک بندیاں	مولانا احمد علی لاہوریؒ
۶۴	خلاصۃ الاسلام	• • •
۶۵	خلاصۃ المشکوٰۃ	• • •
۶۶	خلق محمدی	• • •
۶۷	رجسٹر لائبریری	مدرسہ قاسم العلوم انجمن خدام الدین
۶۸	رحمۃ للعالمین (جلد اول)	قاضی سلیمان منصورپوری
۶۹	رد المحتار (شامی)	علامہ ابن عابدین شامی
۷۰	روح المعانی	علامہ محمود آلوسیؒ
۷۱	روح الاجتماع	ڈاکٹر لیبان مترجمہ مولانا محمد یونس
۷۲	رولٹ ایکٹ رپورٹ	بابت سازش ریشمی خطوط
۷۳	ریکارڈ رجسٹرات	انجمن خدام الدین لاہور
۷۴	سالنامہ نگار	نیاز فتح پوری ۱۹۵۵ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

نمبر شمار	کتاب	مصنف	نمبر شمار	کتاب	مصنف
۷۵	سیرۃ النبی حصہ اول	علامہ شبلی نعمانیؒ	۹۸	کیمیائے سعادت	امام غزالیؒ
۷۶	〃 〃 ہر شش حصص	سید سلیمان ندوی	۹۹	گلدستہ صد احادیث	حضرت لاہوریؒ
۷۷	سیرۃ النعمان	علامہ شبلیؒ	۱۰۰	ترجمہ و حواشی قرآن پاک	حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
۷۸	شرح اسماء الحسنیٰ	مولانا لاہوریؒ	۱۰۱	مثنوی مولانا روم	مولانا جلال الدین رومیؒ
۷۹	سیرۃ ابن ہشام جلد ۱	عبدالملک	۱۰۲	محمدؐ کائنات	از اصغر
۸۰	شہادت امام حسینؓ	مولانا ابوالکلام آزاد	۱۰۳	مرد مومن	عبدالحمید خاں مرحوم
۸۱	شہادت القرآن	مرزا غلام احمد قادیانی	۱۰۴	مسند امام احمد بن	محمد بن حنبلؒ
۸۲	ضرب کلیم	ڈاکٹر محمد اقبالؒ	۱۰۵	مسلم شریف	مسلم بن حجاج قشیریؒ
۸۳	ضرورۃ القرآن	مولانا احمد علی لاہوریؒ	۱۰۶	مشکوٰۃ شریف	ولی الدین ابن عبداللہؒ
۸۴	تشریح سورۂ عصر	〃	۱۰۷	موضح القرآن	شاہ عبدالقادر دہلویؒ
۸۵	فتح العزیز پارہ الم تفسیر	حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ	۱۰۸	مضامین	سید جمال الدین افغانیؒ
۸۶	فتوح البلدان	بلاذری	۱۰۹	مقدمہ فیض الحرمین	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلویؒ
۸۷	فضائل حج	مولانا محمد زکریاؒ	۱۱۰	مقدمہ خیر کثیر	شاہ محمد عاشق مرحوم
۸۸	شرح سورۂ علق	مولانا لاہوریؒ	۱۱۱	مقامات ولایت	از اصغر
۸۹	فوز الکبیر	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلویؒ	۱۱۲	مکتوبات جلد اول دوم	حضرت مجدد الف ثانیؒ
۹۰	قرآن پاک حدیث تقدیر تفہیمی مباحث	پروفیسر غلام رسول	۱۱۳	منصب امامت	حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ
۹۱	شرح سورۂ قریش	حضرت لاہوریؒ	۱۱۴	موطا امام مالک	مالک بن عبداللہؒ
۹۲	قرآن پاک مترجم	〃	۱۱۵	موج کوثر	شیخ محمد اکرام
۹۳	قصائد	حضرت حسان بن ثابتؓ	۱۱۶	مینول آف ایتھکس	از جان ایس میکنزی
۹۴	قول الجمیل	حضرۃ شاہ ولی اللہ دہلویؒ	۱۱۸	نسائی شریف	ابو عبدالرحمان
۹۵	کاپی (سوانح حیات)	بابو منظور سید صاحب	۱۱۹	محمد ایٹ مدینہ انگلش	منٹگمری واٹ
۹۶	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویریؒ	۱۲۰	محمد اینڈ ٹیچنگ آف دی قرآن انگلش	جان ڈیون پورٹ
۹۷	کلیات	اکبر الہ آبادی			

ضمیمہ

اس مقالے میں آیات احادیث اور فارسی عبارات کا ترجمہ مناسب جگہ پر نہیں کیا گیا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مقالے کے صفحات کی مدد سے مندرجہ ذیل ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
۴	۲	وَاِذْ قالت۔ جب عمران کی عورت نے کہا۔ اے میرے رب جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ سب سے آزاد کر کے میں نے تیری نذر کیا۔ سو تو مجھ سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔
۴	۴	وَالسلام عَلَیَّ۔ اور مجھ پر سلام ہے۔ جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔
۲۱	۱	وَاَلقیت۔ میں نے اپنی طرف سے تجھ پر محبت کا نور ڈالا۔ تاکہ تو میرے سامنے پرورش پائے۔
۲۸	۱۰	وَمن یتق اللہ۔ اور جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، سو وہی اس کو کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا حکم پورا کرنے والا ہے۔
۳۲	-	مَا یفتح اللہ۔ اللہ بندوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے۔ اسے کوئی بند نہیں کر سکتا اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی کھولنے والا نہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔
۳۸	-	یریدون۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کر کے رہے گا۔ اگرچہ کافر برا مانیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
۵۷	۱	یٰعبادی الذین :۔ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین کشادہ ہے پس میری ہی عبادت کرو۔ ہر جاندار موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر ہمارے ہی پاس پھر کر آؤ گے۔
[illegible]	-	یاایھا الذین :۔ اے ایمان والو۔ انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کی طرف کی گواہی دو۔ اگرچہ اپنی جانوں پر ہو یا ماں باپ اور رشتہ داروں پر ہو۔ اور اگر کوئی مالدار ہے یا فقیر ہے تو اللہ اس کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ لہذا تم انصاف کرنے میں دل کی خواہش کی پیروی نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔
[illegible]	-	اور تمہیں اس قوم کی دشمنی جو کہ تمہیں حرمت والی مسجد سے روکتی ہے اس بات کا باعث نہ بنے کہ زیادتی کرنے لگو۔
[illegible]		اشعار حضرت حسان بن ثابت :۔ میری آنکھوں نے تجھ سے زیادہ حسین ہرگز نہیں دیکھا ہے اور آج تک تجھ سے زیادہ خوبصورت اور جمیل کسی عورت نے کوئی بچہ نہیں جنا۔ تو ہر قسم کے نقص سے یوں پاک ہے گویا تیری پیدائش عین تیری خواہش کے مطابق ہوئی۔
۹۵	-	اور محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انبیاء کے اختتام پر تشریف لائے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔
۹۵		حدیث :۔ قیامت سے پہلے قریباً تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے اپنے آپ کو خدا کا رسول کہے گا اور میں تمام انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں۔ میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
		حدیث نبوی :۔ میں انبیاء کرام کے آخر میں مبعوث ہوا ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو۔
		حدیث نبوی :۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو صرف اور صرف عمرؓ بن خطاب ہوتے۔
[illegible]	[illegible]	اللہ تعالیٰ نے تجھ پر قرآن حکیم نازل فرمایا ہے۔ اس میں محکمات آیات ہیں اور وہی دین اسلام کے بنیادی پتھر ہیں اور دوسری آیات متشابہات ہیں۔ پس جن

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		لوگوں کے دلوں میں کج فہمی موجود ہے۔ تو وہ متشابہات سے دین میں فتنہ بپا کرنے کے لیے جزئیات لیتا ہے اور تاویل کا متلاشی بنتا ہے لیکن متشابہات کی تاویل فقط ذاتِ باری تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کا وجدان صحت مند ہے اور وہ لوگ علم و تفقہ میں پختہ ہیں۔ وہ تمام آیاتِ قرآنیہ کو منزل من اللہ مانتے ہیں اور اس سے فقط اصحابِ عقل و بصیرت کو ہدایت کی راہ ملتی ہے۔
[illegible]		یا ایتھا النفس :۔ اے اطمینان والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔
[illegible]	[illegible]	ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں۔ ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں، جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت اور یہی ہدایت پانے والے ہیں۔
[illegible]	-	یؤتی الحکمۃ :۔ جس کو چاہتا ہے، دانائی عطا فرماتا ہے اور جو کوئی دانائی دیا جاتا ہے، پس بے شک وہ بہت خیر و برکت دیا گیا۔
[illegible]	[illegible]	ماکان محمد :۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ انبیاء کرام کے خاتم ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔
[illegible]	[illegible]	الیوم اکملت :۔ آج میں نے تمہارے دین کی تکمیل کر دی ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور میں دین اسلام تم کو عطا کر کے راضی ہوں۔
[illegible]	[illegible]	انا نحن :۔ بے شک ہم نے قرآن پاک نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	ترجمہ
۲۳۱	۷	من یعش منکم :۔ میرے بعد جو تم سے زندہ ہوگا۔ وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا پس تم پر میرا طریقہ اور راشد اور ہدایت یافتہ خلفاء کا طریقہ لازم ہے۔ اس کو مضبوطی سے تھام رکھو اور اس کو دانتوں سے پکڑو۔ خبردار دین کے کاموں میں بدعات سے بچو۔ پس بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی شریف)
۲۰		پس یہ پروردگار عالم کی رحمت کا ظہور ہے کہ آپ ان کے حق میں نرم خو ہیں اور اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کی صحبت ترک کر کے بھاگ جاتے۔
۲۰		و لتکن منکم :۔ چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت خیر و فلاح کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور ان کو اچھائی اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے منع کرے اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔
۲۱	۱۲	فالھمھا۔ پس وہ برائی اور نیکی کی اطلاع کرتا ہے، جس نے اس کو سنوار لیا۔ بیشک وہ نجات پاگیا اور جس نے اس کو آلودہ کر لیا وہ برباد ہوا۔
ء	[illegible]	ثم :۔ پھر تم سے اس دن تمام نعمتوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا۔
طہ	۱	قال ان اللہ :۔ فرمایا۔ بے شک تمہارا قائد منتخب کر لیا ہے۔ اور اس کو جسمانی طاقت اور فہم و فراست میں وافر حصہ دیا ہے۔
•	۱۱	ربنا و ابعث :۔ اے ہمارے پروردگار ان میں ایک رسول مبعوث فرما جو ان سے ہو۔ تیری آیات ان پر تلاوت کرے اور تیری کتاب اور حکمت کے درس ان کو سکھائے اور ان کے قلوب کا تزکیہ کرے۔ بیشک تو غالب اور
	۱۳	بے شک مومنین وہ ہیں جو اللہ عز اسمہ اور رسول اللہ پر ایمان لائے اور پھر شک و شبہ میں گرفتار نہ ہوئے۔
۲۱۵	-	وما ینطق :۔ وہ اپنی خواہش سے لب کشائی نہیں کرتا یہ وہی ہے جو وحی کیا جاتا ہے شک و شبہ میں گرفتار نہ ہوتے۔
۲۳۲	۱۰	و من یبتغ :۔ جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کریگا وہ خدا تعالٰے کے ہاں قابل قبول نہیں۔ وہ قیامت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
۲۲۵	۳	قولوا اٰمنا باللہ :۔ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہماری طرف اور جو نازل ہوا ابراہیم علیہ السلام، اسماعیلؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر اور جو کچھ نازل ہوا عیسٰے علیہ السلام پر اور موسٰی علیہ السلام پر اور جو باقی انبیاء کرام پر ان کے رب کی طرف سے۔ ہم ان میں سے کسی میں نبی ہونے میں تفریق نہیں کرتے ہیں اور ہم اس دین کو ماننے والے ہیں
•	۱۲	و لا تسبوا الذین :۔ تم ان کو برا بھلا نہ کہو جن کو وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ ورنہ وہ بغیر علم کے اللہ تعالٰے کو برا بھلا دشمنی سے کہیں گے۔
•	۱۳	ادع الی سبیل :۔ لوگوں کو حکمت اور موعظت حسنہ سے اپنے رب کے دروازے پر آنے کی دعوت دیتے رہو اور ان سے مجادلہ بھی مقصود ہو تو پھر بھی احسن انداز اختیار کرو۔
۲۲۳	-	ان ھذا القراٰن :۔ بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہو۔
۲۲۵	۱	ھو الذی ارسل :۔ وہ ذات جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ تاکہ تمام ادیان پر اس کو غلبہ حاصل ہو اور اگرچہ مشرک اس کو ناپسند کریں۔
۲۲۳	-	ان اللہ لا یغیر :۔ بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ جب افراد قوم اپنی جانوں کے ارادے میں خود تبدیلی پیدا نہ کریں۔
۲۲۳	-	وما ھذہ الحیوۃ :۔ یہ دنیاوی زندگی فقط کھیل تماشا ہے اور اصل زندگی عالم آخرت کی ہے۔ کاش وہ سمجھتے۔
		تیسری اصلاح :۔ افمن اتبع :۔ کیا وہ شخص جو اللہ تعالٰی کی خوشنودی کا متلاشی ہے، اس بدبخت کی طرح ہو سکتا ہے جس نے خدا کی ناراضگی حاصل کی۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہایت برا ٹھکانا۔
		آٹھویں اصلاح :۔ یایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ :۔ اے ایمان والو!

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ نمبر	حاشیہ نمبر	ترجمہ

اللہ تعالےٰ، رسولِ خدا، ور تم میں سے جو حکام ہوں۔ ان کی اتباع کرو۔
نویں اصلاح :۔ وَاٰتِ ذَا القُربیٰ :۔ صاحبِ قرابت، مسکین اور مسافر کا حق
ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو۔
دسویں اصلاح :۔ یاایھا الذین اٰمنو :۔ اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ اور
اس کے رسولؐ کے معاملہ میں خیانت نہ کرو، اور تم اپنی امانتوں میں بھی خیانت
مت کرو۔
۲۴۸ هُوَ الحَیُّ لَا اِلٰہَ :۔ وہ زندہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس مخلص
ہو کر اس کو پکارو۔ سب تعریف واسطے اللہ تعالےٰ کے ہے، جو جہانوں کا
پروردگار ہے۔
۲۵۵ وَکَانَ حَقًّا :۔ ہم پر مومنوں کی نصرت کرنا ضروری ہے۔
شاہد ثانی :۔ اور اگر وہ تورات اور انجیل کے احکام پر قائم رہتے اور جو کچھ
ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا۔ تو اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے
سے نعمتیں کھاتے۔
۲۵۶ اِنَّمَا اَشکُو بَثِّی :۔ میں تو اپنی پریشانی اور غم کا اظہار اپنے خدا کے سامنے
کرتا ہوں اور اپنے کام کو خدا تعالےٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ بے شک اللہ بندوں
کو دیکھنے والا ہے۔
فلسفۂ روزہ :۔ فلا یَرفُث۔ حدیث شریف۔ روزہ دار عورتوں سے میل
جول کی باتیں کرے۔ نہ شور و غل مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا
رڑائی کرے۔ تو خود اس کے مقابلے میں کچھ نہ کرے، اتنا کہہ دے کہ میں
روزہ دار ہوں۔
فلسفۂ روزہ :۔ حاشیہ حدیث شریف ملک :۔ عن عبداللہ بن عمرو :۔ عبداللہ بن عمرو
سے روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ روزہ اور قرآن

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ

انسان کے لیے (قیامت کے دن) شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا۔ اے میرے
رب میں نے اس کو دن کو کھانے اور خواہشات نفسانی سے روکا تھا۔ لہٰذا اس
کے حق میں سفارش قبول فرمائیے۔ پھر روزہ کی سفارش قبول کی جائے گی۔
فلسفۂ زکوٰۃ :۔ والذین یکنزون :۔ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے خزانے جمع
کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالےٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے ہیں پس ان کو دردناک
عذاب کی خوشخبری سنا دے۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر
اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہی ہے جو تم
نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو، جو تم جمع کرتے تھے (سورہ توبہ
حدیث۔ عن ابن عباس : عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا آپ نے فرمایا۔ انہیں اللہ تعالےٰ
کی توحید اور میری رسالت کی شہادت کے لیے دعوت دو۔ اگر وہ اس بات کو
مان لیں۔ پھر انہیں اطلاع دو کہ اللہ نے ان پر پانچ نمازیں روزانہ فرض کی ہیں
اگر وہ اس بات کو مان جائیں پھر انہیں اطلاع دو کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے مالوں
میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولتمندوں سے لی جائے گی اور انہیں کے
محتاجوں پر بانٹ دی جائے گی۔
دفعہ دوم : حدیث قدسی ! یا ابن آدم۔ اے آدم کے بیٹے خرچ کر، میں تجھ پر
خرچ کروں گا۔
دفعہ ہفتم :۔ وَلَو قَاتَلَکُم :۔ اور اگر تم سے کفار جنگ کریں تو پشت پھیر
کر بھاگیں گے اور ان کو کوئی دوست اور مددگار نہیں ملے گا۔
مصارف زکوٰۃ :۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ :۔ زکوٰۃ مفلسوں اور محتاجوں اور
اس کا کام کرنے والوں کا حق ہے اور جن کی دل جوئی کرنی ہے اور غلاموں
کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرض میں اور اللہ کی راہ اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ | حاشیہ | ترجمہ

اور مسافر کو یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

فلسفۂ عید قربان:۔ لن ینال ۔ اللہ تعالےٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا۔ لیکن تمہارا التقویٰ اس کو پہنچتا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ:۔ ان پر آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی خبر پڑھو جب انہوں نے قربانی کی۔

یابنی: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا۔ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس نظر کرو، تمہاری کیا رائے ہے۔

یا ابت افعل:۔ اے والد مشفق جس چیز کا آپ کو من جانب اللہ حکم ہوا کیجئے۔ قریب ہے کہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

وَجَاهِدُوا: اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اس نے پہلے سے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔

تحسبہم جمیعا:۔ تو ان کو متفق خیال کرتا ہے اور دل ان کے متفرق ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ یہ لوگ عقل نہیں کرتے۔

حدیث شریف:۔ بے شک اللہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے رنگوں کو دیکھتا ہے۔ لیکن وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

ان تنصروا اللہ۔ اگر تم دینِ اسلام کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدمی عطا کرے گا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا:۔ اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں البتہ ہم ان کو ضرور راہ ہدایت سمجھائیں گے۔

صفحہ نمبر | حاشیہ | ترجمہ

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ:۔ یہ اس لیے ہے کہ صاحب ایمان لوگوں کا اللہ تعالےٰ والی ہے اور کفار کا کوئی والی نہیں۔ (سورہ محمد)

رسالہ وظیفہ:۔ حاشیہ ولئن ۔ اگر تو ان سے سوال کرے کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے البتہ ضرور کہیں گے کہ خدا نے۔ پس وہ کدھر پھرے جاتے ہیں۔

وَإِذَا غَشِيَهُمْ:۔ اور جب ان کو دریا کی موجیں گھیر لیتی ہیں۔ بادل سایہ بادلوں کی طرح ۔ تو مخلص دل سے خدا تعالےٰ کو پکارتے ہیں۔

حدیث: لتتبعن سنن ۔ البتہ تم ضرور پہلوں کے راستے چلو گے بالشت کے برابر بالشت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ جس نے فسادِ امت کے وقت میری سنت پر مضبوطی سے عمل کیا، اس کے لیے سو شہید کا ثواب ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ:۔ بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو رات کے تیسرے حصے سے کم یا نصف رات کو تیسرے حصے پر اور ایک جماعت (صحابہ کرامؓ) آپ کے ساتھ شامل ہوتی ہے۔

رضی اللہ عنہم:۔ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہو گئے۔

رسالہ بہشتی اور دوزخی کی پہچان:۔ والذین اجتنبوا الطاغوت:۔ جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ ان کے لیے خوشخبری ہے۔ پس ان بندوں کو خوشخبری سنا دو۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ:۔ بے شک نجات پا گئے مومن لوگ۔ وہ جو کہ اپنی نمازیں خشوع سے ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو فضول باتوں سے منہ موڑتے ہیں اور وہ لوگ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی پابندی اور حفاظت کرنے والے ہیں۔
حدیث:۔ قَالَ قَالَ:۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک تمہارا پروردگار زندہ ہے۔ بزرگ ہے۔ اپنے بندے سے شرم کرتا ہے۔ جب وہ اپنا دستِ استغفار عاجزی سے خدا کی طرف پھیلاتا ہے کہ اس کو خالی واپس کر دے۔ (گویا اس کی بخشش کرتا ہے، خواہش پوری کرتا ہے)۔
حدیث۔ عَن عمرؓ:۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غرغر کی آواز (سکرات موت) تک بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے۔
لہ پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔ (وَنَفْسٍ وَمَا سَوّٰهَا)
تہ بل الانسان:۔ انسان اپنے نفس کی حرکات کو جانتا ہے۔ اگرچہ عذرات پیدا کرتا رہے۔
تقریظ مولانا عبدالحنان مرحوم۔ لا یستوی:۔ اہلِ دوزخ اور اہلِ جنت برابر نہیں ہوتے۔ اہل جنت یقیناً کامیاب و کامران ہیں۔
رسالہ خدا کی نیک بندیاں:۔ یا ایھا الذین۔ اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔
اِنَّ المسلمین:۔ سورہ احزاب۔ اسلام لانے والے اور اسلام لانے والیاں۔ ایمان لانے والے اور ایمان لانے والیاں۔ فرمانبرداری کرنے والے اور فرمانبرداری کرنے والیاں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والیاں۔ صبر کرنے والے مرد و صبر کرنے والی عورتیں۔ عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں۔ خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں۔ روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اور حفاظت کرنے والیاں اور خدا تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے اور بہت یاد کرنے والیاں۔ ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ

حاشیہ۔ حدیث شریف۔ مَن صَامَ:۔ جس نے ایمان اور پابندی شرع کے ساتھ حصول ثواب کے لیے رمضان شریف کے روزے رکھے۔ اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔
حدیث شریف:۔ عن ابن عمرؓ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تم تمام نگہبان (چرواہے) ہو اور تم اپنے ماتحت چیزوں کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔ امیر جماعت بھی نگہبان ہے اور ہر آدمی اپنے گھر والوں کے متعلق اور عورت نگہبان ہے اپنے خاوند کے گھر اور اولاد کی۔ پس تم سب گڈریا ہو اور تم سب سے زیرتربیت چیزوں کے متعلق پوچھا جائیگا۔
رسالہ حقوق و فرائض۔ آیۃ خلق لکم:۔ جو کچھ زمین میں ہے۔ تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔
حاشیہ۔ وفی اموالھم:۔ ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور خالی ہاتھ کے لیے مقررہ حصہ ہے۔
وآتِ ذَا القُربیٰ:۔ اہل قرابت کو اس کا حق ادا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی دو۔
حدیث:۔ پس بے شک تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ پس تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے۔
رسالہ خدا کی مرضی:۔ وَمَا اَرْسَلْنَا:۔ ہم نے جو رسول بھیجا ہے اس کی اتباع اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جائے۔
فی السماء:۔ تمہارا رزق آسمانوں میں ہے اور جس چیز کا تم سے وعدہ ہے اس کا نزول بھی باذن ہوتا ہے۔
یَھَبُ:۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ | حاشیہ | ترجمہ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ :۔ بیشک یہ قرآن سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔
وَ اُمِرْتُ :۔ اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں جہانوں کے پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔
وَاٰتُوا النِّسَاءَ :۔ اور خوشی سے عورتوں کو ان کے مہر دو۔
وَ عَاشِرُوْھُنَّ :۔ اور حسنِ سلوک سے ان سے برتاؤ کرو۔
وَ لَا تُمْسِكُوْھُنَّ :۔ اور ان کو نقصان پہنچانے کے لیے مت روکو۔ تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔
وَ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا :۔ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو جو کچھ تم رضائے الٰہی کے لیے کرتے ہو۔ خرچ کرو والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر اور جو کچھ تم اچھا کام کرتے ہو۔ اللہ تعالٰی تمہاری نیت کو بھی جانتا ہے۔
رسالہ مسلمان عورت کے فرائض، مَنْ عَمِلَ :۔ جس نے مردوں یا عورتوں میں سے نیک عمل کیئے پس ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کرتے ہیں۔
حدیث شریف :۔ عن معاذ ۔ حضرت معاذؓ راوی ہیں۔ میں نے رسولِ خدا سے کہا مجھ کو ایسے عمل کی خبر دیجئے کہ میں جنت میں داخل ہو سکوں اور آگ سے دور ہو جاؤں۔ فرمایا: "تم نے بڑا اہم سوال پوچھا ہے۔ یہ بات اس شخص پر آسان ہے، جس پر خدا آسان کر دے۔ تو عبادت کرے اللہ تعالٰی کی۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ نماز اچھی طرح سے پڑھ، زکوٰۃ دے۔ رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ الحرام کا حج کر۔"
عن ابو ھریرہؓ :۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو۔ آپ سے عرض کیا گیا کس کی یا رسولؐ اللہ۔ فرمایا جس کو بڑھاپے

صفحہ | حاشیہ | ترجمہ

میں والدین سے زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملا۔ خواہ ایک ہو یا دونو۔ اور پھر وہ جنت میں نہیں گیا
لَا يَدْخُلُ :۔ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔
عَنْ اَنَسٍؓ :۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں۔ فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت پانچ وقت نماز پڑھتی ہے اور رمضان کے روزے رکھتی ہے اور پاکدامن ہے اور اپنے خاوند کی فرمانبردار ہے۔ پس جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔
عن ابی ھریرہؓ :۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اگر میں کسی کو حکم دوں کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا۔ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔
عن ابی ھریرہؓ :۔ حضرت ابی ھریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ۔ بے شک فلاں عورت کثرت نماز، نوافل اور روزے رکھنے اور خیرات کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخ میں ہے عرض کیا یا رسولؐ اللہ۔ اگر ایک عورت روزے کم رکھتی ہے۔ صدقہ و خیرات کی ادائیگی بھی کم کرتی ہے اور نماز نفلی بھی کم پڑھتی ہے۔ اور وہ پنیر کے ٹکڑے خیرات کرتی ہے اور اپنے ہمسایوں کو زبان سے نہیں ستاتی۔ آپؐ نے فرمایا وہ بہشت میں جائے گی۔
رسالہ پیر اور مرید کے فرائض، مَا كَانَ :۔ انسان کو زیبا نہیں کہ اللہ تعالٰی اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور پھر لوگوں کو حکم دے کہ خدا کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ۔
حاشیہ حدیث شریف :۔ عن جریرؓ بن عبد اللہ، حضرت جریرؓ بن عبد اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		راوی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کی بیعت کی۔
		خیر القرون قرنی، حدیث :۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے۔
	۲	فارسی عبارت کا ترجمہ :۔ میرے ایک برخوردار نے شیطان لعین کو دیکھا کہ بالکل فارغ بیٹھا ہے اور لوگوں کے گمراہ کرنے سے مطمئن ہے۔ اس شخص نے اس فراغت کا سبب پوچھا۔ شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانے میں علماء سُو نے میرے کام میں میری بڑی مدد کی ہے۔ اور انہوں نے مجھ کو گمراہ کرنے کی مہم سے آزاد کر دیا۔ خدا کی قسم امورِ دین میں جس قدر سستی اور لاپرواہی واقع ہوئی ہے اور رخنہ جو ملت و دین میں رونما ہوا ہے یہ سب کچھ علماء سُو کی وجہ سے ہے۔ ان کی نیتوں کی خرابی کے باعث سے ہے۔ ہاں علماء خیر دنیا سے بے رغبت ہیں وہ دنیا کی محبت، عزت، حکومت، مال اور سربلندی کی ہوس سے آزاد ہیں اور یہی علماء آخرت ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے وارث اور مخلوقات میں یہی سب سے اچھے ہیں۔ (مکتوبات)
		رسالہ اصلاح رسوم :۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ ۔ البتہ تحقیق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک میں تمہارے لیے نیکی کا افضل ترین نمونہ ہے۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔
		من یطع الرسول :۔ جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی بے شک اس نے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی۔
		حاشیہ۔ اِنَّ الرِّسَالَۃ :۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہوا۔ میرے بعد نہ رسول ہوگا، نہ نبی ہوگا۔

صفحہ	حاشیہ	ترجمہ
		حدیث :۔ باقی انبیاء کرام پر مجھ کو چھ وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ میرے کلام کے الفاظ کم اور معانی زیادہ اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے رعب وجلال سے نوازا ہے۔ میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا ہے اور زمین کو میرے لیے مسجد بنایا ہے اور مجھ کو تمام اولادِ آدم (قیامت تک) کے لیے بھیجا ہے اور میرے ذریعے انبیاء کرام کا سلسلہ ختم کیا ہے۔ (مسلم)
		حدیث شریف :۔ لَا تَزَالُ :۔ میری امت میں ایسا گروہ رہے گا جو ہمیشہ صداقت پر ہو۔ قیامت تک اللہ تعالیٰ ان کو غلبہ و استیلاء عطا کرے گا۔
		حدیث شریف :۔ بے شک اللہ اس امت میں ہر صدی کے بعد ایسا مردِ حق شناس پیدا کرتا رہے گا جو دینِ اسلام کی تجدید و احیاء کرتا رہے۔
		رسالہ تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ۔ حاشیہ۔ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ :۔ جو شخص نورِ ہدایت کے ظہور کے بعد بھی پیغمبرِ خدا کی مخالفت کرے گا اور مومنین کے سیدھے راستے کے علاوہ کج روی اختیار کرے گا تو ہم اس کو اس طرف موڑ دیں گے جس طرف وہ مڑا اور ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔
		حدیث۔ عن عائشۃؓ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بچے لائے جاتے تھے۔ آپ ان کے حق میں برکت کی دعا فرمایا کرتے اور تحنیک (گڑھتی) کیا کرتے تھے۔
		حدیث۔ الغلام :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ اپنے عقیقہ میں رہن رکھا گیا ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اور نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈایا جائے۔
		حدیث شریف : وَعَقَّ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کے لیے ذبح کی اور فرمایا۔ اے فاطمہؓ! اس کا سر مونڈ دو اور سر کے بالوں کے برابر چاندی تول کر صدقہ دو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ	حاشیہ	صفحہ
ختنہ کے احکام ۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہ ۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں ۔ استرالینا ۔ ختنہ کرنا ، مونچھیں کترانا ، بغل کے بال اکھاڑنا اور ناخنوں کا لینا ۔		
رسالہ شہادۃ النحاریر علی حرمۃ المزامیر ۔ حاشیہ ۔ اِعْلَمُوْا ۔ جان لو ۔ یہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زیبائش اور ایک دوسرے پر آپس میں فخر کرنا اور ایک دوسرے پر مال اور اولاد میں زیادتی چاہنا ہے ۔ جیسے بارش کی حالت کہ اس کی سبزی نے کسانوں کو خوش کر دیا ۔ پھر وہ خشک ہوجاتی ہے تو تو اس کو زرد شدہ دیکھتا ہے ۔ پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کے اسباب کے اور کیا ہے ۔		
وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ ۔ اور جو بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور جب بیہودہ باتوں کے پاس گذریں تو شریفانہ طور سے گذرتے ہیں ۔		
وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ ۔ اور جو کوئی پشت کے پیچھے سے اعمال نامہ دیا گیا بس قریب ہے کہ وہ بربادی کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا ۔ بے شک دنیا میں اپنے اہل وعیال میں عیاشی کی زندگی بسر کرتا تھا ۔		

صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ ۔ دو آوازیں دنیا میں اور آخرت میں ملعون ہیں ۔ نعمت کے وقت باجے گاجے اور مصیبت کے وقت بین کی آواز نکالنا ۔

بیواؤں سے اسلام میں نکاح بیوگان ۔ قولہٗ تعالیٰ ۔ وَاَنْکِحُوْا ۔ اے مسلمانو! جو تم میں سے رانڈ ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہوں ان کے نکاح کرا دو ۔ اگر وہ لوگ تنگ دست ہوں ، تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے بے پرواہ کر دے گا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ نکاح ہیں یہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین ہیں ۔ ان سب پاک بیبیوں میں سے سوائے حضرت عائشہ صدیقہؓ باقی سب کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرا نکاح ہوا ۔ آپ کی چار صاحبزادیاں ہیں ۔ ان میں سے حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا دوبارہ نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا ۔

اے مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ۔ کیا محبوب سے محبت کے یہی معنی ہیں کہ اس کی نقل وحرکت اور اس کی طرز معاشرت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود بھی متنفر ہے یا محبت صادق اس کو کہا جاتا ہے جو محبوب کی ہر ادا پر فدا ہو ۔

اب بیوگان کے قرابت داروں کو فرماتے ہیں کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ۔ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا لہٰذا تم کو بے کس و بے بس بیوگان کے متعلق ضرور سوال ہوگا ۔

بیوہ بہنو سے درخواست کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں ۔

عزیز بہنو! جب تم نے کلمہ پڑھ لیا اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا تو کیا وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نکاح ثانی کی اجازت بلکہ حکم دے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کر کے دکھائیں تو تم کو اب کونسی راہ اختیار کرنا چاہیے ۔

مذکورہ بالا عبارت ایک طویل اور موثر نصائح کا مجموعہ ہے ۔ جس میں سے ہم نے چند فقرات نقل کئے ہیں ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحہ | حاشیہ | ترجمہ

• والذین یتوفون ؛ اور جو لوگ تم میں سے مر جاتے ہیں اور بیوائیں چھوڑ جاتے ہیں تو ان کی بیوائیں اپنے نفسوں کو چار مہینے اور دس دن انتظار کرائیں پھر جب وہ اپنی عدت کو پورا کر چکیں۔ تو اے مسلمانو! تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دستور شرعی کے مطابق جو چاہیں، وہ اپنے نفسوں کے متعلق کریں اور جو تم کرتے ہو، اللہ تعالٰے اس سے خبردار ہے۔

رسالہ احکام شب برات ؛ عن علیؓ :۔ حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو۔ پس اس رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔ کیونکہ اس رات میں اللہ تعالٰے کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ پس فرماتا ہے۔ خبردار کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں۔ خبردار کوئی رزق لینے والا ہے کہ اسے رزق دوں۔ خبردار! کوئی مصیبت زدہ ہے ؛ اسے چھڑا دوں۔ خبردار! کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے، طلوع صبح صادق تک اللہ تعالٰے یہی آواز دیتا رہتا ہے۔

عن ابی موسٰی ؛۔ حضرت ابو موسٰی اشعریؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالٰے البتہ شعبان کی پندرھویں رات کو طلوع فرماتا ہے۔ پس سوائے مشرک اور کینہ ور کے اپنی ساری مخلوقات کو بخشتا ہے۔

رسالہ تحفہ معراج النبیؐ ؛۔ سبحان الذی ؛۔ اللہ تعالٰے کی ذات پاک ہے جس نے اپنے ممتاز بندے کو رات کے وقت بیت اللہ سے بیت المقدس تک سیر کرائی۔

رسالہ تحفہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛۔ انّ فی ھذا ؛۔ بے شک اس میں خدا پرستوں کے لیے ایک پیغام ہے اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

صفحہ | حاشیہ | ترجمہ

یا ایھا الذین ۔ اے ایمان والو! بڑے بڑے علماء اور درویشوں میں سے لوگوں کے مال ناجائز طریقوں سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو خدا تعالٰے کی راہ سے روکتے ہیں۔

۲ رسالہ مالِ میراث میں حکم شریعت ؛۔ و یقولون امنّا ؛ اور کہتے ہیں، ہم اللہ تعالٰے پر اور رسولِ خدا پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی۔ پھر ان میں سے اس کے بعد ایک جماعت روگردانی کرتی ہے اور مومنوں کے ساتھ نہیں ہیں اور جب ان کو دعوت دی جاتی اللہ تعالٰے کی طرف اور اس کے رسولؐ کی طرف۔ تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ اس وقت ان میں سے ایک گروہ اعراض کرتا ہے۔

حدیث شریف ؛۔ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَلرَّجلُ ؛۔ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے۔ پریشان بالوں والا غبار آلودہ اپنے ہاتھ اے رب! اے رب کہتے ہوئے آسمان کی طرف پھیلاتا ہے۔ مگر اس کا کھانا حرام اور پینا حرام اور لباس حرام اور اس کی غذا حرام۔ سو اس حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو!

حدیث شریف ؛۔ ان اللّٰہ ؛ بے شک اللہ تعالٰے پاک ہے اور سوائے پاک کے کسی چیز کو قبول نہیں کرتا ہے۔

رسالہ نوٹو کا شرعی فیصلہ ۔ و لا تکونوا ؛ تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے اللہ کو فراموش کیا۔ تب اللہ تعالٰے نے ان سے ان کے نفسوں کی بہتری بھی بھلا دی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے قانون کو توڑنے والے ہیں۔

وقالوا لا تذرُنّ ۔ اور انہوں نے کہا۔ کہ تم خداؤں (ود، سواع، یغوث اور نسر) کو ہرگز نہ چھوڑو۔

۔ تفسیر بیضاوی ؛۔ و لا تذرُنّ ؛۔ اور ان معبودوں کو بالخصوص نہ چھوڑو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جن کے نام اس آیت میں مذکور ہیں۔ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بعض صالح بندوں کے نام ہیں۔ جو آدمؑ اور نوحؑ کے درمیان تھے۔ پس جب وہ مرگئے تو تبرکاً ان لوگوں نے ان کی تصویریں بنالیں۔ پھر جب بہت سا زمانہ گذر گیا تو ان کی عبادت شروع کر دی۔

آخری عنوان۔ "پیغام بیداری"

رسالہ خلق محمدی :۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بے شک مجھ کو بلند اخلاق کے اتمام اور افعال حسنہ کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا ہے۔

آیت حاشیہ :۔ قاتلوا فی سبیل اللہ :۔ خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرو جو تم سے کفر کی حالت میں لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

حاشیہ۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ :۔ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے ان کو قتل کیا ہے اور تو نے جب پھینکا، وہ تو نے نہیں پھینکا تھا اور لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ :۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں سے حسن سلوک اور عدل کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ جو تم سے دین کے معاملے میں نہیں لڑے اور جنہوں نے تمہیں اپنے گھروں سے بھی نہیں نکالا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

رسالہ نجات دارین کا پروگرام اَفَمَنِ اتَّبَعَ۔ کیا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی پیروی کرتا اس کی طرح ہوتا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ :۔ اور دنیا کی زندگی سوائے کھیل اور تماشہ کے اور کچھ نہیں ہے اور تحقیق آخرت کا گھر وہی اصلی زندگی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ اس بات کو سمجھتے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ :۔ جو شخص فقط دنیا کا نفع حاصل کرنے کا ارادہ کریگا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے، جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دے دیں گے پھر ہم اس کیلئے جہنم تجویز کریں گے۔ وہ اس میں بدحال راندۂ درگاہ ہو کر داخل ہوگا۔

رسالہ نجات دارین کا پروگرام۔

اَفَمَنِ۔ کیا وہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی پیروی کرتا ہے، اس کی مثال اس جیسی ہے، جو بدعملی سے خدا تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔

یا قوم :۔ اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی ایک محض زیادی سرمایہ ہے اور آخرت میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے۔

من کان یرید :۔ جو دنیا ہی میں بدلہ لینا چاہے گا۔ ہم اس کو دنیا میں جتنا چاہیں گے دیں گے۔ جس کو چاہیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈالیں گے۔ اس کو ذلیل ورسوا اور راندۂ درگاہ کر کے پھینکا جائے گا۔

والذین :۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو ہماری نشانیوں سے منہ موڑتے تھے ان کے گناہوں کے سبب ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ :۔ جس نے آخرت کی تیاری کا ارادہ کیا اور اس کے لیے سچے دل سے کوشش کی اور وہ صاحب ایمان بھی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی مساعی کی قدر کی جائے گی۔

وَمِنْهُمْ :۔ اور ان میں جو کہتا ہے، اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں خوشحالی عطا فرما۔ اور آخرت میں خوشحالی عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان کے لیے حسنات کا اچھا ثمرہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

رسالہ استحکام پاکستان :۔

ان تنصروا اللہ :۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط کر دے گا۔

ان اللہ یامرکم :۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ حق داروں کو ان کی امانتیں واپس کرو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاشیہ	ص	ترجمہ

کام لو بے شک تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالےٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

دینی کمالات، مقام سنت :۔

جب مومنوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلایا جاتا ہے اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان میں انصاف کریں تو وہ کہتے ہیں۔ ہم نے سنا اور ہم نے مانا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جس نے اطاعت کی اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی اور اللہ تعالےٰ سے ڈرا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ یہی لوگ فائز المرام ہیں۔

وَمَا اٰتٰکُمُ :۔ تم کو جو کچھ اللہ تعالےٰ کا رسولؐ دین کا حکم دے اس کو مانو اور جس کام سے منع فرمائے منع ہو جاؤ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ دوسری جگہ فرمایا۔ جس نے رسولِ خداؐ کی اطاعت کی۔ اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

آداب لباس :۔

احل الذھب :۔ میری امت کی عورتوں کو سونا اور ریشم پہننا حلال ہے اور مردوں کے لیے حرام ہے۔

حدیث شریف :۔ بے شک اللہ تعالےٰ اس شخص کی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھتا جو اپنے تہبند کو فخر سے لٹکاتا ہے۔ زمین پر گھسیٹتا ہے۔

آدابِ طعام :

لَا تَشْرَبُوْا :۔ تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ۔ کیونکہ غیر مسلم کے لیے یہ دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔

لَا یَاکُلَنَّ :۔ تم میں سے کوئی بھی بائیں ہاتھ سے ہرگز نہ کھائے اور ہرگز نہ پیے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔

حاشیہ	صفحہ	ترجمہ

آداب ملاقات :۔

حدیث قدسی :۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں۔ میں ان کو اپنی رحمت کے سایہ میں پناہ دوں۔ جبکہ میرے سایۂ رحمت کے بغیر آج کے دن کوئی سایہ نہیں ہے۔

دوسری حدیث : تیرا اپنے بھائی کی ملاقات پر تبسم بھی نیکی ہے۔

حدیث حاشیہ :۔ حسنِ اخلاق والا۔ روزے دار اور نمازی کے مقام کو حاصل کر لیتا ہے۔

حدیث :۔ پاکیزہ بات بھی نیکی ہے۔ بے شک اللہ تعالےٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

حدیث قدسی حاشیہ :۔ یقول اللہ تعالیٰ :۔ میرے لیے آپس میں محبت کرنے والو! میری رضا کے لیے آپس میں بیٹھنے اٹھنے والو! میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرنے والو۔ میرے لیے خرچ کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہو گئی۔

حاشیہ۔ حدیث شریف :۔ جس نے میری امت میں سے کسی کی حاجت اس کو خوش کرنے کے لیے پوری کی۔ اس نے یقیناً مجھ کو خوش کیا اور جس نے مجھ کو خوش کیا اس نے اللہ تعالےٰ کو خوش کیا اور جو اللہ تعالےٰ کو خوش کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت میں داخل کرتا ہے۔

اشعار کا ترجمہ :۔ بھائی کی مدد کر اور اس کے دل کی خوشی حاصل کر۔ کیونکہ اس عمل میں حج اکبر کا ثواب ہے۔ ایک ٹوٹا ہوا دل ہزار کعبوں سے بہتر ہے۔ کعبہ تو حضرت ابراہیمؑ کا بنا ہوا ہے۔ لیکن انسان کا دل خدائے ذوالجلال کی گذرگاہ ہے۔ (مولانا روم)

حاشیہ :۔ اپنی آواز کو دھیمی کر۔ کیونکہ تمام آوازوں میں گدھے کی آواز سب سے بری ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاشیہ	ف	ترجمہ

حدیث شریف :۔ انسان کے خلق کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ بے ہودہ چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔

حدیث شریف :۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بغیر کثرت کلام سے بچو۔ پس کثرت کلام سے تمہارے دل سخت ہو جاتے ہیں اور سخت دل والا بد نصیب اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔

شعر کا ترجمہ :۔ جو شخص اتباعِ رسولؐ خدا کا عادی ہو جائے۔ وہ شریعت کے بھیدوں سے واقف ہو جاتا ہے۔

باقی امور میں اتباعِ سنت :۔

حدیث شریف حاشیہ :۔ جب تم اذان کی آواز سنو۔ جیسے مؤذن کہتا ہے کہتے جاؤ۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ بیشک جس نے مجھ پر صلوٰۃ و درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ یہ جنت میں ایک منزل و مرتبہ ہے۔ اس پر اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے فقط ایک ہی کو پہنچایا جائے گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ بفضلِ خدا میں ہوں گا۔ جس نے خدا تعالےٰ سے میرے لیے وسیلہ طلب کیا۔ اس پر شفاعت حلال ہو گئی۔ (مسلم)

دوسری حدیث :۔ بے شک میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو ایندھن اکٹھا کرنے کا حکم دوں اور پھر کسی کو نماز پڑھانے کا امر کروں پھر نماز کھڑی ہو۔ پھر ان لوگوں کو جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے۔ ان کو جلا دوں (ترمذی شریف)

حضرت مولانا لاہوری اور شعائر اللہ۔

ومن یعظم :۔ جس نے شعائر اللہ کی تعظیم کی۔ پس یہ عمل دلوں کی پرہیزگاری سے متعلق ہے۔

اسلام میں عبادت کا مفہوم :۔

حاشیہ	ص	ترجمہ

یاایہا الّذین :۔ اے ایمان والو۔ ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس سے پاکیزہ و حلال کھاؤ اور اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو

ولایت :۔

انّ من عباد اللہ۔ بیشک اللہ تعالےٰ کے بندوں میں وہ بھی ہوں گے، جن پر انبیاء کرام اور شہداء رشک کریں۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہمارے سامنے ان کے اوصاف بیان فرمائیے۔ تاکہ ہم ان سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ جو باہم لین دین اور کسی قرابت داری کے بغیر آپس میں محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے پر نور ہوں گے۔ وہ نورانی منبروں پر ہوں گے۔ ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔ جب لوگ غمگین ہوں گے ان کو غم نہیں ہوگا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "بے شک اللہ تعالےٰ کے دوستوں پر نہ خوف و ہراس ہوگا۔ نہ غم۔

ذکر اللہ کے برکات و ثمرات :۔

حدیث :۔ عن معاذ بن جبلؓ۔ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہیں ہوگی۔ ہاں صرف اس وقت پر پچھتائیں گے، جب انہوں نے کوئی وقت بغیر ذکر الٰہی کے گذارا ہو۔

حدیث عن ابو ھریرۃؓ :۔ کہا۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں بندہ کے گمان کے قریب ہوتا ہوں اور اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ اپنے دل میں، تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھ کو محفل میں یاد کرتا ہے، تو میں اس کو بہتر مجمع (فرشتوں کے مجمع) میں یاد کرتا ہوں، اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے، تو میں ایک ہاتھ ہوتا ہوں اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاشیہ	صفحہ	ترجمہ

اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

حضرت مولانا بحیثیت پیرِ طریقت۔

حدیث شریف حاشیہ:۔ اَلَا اِنَّ ۔ خبردار بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ سنور گیا تو تمام اعضائے جسم کے قوی سنور گئے اور جب وہ بگڑ گیا تو باقی اعضائے جسمانی بھی بگڑ گئے اور وہ دل ہے (بخاری شریف)

کشف و کرامت

آیت۔ یَحْسَبُوْنَ۔ سمجھتے ہیں کہ ہم رستے پر ہیں۔ خبردار بے شک وہی جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے۔ پس اس نے انہیں اللہ کا ذکر بھلا رہا ہے۔ یہی شیطان کا گروہ ہے۔ خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے۔

آیت:۔ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا:۔ ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں گر ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں، جیسے چوپائے۔ بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

آیت:۔ الٓرٰ۔ یہ کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی میں لائیں۔ ان کے رب کے حکم سے۔ غالب اور حمد کئے گئے کے رستے کی طرف۔

قطب التکوین۔

حاشیہ آیت۔ وَاِذْ تَخْلُقُ۔ اور جب تو بناتا تھا۔ پرندے کی صورت، مٹی سے میرے حکم سے۔ پس اس میں پھونکتا تھا اور میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور اچھا کرتا تھا اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا تھا۔

حاشیہ	صفحہ	ترجمہ

حقوق زوجین۔

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ: اور اس کی نشانیوں میں کہ تم سے تمہارے جوڑے پیدا کئے۔ (عورتیں) تاکہ ان کی طرف تم تسکین حاصل کرو اور تمہارے درمیان الفت اور شفقت پیدا کی۔ یہ تفکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔ دوسری جگہ وہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔

قرابت داروں کے حقوق۔

قُلْ مَآ۔ کہہ دیجئے، جو تم خرچ کرتے ہو، تو وہ والدین، قرابت داروں، یتیموں اور مساکین کے لیے ہے۔

جرأت ایمانی۔

اُفٍّ لَّکُمْ:۔ تم اور تمہارے خداؤں پر پھٹکار! جن کو تم سوائے خدا کے پوجتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں کرتے؟

حاشیہ۔ قَالُوْا: کہنے لگے۔ کیا ابراہیمؑ تم نے ہمارے خداؤں کا یہ حال کیا ہے؟

آیت:۔ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ۔ پس جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہا کہ ہم موسیٰ اور ہارونؑ کے رب کے ساتھ ایمان لائے۔

آیت۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ پس میں ضرور تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دوں گا اور تم کو درختوں کے تنوں پر سولی دوں گا۔ تاکہ تم کو معلوم ہو کہ کس کا عذاب سخت اور دیر تک باقی رہنے والا ہے۔

عدل و انصاف۔

حاشیہ۔ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ قائم رہو اور خدا کی گواہ بنو۔ اگرچہ تم کو اپنی جانوں، ماں باپ، قرابت داروں پر گواہی دینی پڑے، امیر ہوں یا غریب۔ پس اللہ تعالیٰ ان کا زیادہ خیرخواہ ہے۔ خواہش کی پیروی نہ کر بیٹھو اور اگر تم زبان کو تلون دو گے یا اعراض کرو گے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ	صفحہ	حاشیہ
پس بے شک اللہ تعالےٰ جو کچھ تم کرتے ہو۔ اس سے خبردار ہے۔ آیت۔ فَاِن۔ اگر تم فیصلہ کرو۔ پس انصاف سے ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ فقر و زہد:۔ بطنٌ جائعٌ:۔ بھوک کے پیٹ والا اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے ستر غافل عابدوں سے۔ آیت:۔ اَفَمَن یمشی:۔ کیا پس جو اُلٹے سر چلتا ہے۔ زیادہ ہدایت پر ہے۔ اس سے جو سیدھی راہ پر گامزن ہے؟		

ضمیمہ
انگلش عبارتوں کا ترجمہ

ص	ترجمہ
۱۸	دوسرے درجے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دانش مندی کو بطور ایک حکمران ملاحظہ کیجئے۔ قرآن پاک میں حکمرانی کا جو تصور موجود ہے۔ وہی آپ کا لائحہ عمل تھا۔ اس دستوری عمل پر ہی آپ کی ساری پیغمبرانہ سرگرمیوں کا انحصار تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دوررس سیاسی فراست اور معاشرتی اصلاحات کی نشاندہی ہر جگہ کتابِ الٰہی سے ہوتی ہے۔ ان معاملات میں آپ کی دانشوری کا اظہار یوں ہوتا ہے کہ نہایت سرعت کے ساتھ آپ کی ایک چھوٹی سی مدنی ریاست دفاروقی عہد میں ایک عالمگیر حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ سماجی اداروں کی ملک عرب میں تعمیر ہوئی اور مختلف حالات میں دین کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ جو اب تک تیرہ سو برس سے جاری ہے۔
۱۱۱/۲	نوٹ۔ اسی کتاب کے آخری پیرے کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔ انسان جس قدر رسول پاکؐ کی حیاتِ طیبہ اور اسلام کی ابتدائی حالت پر غور کرتا ہے اسی قدر اس کی حیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عرصے میں آپ کے محیر العقول کارنامے ہماری آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ ماحول کی ناسازگاری کا آپ نے ہر موقعہ پر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اگر آپ کو مبقرانہ خدائی صلاحیتوں اعلیٰ کامیاب حکمران اور منتظم کے صفات سے نہ نوازا جاتا اور آپ کو خدا تعالیٰ پر پختہ اعتماد نہ ہوتا کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو انسانی تاریخ میں ایک قابلِ غور باب کی کمی رہ جاتی۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بنی آدم میں یہ عظمت اور قابلِ تحسین مقام اور کسی زندگی کے مطالعہ سے ہاتھ نہیں آتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ص	ترجمہ
۱۱۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثالی اسوۂ حسنہ کے مالک تھے۔ آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے سامنے ایک نہایت نمایاں عملی زندگی کی مثال پیش کی۔ آپ کا کردار پاکیزہ اور منزہ تھا۔ آپ کا گھر، آپ کا لباس اور آپ کی خوراک بے مثل سادگی کی ترجمانی کرتے تھے۔ آپ کی زندگی اس لحاظ سے بھی بے نظیر تھی کہ آپ اپنے صحابہ کرامؓ میں کسی خصوصی اور امتیازی شوکت کو پسند نہیں فرماتے تھے اور جو کام خود کر سکتے تھے، اپنے غلام سے وہ کام نہیں لیتے تھے۔ آپ ہر ایک کے لیے اور ہر وقت ملاقات کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ آپ بیماروں کی عیادت فرماتے اور ہر شخص کے لیے ہمدردی رکھتے تھے۔ ملّت کے ہر فرد سے مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے۔
۲۲۷	اخبار فروش یونین لاہور نے تعزیتی جلسے میں کہا کہ مولانا احمد علی کی وفات صرف پاکستان کو ہی نہیں، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کو ایک دردناک سانحہ میں مبتلا کر گئی۔
۲۲۸	آپ کی وفات پر طلبہ کا جلسہ۔ لاہور کے طلبہ کی مختلف تنظیموں نے تعزیتی اجلاس منعقد کئے اور قراردادیں پاس ہوئیں کہ حضرت مولانا احمد علی نے علمی اور مذہبی حلقوں میں ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ مرحوم کی یاد کے طور پر اسلامیہ کالج لاہور نے اجلاس کے بعد اس دن کالج بند کر دیا۔
۲۲۸	اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور کے طلبہ نے جلسے میں حضرت مولاناؒ کی بے لوث دینی خدمات کو سراہا اور کہا حضرت لاہوریؒ کی تعلیمات نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں شمعِ اسلام کے انوار پیدا کئے۔
۲۲۹	حضرت کی وفات پر پنجاب یونیورسٹی کے ارباب کے تاثرات:۔ شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کے صدر علامہ علاؤالدین صدیقی وائس چانسلر

ص	ترجمہ
۲۲۹	کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا اور اس قرارداد کے یہ الفاظ ہیں۔ "اس عظیم روحانی شخصیت کی دائمی مفارقت سے علمی اور روحانی دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے، جو کبھی پُر نہیں ہو سکتا۔ اس المیہ نے پاکستان کو ایک پاکباز بزرگ سے محروم کر دیا ہے۔ جس نے بر سوں دینِ اسلام کی نہایت تندہی سے خدمت سرانجام دی۔ آپ کی علمی اور تبلیغی خدمات کو زمانہ ہرگز فراموش نہیں کر سکتا۔
۲۶۲	"عنوان۔ ایمانیات شروع" گرونانک! بزرگانِ دین، مصلحینِ ملّت، شہداء، پیرانِ طریقت، مشائخ اور اقطاب لامتناہی فیوض و برکات حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے رہیں۔
۲۶۶	گرونانک:۔ انسان ہمیشہ بے چینی میں کیوں مبتلا رہتا ہے؟ اور انجام کار جہنم میں کیوں جاتا ہے۔ اس کی ایک اور صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے دل میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں ہے۔
۲۷۰	رسالہ ضرورۃ قرآن:۔ ترجمہ:۔ قرآن پاک مسلمانوں کا ایک عام دستورِ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اجتماعی کاروباری، فوجی، سول، عدالتی اور جرائم کی سزا کے احکام موجود ہیں۔ یہ مبارک کتاب انسانی زندگی کے مذہبی دائرے سے آگے روزانہ کی زندگی، روح کی نجات، جسمانی صحت، انفرادی اور اجتماعی حیات کے آئین، حقوق و فرائض، اخلاقِ حمیدہ اور کردارِ ذمیمہ کی پاداش، اس دنیا میں سزا و جزا اور آئندہ آنے والی زندگی کے احوال پر تبصرہ کرتا ہے۔
۲۷۴	ترجمہ:۔ میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم ترین شخصیتوں میں سے ایک یقین کرتا ہوں اور تہ دل سے آپ کا احترام کرتا ہوں۔ اسلام نے دنیا کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ص | ترجمہ

۲۸۴ ایک ایسا مذہب دیا ہے، جس میں پیدہ مُتوں کی پرستش نہیں ہوتی اسلام نے عرب سے جہالت کو مٹایا ہے۔ اسلام نے مذہبی عقیدۂ توحید، شجاعت، بہادری اور بذل وایثار کی تاکید فرمائی ہے۔ اسلام نے خدا تعالٰے کے پیغام کی برکات سے تمدن اور تہذیب واخلاق کے میدان میں ایک مشعل بردار کا کام دیا ہے۔ افریقہ، انڈیا، ایشیائے کوچک، یورپ اور ایران میں تہذیب کے انوار اسلام کی برکت سے پھیلے ہیں۔

جب یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، سپین میں مُسلم اسکالرز سائنس اور علم ادب کے ماہرین مانے جاتے تھے۔ وہ اس وقت علم الادویہ ریاضی، کیمیا، تاریخ، فلسفہ، اور فنونِ لطیفہ کی تعلیم وتدریس کا کام کرتے تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہے کہ اسلام نے ہندوستانیوں کی زندگی اور خیالات میں بہت زیادہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ اس نے ہندوستان کے فنونِ صنعت، شاعری اور فلاسفی میں معتدبہ اضافہ کیا ہے۔ تاج محل تمام دنیا میں صنعت کے لحاظ سے ایک اعجوبہ سے کم نہیں۔

۲۹۰ (صلوٰۃ اللہ اور حضرت لاہوریؒ یا فلسفہ نماز)

جس نے کبھی مسلمانوں کو باجماعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اُس کو نماز کے ضبط ونظم (اطاعتِ امیر، ترتیب صفوف اور عبادت کے اس پُرعظمت منظر کی حیرت انگیز صورت میں لازماً تربیتی اور تنظیمی جوہر نظر آتے ہوں گے یہ عبادت کا انداز مسلمانوں میں روحانی استقامت اور باہم مساوات ومواخات کا سبق دیتا ہے۔ اسی مبارک عمل کی برکت سے مسلمانوں نے آئندہ فتوحات حاصل کیں اور غازیانِ اسلام کے دل سے موت کا خوف وہراس ہمیشہ کے لیے نکل گیا۔